علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی
اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل تاریخی دستاویز

تاریخ جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل

مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۱۳۴۶ھ سے ۱۴۰۵ھ تک کے فضلاء شیوخ مدرسین و متعلقین حضرات
کی تفصیلات ● جامعہ کے مکمل حالات ● خدمات ● تعمیرات ● شخصیات
وکردار کی حامل مکمل تاریخی دستاویز ● اکابر حضرات کی قلمی تحریرات کا عکس
● مدارس کے انتظام و اہتمام سے منسلک حضرات کیلئے بیشمار مفید معلومات پر مشتمل ایک نایاب تصنیف

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان۔

تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ادارہ تالیفات اشرفیہ
ملتان

علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف بنوری، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی
اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل تاریخی دستاویز

تاریخ جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل

۱۳۲۶ھ سے سنہ ۱۴۰۵ھ تک کے فضلاء شیوخ مدرسین و متعلقین حضرات کی تفصیلات
جامعہ کے مکمل حالات ○ خدمات ○ تعمیرات ○ شخصیات و کردار کی حامل
مکمل تاریخی دستاویز ○ اکابر حضرات کی قلمی تحریرات کا عکس ○ مدارس
کے انتظام و اہتمام سے منسلک حضرات کیلئے بیشمار مفید معلومات پر مشتمل ایک نایاب تصنیف

تصنیف

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

استاذ الحدیث جامعہ ڈابھیل۔

ناشر:

ادارہ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

غیر منقسم ہندوپاک کی سرزمین کو جن چندمادر علمی مدارس نے اپنے فیض علمی اور تربیت روحانی سے منور کیاان میں ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' بھی ایک ہے یہ عظیم دینی قلعہ عرصہ دراز تک اکابر علماء دیوبند کے درس وتدریس، دعوت و تبلیغ اور اخلاص وتوکل کا مظہر رہاہے۔ خاص طور پر فقیہ العصر محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ورود مسعود جامعہ کے لئے نور علی نور ثابت ہوا۔

یہ عظیم جامعہ کن کن خدمات کی بدولت علماء ربانی کے التفات کا مستحق ہوااس کا اندازہ آپ اس تاریخی دستاویز کے مطالعہ کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

بہر حال اس کتاب کے متعلق صرف یہی کافی ہے کہ یہ اپنے نشیب وفراز کا حامل تاریخ کاوہ سنہرا باب ہے جس کی چھاؤں میں جانے کتنے لوگ میراث نبوت سے سیراب ہو کر اطراف عالم میں پھیل گئے اور حسب استطاعت دین کے شعبوں سے منسلک رہ کر علم دین کو زندہ کرتے رہے

عرصہ دراز سے ادارہ کی خواہش تھی کہ اس مادر علمی کے کوائف کے متعلق کوئی کتاب منظر عام پر لائی جائے۔ حسن اتفاق سے کچھ عرصہ پہلے ہمیں حضرۃ نفیس شاہ صاحب مدظلہم کا ایک نسخہ ''تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ''محترم محمد راشد شیخ صاحب کی وساطت سے حاصل ہوا۔ اوراسی وقت سے طباعت کاارادہ کر لیا۔

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس نایاب کتاب کی پاکستان میں پہلی بار اشاعت کا شرف ادارہ ہذاکو ہو رہاہے۔

امید ہے کہ مدارس کے مہتمین و منتظمین حضرات اس کتاب سے خاطر خواہ معلومات حاصل کر کے اس دور میں بھی اکابرین کی یاد تازہ کر سکیں گے۔

والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

عنوانات

افتتاحیہ ____ ۱
(حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ مہتمم جامعہ)
عرض مرتب ____ ۸
جامعہ گجرات۔ فارسی نظم ____ ۱۱
الجامعۃ الاسلامیہ بجرات۔ عربی قصیدہ ____ ۱۲
ڈابھیل وسملک ____ ۱۸
گجرات کی علمی حالت ____ ۱۹
تاسیس مدرسہ تعلیم الدین ____ ۲۱
مدرسہ کی ترقی ____ ۲۲
تجوید کاانتظام ____ ۲۲
خوشنویسی کااہتمام ____ ۲۳
اردو کااہتمام ____ ۲۳
رسالہ ''الدین'' کااجراء ____ ۲۴
پریس کاقیام ____ ۲۴
زمین کی خریداری ____ ۲۵
بنائے مسجد ____ ۲۵
مولانااحمد حسن بھائی سملکی کاسفر جنوبی افریقہ ____ ۲۶
واپسی کاقصد اوروفات ____ ۲۶
مولانا کے بعد مدرسہ کاانتظام ____ ۲۷

شاندار درسگارہ کی تعمیر ———— ۲۷
مولانا احمد بزرگؒ کا اہتمام ———— ۲۹
نقل معائنہ مولانا اشرف علی تھانویؒ ———— ۳۰
گجرات کے دور اول کے مشہور علماء ———— ۳۳
دار العلوم دیوبند کا اختلاف ———— ۳۴
مولانا احمد بزرگؒ کا ایک خواب ———— ۳۸
علماء دیوبند کی ڈابھیل آمد ———— ۳۹
اس وقت مدرسہ کی حالت ———— ۴۰
جامعہ کا دور اول ———— ۴۱
حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ کا ورود مسعود ———— ۴۲
دیوبند واپسی اور وفات ———— ۴۳
حضرت مفتی صاحب کے بعد منصب افتاء ———— ۴۴
تعمیر دار الاقامہ ———— ۴۴
جلسہ دستاربندی ———— ۴۴
۱۳۴۸ھ کے حالات ———— ۴۵
مزید دار الاقامہ کی تعمیر ———— ۴۵
دار الاساتذہ (بنگلہ) ———— ۴۶
سالانہ جلسہ ———— ۴۷
ماہنامہ برہان کا ایک اقتباس ———— ۴۸
۱۳۴۹ھ اور علامہ کشمیری وغیرہ کا سفر رنگون ———— ۴۹

مولانا ظفر احمد تھانوی کا سپاسنامہ ———— ۵۰
جامعہ میں پانی کے نلوں کا انتظام ———— ۵۱
بجلی کی روشنی کا انتظام ———— ۵۱
۱۳۵۰ھ انور بلڈنگ کی تعمیر ———— ۵۳
۱۳۵۱ھ اور سالانہ جلسہ ———— ۵۵
علامہ کشمیری کی علالت ———— ۵۶
علامہ کا ایک خط ذمہ داران جامعہ کے نام ———— ۵۷
۱۳۵۲ھ اور علامہ کشمیری کی وفات ———— ۵۹
جلسہ تعزیت میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریر ———— ۶۱
علامہ عثمانی منصب صدارت پر ———— ۶۴
معاینہ علامہ سید سلیمان ندویؒ ———— ۶۵
جلسہ دستاربندی میں مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کی شرکت ———— ۶۷
ان دونوں حضرات کا معاینہ ———— ۶۹
مولانا عبد الرحمٰن امروہوی کا تقرر ———— ۷۲
نقشہ تقسیم اسباق شوال ۵۲ھ ———— ۷۳
معاینہ مولانا معین الدین اجمیری ———— ۷۵
معائنہ مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ ———— ۷۶
۵۳ھ مسجد کی مرمت ———— ۷۷
عربی درسگاہ کے چھت کی تبدیلی ———— ۷۷
مولانا یوسف بنوری کا تقرر ———— ۷۷

۵۴ھ نفحۃ العنبر کی تالیف ۸۰
مولانا عثمانی دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مقرر ہوئے ۷۹
سالانہ جلسہ میں مولانا عثمانی کی ایک تقریر ۸۰
مولانا احمد درویش کی وفات ۸۱
نقشہ تقسیم اسباق ۵۴ھ ۸۲
معائنہ خواجہ ڈاکٹر معین الدین نظام حیدرآباد ۸۴
۵۵ھ پانی کی فراوانی ۸۶
معائنہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۸۷
معائنہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ ۸۷
۵۶ھ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کا سفر افریقہ ۸۸
علامہ عثمانی کی ایک تقریر ۸۹
افریقہ میں پیش کیا گیا ایک سپاسنامہ ۹۲
سفر سے واپسی ۹۴
مولانا سراج احمد رشیدی کا انتقال ۹۵
نقشہ تقسیم اسباق ۵۷ھ ۹۹
۱۳۶۰ھ معائنہ مولانا عبیداللہ سندھی ۱۰۳
جامعہ کے دور اول کا جائزہ ۱۰۵
۱۳۶۱ھ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کی جامعہ سے علیحدگی ۱۰۸
جامعہ کا دور ثانی ۱۰۸
مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ مفتی گجرات منصب اہتمام پر ۱۰۹

۶۲ھ مولانا عثمانی کی دوبارہ تشریف آوری ۱۱۰
۶۳ھ معائنہ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۱۲
۶۴ھ مفتی محمد شفیع دیوبندی مولانا ظفر احمد تھانوی
اور مولانا شمس الحق افغانی کا تقرر ۱۱۳
۶۷ھ مولانا محمد یوسف بنوری کا دوبارہ صدر مدرسی کے عہدہ پر تقرر ۱۱۵
۷۰ھ بخاری شریف مولانا عبدالجبار اعظمی کے پاس ۱۱۷
جامعہ کے حالات جناب عبدالحئ ہاشم موٹا کے قلم سے ۱۱۹
مولانا محمد تقی جامعہ کے مہتمم ۷۳ھ ۱۲۱
مولانا شریف حسن دیوبندی صدر مدرس ۱۲۱
۷۴ھ مولانا مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی تشریف آوری ۱۲۲
ایکٹ کا خاتمہ ۱۲۲
مولانا محمد ایکھلوایا مہتمم جامعہ اور مولانا مرغوب احمد لاجپوری صدر مہتمم ۱۲۴
۷۵ھ مولانا عبدالحی بسم اللہ کا اہتمام پر تقرر ۱۲۵
نقول معائنہ جات، ابراہیم خلیل پروفیسر بھوپال
و حکیم لطیف محمد خاں بھوپال و جناب زبیر صاحب ۱۲۷
۷۷ھ معائنہ مولانا حفظ الرحمٰن مجاہد ملت ۱۳۰
جامعہ کا دور ثانی ایک نظر میں ۱۳۱
جامعہ کا دور ثالث ۷۹ھ ۱۳۲
مولانا محمد سعید بزرگ کا اہتمام ۱۳۲
مدرسہ کے حالات مولانا محمد سعید بزرگ کی زبانی ۱۳۳

مولانابدر عالم مہاجر مدنی کاایک خط ______ ۱۳۶
چار سال کی روداد ایک ساتھ شائع ہوئی ______ ۱۳۷
اصلاحی اقدامات ______ ۱۳۸
ضروریات جامعہ ______ ۱۳۹
؁۸۰ھ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا معائنہ ______ ۱۴۰
؁۸۱ھ مولانا سعید احمد اکبر آبادی اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کے معائنے ۱۴۱
ایک بڑی خوشخبری نئے دستور کی منظوری ______ ۱۴۲
تنظیم مکاتب ______ ۱۴۲
نئی وائر فٹنگ، چائے ناشتہ کا انتظام ______ ۱۴۳
درجہ حفظ کے طلبا کے لئے ایک خاص انتظام ______ ۱۴۳
؁۸۲ھ وفیات مولانا مرغوب احمد لاجپوری ______ ۱۴۵
و مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ______ ۱۴۵
و مولانا محمد ابراہیمؒ ایھلوایا صوفی ______ ۱۴۵
نقل معائنہ مولانا مسیح اللہ خانصاحب مدظلہ ______ ۱۴۷
؁۸۳ھ مولانا محمد بن موسی میاں کی وفات ______ ۱۴۹
؁۸۴ھ دار الاقامہ کا سنگ بنیاد بدست مولانا محمد یوسف کاندھلوی
امیر تبلیغ نظام الدین دہلی ______ ۱۵۰
درجہ سلائی اور گھڑی سازی کا افتتاح ______ ۱۵۰
غلہ اسکیم ______ ۱۵۱
مولانا محمد ایوب اعظمی شیخ الحدیث کا تقرر ______ ۱۵۱

نقل معائنہ مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ ______ ۱۵۲
نقل معائنہ مولانا فخر الحسن گنگوہی ______ ۱۵۲
؁۸۴ھ وفات مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ ______ ۱۵۴
نقول معائنہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی و مولانا عبد الحفیظ بلیاوی ______ ۱۵۵
؁۸۵ھ وفات مولانا بدر عالم میرٹھیؒ ______ ۱۵۶
؁۸۶ھ نقل معائنہ مولانا وصی اللہ فتح پوریؒ ______ ۱۵۷
؁۸۶ھ نقل معائنہ مولانا فخر الدین احمد شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند ______ ۱۵۸
؁۸۷ھ سفر مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ ______ ۱۶۰
مولانا محمد رشید بزرگ نائب مہتمم ______ ۱۶۱
انگریزی کلاس کی ابتداء ______ ۱۶۱
وفات مولانا علی محمد تراجویؒ ______ ۱۶۲
نقل معائنہ مولانا ابرار الحق ہردوئی مدظلہ ______ ۱۶۳
نئی مسجد کی تعمیر ______ ۱۶۴
؁۸۸ھ وفات جناب ابراہیم محمد نواب ڈابھیلی ______ ۱۶۵
؁۸۹ھ درجہ حفظ کیلئے ایک نیا ضابطہ ______ ۱۶۵
وائرنگ کلاس کی ابتداء ______ ۱۶۶
وفات مفتی اسماعیل گوراراندیریؒ ______ ۱۶۶
وفات ابراہیم محمود بسم اللہ ______ ۱۶۶
؁۹۰ھ درجہ جلد سازی کا افتتاح ______ ۱۶۷
شعبہ نشر و اشاعت کی خدمات ______ ۱۶۷

بعض اصحاب خیر کی طرف سے چھ اساتذہ کی پوری تنخواہ ـــــ ۱۶۸
وفات مولانا آدم طالپوری مدرس جامعہ ـــــ ۱۶۸
نقل معائنہ مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ـــــ ۱۶۹
سنہ ۱۳۹۱ء نقل معائنہ قاضی زین العابدین میرٹھی ـــــ ۱۷۰
رمضان میں اعتکاف کا روحانی سلسلہ ـــــ ۱۷۲
برتنوں کی خریداری ـــــ ۱۷۳
عربی درسگاہ کی نئی چھت کی تعمیر ـــــ ۱۷۳
پراویڈنٹ فنڈ کی ابتداء ـــــ ۱۷۳
سنہ ۹۲ھ سفر مہتمم جامعہ ـــــ ۱۷۳
سنہ ۹۳ھ پلنگوں کی خریداری ـــــ ۱۷۴
مستحق فنڈ کا قیام ـــــ ۱۷۴
النادی العربی کی ابتداء ـــــ ۱۷۶
دارالاقامہ کی تکمیل ـــــ ۱۷۷
دارالقرآن بلڈنگ کا سنگ بنیاد ـــــ ۱۷۷
دارالاساتذہ کی تعمیر ـــــ ۱۷۷
شعبہ کتابت ـــــ ۱۷۷
وفات حاجی ابراہیم میاں سملکی ـــــ ۱۷۸
وفات حکیم مولانا سلیمان کفلیتوی ـــــ ۱۷۸
سنہ ۹۵ھ وفات مولانا محمد اکھلوایا سابق مہتمم جامعہ ـــــ ۱۸۲
وفات قاری محمد معصوم بزرگ ـــــ ۱۸۲

وفات جناب احمد موسیٰ نانا بھائی ـــــ ۱۸۲
سفیر کا تقرر ـــــ ۱۸۲
شیخ الازہر کی آمد ـــــ ۱۸۳
نقل معائنہ شیخ الازہر ـــــ ۱۸۴
سنہ ۹۶ھ صرف درجہ تجوید میں داخلہ ـــــ ۱۸۵
رمضان کی دوہری تنخواہ ـــــ ۱۸۶
دارالقرآن کی تکمیل ـــــ ۱۸۶
عربوں کا ایک قافلہ ـــــ ۱۸۷
تخصص فی الفقہ (افتاء) کے درجہ کی ابتداء ـــــ ۱۸۸
وفات مولانا عبدالحئی بسم اللہ سابق مہتمم جامعہ ـــــ ۱۸۸
وفات مفتی مہدی حسنؒ ـــــ ۱۸۸
نقل معائنہ مولانا عبدالحلیم جونپوری مدظلہ ـــــ ۱۸۹
سنہ ۹۷ھ دارالاساتذہ کی تکمیل ـــــ ۱۹۰
اصلاح نصاب کے لئے میٹنگ ـــــ ۱۹۱
دارالافتاء کے طلبہ کا امتحان دارالعلوم دیوبند میں ـــــ ۱۹۲
وفات مولانا محمد یوسف بنوریؒ ـــــ ۱۹۳
نقل معائنہ مولانا جمال الدین انوری مالیگانوی مدظلہ ـــــ ۱۹۴
نقل معائنہ مولانا صبغۃ اللہ بختیاری مدظلہ ـــــ ۱۹۵
قرأت سبعہ کی تعلیم کی ابتداء ـــــ ۱۹۶
فارسی اول اور عربی اول و دوم کے درجات کی تقسیم ـــــ ۱۹۶

نقل معائنہ مولانا اسحاق جلیس ندوی ۱۹۸
تنخواہ کا اسکیل ۲۰۰
۹۹ھ نقل معائنہ قاری محمد کامل صاحب ۲۰۱
نقل معائنہ مولانا مسیح اللہ خانصاحب ۲۰۲
وفات مولانا حمد اللہ لکھنوی مدرس جامعہ ۲۰۳
وفات مولانا عبدالرحیم بورسدی ۲۰۴
۱۴۰۰ھ اضافہ تنخواہ ۲۰۵
ورود علمائے ندوہ اوران کے تاثرات ۲۰۶
وفات مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری ۲۰۶
وفات مولانا غلام اللہ خان شیخ التفسیر ۲۰۷
وفات حاجی محمد منتی جنوبی افریقہ ۲۰۷
۱۴۰۱ھ لجنۃ القراء کی تشکیل ۲۰۹
درجہ تخصص فی الحدیث کے قیام کا فیصلہ ۲۱۰
دارالاقامہ برائے طلبہ حفظ کا سنگ بنیاد ۲۱۱
شیخ محمد المجذوب استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا معائنہ ۲۱۲
نقل معائنہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ ۲۱۲
۱۴۰۲ھ مدینہ یونیورسٹی سے الحاق ۲۱۴
بیرونی طلبہ کے لئے کھانے کا الگ انتظام ۲۱۵
وفات حافظ ابراہیم سلوا استاد جامعہ ۲۱۶
وفات اسماعیل منصور خادم جامعہ ۲۱۶

وفات حسرت آیات حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا نوراللہ مرقدہ ۲۱۶
۱۴۰۳ھ صوبہ گجرات کا تبلیغی اجتماع جامعہ میں ۲۱۹
حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ کا دورہ گجرات ۲۲۰
دارالاقامہ برائے طلبہ حفظ کا افتتاح ۲۲۰
مسلسلات کا ختم ۲۲۱
نقل معائنہ مولانا محمد اسماعیل کٹکی امیر شریعت اڑیسہ وصدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ ۲۲۳
نقل معائنہ عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہ باندوی ۲۲۵
نقل معائنہ مولانا سید عبدالمجید ندیم پاکستان ۲۲۶
۱۴۰۴ھ وفات مولانا مفتی ابلیسیم سنجالی ومولانا اسماعیل گارڈی وحاجی احمد منگیرا ڈابھیلی ومولانا قاری محمد طیب صاحب ۲۲۷
مجلس علمی اوراس کی مطبوعات کا مختصر تعارف ۲۳۳
جامعہ کا نصاب تعلیم ۲۴۷
نصاب تعلیم دارالافتاء ۲۵۰
نصاب تخصص فی الحدیث ۲۵۱
جامعہ میں داخلہ کے قواعد ۲۵۴
جامعہ میں شب وروز کا نظام عمل ۲۵۵
مختلف شعبہ جات، تعطیلات ۲۵۷
مجلس شوریٰ اوراس کے اراکین ۲۶۰
جنوبی افریقہ کی کمیٹی ۲۶۴

تذکرہ مولانا احمد حسن بھاکی سملکی بانی جامعہ ____ ۲۶۷
تذکرہ صوفی شاہ سلیمان لاجپوری ____ ۲۶۷
تذکرہ صوفی احمد میاں لاجپوری ____ ۲۷۰
تذکرہ مولانا احمد بزرگ سملکی مہتمم جامعہ ____ ۲۷۴
تذکرہ مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ مفتی و مہتمم جامعہ ____ ۲۸۰
تذکرہ مولانا مرغوب احمد لاجپوری ____ ۲۸۵
تذکرہ مولانا محمد سعید بزرگ سملکی مدظلہ مہتمم جامعہ ____ ۲۸۷
تذکرہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ____ ۲۹۱
تذکرہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ____ ۲۹۶
تذکرہ حضرت مولانا سراج احمد رشیدی ____ ۳۰۱
تذکرہ حضرت مولانا عبید الرحمٰن امروہوی ____ ۳۰۳
تذکرہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ____ ۳۰۴
تذکرہ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ____ ۳۰۹
تذکرہ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی ____ ۳۱۶
تذکرہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدظلہ ____ ۳۱۹
تذکرہ مولانا شمس الحق افغانی ____ ۳۲۱
تذکرہ مولانا یوسف بنوری ____ ۳۲۳
تذکرہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان ____ ۳۲۹
تذکرہ مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی مدظلہ ____ ۳۳۳
تذکرہ مولانا شریف حسن دیوبندی ____ ۳۳۶

تذکرہ مولانا محمد ایوب اعظمی ____ ۳۳۸
تذکرہ مولانا عبدالجبار پشاوری ____ ۳۴۵
مرثیہ مولانا احمد حسن بھام سملکی از فضلی مشہدی (اردو) ____ ۳۴۸
مرثیہ مولانا احمد حسن بھام سملکی از قاری محمد یامین ____ ۳۵۰
سہارنپوری مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (عربی)
مرثیہ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی
از مولانا محمد ادریس کاندھلوی (نزیل حیدرآباد) (عربی) ____ ۳۵۲
مرثیہ مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی از قاری محمد یامین مدرس جامعہ (عربی) ۳۵۴
ہدیہ تشکر و امتنان از مولانا ظفر احمد عثمانی ____ ۳۵۷
بخدمات حضرات علامہ کشمیری، علامہ عثمانی
مولانا احمد بزرگ (فارسی)
سفر رنگون کے موقع پر ان اکابر ثلثہ کی منقبت
میں قصیدہ از جناب حکیم اسماعیل عیش امروہوی (عربی) ____ ۳۵۸
مرثیہ علامہ کشمیری از مفتی مہدی حسن مفتی راندیر ضلع سورت (اردو) ۳۶۰
مرثیہ علامہ کشمیری از مولانا محمد ادریس کاندھلوی (عربی) ____ ۳۶۸
مرثیہ علامہ کشمیری از قاری محمد یامین سہارنپوری (عربی) ____ ۳۷۴
مرثیہ علامہ کشمیری از مولوی رضی الدین فضلی متعلم جامعہ ڈابھیل ____ ۳۷۸
خیر مقدم مہمانان جلسہ (از قاری محمد یامین سہارن پوری (اردو) ____ ۳۷۹
النفحات الطیبۃ للجامعۃ العربیۃ (از قاری محمد یامین سہارنپوری (عربی) ____ ۳۸۰
منح الاذکار علی تذکار الاخیار از قاری محمد یامین سہارنپوری (عربی) ____ ۳۸۴

مرثیہ مولانا احمد درویش سملکی از قاری محمد یامین سہارنپوری (عربی) ـــــ ۳۹۱
مرثیہ مولانا احمد درویش سملکی از مولانا حبیب اللہ مدرس فارسی (فارسی) ۳۹۵
قصیدہ وداعیہ از مولانا محمد یوسف بوری مدرس جامعہ ـــــــــــ ۳۹۶
قصیدہ وداعیہ از قاری محمد یامین ـــــــــــــــ ۳۹۸
قصیدہ وداعیہ از مولانا حبیب اللہ ـــــــــــــــ ۴۰۰
تہنیت قدوم از مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل ـــــ ۴۰۲
تہنیت قدوم از قاری محمد یامین سہارنپوری ـــــــــــ ۴۰۶
تہنیت قدوم از مولانا حبیب اللہ سلطانپوری ـــــــــــ ۴۰۷
مرثیہ مولانا سراج احمد رشیدی از مولانا محمد یوسف کاملپوری ـــــ ۴۱۱
مرثیہ مولانا سراج احمد رشیدی از قاری محمد یامین سہارنپوری ـــــ ۴۱۴
مہتمین جامعہ ایک نظر میں ـــــــــــــــ ۴۲۲
شیوخ حدیث جامعہ ایک نظر میں ـــــــــــــ ۴۲۳
مدرسین جامعہ ایک نظر میں ـــــــــــــــ ۴۲۴
فضلاء جامعہ ایک نظر میں ـــــــــــــــ ۴۳۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

افتتاحیہ

از حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ مدظلہ، مہتمم جامعہ اسلامیہ، سملک، ڈابھیل

اہل تاریخ پر روشن ہے کہ گجرات وہ سرزمین ہے جہاں سے پہلے پہل اسلام کی روشنی ہندوستان میں آئی، صدیوں پہلے اہل عرب تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے سندھ اور ملیبار سے لیکر گجرات تک بحر ہند کے پورے سواحل پر پھیل چکے تھے وہ اپنے ساتھ اپنا دین، اپنا قرآن اور اپنے علوم بھی لائے تھے اور اس سے سالہاسال پہلے کہ اسلام کا کوئی تیغ زن سپاہی اس سرزمین پر قدم رکھے یہاں مسلمان عربوں اور عراقیوں کی نوآبادیاں قائم تھیں اور مسجدیں تعمیر اور آباد تھیں، یہی مسجدیں اسلام کی ابتدائی درسگاہیں تھیں جنمیں بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آوازہ بلند کرتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جب عثمان بن العاص ثقفی رضؓ کو بحرین اور عمان کا گورنر مقرر فرمایا تو انھوں نے تھانہ (بمبئی) پر فوج کشی کیلئے ۱۵؁ھ میں ایک فوج مقرر کی جو سالم و غانم واپس گئی۔ اس فوج کے افسران کے بھائی حکم بن العاص رضؓ تھے اور اس کے بعد حضرت عثمان بن العاص رضؓ نے اپنے بھائی الحکم بن العاص رضؓ کو بھروچ پر فوج کشی کیلئے بھیجا، حضرات مؤرخین نے ان دونوں فوج کشیوں کا تذکرہ اجمالی طور پر فرمایا ہے، حضرات حکم بن العاص رضؓ جو اس فوج کے افسر تھے ان کے صحابی ہونے کی تصریح علامہ ابن سعد نے طبقات میں اور علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں فرمائی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان دونوں فوجوں میں دیدار نبوی ؐ سے مشرف ہستیوں کی کچھ تعداد یقیناً شامل ہوگی اس لحاظ سے ہندوستان بھی (اور خصوصاً علاقہ گجرات) ان خوش قسمت ملکوں میں ہے جن کی خاک صحبت یافتگان نبوی کے پاؤں سے لگ ہماری آنکھوں کا کحل الجواہر بن چکی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب ہر کلمہ گو کے لب و دہن اخبرنا اور حدثنا، خوشبوؤں سے معطر تھے۔ ۱۵۹؁ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج ہندوستان کی طرف روانہ ہوئی اسمیں ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے

جن کو تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ بھی ان بزرگوں میں تھے جنھوں نے احادیث کے منتشر اوراق کے یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا بلکہ صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ قیل ھو اول من صنف و بوّب فی الاسلام (کہا گیا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں تصنیف کی) آپ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد ہیں اور احادیث کے اساطین علم سفیان ثوری، عبد الرحمٰن بن مہدی، عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح وغیرہ کے استاذ ہیں۔ آپ جس فوج میں ہندوستان آئے تھے اس نے باربد (بھاڑبھوت۔ ضلع بھروچ) پر حملہ کیا، یہاں ایک بڑا بت خانہ تھا اب بھی ہر بارہ سال کے بعد یہاں مذہبی میلہ لگتا ہے۔ اس حملہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحیاب کیا، مگر جنگ کے بعد سمندر میں طغیانی آگئی اس لئے اسلامی فوج فوراً واپس نہ ہوسکی اور موسم کے خوشگوار ہونے اور مد و جزر ختم ہونے تک ٹھہر گئی اسی زمانۂ قیام میں مجاہدوں میں ایک وبائی بیماری پھیل گئی جسے "حمام قر" (بھامری) کہا جاتا ہے یہ منھ میں پھوڑے پھنسی کی شکل میں پیدا ہوتی تھی اس بیماری میں ایک ہزار آدمی کے قریب مر گئے، انہی مرنے والوں میں ربیع بن صبیح بھی ہیں۔ گویا یہ پہلے محدث ہیں جو سرزمین ہند میں وارد ہوئے۔ بلکہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں جنوبی گجرات کے مقام سنجان میں ایک اسلامی سلطنت بھی قائم ہوچکی تھی۔ اس دور کے اہل فضل و علم کا تذکرہ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری مدظلہم نے تفصیل سے کیا ہے۔ ۸۱۰ھ میں محمد شاہ تغلق کے گورنر ظفر خاں نے مظفر شاہ کا لقب اختیار کرکے ایک خود مختار حکومت قائم کی اور اس کے بعد ۸۱۳ھ میں اس کا سعادتمند بیٹا احمد شاہ اول تخت نشین ہوا۔ یہی وہ خوش نصیب سلطان ہے جس نے گجرات کو عرب اور ہندوستان کے بیچ میں سلسلۃ الذہب بنا دیا، اور سفر کی آسانی اور آمد و رفت کی کثرت نے علمائے ہند کو حجازی علوم سے آشنا ہونے کا موقع بہم پہنچایا۔ علم حدیث کے ہندوستان میں فروغ کا حقیقی زمانہ نویں صدی ہجری کا خاتمہ اور دسویں صدی کا آغاز ہے۔ یہ وہ عہد تھا جب مصر و شام و حجاز میں امام الحدیث حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی کے فضل و کمال کا آفتاب نصف النہار پر تھا، اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سے سب سے پہلے گجرات نے اپنا طبعی حق پایا یعنی بحر عرب کے اس پار کی شعاعیں سب سے پہلے یہیں آکر پڑیں۔ حافظ سخاوی کے تلامذہ میں سب سے پہلے مولانا راجح بن داؤد گجراتی ہیں ۸۹۴ھ میں وہ حافظ موصوف کے حلقہ میں داخل ہوئے اور الفیہ حدیث کی سند حاصل کی اس کے بعد وہ گجرات آئے لوگوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ۹۰۴ھ میں احمد آباد میں وفات پائی

اس کے بعد مولانا وجیہ الدین مالکی آئے، سلطان گجرات نے ان کو ملک المحدثین کا خطاب دیا، وہ یہیں کے ہو رہے ۹۲۹ھ میں احمد آباد میں وفات پائی، اس کے بعد تو اس سرزمین میں علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب روشن ہوتے رہے جنمیں مولانا علاؤ الدین احمد نہروالی، جمال الدین محمد بن عمر حضرمی، سید رفیع الدین صفوی، مولانا عبد المالک عباسی گجراتی (حافظ بخاری) سے لیکر شیخ علی متقی (صاحب کنز العمال) شیخ محمد طاہر پٹنی (صاحب مجمع البحار ـ تذکرۃ الموضوعات، المغنی فی اسماء الرجال) شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (صاحب حواشی علی المطول والتلویح وتفسیر البیضاوی، وشرح المواقف، وشرح المقاصد) جیسے اساطین علم و فضل موجود ہیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ خطۂ گجرات میں اسلامی علوم و فنون کا غلغلہ تھا۔ اور تشنگان علوم اپنی علمی پیاس ان علمی چشموں سے بجھاتے تھے۔ یہ سب شاہان گجرات کی علمی قدر دانی کا نتیجہ تھا، مولانا حکیم سید عبد الحئی حسنیؒ "یاد ایام" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شاہان گجرات نے اپنے ڈیڑھ سو برس کے زمانۂ فرمانروائی میں جس قدر علوم و فنون کی سرپرستی کی ہے دہلی کی ششصد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی یہ صرف ان کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز و یمن و دیگر ممالک اسلامیہ کے چیدہ و برگزیدہ علماء نے گجرات میں آکر بود و باش اختیار فرمائی جن کے فیوض سے چند دنوں میں گجرات مالامال ہوگیا اور خود گجرات میں اس پائے کے علماء پیدا ہوئے جن کے فیوض علمی کی آبیاری سے اب تک ہندوستان کی درسگاہیں سیراب ہو رہی ہیں اگر آپ اس کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں تو شیخ عبد القادر حضرمی کی النور السافر، ابو بکر شلی کی المشرع الروی، محمد بن عمر آصفی کی ظفر الوالہ اور اگر میری ناچیز تصنیفات شائع ہوگئی ہوتیں تو میں کہتا کہ العوارف، جنۃ المشرق۔ اور نزہۃ الخواطر ملاحظہ فرمائیے اس وقت آپ پر ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوگا اور آپ سمجھیں گے کہ گجرات اگر علوم و فنون عقلیہ کے اعتبار سے شیراز تھا تو حدیث شریف کی خدمات کے لحاظ سے یمن میمون سے مماثلت رکھتا تھا ص ۶۸-۶۹ ۔۔ اس کے بعد بھی علم کا یہ سلسلہ مختلف علماء کے ذریعہ جاری رہا لیکن انگریزی حکومت کے قیام کے بعد اس میں بہت تیزی سے زوال آیا، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جب انگریزوں کے قدم ہندوستان کی سرزمین میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے تو مسلمان مفکرین کو محسوس ہوا کہ اب سیاسی زوال و انحطاط کے ساتھ مسلمانوں کے دین و مذہب اور ان کی قومی زندگی کی بھی خیر نہیں ہے کیوں کہ تاریخ کی مسلسل شہادتوں کے مطابق جب کوئی قوم کسی ملک کو فتح کرتی اور اس ملک کے باشندوں پر

سیاسی غلبہ و استیلاء پالیتی ہے تو فاتح قوم کا اثر و نفوذ صرف مفتوح قوم کے جسموں تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ انکے دلوں اور دماغوں کی بھی تسخیر کرلیتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مفتوحہ اقوام اپنے قومی خصائص اور روایات اور ملی شعائر و علامات کو نہ صرف یہ کہ نظر انداز کر دیتی ہیں بلکہ ایک مدت تک عمل تجاذب کے مسلسل جاری رہنے کے باعث آخرکار وہ ان سے نفرت کرنے لگتی ہیں اور اب ان کے لئے فاتح قوم کی نقالی اور کورانہ تقلید سرمایۂ افتخار بن جاتی ہے۔ ہندوستان کے بیدار مغز مسلمان ارباب فکر و علم نے اس خطرہ کا اسی وقت احساس کرلیا اور اس کا سد باب کرنے کیلئے انھوں نے سب سے پہلے مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی، اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان ارباب فکر کا یہ اقدام نہایت عاقبت اندیشی اور دُور بینی پر مبنی تھا کیوں کہ سیاسی قوت و طاقت سے محروم ہوجانے کے بعد تعلیم کے سوا کوئی اور ایسی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی جس کے ذریعہ مسلمان اپنی قومیت کا تحفظ کرسکتے اور مغلوب و محکوم ہونے کے باوجود بحیثیت ایک قوم کے زندہ رہ سکتے۔

اس وقت کے اہل اللہ اور خصوصیت سے ان بزرگوں میں جو ۱۸۵۷ء کے خونیں انقلاب سے خود بھی گذر چکے تھے اور مسلمانوں کی نعشوں کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ چکے تھے یہ فکر و اضطراب لاحق ہوا کہ علم و معرفت کے اس کارواں کو کہاں ٹھکانہ دیا جائے؟ اور ہندوستان میں بے سہارا مسلمانوں کے دین و ایمان کے سنبھالنے کیلئے کیا صورت اختیار کی جائے؟ اس وقت یہ طے ہوا کہ مسلمانوں کے دینی شعور کو بیدار رکھنے اور ان کی ملی شیرازہ بندی کیلئے ایک دینی و علمی درسگاہ کا قیام ناگزیر ہے اس قرارداد کی روشنی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے رفقاء نے یہ طے کیا کہ دیوبند میں یہ دینی درسگاہ قائم ہونی چاہئے چنانچہ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ اسلامی عہد حکومت میں مدارس کے لئے حکومت کی جانب سے اوقاف مقرر ہوتے تھے جن سے مدارس کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے، والیانِ ریاست اور امرائے حکومت بھی پوری فیاضی کے ساتھ مدارس کی سرپرستی کرتے تھے مگر جب دارالعلوم قائم ہوا تو اسلامی حکومت کی وہ شمع جو چھ سو سال سے ہندوستان میں روشن تھی گل ہوچکی تھی اسلامی حکومت نے عوام کو اس سے بے نیاز کر دیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم کی ذمہ داری اپنے سر پر اٹھائیں، اس لئے اس وقت کا سب سے اہم سوال یہ تھا کہ آئندہ بچوں کی تعلیم کا کس طرح انتظام کیا جائے۔ تمام اوقاف حکومت نے ضبط کرلئے تھے اس لئے اب ضرورت تھی کہ اوقاف

کے سابق طریقہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ یہ طریقہ عوامی چندے کا تھا جسمیں نہ حکومت کی مالی امداد شامل ہو اور نہ جاگیرداروں کی تاکہ سرکاری اثرات سے یہ تعلیم گاہ آزاد رہے۔ آج سے سو، سوا سو سال پہلے بلاشبہ یہ ایک عجیب و غریب اور نئی بات تھی کہ عوامی چندے کی بنیاد پر ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے جو حکومت کے اثرات سے آزاد ہو۔ آنے والے عوامی دور کے پیش نظر یہ ایک زبردست پیش بینی تھی۔ اب جب کہ بڑی بڑی ریاستیں خواب و خیال بن چکی ہیں اور زمینداریاں ختم ہوگئی ہیں مگر پورے ہندوستان میں ہزاروں دینی مدرسے چل رہے ہیں اور ان پر حکومت کی تبدیلیوں کا کوئی اثر نہیں ہے اس سے عوامی چندے کی افادیت اور مدارس کی بنیادوں کے استحکام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اوقاف کے سابقہ طریقے کے بجائے عوامی چندے کا یہ طریقہ بہت کامیاب اور بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ نئے مدارس کے قیام اور دینی تعلیم کے فروغ کو عوامی چندے کی تحریک میں تبدیل کردیا۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہے جس کی ابتداء ایک چھوٹے مدرسہ کی شکل میں تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ خدا کے ایک برگزیدہ اور مسلمانوں کی دینی جہالت و رسوم پرستی سے دردمند حضرت مولانا احمد حسن بھامؒ نے بڑی بے سروسامانی کے عالم میں اس کو شروع کیا۔ گاؤں میں ہر گھر میں ایک ہنڈیا رکھ دی گئی کہ عورتیں جب اپنے گھر کی روٹی پکانے کیلئے بیٹھیں تو ایک مٹھی آٹا اس ہنڈیا میں بھی ڈال دیا کریں یہ تھا وہ چندہ جس سے تعلیم الدین کی ابتداء ہوئی۔ اور پھر تو یہ چھوٹا سا مدرسہ جو تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں شروع ہوا تھا۔ چند سالوں کے بعد جامعہ اسلامیہ کے نام سے گجرات و ہندوستان کے افق پر چمکنے لگا۔ اور دارالعلوم دیوبند میں آنے والے تشنگان علوم کی پیاس بجھانے والے علم کے چشمے ڈابھیل کی سرزمین سے ابلنے لگے اور دنیا نے شیخ علی متقی اور محمد طاہر پٹنی کے بعد دوسری مرتبہ یگانۂ روزگار محدثین و علماء کی ایک جماعت کو (جنمیں محدث عصر علامہ انور شاہؒ اور مفسر قرآن و شارح مسلم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسی نابغہ شخصیتیں تھیں) سرزمین گجرات کے ایک، دُور افتادہ دیہات میں محو افادہ و افاضہ پایا۔ یہ سب کب اور کس طرح ہوا اسی کا جواب آپ پیش نظر کتاب میں تلاش کرسکتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا بلند پایہ علمی و ثقافتی مرکز اور ایک قدیم درسگاہ ہے جس کے فضلاء دنیا کے مختلف حصوں

میں پھیلے ہوئے ہیں اس کے اثرات شعوری وغیر شعوری طور پر عام قلوب تک پہنچے ہوئے ہیں اسلئے متعلقین جامعہ کے علاوہ واردین وصادرین کا ایک سلسلہ ہے جواس کی طرف کھنچتا آتا رہتا ہے آنے والوں اور آنے کے آرزومندوں کے دلوں میں معائنہ سے قبل اور بعد قدرتاً یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ جامعہ کیا ہے؟ کب قائم ہوا؟ کیوں قائم ہوا؟ کن حالات میں قائم ہوا؟ اور اس نے کیا خدمات انجام دیں؟ ان سوالات کا تفصیلی جواب ظاہر ہے کہ زبانی اور وہ بھی ہر وارد وصادر کیلئے علیٰحدہ علیٰحدہ دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اس لئے ضرورت تھی کہ اجمالی طور پر جامعہ کی تاریخ مرتب کی جائے خصوصاً بعض وہ معلومات جو قدیم ومعمر حضرات کے سینوں میں امانت تھیں وہ ان کے اٹھنے سے ختم ہوتی جارہی تھیں، اگر بروقت ان کو محفوظ نہ کرلیا جاتا تو یہ معلومات انہی کے ساتھ رخصت ہوجاتیں۔ چنانچہ اس کام کیلئے جامعہ کے مستعد وفعال استاذالحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہم سے درخواست کی گئی اور مولانا موصوف نے بڑی خوشدلی سے اس اہم ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ موصوف نے جامعہ کی قدیم وجدید روئیدادوں اور مستند دفتری کاغذات سے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ بعض معلومات زبانی طور پر بھی مجھ سے اور دیگر بعض معمر حضرات سے حاصل کرتے رہے اور جمع شدہ حصہ کو وقتاً فوقتاً احقر کو سناتے رہے اور الحمدللہ ایک مدت کی عرق ریزی سے جامعہ کی اجمالی تاریخ پر ایک ایسا مجموعہ مرتب ہوگیا جس کے مطالعہ سے جامعہ بیک وقت سامنے آسکتا ہے اور جامعہ کے سلسلہ میں ابھرنے والے سوالات بآسانی حل ہوسکتے ہیں۔ میں حضرت مولانا موصوف کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنی تمام اہم تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ بڑی محنت وجانفشانی سے یہ ذمہ داری انجام دی فجزاهم الله فی الدارین احسن الجزاء۔

اس راہ میں قدم رکھنے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ تاریخ نگاری کا فن بڑا محنت طلب اور جاں گداز ہے۔ بعض مرتبہ ایک چھوٹی سی تاریخی کڑی کے حصول کے لئے بیسیوں قسم کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں خصوصاً جب کہ ایک ایسے ادارہ کی تاریخ مرتب کرنی ہو جس کے سلسلہ میں اس سے پہلے کبھی اس قسم کی کوئی سعی نہیں کی گئی اور مولانا موصوف بھی اس راہ کے کہنہ مشق نہیں ہیں، اس لئے عین ممکن ہے کہ بعض قارئین کو اس میں کچھ تشنگی محسوس -

اور بعض حضرات ایسے بھی موجود ہوں جن کے پاس جامعہ کے سلسلہ میں مستند معلومات ہوں، لیکن مؤلف کے سامنے سے وہ باتیں نہ گذر سکیں اس لئے وہ ان کو اس میں شامل نہ کرسکے اس قسم کے تمام حضرات سے گذارش ہے کہ وہ سنجیدہ اور مستند طریقہ سے اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تلافی کی جاسکے، اس کی دوسری جلد میں جامعہ کے ان فضلاء کا تذکرہ ہوگا جنھوں نے علمی وثقافتی، تصنیفی، تدریسی، اصلاحی، تبلیغی میدانوں میں سے کسی میدان میں خاص خدمات انجام دیں اس سلسلہ میں قارئین حضرات خصوصاً فضلاء جامعہ سے گذارش ہے کہ وہ اپنی معلومات فراہم فرماکر خصوصی تعاون فرمائیں۔

اس موقع پر میں اراکین شوریٰ کا خصوصی طور پر شکر گذار ہوں کہ انھوں نے جامعہ کی طرف سے اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرماکر اس مرحلہ کو آسان فرمایا۔

محمد سعید بزرگ
مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

عرضِ مُرتب

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ وَ آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ ۔ امابعد !

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کی فہرست میں اپنا ایک بلند مقام رکھتا ہے، اس کی اپنی ایک روشن اور تابناک تاریخ ہے جو اسے ایک خصوصی امتیاز وفضیلت عطا کرتی ہے۔ اس کو ایک ایسی عالی نسبت حاصل ہے جو ہند وپاک کے بہت سے مدارس کو حاصل نہیں، اسی لئے اس کا شمار ملک کے عظیم اور مشہور تر مدارس میں ہوتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ تو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا تذکرہ ناگزیر ہوجاتا ہے۔ بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعۂ ڈابھیل " دارالعلوم ثانی " ہے۔

اور خاص اس سرزمین گجرات پر تو اپنے نوع کی سب سے عظیم اور بے نظیر مثالی درسگاہ ہے اس لئے اس کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس ادارہ کی ایک تاریخ بزبان اردو ضرور مرتب ہونی چاہئے۔ اب جب کہ اس کا وہ عہد زریں جس نے اس کو شہرت کے بام عروج پر پہنچا دیا تھا ماضی بن گیا ہے۔ پرانے حضرات جنھوں نے وہ دور مسعود بچشم خود دیکھا تھا دنیا سے رخصت ہوتے چلے جارہے ہیں یہ ضرورت شدید سے شدید تر ہوگئی۔

احباب میں اس کا تذکرہ ہوتا رہا۔ مہتمم جامعہ حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب بزرگ مدظلہٗ کے سامنے ذکر آیا تو موصوف نے نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ زور دیا کہ یہ کام ہونا چاہئے اتفاق سے بعض احباب کا اشارہ مجھ حقیر کی طرف ہوا کہ میں ہی یہ کام انجام دوں۔ میرے لئے

اس کام کا انجام دینا کچھ آسان نہیں تھا لیکن یہ سوچ کر کہ نہ ہونے سے کچھ ہو جانا بہتر ہے (مالا یدرك كله لایترك كله) اللہ تعالیٰ کا نام لیکر شروع کردیا۔

کہاں مَیں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

ابتداء سے اب تک تقریباً ہر سال کی مدرسہ کی رپورٹ بزبان گجراتی شائع ہوتی رہی ہے۔ ۱۳۵۰ھ میں مولانا احمد بزرگ رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ نے اردو میں بھی روداد شائع فرمائی جس میں ۱۳۴۰ھ سے لیکر ۱۳۵۰ھ تک کے حالات تحریر فرمائے بلکہ تاسیس مدرسہ سے لیکر ۱۳۴۰ھ تک کے مختصر حالات بھی بیان فرما دئے۔ اس کے بعد ۱۳۵۹ھ تک ہر سال اردو روداد شائع فرماتے رہے۔

اس تاریخ کی ترتیب میں ان اردو رودادوں سے کافی مدد ملی ہے۔ اس کے بعد کے حالات گجراتی رپورٹ سے ماخوذ ہیں۔ ہر سال کے حالات سنہ وار لکھے گئے ہیں۔ تمام واقعات رپورٹ سے اس طرح منقول ہیں کہ پڑھنے والا ایسا محسوس کرے گا گویا اس سال کے حالات اسی سال میں پڑھ رہا ہے۔ بعض مقامات پر واقعات کی ترتیب کیلئے خارج سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کا حوالہ بھی وہیں درج کردیا گیا ہے۔ جس تعمیر کا ذکر آیا ہے اس کا فوٹو بھی وہیں دیدیا گیا ہے مجلس علمی کی خدمات بھی جامعہ سے متعلق تھیں اس لئے مجلس علمی اور اس کی خدمات کا تعارف بھی پیش کردیا گیا ہے۔ سالانہ حالات کے بعد جامعہ کے مہتممین اور مشہور اساتذۂ حدیث کا تذکرہ بھی لکھا گیا ہے جس میں ان خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو یہاں رہ کر ان حضرات نے انجام دی ہیں۔

اردو رویدادوں میں بہت سے اردو فارسی اور عربی قصائد بھی شائع ہوئے تھے ان کو بھی جمع کردیا گیا ہے جو اساتذۂ جامعہ کی قابلیت کی سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ عربی قصائد کا ترجمہ بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

آخر میں اصحاب اہتمام، شیوخ حدیث، اساتذۂ جامعہ اور خاص ملازمین نیز فارغین اور طلبۂ جامعہ کا ایک چارٹ بھی تیار کردیا گیا ہے جس سے جامعہ کی تاریخ ایک نظر میں

سامنے آجاتی ہے۔ جامعہ کے فضلاء کے نام بھی سنۂ فراغت کے ساتھ لکھ دئے گئے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جامعہ نے کن کن علاقوں کے تشنگانِ علوم کو سیراب کیا ہے اور اس کی خدمات کہاں کہاں تک پہونچی ہیں۔

اس تاریخ کو جامعہ کی تاریخ کا حصۂ اول سمجھنا چاہئے، ابھی حصۂ دوم باقی ہے جس میں فضلاء جامعہ کی تدریسی، تصنیفی اور دیگر دینی خدمات کا تذکرہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ یہ کام بہت مشکل اور محنت طلب ہے لیکن اگر توفیق ایزدی نے ساتھ دیا اور حالات مساعد رہے تو ان شاء اللہ حصۂ دوم بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

مرتب نے اپنی وسعت بھر تحقیق و تصحیح کا اہتمام کیا ہے پھر بھی غلطی اور خطا سے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا ویابی اللہ الا ان یصح کتابہ۔

یہ کام محض ایک دینی ادارہ کی دینی خدمت کو امت کے سامنے پیش کرنے اور ایک جامعہ کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی نیت سے کیا گیا ہے، کسی کی بیجا تعریف اور تنقیص مقصود نہیں۔ یہ مجموعہ میں نے مولانا احمد سعید صاحب بزرگ مدظلہٗ مہتمم جامعہ کو سنا بھی دیا ہے، اور ان کے حکم کے مطابق حذف و اضافہ بھی کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس تحریر کو اعتبار و اعتماد کا مقام حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ایک دینی ادارہ کی اس حقیر خدمت کو قبول فرما کر میرے لئے ذریعۂ نجات و فلاح بنائے۔ آمین

فضل الرحمٰن اعظمی
مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

جامعۂ گجرات

نتیجۂ فکر: جناب مولانا حبیب اللہ صاحب سلطانپوری مدرس فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

رخت بجامعہ کشا اہلِ کمال و فن نگر
فیضِ رواں رواں ببیں چشمۂ ذوالمنن نگر

بحرِ علوم موج موج طالب علم فوج فوج
گام زناں بہ اَوج اوج بر ہمہ علم و فن نگر

عالمِ علمِ ظاہری عارفِ نورِ باطنی
ماہرِ شرع و دیں ببیں شاعرِ پر سخن نگر

اہلِ علوم جمع جمع و زہر دیار نوع نوع
مردمِ ملک ملک ببیں طرزِ وطن وطن نگر

مجلسِ مست معرفت پر ز خلوص و مکرمت
خالی ز شور و شر ببیں عاری ز ہر فتن نگر

ماہ مُبیں جبیں جبیں چشمۂ لطف چشم چشم
دل ہمہ صاف صاف بیں سینہ پہن پہن نگر

یادِ الٰہ قلب قلب ذکرِ خدا زباں زباں
قال و مقالِ مصطفیٰؐ انجمن انجمن نگر

دورِ جدید رنگ رنگ ہمرنگِ خود کناں نگر
میکدۂ عتیق بیں جامِ مئے کہن نگر

تشنہ لبانِ علمِ دیں در طلب اند مست مست
دل ہمہ ذوق ذوق بیں شوق بجان و تن نگر

باغ و بہارِ گوجرات خطہ بخطہ فیض یاب
نورِ جہاں جہاں ببیں فیضِ چمن چمن نگر

جانبِ طفلِ بے پدر خستہ دل و شکستہ بر
چشمِ حمیتے کشا باز بخویشتن نگر

(منقول از روداد ۵۸ھ ص ۱۷)

اَلجَامعَۃُ الاسلامیۃُ بالکجرات

ازجناب : مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۱- رأیتُ ریاضا قد تزهی مَریعُها   ونارت بشمس حین یبدُو طلوعُها

میں نے ایسے باغات دیکھے جن کی سرسبزی دعوت نظارہ دے رہی تھی اور سورج کی شعاع بوقت طلوع ان پر ضیا پاشی کر رہی تھی۔

۲- مغَانِیَ فیھا الطیرُ یَصدَحُ بالجوی   دفوحاتِ مسك طاب فیھا ذیوعُھا

وہ مقامات خوش منظر کہ جن میں چڑیاں پرشوق نغمہ گا رہی تھیں اور مشک بیز معطر ہوائیں ان میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔

۳- واشجارَ طیبٍ عطّرَ الروحَ نفحُھا   ومن سُندسٍ خُضرٍ تزینت فروعُھا

اور خوشبودار درخت دیکھے جن کی مہک دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی اور ان کی شاخوں نے سبز ریشمی لباس زیب تن کیا تھا۔

۴- رأیت بھا سلمیٰ وسُعدیٰ وھندھم   سُلَیمیٰ ولیلیٰ قد حوانی ولوعُھا

وہاں میں نے سلمیٰ، سعدیٰ، ہند، سلیمیٰ اور لیلیٰ کو دیکھا جنکی محبت میرے قلب پر چھا گئی تھی۔

۵- فدع عنک لیلیٰ ثم سعدیٰ وھندھم   بجامعة الاسلام" فیھا جمیعھا

مگر اے دل! اب لیلیٰ، سعدیٰ اور ہند کے ذکر سے تجھ کو کیا فائدہ؟ جب کہ جامعہ اسلامیہ میں یہ تمام موجود ہیں۔

۶- فدع ذکر سلمیٰ او حدیث سعادھم   فھذی مغانی العلم راقت ربوعھا

پس لیلیٰ اور سعاد کے ذکر و قصہ سے درگزر کر کیونکہ یہاں علم و فضل کے خوش منظر عالیشان دلکش محلات موجود ہیں۔

۷- وناد بنی الاشواق مَھْلاً فھذہ   حدائقُ فیھا للقلوب نجُوعُھا

میں یہاں سے گذرا تو عواطف شوق نے مجھ کو ٹھہرالیا کہ یہی وہ باغات ہیں جہاں دلوں کی پیاس بجھتی ہے۔

۸- الا بالکجرات نضوع طیبھا   ھالکت بدورٍ قد انار صدیعُھا

سرزمین گجرات کیسی خوش قسمت ہے جس کی علمی نکہتیں مہک رہی ہیں اور ظلمت جہل کے بعد پھر علم کی روشنی پھیلی ہے۔

۹- تلألأ نور الحق فی وَسْط قاعھا   فیرتاح فیھا شیخُھا ورضیعُھا

وسط گجرات میں حق و صداقت کے انوار اس طرح چمکے کہ سب چھوٹوں اور بڑوں میں مسرت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

۱۰- وکانت بقاعًا اُجدبت من طوارق   فعادت ریاضًا رحبُھا وسیعُھا

یہ خطہ کچھ عرصہ بیشتر حوادث زمانہ سے قحط زدہ ہو چکا تھا، اب پھر اس کے کھلے میدان شاداب باغات بن گئے۔

۱۱- وھذی دیارٌ کُن مظلمة الرجا   فاَضحَت ویَزھُو ربعُھا وبقیعُھا

یہ وہ دیار ہیں جنکے اطراف و جوانب پراندھ اچھا گیا تھا اب دوبارہ اسکے بیابان اور معمورات روشن ہو گئے

۱۲- عَلیٌّ وَجیہٌ ثمّ بعدُ الشیخ طاھرٌ   جواھر ھذی الارض کلٌّ ضجیعھا

خواجہ علی متقی شیخ محمد طاہر پٹنی اور شیخ وجیہ الدین یہ سب اسی سرزمین کے جواہر یہیں آسودۂ خواب ہیں۔

۱۳- وکان غُثاءً زھرھا ونَباتُھا   فرقت لھا ھَطلاءُ فاضت دموعُھا

اور اس کے علم و معرفت کے باغیچے اور سبزہ زار خشک ہو کر بے رونق ہو گئے تھے اب ابر رحمت نے مہربانی کی اور برسنے لگے۔

۱۴- تَضَوَّعَتِ الْأَقْطَارُ مِنْ طِيبِ نَشْرِهَا وَيَهْتَزُّ مَوْجًا نَهْرُهَا وَبَضِيعُهَا
تمام اطراف وجوانب اسکی پاکیزہ خوشبوؤں سے معطر ہوگئے اور اس کے چھوٹے بڑے دریا فرط خوشی سے لہرانے لگے ۔

۱۵- الا بارك الرحمٰن اِسْعَادَ جَدِّهَا نساوی بهاءً بَدْ ئُها ورجوعُها
خدائے رحمٰن اسکی خوشی بختی کو مبارک کرے اسی کے فضل سے اس سرزمین کا ابتدائی اور آخری دور حسن میں برابر ہوگیا

۱۶- جرت فی نظام الحق سنّة ربنا تدور بنا دولابُ دهرٍ یطیعها
ہاں! نظام عالم میں سنت اللہ یوں ہی جاری رہی ہے کہ حوادث کا چرخ کے مطابق گھومتا رہا ہے ۔

۱۷- فرب بقاع احرقتها عواصف سقتها غوادی المزن یزهو ربیعها
پس بہت سی بستیاں تھیں جنکو باد سموم نے جھلس دیا تھا اب ابرہائے رحمت سے ان پر موسم بہار آگیا ہے ۔

۱۸- ورب بلاد قد حواها ظلامُها اضاءت بشمس قد تلألأ ینعُها
اور بہت سے ملک اور شہر جنمیں ظلمتیں چھاگئی تھیں پھر اس کے بیابان آفتاب کی روشنی سے جگمگا اٹھے ۔

۱۹- ورب قلوب من سقام تصدعت فآسٰی طبیب القلب صحت صدوعها
اور بہت سے وہ قلوب جو مصائب دہر سے حد درجہ دردمند ہوگئے تھے وہ طبیب قلب کے علاج سے آسودہ حال ہوگئے ۔

۲۰- فجامعة الاسلام تهطل مُزنها ویخضرّ منها سهلها ورُبوعُها
جامعہ اسلامیہ کے ابرہائے علم ومعرفت اسطرح برسنے لگے کہ اس سے پست وہموار سب سرسبز وشاداب ہوگئے ۔

۲۱- فقرّت قلوب کان جمًّا وجیبها وقرّت عیون حین تهمی دموعها
بیقرار دل مطمئن ہوگئے اور آنسو بہانے والی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں ۔

۲۲- فهاهی دار العلوم رفیعة ومرعاة خصبٍ لا یُعَدُّ قطیعُها
پس یہی ایک رفیع الشان دار العلوم ہے اور سرسبز چمن ہے جس کے خوشہ چیں بیشمار ہیں ۔

۲۳- هی الشمس أبدی رونق العلم نورها واشرق فی سر القلوب طلوعها
یہی وہ آفتاب ہے جسکی روشنی نے علم کی رونق کو دوبالا کردیا اور جسکی روشنی دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ۔

۲۴- ورب ینابیع الرشاد تزادها فمنها مجاریها ومنها نبوعها
اور بہت سے علم وہدایت کے چشمے جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ اسی جامعہ کے سرچشمۂ علم سے پھوٹ کر نکلے ہیں ۔

۲۵- وقد استنارت برهة مستطابة وشقّت لاظلام الضلال دروعها
یہ جامعہ ایک کافی عرصہ تک جہل وگمراہی کے تاریک پردوں سے نکل کر بہت بڑے حصۂ نور علم سے بہرہ ور رہ چکا ہے ۔

۲۶- بنور امام العصر انور شیخنا اشاع غوالی الدرّ فیه مذیعها
یعنی حضرت امام العصر مولانا انور شاہؒ کے نور علم وعرفان سے ۔ جس نے علم کے گرانقدر موتیوں کو فیاضی سے تقسیم کیا ہے ۔

۲۷- تحمل من اوقار علم ذخائرا تکاد جبال الارض لا تستطیعها
آپ نے ذخائر علم کے ایسے بارہائے گراں کا تحمل کیا جن کے تحمل سے بڑے بڑے پہاڑ بھی عاجز تھے ۔

۲۸- وبث علومًا من مکامن صدره زمانًا مدیدًا جاد فیها ربیعها
اور آپ نے اپنی حیات کے مبارک لمحوں میں عرصۂ دراز تک علوم ومعارف کے اسرار وحقائق ظاہر کئے ۔

۲۹- واما قضی نحبًا انار مقامه محقق عصر فی العلوم یُشیعُها
آپ کے وفات کے بعد ایک محقق عصر عالم متبحر نے آپکی جانشینی فرماکر مسند درس کو روشن کیا ۔

۳۰- امام الهدی شبیر احمد شیخنا اذا عُدَّ اهل العلم فهو ضلیعها
یعنی رشد وہدایت کے امام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے جو اہل علم میں ممتاز ومقتدیٰ ہیں ۔

۳۱- واولاه رب العالمین فصاحة تصیر له صَعْبُ لِشِعابِ ذُلوعُها
خدا نے آپکو ایسی فصاحت دی ہے کہ ان کے مؤثر بیان سے دقائق ومشکلات بالکل صاف اور واضح ہوجاتے ہیں ۔

۳۲- هلا لنا عثمان الحَیِیّ د نجله له قَلَمٌ قلبٌ لسانٌ نَصیعها
جو امیر المومنین حضرت عثمان کی اولاد میں ہیں آپ کو خدا نے دل زبان اور قلم کا مالک بنایا ہے ۔

۳۳- وفاح عبیرُ المسك من حسن وشیه بخدمة قرآن حدیث تبیعها
آپ نے اپنی حسن تحریر سے قرآن وحدیث کی ایسی خدمت کی جس کی عطر بیزی سے مشام عالم معطر ہے ۔

۳۴- فوائد تنزیلٍ له فاق حسنها تنظّم کالدرّ البدیع بدیعها
آپ کے فوائد قرآن مجید حسن وجمال میں بے نظیر ہیں گویا وہ بیش بہا پروئے ہوئے موتی ہیں ۔

۳۵- منوّر الاقطار من فتح ملهم وکم من مزایا العلم فهو بدیعها
آپ کی فتح الملہم شرح صحیح مسلم سے اطراف عالم منور ہوگئے اور بہت سے علمی کمالات کے آپ مخترع ہیں ۔

۳۶- فاحیٰی قلوبًا قد امیتت بجهلها ونبّه نوّامًا حواها هجوعها
آپ نے مردہ دلوں کو زندہ کیا غافل اور سونیوالوں کو بیدار کیا ۔

۳۷- فکم لكَ یا دابیل من حسن اثرة   تضیئ البرایا ضوئها لموعها
بس اے ڈابھیل تیری ایسی علمی اور دینی خدمتیں ہیں جنکی منور شعاعوں سے عالم روشن ہوگیا۔

۳۸- بلكَ المجلس العلمی قد طاب نشره   بنشر لآلی العلوم فهو مشیعها
مجلس علمی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس سے علم کے گرانقدر موتی منصۂ شہود پر آرہے ہیں۔

۳۹- اشاع تصانیف البحور ائمۃ   ثمینۃ ذخر کاد دهر یضیعها
جس نے متبحرین علماء کے ان بیش بہا ذخیروں کو شائع کیا جو قریب تھا کہ حوادث زمانہ کی نذر ہو جائے۔

۴۰- فجدّ و قاسیٰ فی اکتساب جواهر   نهاهی اسرار العلوم رفیعها
اس مجلس نے اپنی سعی اور کوشش سے علمی جواہرات حاصل کئے۔ اے مشتاقان علم! یہی بلند پایہ اسرار علوم ہیں

۴۱- فشکرا لبانیه النبیل وناظم   لآلی علوم باجتهاد یذیعها
ہم اس مجلس کے محترم بانی اور ناظم کے شکر گذار ہیں وہ ناظم علمی موتیوں کو پرو کر محنت سے شائع کر رہے ہیں۔

۴۲- فأکرم أیا دابیل من فیض باری   ونفحات ربّ قد ارید شیوعها
پس مبارک ہے تو اے ڈابھیل کہ تجھ میں فیض باری کے طرح طرح کے کرشمہائے قدرت ظاہر ہو رہے ہیں۔

۴۳- ویا بقعة "الکجرات" زدت مأثرا   تمیّزت بالحسناء بادصنیعها
اے گجرات کی سرزمین! اللہ تعالیٰ تیری برکتوں کو اور بھی زیادہ کرے تو ایک درسگاہ کیوجہ سے ممتاز ہے جسکی خیرات ظاہر ہیں۔

۴۴- فجامعة الاسلام تزهو بروضها   علی سائر الروضات فهی بدیعها
جامعہ اسلامیہ اپنے علمی گلستاں کیوجہ سے دوسرے علمی گلستانوں پر فخر کر رہا ہے کیونکہ یہ سب سے ممتاز ہے۔

۴۵- وکل دیار مُونِقات بعلمها   کأنْ تلك اجساد وهاهی روعها
سارے علمی معاہد گویا بمنزلہ جسد کے ہیں اور یہ جامعہ اسلامیہ گویا ان کا دل ہے۔

۴۶- ففی الارض اذ تزهو القصور بهجة   تجلّی بهاء فی السباسب ریعها
جب روئے زمین پر علمی عمارتیں ظاہر ہوں تو یہ جامعہ ایسا نمایاں معلوم ہوگا جیسے ہموار زمین پر ٹیلہ۔

۴۷- عجبت لها من حسنها وبهائها   ورفع قصور قد اجید صنیعها
میں اسکے ظاہری و باطنی خوبیوں کو اور عمدہ بلند عمارتوں کو دیکھ کر تعجب کرتا ہوں۔

۴۸- واقلاح برق فی دجی اللیل ابرقت   اذا اسودّ من ظلماء لیل هزیعها
اور تعجب کرتا ہوں اسکی بجلی کے قمقموں سے جب وہ رات کی اندھیری میں جگمگاتے ہیں۔

۴۹- قماقم نور فی دجاه کانها   نجوم سماء فی الدیاجی لمیعها
وہ بجلی کے قمقمے رات کی اندھیری میں آسمان کے ستاروں کی طرح منور معلوم ہوتے ہیں۔

۵۰- الیها یشد الرحل من کل بلدة   شمالاً جنوبا کیف کان شسوعها
یہی وہ درسگاہ ہے جس کی طرف شمال، وجنوب ہر ملک کے لوگ دُور دُور سے آرہے ہیں۔

۵۱- تؤم بها درس العلوم عصابۃ   لطلاب علم تطمئن ضلوعها
یہاں پر ایسی جماعت درس علوم دے رہی ہے جن کے درس سے طلبہ علم کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

۵۲- فیشفی الصدیٰ والبحر ملتطم بها   طوائف عشاق الیها نزوعها
تشنگان علم ایسی حالت میں کہ علمی دریا موجزن ہے اپنی پیاس بجھانے کیلئے جوق در جوق آرہے ہیں۔

۵۳- فیا ایها الطلاب قوموا وشمّروا   وشدّوا رحالاً ایفتکم نجیعها
پس اے مشتاقانِ علم! اٹھ کر تیار ہو جاؤ اور سامان سفر باندھو تاکہ یہ علمی متاع تم سے فوت نہ ہو۔

۵۴- ویا قاطنی کجرات اسمّوا منارها   فأتوتها فرض علیکم ذیوعها
اور اے گجرات کے باشندو! اسکی شان کو بلند کرو کیونکہ اس کی ہر قسم کی خدمت تمہارا فرض ہے۔

۵۵- وأیقنتُ ان الله یجزی بفضله   وفاق مساعیکم وکیف یضیعها
اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہاری کوششوں کا پورا بدلہ دے گا اور کیونکر ضائع کرے گا۔

۵۶- أیا جامعة الاسلام "لازلت" ملتقی   لعُشّاق علم تحتمزك جموعها
اے جامعہ اسلامیہ خدائے تعالیٰ تجھ کو ہمیشہ مشتاقان علوم کے اجتماع سے معمور رکھے۔

۵۷- وصلی الله علی خاتم النبیین ربّنا   صلاۃً تکون للمعاصی شفیعها
اللہ تعالیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی رحمت کاملہ نازل فرمائے جو ہماری گناہوں کیلئے شفیع بن جائے۔ آمین

(منقول از روداد ۵۳ھ صـ ۳۶ تا ۴۱)

مدرسہ تعلیم الدّین ڈابھیل سملک

ڈابھیل سملک

سُورت ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ سورت سے بمبئی کو جانے والی ایک سڑک کے کنارے پہ دونوں گاؤں آباد ہیں۔ ڈابھیل اور سملک دونوں گاؤں اس طرح ایک دوسرے سے متصل ہیں کہ دونوں کو ایک ہی بستی اور ایک ہی گاؤں سمجھنا چاہیئے۔

سورت سے جنوب مشرق میں تقریباً ۲۶ کلومیٹر پہ یہ گاؤں آباد ہے۔ یہاں سے جنوب مغرب کی سمت ایک قدیم شہر "نوساری" تقریباً ۱۴ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جانب مغرب میں سورت سے بمبئی جانے والی ریلوے لائن پر "مَرَوْلی" اسٹیشن ۶ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جانب مشرق میں احمد آباد سے بمبئی جانے والی بڑی سڑک (ہائیوے روڈ) پر "وسیمہ" کے نام سے ایک چوراہہ ۲ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے جو بسوں اور ٹرکوں کی بہت مشہور گذرگاہ ہے۔ ڈابھیل و سملک پہلے ضلع سورت میں داخل تھے۔ اب ضلع "بلساڑ" کا ایک حصہ ہیں۔

ابتدائی حالات

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہلے مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے سملک کی مسجد میں مکتب کی شکل میں شروع ہوا، اس کے بانی اسی گاؤں کے ایک بزرگ مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں[1]۔ جامعہ کے سابق مہتمم مولانا احمد بزرگ رحمہ اللہ نے بنائے مدرسہ، ابتدائی حالات اور اس کی تدریجی ترقی کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو ان ہی کے الفاظ میں پیش کرنا زیادہ مناسب ہے فرماتے ہیں" یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی زمانہ میں یہ گجرات علوم و فنون کا سرچشمہ و مخزن اور علماء و فضلاء کا ماویٰ و مسکن تھا۔ جن کے فیوض علمیہ سے ہزاروں تشنگان علوم سیراب ہوا کرتے تھے اور جن کی مفید تصنیفات آج بھی طالبان ہدایت کے لئے مشعلِ ہدایت ہیں۔

ازمنۂ ماضی میں چونکہ سورت کو باب مکہ ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے ہندوستان کے ہر گوشہ سے ارباب فضل و کمال، اولیاء و صلحاء کے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ اور اس طرح پر یہاں کے لوگوں کو ان برگزیدہ حضرات سے استفادۂ فیوض کے بہترین مواقع نصیب ہوتے تھے۔

مگر انقلاب زمانہ جہاں مسلمانوں کی سلطنت، مال و دولت، صنعت و حرفت کو تباہی کے ہولناک سیلاب میں بہالے گیا وہیں اس نے اس سرزمین کی خصوصیت کو بھی خاک میں ملادیا۔ شاہان گجرات کی سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ علماء ربانی اور اولیاء و صلحاء حقانی کہ جن کا وجود سلطنت سے بھی زیادہ باعث خیر و برکت تھا رخصت ہوگئے۔ ان نفوس قدسیہ کے دور کے ختم ہوتے ہی ہر طرف جہالت کی بھیانک اور خوفناک تاریکی چھاگئی۔ احمد آباد جو اسلامی تہذیب و تمدن کا سرچشمہ تھا ایسا تباہ ہوا کہ پھر اسے پنپنا نصیب ہی

---

[1] مولانا کے حالات ص ۲۶۸ پر ملاحظہ ہوں۔

نہ ہوا۔ اس کا وہ جاہ و جلال اور شان و شوکت جو یادگارِ زمانہ تھا تاریخ کے صفحات پر افسانہ بن کر رہ گیا۔ یہی شہر جو کبھی دار العلم تھا دار الجہل بن گیا۔ لوگوں کے عقائد ایسے بگڑے کہ خدا کی پناہ ! امور شرکیہ و بدعیہ دین کے ہر شعبہ میں رچ بس گئے۔ بہت سی باتیں جن کو دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا دین میں داخل سمجھی جانے لگیں۔ غرض جہالت کیا تھی ایک وبا تھی جو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی جس میں اسلامی عقائد و اعمال ڈھونڈے بھی نہ ملتے تھے۔

اس مہلک مرض کے اثرات سے بچانے کے لئے حکیم مطلق نے چند ایسے حاذق اطباء خود اس سرزمین گجرات میں پیدا فرمائے جن کا وجود مبارک جہالت کے زہریلے جراثیم کے لئے تریاق سے بھی زیادہ نفع بخش ثابت ہوا۔ ان بزرگوں نے مختلف طریقوں سے عوام کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی کچھ وعظ و نصیحت اور تلقین و ارشاد میں لگ گئے تو کچھ تصنیف و تالیف میں۔ چند بزرگوں نے مختلف مقامات پر اسلامی مدارس قائم کرکے دین متین کی خدمت شروع کی۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس طرح اصلاح کا ایک ایسا مبارک سلسلہ شروع ہو گیا جس سے بہت جلد مفید نتائج ظاہر ہونے لگے۔ لیکن ابھی اس کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے اور وسیع پیمانہ پر پھیلانے کی ضرورت تھی۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا کہ اس کے لئے ایک دار العلوم اور جامعہ کی بنیاد ڈالی جائے۔ ظاہر ہے کہ کسی جامعہ کا قیام کوئی معمولی کام نہیں۔ اس کے لئے اگر بڑے سرمایہ کی ضرورت تھی تو دوسری طرف ایک ایسی شخصیت بھی درکار تھی جو متدین، سنجیدہ، خوش اخلاق، مستقل مزاج، اولو العزم، بلند ہمت، وسیع القلب اور صاحبِ علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر انتظامی

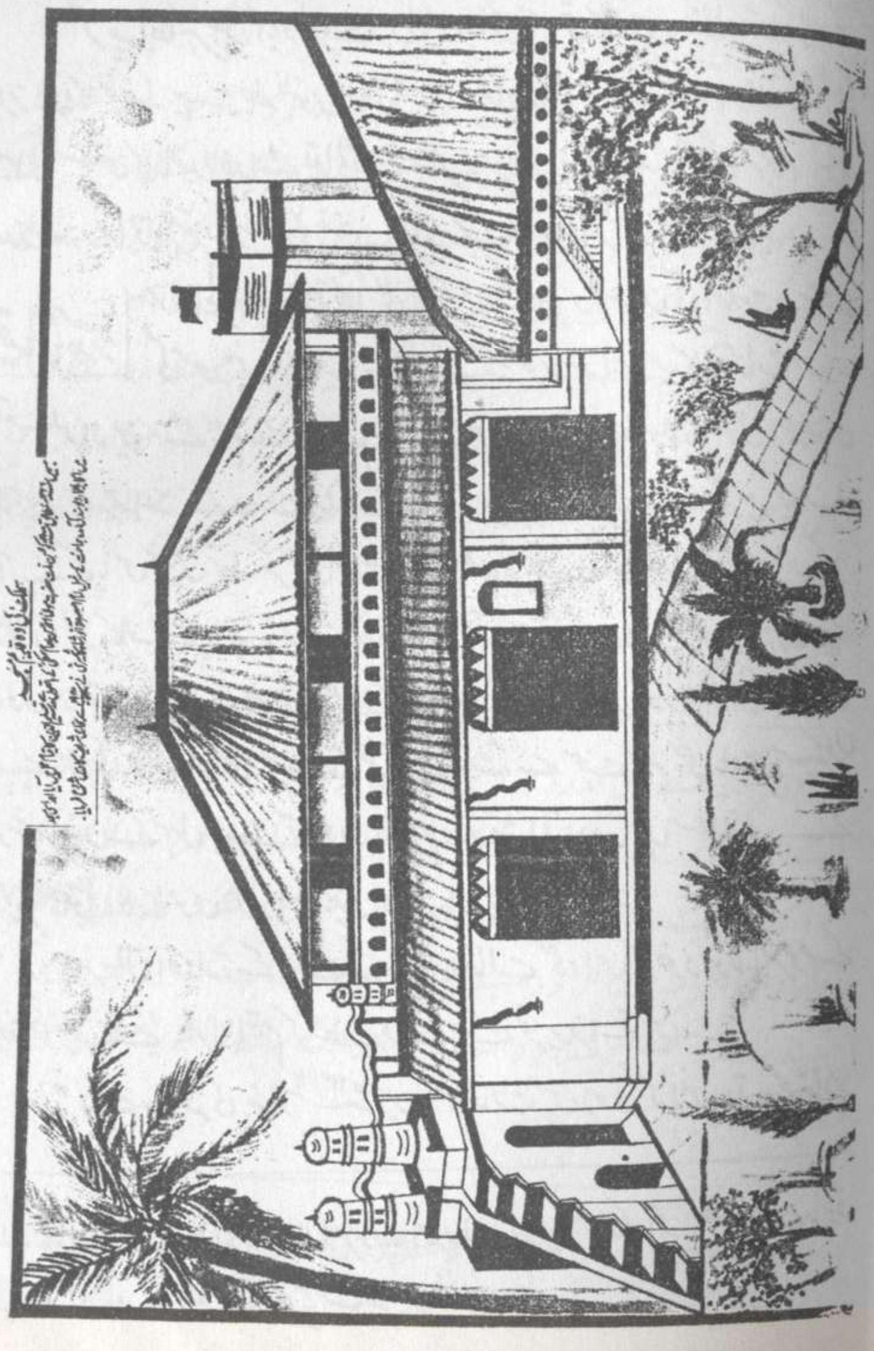

قوت بھی رکھتی ہو ۔

اگرچہ بظاہر جھل آباد گجرات میں ایسی جامع ہستی کا وجود عنقاء تھا مگر حکمتِ ایزدی کا فیصلہ بہت جلد ظہور میں آیا ۔ اہل گجرات کی قسمت چمکی اور ان کی ٹوٹی ہوئی کشتی کا ناخدا خدائے تعالیٰ نے جناب مولانا احمد حسن بھام سملکی مرحوم بانیٔ مدرسہ و سابق مہتمم مدرسہ کو منتخب کیا ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وجعل الجنۃ مثواہ ۔

قیامِ مدرسہ

مولانا مرحوم نے توکلاً علی اللہ چند محبین و مخلصین کی اعانت سے سملک کی مسجد میں ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ کو جامعہ اسلامیہ کا افتتاح "مدرسہ تعلیم الدین" کے نام سے (ایک بڑے مجمع میں اپنے استاذ مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری رحمہ اللہ کے دست مبارک[1] سے) کرایا ۔ افتتاح کے وقت اگرچہ کچھ سرمایہ آپ کے پاس نہیں تھا ۔ مگر حسن نیت ، اخلاص و للّٰہیت اور سب سے بڑھ کر جوش عمل کا بے پناہ جذبہ موجود تھا جس کے سامنے لاکھوں کی پونجی ہیچ ہوتی ہے اور درحقیقت سب سے بڑی اور کام کی چیز نیت صالحہ اور اخلاص کامل ہی ہے جس کی برکت سے مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام بھی باوجود سیکڑوں دشواریوں کے سہل ہوجاتے ہیں ۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے محیر العقول کارناموں اور کامیابیوں کا راز یہی چیزیں تھیں ۔

بہرحال افتتاح کے وقت مدرسہ کی جو حالت تھی اس کو خود مولانا مرحوم کے الفاظ میں سُنئے ۔ مولانا قوم کو خطاب فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

"اپنے مدرسہ کی بنیاد ۱۳۲۶ھ میں اس حالت میں ہوئی کہ اس وقت مجھ خادم احمد حسن اور ایک قرآن شریف کے مدرس[2] کے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا نیز مالی امداد کے لئے اس غریب بستی کی چاول آٹے کی برکتی مٹھی کے سوا کوئی دوسری صورت نہ تھی ۔"

ان بالکل سادہ مگر پراثر لفظوں سے جہاں مولانا مرحوم کے حد درجہ ایثار و خلوص کا پتہ چلتا ہے وہیں اسلامی سادگی کی وہ عدیم النظیر شان بھی ظاہر ہوتی ہے جو کبھی مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھی ۔ خدائے تعالیٰ اس مٹھی مٹھی چاول آٹے کو ڈابھیل و سملک کے باشندوں کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنائے ۔ آمین

مدرسہ کی ترقی

تاسیس مدرسہ کے بعد بفضلہ تعالیٰ بہت جلد مدرسہ کی ترقی ہونے لگی ، طلبہ کی کثرت کے ساتھ مدرسین و ملازمین میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور باقاعدہ عربی ، فارسی ، اردو ، قرآن شریف اور گجراتی کی تعلیم ہونے لگی ۔

تجوید کا انتظام

مولانا مرحوم کی خواہش تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم باقاعدہ تجوید کے ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ یہ کلام بلاغت نظام جس درجہ رفیع المرتبت ہے اسی قدر اس کو صحیح حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے ۔ آپ نے اس ضرورت کے لئے درجۂ تجوید قائم کیا اور ایک ماہر قاری کا تقرر کیا ۔ یہ اسی کی برکت ہے کہ آج قرآن شریف کو صحیح پڑھنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ان اطراف میں موجود ہے ۔ (اس وقت سے اب تک یہ شعبہ برابر قائم ہے ۔ اور تعلیم کے دوسرے شعبوں کے ساتھ ساتھ یہ شعبہ بھی ترقی پذیر ہے ۔ (مرتب)

---

[1] مابین القوسین عبارت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے ایک مضمون سے ماخوذ ہے ، جو ماہنامہ دارالعلوم محرم ۱۳۷۳ھ میں شائع ہوا ۔

[2] یہ مولانا احمد درویش سملکی تھے ۔ ملاحظہ ہو روداد اردو ۱۳۵۶ھ ص ۳

خوشنویسی

تعلیم کے ساتھ صنعت کتابت کی ضرورت محتاج بیان نہیں، مولانا مرحوم کو اس کا بھی بہت خیال تھا۔ آپ کی نظر سے ایسے طلبہ کا حال مخفی نہیں تھا کہ دستارِ فضیلت حاصل کر لینے کے باوجود ان کا املاء صحیح نہیں ہوتا تھا۔ حُسن خط تو درکنار رہا اس لئے آپ نے ابتدا ہی سے طلبہ پر املاء نویسی اور خوشنویسی کی مشق لازم کر دی تھی اور اس کو فن کی حیثیت سے باقاعدہ سکھلانے کے لئے ایک تجربہ کار خوشنویس منشی کانپور سے بلایا۔

طریقۂ تعلیم

مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کی اہمیت کو محسوس فرمایا کہ اس کی پختگی اور مضبوطی کے بغیر آئندہ کامیابی اور ترقی نہیں ہو سکتی اس لئے ابتدائی تعلیم کی نگرانی کی طرف بیحد توجہ کی۔ سالانہ، ششماہی، سہ ماہی امتحانات کے علاوہ ماہانہ امتحان بھی تجویز فرمایا اور اکثر خود بنفس نفیس یہ امتحان لیتے تھے۔ (یہ سلسلہ بحمدہ تعالیٰ اب تک جاری ہے۔ تین امتحانات کے علاوہ ابتدائی درجات کا ماہانہ امتحان بھی ہر ماہ ہوتا ہے ۱۲ مرتب

زبان اردو

یہاں کی مادری زبان عموماً گجراتی ہے۔ مگر دینی مدارس میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ ہمیشہ اردو زبان کے ذریعہ قائم رہا ہے۔ بچے اس طرز تعلیم سے اسی وقت پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ اُردو زبان بولنے اور سمجھنے پر قادر ہوں۔ اس لئے مولانا مرحوم نے ہر ایک طالب علم پر اُردو میں بات کرنا لازم کر دیا تھا۔ اگر کسی کو گجراتی میں بات کرتے سن لیتے تھے تو سخت ناراض ہوتے تھے۔ بعض اوقات سزا تک دیتے تھے۔ اس طرح چھوٹے بچوں میں بھی اردو بولنے کا شوق پیدا ہو چلا تھا۔

(روداد جامعہ اردو شائع شدہ ۱۳۵۰ھ ص۱ تا ۵)

رسالہ "الدین" کا اجراء

تمام مسلمانوں میں عملی شوق پیدا کرنے اور مذہبی معلومات بہم پہنچانے کے لئے آپ نے ایک ماہوار رسالہ "الدین" کے نام سے جاری فرمایا۔ جس میں علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے تھے۔ اس رسالہ نے مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ (ایضاً ص۵)۔

پریس کا قیام

مولانائے مرحوم نے جو شاہراہ اختیار فرمائی تھی اس کے لئے قدم قدم پر پریس کی ضرورت پڑتی تھی۔ لہذا ضروری تھا کہ پریس کی طرف توجہ کی جاتی۔ اگرچہ چند در چند مشکلات اس میں سدّ راہ تھیں اور ایسا شخص جو ظاہری اسباب سے بالکل خالی ہو پریس کے قیام کا تخیل بھی نہیں کر سکتا تھا، مگر مولانا مرحوم جن کی نظر ہمیشہ تائید غیبی پر لگی رہتی تھی اس موقع پر بھی آپ نے ظاہری موانع کی طرف التفات نہ کیا۔ اور "معین الدین" کے نام سے ایک پریس قائم کر لیا۔ غالباً ضلع سورت میں یہ پہلا اسلامی پریس تھا جس سے ایک طرف "الدین" کی اشاعت کی مشکلات حل ہو گئیں تو دوسری طرف تبلیغی مقاصد کی توسیع کا بہترین ذریعہ حاصل ہو گیا۔ افسوس کہ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد یہ دونوں مفید سلسلے قائم نہ رہ سکے۔

(ایضاً ص۶)

مدرسہ کا دور ثانی

مدرسہ کے لئے زمین کی خریداری

درس و تدریس کا سلسلہ اگرچہ سملک کی مسجد میں جاری تھا لیکن وہ جگہ

غیر مستقل اور ناکافی تھی ۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مدرسہ کے لئے ایک مستقل اور وسیع جگہ حاصل کی جائے ۔ اگر معمولی مکتب کے لئے زمین کی ضرورت ہوتی تو اس کا مل جانا چنداں مشکل نہ تھا مگر مولانا کے پیش نظر ایک دار العلوم کی بناء تھی اور آپ ایسی جگہ کی تحصیل کی کوشش کر رہے تھے جو ایک دار العلوم کے شایانِ شان ہو ۔ آخر بڑی جد وجہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل زمین کا ایک قطعہ خرید لیا گیا ۔ بعض لوگوں نے جن کی نگاہ مستقبل پر نہیں تھی اس پر نکتہ چینی بھی کی کہ ضرورت سے زیادہ زمین کیوں خریدی گئی ۔ لیکن ان نکتہ چینیوں کے جواب میں مولانا نہایت خندہ پیشانی سے یہی فرماتے رہے کہ " ابھی یہ کم ہے اس سے بھی زیادہ زمین کی ضرورت ہوگی " مولانا کا وہ جواب آج حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہا ہے ۔

(ایضاً ص ۶-۷)

مولانا مرغوب احمد لاجپوریؒ اپنے ایک مضمون میں زمین کی خریداری کے سلسلہ میں لکھتے ہیں " دراصل آپ کے ذہن میں ایک جامعہ کا تصور تھا اسی کے شایانِ شان آپ کو زمین کی ضرورت تھی اس زمانہ کے نوساری کے نائب صوبہ دار مولانا محمد علی (جوہر) مرحوم کا بھی یہی مشورہ تھا کہ گاؤں سے باہر کوئی وسیع زمین حاصل کرنی چاہئے چنانچہ دونوں نے ڈابھیل وسملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر دیکھا اور بڑی جد وجہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل ایک وسیع قطعۂ زمین خریدا جہاں پر آج جامعہ قائم ہے ۔

(دار العلوم محرم ۱۳۷۳ھ)

بنائے مسجد زمین مل جانے کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد تیار کرائی درسگاہوں ، دار الطلبہ وغیرہ دوسری ضروریات کی اگرچہ

٦٢٢

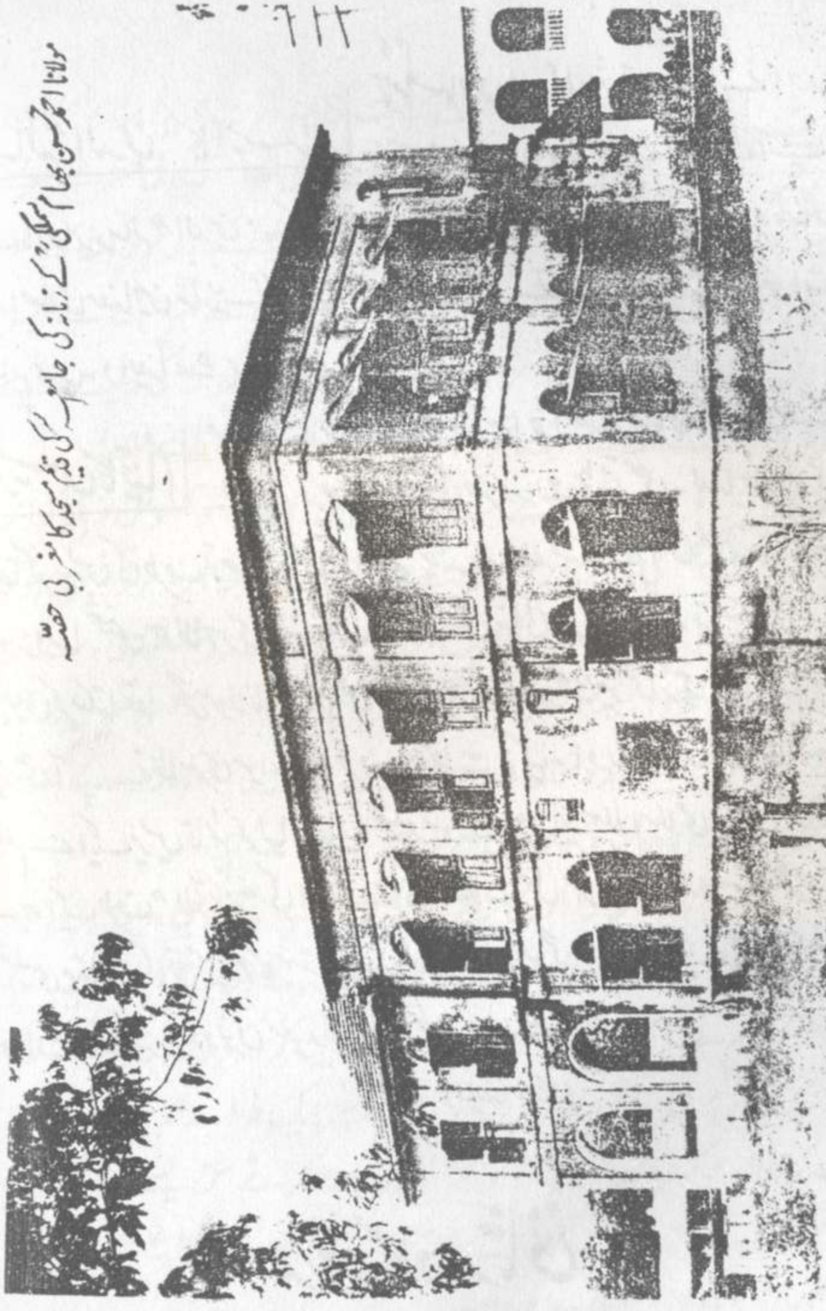

مولانا احمد حسن بھام صاحبؒ کے زمانے کی جامعہ کی (قدیم) مسجد کا غربی حصہ

سخت ضرورت تھی مگر سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو موخر کرنا پڑا۔

(روداد اردو ۵۰ھ ص۷)

وہ قدیم مسجد اب باقی نہیں رہی۔ خستہ اور پرانی ہوجانے نیز جامعہ کی ضرورت کے لئے ناکافی ہوجانے کے سبب شہید کرکے اسی جگہ شاندار طویل و عریض مسجد جامعہ کے حسب ضرورت موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ نے تعمیر کرائی اس کا ذکر آئندہ آنے والا ہے۔

مولانا مرحوم نے مسجد کے حوض کے اوپر ایک ہال طلبہ کے قیام کے لئے بنوایا تھا۔ مسجد کے ساتھ وہ بھی منہدم کردیا گیا۔ چند کمرے جو اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی اور مطبخ کی ضروریات کے لئے تعمیر کرائے تھے وہ ابھی تک موجود تھے۔ اس سال ۱۴۰۴ھ میں وہ بھی منہدم کردئے گئے۔

جنوبی افریقہ کا سفر

درسگاہ وغیرہ کی تعمیر کے لئے آپ نے مقامی اور جنوبی افریقہ میں مقیم تجار حضرات کے مشورہ سے جنوبی افریقہ کا سفر کیا، وہاں پہونچ کر آپ نے ابتداء "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم" کا نہایت اہم فریضہ ادا کیا۔ آپ کی حسن تدبیر سے مسلمانوں میں آپس کی کشیدگی دور ہوگئی اور اتحاد و اتفاق کا خوشگوار ماحول پیدا ہوگیا۔ یہ اتفاق مدرسہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا سب نے متحد ہوکر مدرسہ کی طرف دستِ اعانت بڑھایا اور تعمیر کے لئے ایک گرانقدر رقم جمع ہوگئی جس کو آپ نے یہاں بھیج دیا (ایضاً ص۱۰)۔

واپسی کا قصد اور وفات

آپ ہندوستان مراجعت کا قصد فرمارہے تھے کہ وہاں انفلوئنزا کی وبا پھیل گئی۔ جس میں آپ کے بہت سے مخلصین رحلت کرگئے۔ بالآخر آپ پر بھی اس مرض کا

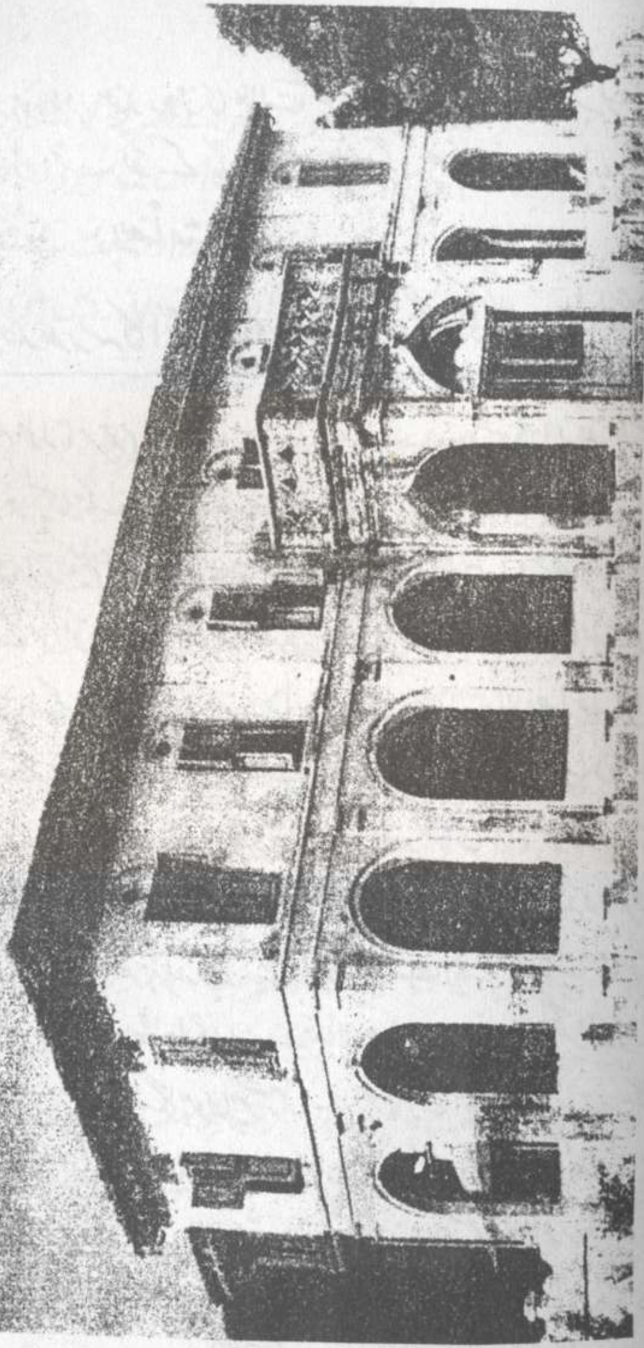

مسجد قدیم کے حوض کے اوپر ایک ہال جو دارالاقامہ تھا

زبردست حملہ ہوا اور چند روزی علالت کے بعد ۱۰ محرم ۱۳۳۷ھ پنجشنبہ کو واصل بحق ہوگئے اور جنوبی افریقہ کے ایک شہر جوہانسبرگ میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ایضاً ص۱۰)۔

مولانا کے بعد مدرسہ کا انتظام اور شاندار درسگاہ کی تعمیر

ابتداء سے مدرسہ کا انتظام و اہتمام مولانا مرحوم کے ہاتھ میں رہا۔ جب آپ نے جنوبی افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تو واپسی تک کے لئے مدرسہ کا انتظام جناب حاجی احمد پٹیل صاحب اور جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب کے سپرد فرمایا ان ہر دو حضرات نے اپنے مقدور کے موافق حسبۃً للہ مدرسہ کی خدمت نہایت محنت و جانفشانی سے مولانا کی وفات کے بعد تک کی۔ جب جناب حاجی یوسف میاں صاحب افریقہ سے تشریف لائے تو مدرسہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تقریباً دو۲ سال تک انہوں نے مدرسہ کے ہر شعبہ کی دیکھ بھال اور نگرانی کی، مولانا مرحوم نے ایک بڑی رقم فراہم کرکے افریقہ سے یہاں بھیج دی تھی۔ جس میں دوسری رقم کا اضافہ کرکے تقریباً پینسٹھ۶۵ ہزار روپئے کی لاگت سے ایک عظیم الشان وسیع دومنزلہ عمارت جناب سیٹھ حاجی یوسف میاں صاحب نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی یہ عمارت گیارہ درسگاہوں پر مشتمل ہے جن میں ایک صدر درسگاہ ہے (نیچے چھ درسگاہیں ہیں اوپر چار اور دو درسگاہ کے بقدر دار الحدیث) جناب حاجی صاحب نے اس کی تکمیل میں بیش از بیش محنت و سعی کی اور جب تک مدرسہ کی عمارت پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ گئی آپ نے اطمینان کا سانس نہیں لیا۔

(ایضاً ص۱۱)

اس عظیم درسگاہ کی چھت کھپریل کی تھی۔ مولانا احمد بزرگؒ نے سنہ ۵۳ھ میں اس کے بوسیدہ ہوجانے کی وجہ سے کھپریل کو نکال کر عمدہ قسم کا مضبوط ٹین ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ کے خلف الصدق موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ نے ۱۳۹۱ھ میں ٹین کے پرانے ہوجانے اور چھت کے ٹپکنے کے سبب سمنٹ کی پختہ چھت بنوائی نیز دیواروں کی مرمّت کرائی۔ اس میں پچپن۵۵ ہزار سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔

مولانا احمد حسن بھامؒ کے انتقال کے تقریباً دو۲ سال بعد شعبان ۱۳۳۹ھ میں مولانا احمد بزرگ سملکیؒ کو رنگون سے بلاکر مہتمم بنایا گیا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آنے والا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ عظیم قدیم درسگاہ جس میں فارسی اور عربی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد مولانا احمد حسن بھامؒ کے انتقال کے بعد جلد ہی ۱۳۳۷ھ ہی میں رکھ دی گئی تھی اور یہ بات یہاں بہت مشہور ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے رکھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دو سال میں یہ عمارت مکمل ہوگئی تھی۔

مولانا احمد اشرف صاحب راندیری مدظلہٗ سے اس اندازے کی تائید بھی حاصل ہوگئی۔ مولانا موصوف نے بتایا کہ حاجی یوسف میاں سملکی نے تعمیر کی تکمیل کے بعد اس کے افتتاح کے لئے ایک جلسہ کیا تھا جس میں مولانا قاضی رحمت اللہ، مولانا نذیر صاحب پالنپوری، مولانا یوسف صاحب لاجپوری وغیرہ شریک تھے میں اس وقت پڑھتا تھا۔ میں نے علم کی فضیلت پر اس جلسہ میں یاد کی ہوئی ایک تقریر بھی کی تھی۔ راندیر سے مجھے قاضی صاحب موصوف ساتھ لائے تھے۔ اسی جلسہ میں اہتمام کے لئے قاضی صاحب نے مولانا احمد بزرگ کا نام پیش کیا تھا جس کی تائید حاجی یوسف میاں وغیرہ تمام حاضرین نے کی تھی۔

(از افادات مولانا احمد اشرف راندیری مدظلہٗ بذریعہ مکتوب)

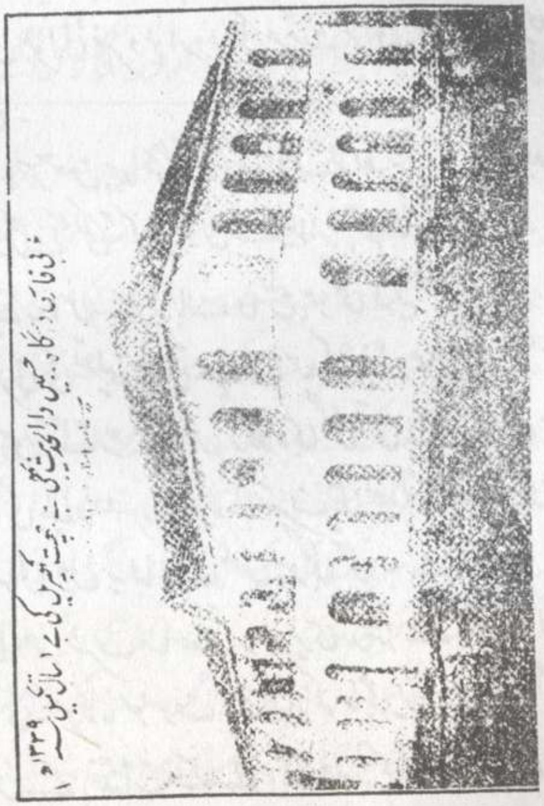

بی فارسی درسگاہ جس میں دارالحدیث بھی ہے ۔ تعمیر کی گئی ۱ سال میں سنہ ۱۳۲۹ھ

مدرسہ کا دَورِ ثالث

مولانا احمد بزرگ سملکی رحؒ کا اہتمام

مولانا احمد حسن رحؒ بھام کے انتقال کے بعد اگرچہ جناب حاجی یوسف میاں صاحب نے افریقہ سے آکر مدرسہ کا اہتمام سنبھال لیا تھا۔ لیکن اس اثناء میں حاجی صاحب موصوف اور دوسرے متعلقین مدرسہ اس امر کی سخت ضرورت محسوس کر رہے تھے کہ مدرسہ کا اہتمام کسی صاحبِ علم کو سپرد کرنا چاہیئے ۔

مولانا احمد بزرگ رحؒ لکھتے ہیں " بالآخر بہی خواہانِ مدرسہ نے راقم الحروف کو اہتمام سپرد کرنا چاہا۔ ان دنوں دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون کی خدمت راقم کے سپرد تھی۔ اگرچہ حضرات رنگون وہاں کے قیام پر مجبور کر رہے تھے ، لیکن ایک اسلامی مدرسہ کی خدمت ایسی چیز نہیں تھی جس کو نظر انداز کر دیا جاتا خصوصاً جب کہ اس سے اہلِ وطن کی خدمت اور مولانا مرحوم کی دیرینہ رفاقت کا بہترین حق ادا ہوتا تھا ، اس لئے راقم کو قیام رنگون ترک کر کے اپنے وطن ڈابھیل سملک آنا پڑا اور خدا پر بھروسہ کر کے ۲۳ رشعبان ۱۳۳۶ھ کو اہتمام کی گراں بار ذمہ داریوں کو قبول کر لیا۔" (روداد اردو شائع شدہ ۱۳۵۰ھ صلا) ۔

مولانا احمد بزرگ کا دورِ اہتمام جامعہ کا وہ تابناک دور ہے جو جامعہ کی پوری تاریخ میں ہمیشہ اولیت کا مقام حاصل کرے گا۔ اس دورِ مسعود میں جامعہ کو ظاہری اور باطنی ایسی ترقی ہوئی جس سے جامعہ کو عالمی شہرت حاصل ہوئی

دیکھتے دیکھتے ایک معمولی مدرسہ جامعہ بن کر ملک کے عظیم مدارس میں شمار ہونے لگا۔

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا حاجی یوسف میاں کے دور میں درسگاہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تھی۔ اس تعمیری سلسلہ کی وجہ سے سرمایہ کی دقت پیش آرہی تھی۔

مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں:-

"جس وقت مدرسہ کا نظام میرے ہاتھ میں آیا اس وقت تعمیر کے اخراجات مدرسہ کا خزانہ خالی کرچکے تھے خزانہ میں ایک پائی بھی نہیں تھی۔ ضرورت تھی کہ اس کے سرمایہ کے لئے نیز انتظام وتعلیم کی نگرانی کے لئے پورا بند وبست کیا جاوے چنانچہ اس کی سعی کی گئی۔ الحمد للہ وہ سعی بارآور ہوئی اور مدرسہ حسب سابق خاطر خواہ طریقہ پر چلنے لگا۔" (روداد شائع شدہ ۱۳۵۰ھ ص۱۱)۔

۱۳۳۹ھ میں مولانا احمد بزرگ نے اہتمام سنبھالا، دو سال کے بعد ۱۳۴۲ھ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس علاقہ کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا۔ مدرسہ دیکھنے کے بعد اپنے قلم حقیقت رقم سے معاینہ تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد والصلاۃ۔

یہ احقر حسن اتفاق سے بعض احباب کے بلانے پر اس نواح میں وارد ہوا اور پرسوں ۲۲ جمادی الاخریٰ کو مقام ڈابھیل ضلع سورت مدرسہ تعلیم الدین میں

عکس تحریر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

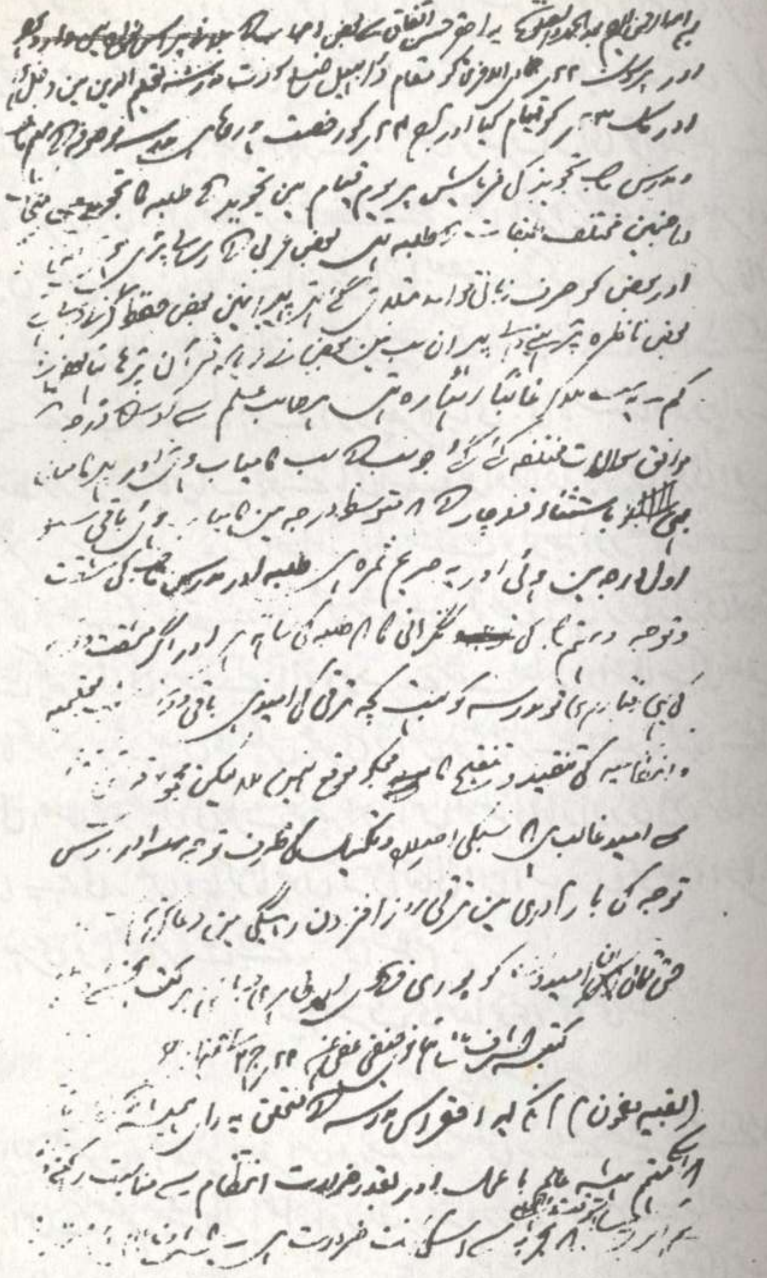

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بعد الحمد والصلوٰۃ۔ یہ احقر حسن اتفاق سے بعض احباب کے بلانے پر اس نواح میں وارد ہوا
اور پرسوں ۲۲ جمادی الاخری کو مقام ڈابھیل ضلع سورت مدرسہ تعلیم الدین میں داخل ہوا
اور کل ۲۳ کو قیام کیا اور آج ۲۴ کو رخصت ہو رہا ہوں

داخل ہوا اور ۲۳ ر کو قیام کیا اور آج ۲۴ ر کو رخصت ہو رہا ہوں۔ مدرسہ موصوفہ کے مہتمم صاحب اور مدرس تجوید کی فرمائش پر یوم قیام میں تجوید کے طلبہ کا تجوید میں امتحان لیا۔ جن میں مختلف طبقات کے طلبہ تھے بعض عربی کے رسالے پڑھے ہوئے بعض اردو کے، بعض کو صرف زبانی قواعد بتلائے گئے تھے پھر ان میں بعض حفظ کرنے والے تھے بعض ناظرہ پڑھنے والے پھر ان سب میں بعض نے زیادہ قرآن پڑھا تھا بعض نے کم، یہ سب ملا کر غالباً اٹھارہ تھے۔ ہر طالب علم سے اس کے درجہ کے موافق مختلف سوالات کئے جو سب کے سب کامیاب ہوئے اور پھر کامیابی بھی باستثناء دو چار کے ۸ متوسط درجہ میں کامیاب ہوئے باقی سب کو اول درجہ میں ہوئی اور یہ صریح ثمرہ ہے طلبہ اور مدرس صاحب کی مشقت و توجہ اور مہتمم صاحب کی نگرانی کا کہ طلبہ کے ساتھ ہے اور اگر مشقت و توجہ کی یہی رفتار رہی تو مدرسہ کو بہت کچھ ترقی کی امید ہے باقی دوسرے شعب تعلیمیہ وانتظامیہ کی تنقید وتنقیح کا مجھ کو موقعہ نہیں ملا لیکن مجموعی قرائن و آثار سے امید غالب ہے کہ سب کی اصلاح وتکمیل کی طرف توجہ اور اس توجہ کی بار آوری میں ترقی روز افزوں رہے گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ ان امیدوں کو پوری فرمائے اور ظاہری و باطنی برکت بخشے۔ والسلام۔

کتبہٗ اشرف علی تھانوی حنفی عفی عنہ
۲۴ ج ۲ ۱۳۴۲ھ

(بقیہ مضمون) آنکہ یہ احقر اس مدرسہ کے متعلق یہ رائے ہمیشہ کے لئے دیتا ہے کہ اس کے مہتمم ہمیشہ عالم باعمل اور بقدر ضرورت انتظام سے مناسبت رکھنے والے ہوا کریں جیسا کہ اس وقت واقعہ ہے کہ تجربہ سے اس کی سخت

ضرورت ہے۔

اشرف علی تاریخ مذکورہ بالا
(از رجسٹر معاینہ صہ ۸۲)

اکابرِ علمائے دیوبند کی تشریف آوری اور مدرسہ کی حیرت انگیز ترقی

مدرسہ اب جامعہ اسلامیہ ہوگیا

مولانا بزرگؒ لکھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ تاریخ ہمیشہ اوراق ماضیہ کو دہراتی ہے اور ہر مستقبل ایک مرتبہ ضرور ماضی کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ گجرات کی سرزمین نے بھی اپنی تاریخ ماضی کے اوراق کو دہرانا شروع کردیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ گجرات کی پاک سرزمین پر اب سے چند صدی قبل علوم نبوی کے وہ آفتاب وماہتاب گذرے ہیں جن کی ضیا پاشی سے ایک زمانہ تک دنیائے اسلام مستفید رہ چکی ہے۔ مثلاً:

۱- شیخ علی متقی متوفی ۹۷۵ھ (مؤلف کنز العمال) جو گجرات کے تاریخی مقام برہانپور میں جلوہ افروز شمع نبوت تھے۔

۲- علامہ مجد الدین محمد بن طاہر شہید پٹنی متوفی ۹۸۶ھ (صاحب مجمع بحار الانوار وغیرہ) جن کے وجود سے مدتوں "پیران پٹن" میں علوم نبویہ کے چشمے اُبلتے رہے۔

۳- گجرات کے مایہ ناز محدث اور اسرار شریعت کے زبردست امین شیخ علاء الدین علی بن احمد المہائمی قدس سرہٗ متوفی ۸۳۵ھ (مصنف تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان

اور انعام الملک العلاّم) پہلی کتاب تفسیر میں اور دوسری حقائقِ شریعت میں جو غالباً اسرارِ شریعت میں سب سے پہلی تصنیف ہے (اس لئے کہ آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے متقدم ہیں) ۔

۴۔ علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی متوفی ۹۹۸ھ علامہ موصوف ۶۷ سڑسٹھ سال تک احمد آباد میں معقول ومنقول کا درس دیتے رہے (اور متعدد کتابوں پر حاشیے اور شرحیں لکھیں) ۔

۵۔ قاضی علاء الدین گجراتی ۔

۶۔ قاضی برہان الدین ۔

۷۔ مولانا صبغۃ اللہ الحسینی بھروچی ۔

۸۔ شیخ عبد القادر ۔

۹۔ محمد بن عمر آصفی ۔

۱۰۔ مولانا نور الدین احمد آبادی ۔

۱۱۔ شیخ جمال الدین وغیرہم ۔

یہ وہ حضرات ہیں جن کے انہماک تدریس وتصنیف سے خطۂ گجرات بارہویں صدی کے اوائل تک معمورۂ علم بنا رہا مگر نیرنگئ زمانہ نے اس بابرکت دور کے بعد عرصہ تک اس سرزمین کو اپنے موروثہ علم سے بیگانہ رکھا اور گجرات کی سرزمین کا چپہ چپہ ان قرون مبارکہ کو ترستا رہا جن میں اس نے ہند اور بیرون ہند کے طالبان علوم نبوت کو اپنی پشت پر جگہ دی اور ہر وقت ان کی زبان سے قال اللہ اور قال الرسول سنتی رہتی تھی ۔

(اردو روداد ۴۷ھ صـ ۱۲-۱۳)

الحمد للہ زمانہ نے پلٹا کھایا اور قدرت باری تعالیٰ نے پھر ایک بار فیصلہ کیا

کہ سرزمین گجرات پر علوم نبوت کا ایک ایسا چشمہ جاری کرے جس کا آبِ زلال دلوں کی گندگیوں اور دماغوں کی آلائشوں کو ایک مدت مدید تک صاف کرتا رہے ، اور جس کی سوتیں اتنی طویل اور عمیق ہوں کہ ایک عالَم اس سے فیضیاب ہو سکے ۔ یہ سلسلۂ علم وحکمت کسی سلطنت اور حکومت کا مرہونِ منت نہ ہو کہ اس کے رخصت ہونے کے ساتھ یہ بھی دم توڑ دے بلکہ اخلاص وللّٰہیت کی طاقت سے بھرپور ایک ایسا انقلاب ہو جو زمانہ کے رخ کو بدل دے ۔

سنت اللہ کچھ یوں ہی جاری ہے کہ اللہ کی زمین جب پیاسی ہوتی ہے اور کرۂ ارض کی ہر شئ تشنگی کی شدت سے پانی کے لئے بیتاب ہو جاتی ہے تو سمندر میں تلاطم اور تموج کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے جس سے بخارات اٹھتے ہیں اوپر جاتے ہیں پھر بادل کی شکل اختیار کرتے ہیں اور ابرِ رحمت بن کر بارانِ رحمت برسانے لگتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے لفظوں میں دار العلوم (دیوبند) سے علمی سمندر میں ایک طوفان جوش پُر تلاطم اٹھا اور اس کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اس تموج اور تلاطم سے کچھ نقصانات بھی ہوئے ۔ پھر یہاں سے بخارات کے جو بادل اٹھے وہ ابر رحمت بن کر گجرات کی اس دور افتادہ سرزمین پر جا کر برسے جو علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محروم اور بے بہرہ تھی ۔ علماء دیوبند کے وہاں پہونچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے ۔ اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہے ۔

(تاریخ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۷۳)

اس ہنگامہ کا جس کی طرف اوپر اشارہ ہوا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۳۴۴ھ کے

اواخر میں دارالعلوم دیوبند کے طلبہ کو ناظم مطبخ مولوی گل محمد مرحوم سے کچھ شکایت پیدا ہوئی طلبہ نے انھیں کچھ زد و کوب بھی کیا جس کے نتیجہ میں پانچ طلبہ کا اخراج عمل میں آیا۔ اس اخراج سے طلبہ کی ایک بڑی جماعت میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ مگر سالانہ امتحان کے بعد عام تعطیل ہو جانے سے یہ ہنگامہ فرو ہو گیا ۱۳۴۵ھ میں پھر اس طرح کی کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور اب کی دفعہ طلبہ کو اکابر اساتذہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ کی تائیدات بھی حاصل ہو گئیں اور شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم کی مسجد میں اوائل شعبان ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ طلبہ کی تائید میں تقریر بھی فرمائی یہ اختلاف جو تقریباً دو سال سے جاری تھا دب دب کر نمایاں ہو جاتا تھا۔ ذی قعدہ ۴۵ھ میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے۔ ماہ صفر ۱۳۴۶ھ کے وسط میں وہیں سے استعفاء بھیج دیا۔ ۲؍ ربیع الاول کو دیوبند واپس تشریف لائے، مستعفی ہو چکے تھے اس لئے درس شروع نہیں فرمایا، طلبہ نے تعلیمی اسٹرائک کر دی جو دس دن تک جاری رہی۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت مولانا احمد سعید دہلوی کی سعی و کوشش سے اسٹرائک ختم ہو گئی اور مفاہمت ہو گئی۔

اوائل رجب ۴۶ھ میں مجلس شوریٰ ہوئی۔ اس نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن اور مولانا سراج احمد رشیدی سے بربنائے اختلاف استعفاء طلب کر لیا۔ ان حضرات کے استعفاء پر دوسرے اساتذہ نے بھی احتجاجاً اپنے اپنے استعفاء پیش کر دئے (ماخوذ[1] از تاریخ دارالعلوم مرتبہ سید محبوب رضوی ص ۲۶۹ تا ص ۲۷۳ ملخصاً)۔

---

[1] ہم نے حالات کا کچھ اندازہ کرنے کے لئے تاریخ دارالعلوم سے (بقیہ حاشیہ ص ۲۶ پر)

بہر حال یہ معلوم ہو گیا کہ علامہ کشمیری اور ان کے رفقاء جو بعد میں ڈابھیل تشریف لائے۔ رجب ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم سے علیحدہ ہو گئے۔ ادھر ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے بہت خاص خادم و تلمیذ مولانا محمد بن موسیٰ میاں افریقی کی (جو ۱۳۴۴ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور دارالعلوم کے حالات سے واقف تھے) شادی کی تقریب تھی۔ یہ اکابر شادی میں شرکت کیلئے ڈابھیل تشریف لائے تھے مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ بھی دعوت میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے۔ شعبان ۱۳۴۶ھ کی ۱۰؍ تاریخ سے لیکر ۱۳؍ تاریخ تک ڈابھیل میں یہ حضرات تشریف فرما تھے مدرسہ کا سالانہ امتحان بھی لیا تھا۔ عربی درجات کا امتحان علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے ۱۰؍ شعبان کو لیا۔ فارسی کا امتحان مولانا سراج احمد رشیدیؒ نے، اردو کا مولانا بشیر احمد صاحب ناظم انجمن اتحاد المسلمین اور مولانا بدر عالم صاحب نے لیا۔ قراءت کا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے ۱۲؍ شعبان کو اور قرآن شریف کا مولانا سید محمد ادریس صاحب سکھروڈی اور محمود حسن صاحب گیاوی نے لیا۔ اور ان تمام حضرات نے معیار تعلیم کو سراہا۔ ان بزرگوں کے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵ کا) یہ خلاصہ بغیر نقد و تبصرہ کے اخذ کر لیا ہے ورنہ دارالعلوم میں کچھ اور واقعات بھی اس سے پہلے پیش آئے تھے مثلاً ۱۳۳۹ھ میں مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا نام نائب مہتمم دوم کیلئے تجویز میں آنا۔ اور ۱۳۴۱ھ میں اس تجویز کا منظور ہو جانا۔ تعجب ہے کہ مرتب تاریخ دارالعلوم نے تمام واقعات سنہ کی ترتیب سے لکھے ہیں مگر اس تجویز اور اس کی منظوری کو ۱۳۴۹ھ کے واقعات کے بعد درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ دارالعلوم ص ۲۷۹/۱ ہم اسکی تقدیم و تاخیر کی مصلحت نہیں سمجھ سکے۔ ۱۲

عکوسِ تحریر علامہ انور شاہ کشمیریؒ و مفتی عزیز الرحمنؒ دیوبندی و مولانا سراج احمد رشیدیؒ، مولانا بدرِ عالم میرٹھیؒ

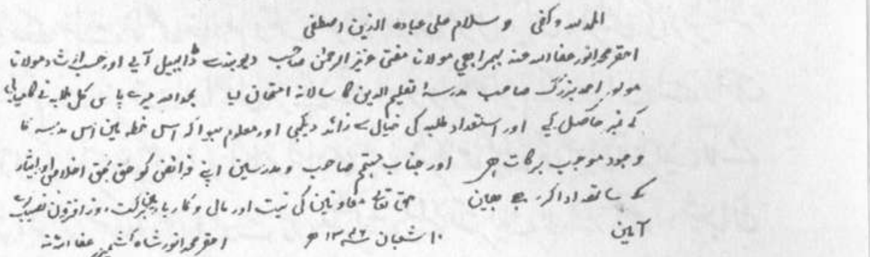

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ بہمراہی مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبند سے ڈابھیل آیا اور حسب ارشاد مولانا مولوی احمد بزرگ صاحب مدرسہ تعلیم الدین کا سالانہ امتحان لیا بحمد اللہ میرے پاس کل طلبہ نے [illegible] نمبر حاصل کیے اور استعداد طلبہ کی خیال سے زائد دیکھی اور معلوم ہوا کہ اس خطہ میں اس مدرسہ کا وجود موجب برکات ہے اور جناب مہتمم صاحب و مدرسین اپنے فرائض کو حق بحق اخلاص و ایثار کے ساتھ ادا کر رہے ہیں حق تعالی معاونین کی نیت اور مال و کار میں برکت و روز افزوں نصیب آمین

۱۰ شعبان ۱۳۴۶ھ احقر محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ

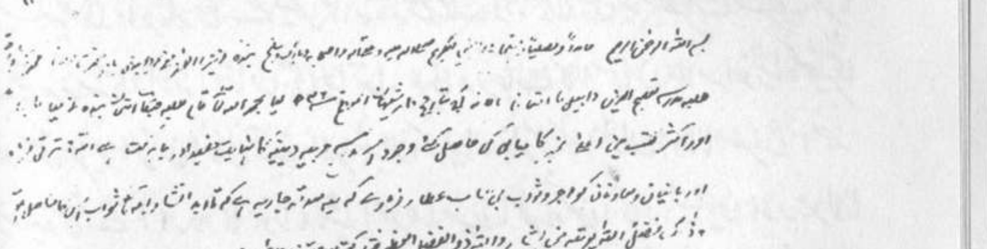

بسم اللہ الرحمن الرحیم

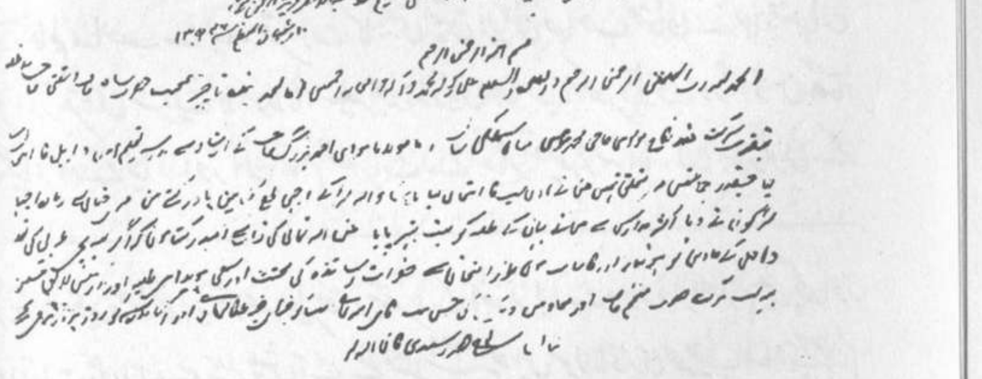

بسم اللہ الرحمن الرحیم

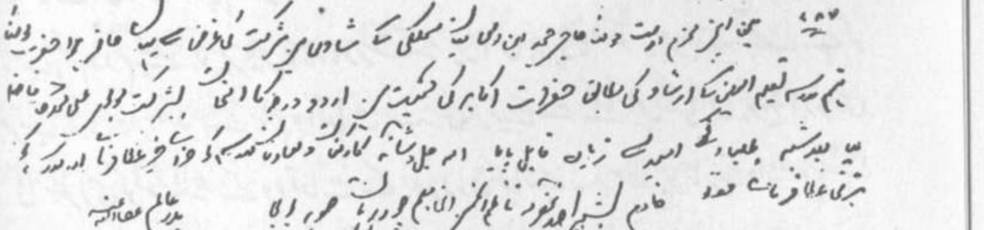

بدر عالم عفا اللہ عنہ

قلم سے رجسٹر معاینہ میں تحریریں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو رجسٹر معاینہ صفحہ ۸۸-۸۹)

۱۳؍ شعبان ۱۳۴۶ھ کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ نے تقریریں بھی فرمائیں۔ (رُوداد بزبان گجراتی ۱۳۴۶ھ صفحہ ۱۴ و صفحہ ۱۵ و صفحہ ۸۸ در رجسٹر معاینہ)۔

ان اکابر کی دار العلوم سے علیٰحدگی کے بعد بہت سے مدارس نے یہ چاہا کہ ان کی خدمات حاصل کریں لیکن یہ شرف ڈابھیل وسملک اور گجرات کے نصیب میں آیا ؂

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جب یہ حضرات ڈابھیل شادی میں شرکت کے لئے تشریف لائے اسی وقت آئندہ یہاں آنے کیلئے ان حضرات کو آمادہ کرلیا گیا تھا۔ مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ اپنے مکتوب میں جو اسی قسم کے تاریخی استفسارات کے جواب میں میرے نام ارسال فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں "شعبان میں ہم لوگ شادی میں شرکت کیلئے ڈابھیل گئے تھے ہمارے قافلہ میں سبھی بزرگ اور ساتھی تھے، حضرت والد صاحب حضرت شاہ صاحب مولانا شبیر احمد صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مولانا بشیر احمد صاحب وغیرہ۔ ہم سب راندیر بھی گئے تھے۔ اس وقت کل باتیں طے ہوگئی تھیں۔

یہ شعبان کا قصہ ہے۔ رمضان ۱۳۴۶ھ کے اخیر عشرہ میں ۲۷ کی شب کو مدرسہ کے مہتمم مولانا احمد بزرگ صاحب نے ایک خواب دیکھا (روداد اردو ۱۳۵۱ھ صفحہ ۱۱) وہ خواب "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور" میں جو مولانا احمد بزرگ کی حیات میں شائع ہوچکی تھی یوں مذکور ہے۔

"آپ دیکھتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دہلی میں وصال ہوگیا ہے ہر طرف انتقال کی خبر پھیل چکی ہے لوگوں پر حیرانی و پریشانی طاری ہے آپ کے جسد اطہر کو جنازہ پر رکھا گیا ہے پھر اچانک دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں ایک چارپائی پر ڈابھیل و سملک کے درمیان ایک جگہ پر لیٹے ہوئے ہیں (اس جگہ سے مراد سملک کا وہ سرا رہا ہے جہاں بس رکتی ہے) لیکن بیمار ہیں مولانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں اٹھا کر جسم اطہر سے اپنے جسم کو ملا کر برکت حاصل کریں لیکن جب اٹھانا چاہتے ہیں جسم مبارک بھاری اور وزنی ہو جاتا ہے اور اٹھانے سے عاجز ہو جاتے ہیں بڑی مشکل اور مشقت سے تھوڑا اٹھا سکے[1] (نفحۃ العنبر ص۱۷)۔

پہلے سے یہ بات چل ہی رہی تھی بلکہ بقول مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کل باتیں طے ہو گئی تھیں اس خواب کے بعد اس کا داعیہ شدید ہو گیا اور اس بات کیلئے کمر ہمت باندھ لی گئی کہ ان حضرات کو لانا ہے لیکن جیسا کہ ظاہر ہے یہ کام آسان نہیں تھا۔ ان اکابر کے رہنے سہنے کا انتظام ان کے ساتھ پروانوں کا ایک ہجوم امنڈ آوے گا ان کیلئے خورد و نوش کا بندوبست، اساتذہ کی تنخواہ اور کتابوں کیلئے رقم کی فراہمی یہ تمام مسائل نظر کے سامنے تھے۔ مدرسہ ابھی اپنی ابتدائی منزل میں تھا چھوٹی سی مسجد ایک ہال جو سو طلبہ کیلئے بھی کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ مطبخ کا معمولی نظم یہی مدرسہ کی کل کائنات تھی دوسری طرف جیسا کہ مولانا احمد بزرگ رحؒ لکھتے ہیں "واقعات و حالات کی رفتار سے بجا طور پر یہ اندیشہ ہونے لگا تھا کہ کچھ دنوں اگر یہی صورت اور قائم رہی تو مبادا دنیائے

---

[1] اس موقعہ پر نقش دوام میں تاریخ و ترجمانی میں سقم ہے۔ فتنبہ ۱۲ مرتب

اسلام کہیں اسلام کی ان مایۂ ناز ہستیوں کے فیض سے محروم نہ ہو جائے۔
(روداد اردو سنہ ۴۷ھ ص ۱۳)

اس مشکل کا حل یوں نکلا کہ خدا کے دو مخلص بندوں جناب حاجی موسی میاں اور حاجی یوسف گارڈی کے دل میں ان حضرات کو دعوت کی تحریک پیدا ہوئی اور ان دونوں حضرات نے ایک ایک ہزار روپئے ماہانہ مدرسہ کو دینے کا وعدہ فرمایا چنانچہ مولانا احمد بزرگ ایک وفد کے ساتھ دیوبند گئے اور ان حضرات اساتذہ کی خدمت میں ڈابھیل سملک آنے کی دعوت پیش کی خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ان اکابر نے استدعاء کو قبول فرما لیا اور ۵ / ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ (سنہ ۱۹۲۸ء) کو مندرجہ ذیل حضرات رونق افروز جامعہ ہوئے۔

۱۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ۔
۲۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔
۳۔ حضرت مولانا سید سراج احمد رشیدیؒ (بلند شہری)
۴۔ جناب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ۔
۵۔ جناب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ۔
۶۔ جناب مولانا سید محمد ادریس صاحب سکروڈیؒ۔
۷۔ جناب مولانا ابو القاسم حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔
۸۔ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب تھانوی۔
۹۔ جناب مولانا سعید احمد صاحب آگروی (اکبرآبادی)۔

حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن اپنے ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے اس وقت ہمراہ تشریف نہ لا سکے۔ چند ماہ کے بعد تشریف لائے جس کا

ذکر آئندہ آتا ہے۔ (روداد اردو ؁۴۷ھ ص ۱۴)۔

یہ تمام حضرات دیوبند سے ڈابھیل کے اس سفر میں راستہ میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی شادی میں شرکت کیلئے آگرہ بھی اترے تھے۔

(مکتوب مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی)

ان بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت مدرسہ کی حالت

ان حضرات کی تشریف آوری کے وقت جیسا کہ معلوم ہو چکا مدرسہ کی تعمیرات بہت قلیل تھیں۔ تعلیم بھی صرف مشکوٰۃ، جلالین تک تھی۔ اس درجہ میں صرف ڈابھیل کے ایک طالب علم اسماعیل یوسف گارڈی فقط مشکوٰۃ جلالین پڑھتے تھے کسی اور کتاب کا ذکر نہیں۔ مدرس اول مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری تھے۔ تمام طلبہ کی تعداد ۲۹۳ تھی۔ اس وقت مدرسہ میں گجراتی اور ناظرہ کی پڑھائی بھی ہوتی تھی اس تعداد میں بیشتر وہی ہیں۔ عربی درجات میں اول سے لے کر مشکوٰۃ تک صرف ۱۲ طلبہ تھے۔ درجۂ فارسی میں اس سے کچھ زیادہ۔ مدرسین و ملازمین کی کل تعداد ۲۳ تھی۔

(روداد بزبان گجراتی ؁۴۶ھ متفرقاً)۔

جامعہ کا دورِ اوّل

(از ؁۴۷ھ تا ؁۶۰ھ)

۱۴؍ سال

ان حضرات اکابر کے آتے ہی مدرسہ تعلیم الدین ترقی کر کے جامعہ اسلامیہ بن گیا۔ اطرافِ عالم سے تشنگانِ علوم آ جمع ہوئے۔ اس دور افتادہ اور غیر معروف بستی میں یکایک علوم نبوت کے پروانے ٹوٹ پڑے۔ پشاور، کابل، ترکی، ڈھاکہ، بہار، بخارا، رنگون، ایران، مدراس، کشمیر، سمرقند، سندھ، منگلور، ہزارہ، چاٹگام، کرلائی، اعظم گڈھ، فیض آباد، سنبھل، بلیا، بستی، دیوبند، کاندھلہ، نجیب آباد، سیالکوٹ، ہشیارپور، نگینہ وغیرہ کے طلبہ اس کثرت سے پہنچ گئے کہ ؁۴۷ھ کے اوائل ہی میں طلبہ کی تعداد چارسو^{۴۰۰} سے زیادہ ہو گئی جس میں صرف دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد انسٹھ^{۵۹} تھی، مدرسین و ملازمین تیئیس^{۲۳} سے بڑھ کر تینتالیس^{۴۳} ہو گئے۔ (روداد ؁۴۷ھ)۔

اساتذہ کے قیام کے لئے جامعہ میں کوئی جگہ نہیں تھی حاجی یوسف اسماعیل میاں رئیس سملک نے اپنی وسیع اور عالی شان کوٹھی (جس میں اِس وقت مجلس خدام الدین سملک کا آفس ہے) خالی کر دی۔ حاجی یوسف گارڈی اور حاجی موسیٰ اسماعیل میاں سملکی نے حسب وعدہ ایک ایک ہزار روپئے ماہانہ

عنایت فرمائے (اور برابر بارہ ۱۲ سال تک دیتے رہے) نیز حاجی یوسف گارڈی صاحب نے دس ۱۰ ہزار کی مالیت کی کتابیں جن کی تعداد ایک ہزار نو سو چودہ ۱۹۱۴ تھی بطور عاریت عنایت فرمائیں۔ جامعہ کے کتب خانہ میں پہلے سے تین ہزار ایک سو چھبیس ۳۱۲۶ کتابیں موجود تھیں اس وقت اسی سے کام چلتا رہا۔

(روداد شائع شدہ ۵۰ھ ص ۱۵-۷۶)۔

حضرت مفتی صاحب کا ورود مسعود

شیخ الجامعہ حضرت علامہ کشمیریؒ محرم ۱۳۴۷ھ کی آخری تاریخوں میں یکایک، علیل ہو کر تبدیلئ آب وہوا اور علاج ومعالجہ کیلئے دیوبند تشریف لے گئے حدیث کی تعلیم میں بہت نقصان ہونے لگا۔ اس لئے حضرت مفتئ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانیؒ سے جو اپنی پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے اب تک تشریف نہ لاسکے تھے درخواست کی گئی کہ ڈابھیل تشریف لاکر بخاری شریف ختم کرادیں جامعہ اور طلبہ کی خوش نصیبی کہ حضرت مفتی صاحب نے ہماری درخواست کو قبول فرماکر ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو تشریف آوری کا شرف بخشا اور بخاری شریف کی تدریس میں مشغول ہوگئے (ایضاً ص ۱۶)۔

علامہ کشمیری کے دیوبند چلے جانے کے بعد طلبہ اور اہل مدرسہ بے حد پریشان تھے اس وقت مولانا شبیر احمد عثمانی نے مسلم اور ترمذی کا درس غیر معمولی انہماک اور پابندی کے ساتھ دیا اور دونوں درسی کتابوں کو اختتام تک پہونچادیا، ایسی پابندی غالباً اس سے پہلے کبھی نہیں فرمائی تھی۔ (ایضاً ص ۲۲)۔

حضرت مفتی صاحب کا درس

حضرت مفتی صاحب کے ضعف کا یہ حال تھا کہ ہاتھ پاؤں کانپتے تھے۔ لاٹھی کے سہارے بھی تھوڑی دور چلنا مشکل تھا بلکہ اٹھ کر بیٹھنا اور بیٹھ کر اٹھنا بھی آسان نہ تھا۔ ایسی حالت میں آپ نے مدرسہ کی سرپرستی فرمائی اور درس بخاری شریف کیلئے سملک سے مدرسہ تقریباً ایک میل چلنے کی صعوبت برداشت کرتے اور ہر روز تقریباً تین گھنٹے طلبہ کو پابندی کے ساتھ درس دیتے۔

(ایضاً ص ۱۶)

دیوبند واپسی اور وفات

جامعہ کی تعلیم نہایت پرسکون طریقہ پر جاری تھی اور ابھی آپ کو تشریف لائے ہوئے دو ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ کے اوائل میں ایک اہم اور ضروری کام کی وجہ سے آپ کو دیوبند تشریف لے جانا پڑا۔ موسم نہایت سرد۔ ضعف کا یہ عالم اس پر یہ طویل سفر۔ دیوبند پہنچتے ہی فالج کا عارضہ لاحق ہوا اور چند دن علیل رہ کر بارہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۷ھ یوم جمعہ کو رہ گذار عالم جاودانی ہوئے۔ اور عالم اسلام آپ کے ظاہری اور باطنی فیوض سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ایضاً ص ۱۷)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک بہت ہی خوش نصیب ہے کہ ایسے ولی کامل اور مفتئ اعظم کی آخری عمر کا مبارک حصّہ اسے نصیب ہوگیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو جامعہ سے جو غیر معمولی تعلق تھا اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جامعہ کی موجودہ تشکیل اور اس کے قیام کی یہ جدید نوعیت آپ کی خصوصی توجہ کی رہین ہے اس درسگاہ سے حضرت مرحوم کی وابستگی کی یہ انتہا تھی کہ مرض وفات میں بھی آپ کی زبان پر ڈابھیل ہی کا ذکر تھا۔ عالم کرب میں جب آپ کو ہوش آتا واپسی ڈابھیل پر اصرار فرماتے۔ حضرت اقدس کو جامعہ کی ترقی اور استحکام سے جس درجہ شغف تھا فی الحقیقت اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ خدا کرے آپ کے فیوض روحانیہ دائماً جامعہ کی سرپرستی اور

رہنمائی کرتے رہیں۔ (ایضاً ص۱۸)۔

حضرت مفتی صاحب کے بعد منصبِ افتاء

حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد

شعبۂ افتاء کے اہم فرائض آپ کے خلف الصدق مولانا حافظ قاری مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی مدظلہ سے کلیۃً متعلق رہا۔ آپ نے اپنے والد مرحوم کی نگرانی میں فتویٰ نویسی میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ حضرت مرحوم کو آپ کے فتاویٰ پر پورا اعتماد و اطمینان تھا (ایضاً ص۲۱) مفتی عتیق الرحمٰن صاحب ۵؍ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ تک جامعہ سے متعلق رہے تدریس کے ساتھ فتاوی کا کام بھی انجام دیتے رہے (روداد گجراتی ۱۳۵۱ھ ص۳۹)۔

تعمیرات

یہ جامعہ کا پہلا سال ہے۔ طلبہ کی رہائش کیلئے حوض کے اوپر بنے ہوئے ایک ہال کے سوا کوئی اور عمارت نہیں اس لئے ضرورت تھی کہ فوراً کچھ کمرے تیار کئے جائیں۔ بعض مخیر حضرات کی نیک توجہ سے سولہ کمرے تیار ہوگئے (ایضاً ص۱۵) یہ کمرے مشرقی جانب تیار ہوئے تھے جہاں اب دار القرآن ہے۔

جلسۂ دستار بندی

۱۰؍شعبان ۱۳۴۷ھ کو دستور کے مطابق سالانہ جلسہ جامعہ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا۔

اب تک سالانہ امتحان کے بعد جلسے صرف انعام اور تقریر کے لئے منعقد ہوا کرتے تھے یہ جامعہ کا پہلا جلسہ تھا جو دستار بندی کیلئے منعقد ہوا۔ اس میں انسٹھ فارغ ہونے والے طلبہ کو دستارِ فضیلت دی گئی۔ اس جلسہ میں بمبئی سے لے کر احمد آباد تک کے تقریباً چار ہزار افراد نے شرکت کی جن میں علماء و فضلاء بھی تھے۔ صبح کے اجلاس میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ اور مولانا علی محمد

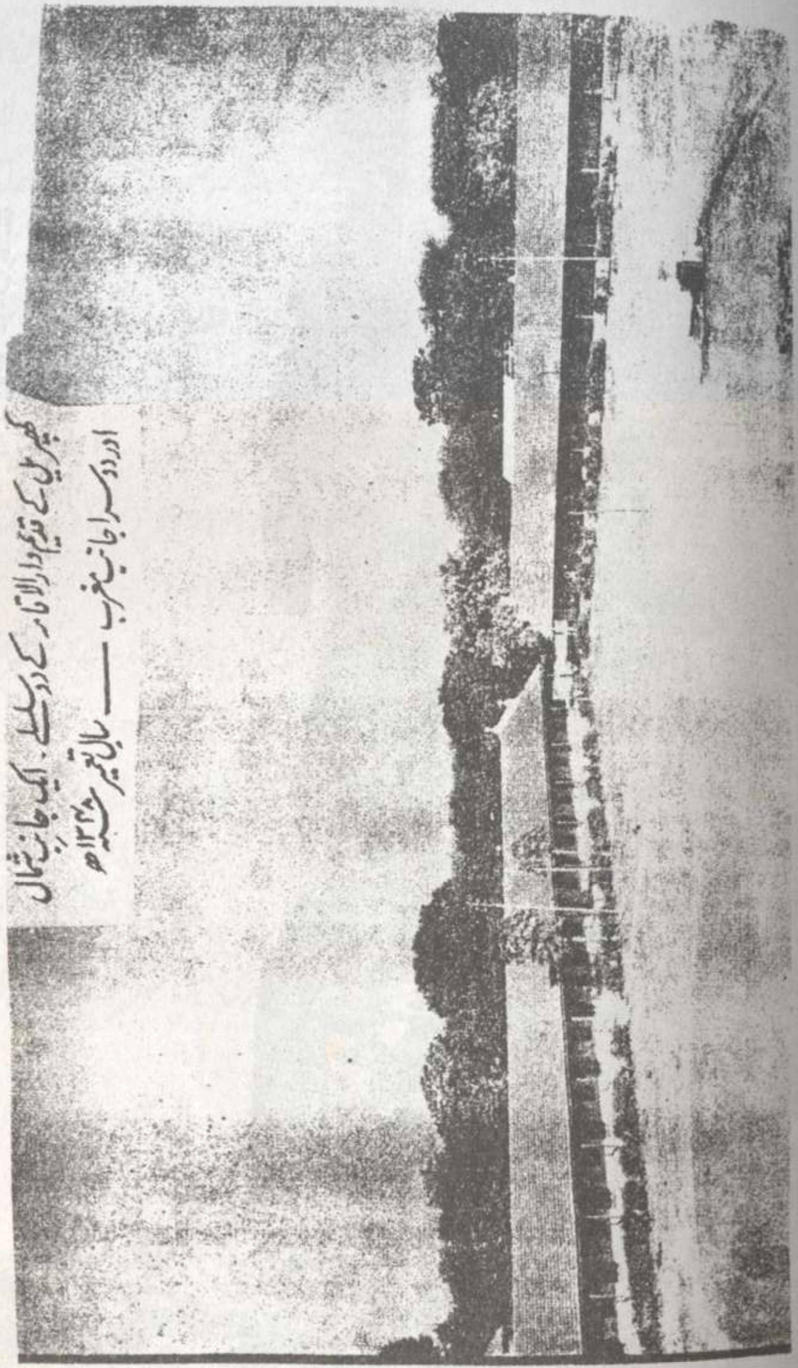

کھیرلی کے قدیم دار الاقامہ کے دو سلسلے۔ ایک جانب شمال
اور دوسرا جانب مغرب —— سالِ تعمیر ۱۳۴۸ھ

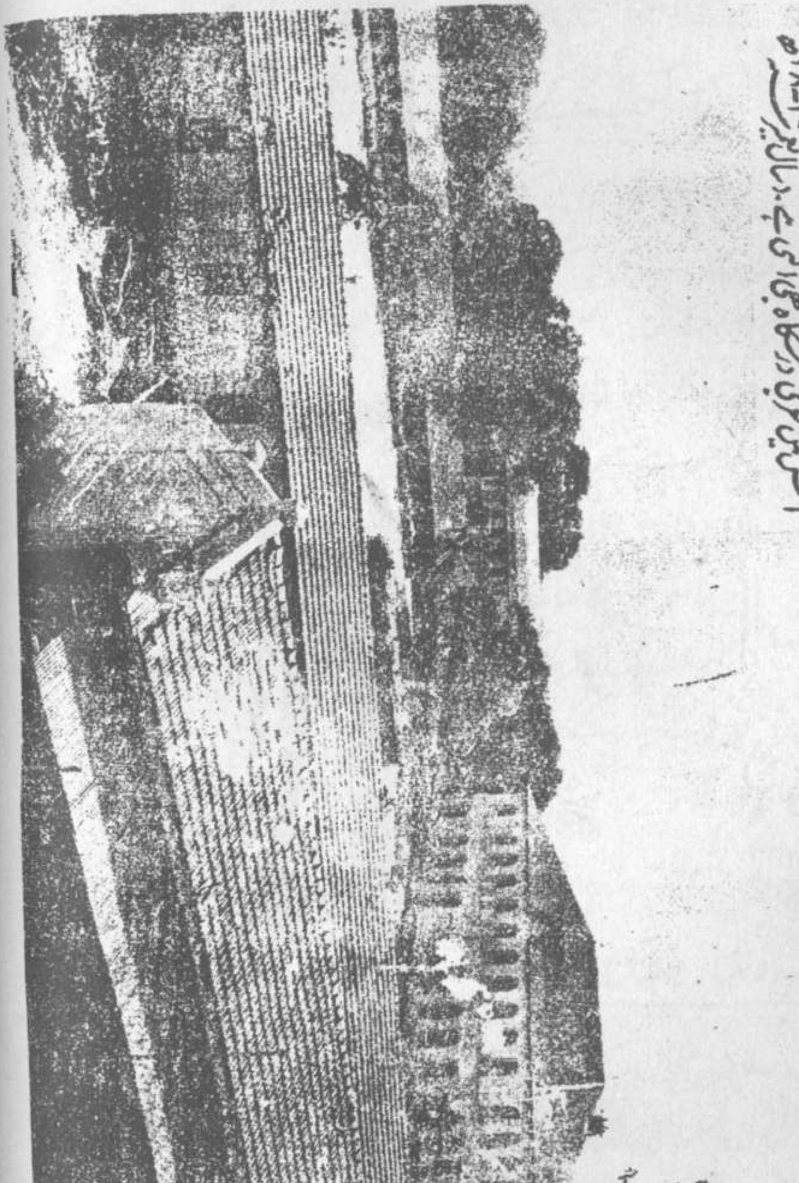

قدیم دارالاقامہ کے تین سلسلے
اس میں عربی درسگاہ بھی آگئی ہے۔ (سال تعمیر ۴۷-۴۸ھ

تراجوی کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علم دین کی ضرورت اور مدارس کی اہمیت پر تقریریں فرمائیں۔ شام کے اجلاس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے تقریر فرمائی اس کے بعد علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی کے ہاتھوں طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ سندیں اور انعامات تقسیم ہوئے، تمام کامیاب ہونے والے طلبہ کو حسب درجات کتابیں، نقد روپے اور برتن حاصل ہوئے۔

الحمد للہ اس جلسہ سے تمام گجرات میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی اور ہر طرف سے جامعہ کے خیر خواہوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ علم دین اور مدارس کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوئی (ایضاً ص۲۳)

حضرت مفتی صاحب کے انتقال کے بعد علامہ کشمیری دیوبند سے کب تشریف لائے اس کا ذکر نہیں ملتا۔

ظاہر یہ ہے کہ جمادی الاخری تک (جب کہ مفتی صاحب دیوبند تشریف لے گئے تھے) بخاری شریف ختم نہیں ہوئی ہوگی علامہ کشمیری مفتی صاحب کے انتقال کے بعد تشریف لائے ہوں گے اور بخاری شریف رجب یا شعبان کے کسی حصہ میں ختم کرائی ہوگی۔ شعبان کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۴۸ھ جامعہ کا تعلیمی ایک سال پورا ہوا۔ اس سال بھی تمام اکابرین تشریف فرما ہوئے اور سال گذشتہ کے طرز پر تعلیم جاری رہی۔

تعمیرات اس سال مزید دار الاقامہ کی تعمیر کیلئے جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں صاحب نے چار چار ہزار روپئے نقد عنایت فرمائے۔ ماہ شعبان ۱۳۴۸ھ میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ

نے سرمایہ کی فراہمی کیلئے رنگون کا سفر اختیار کیا وہاں کے اہل خیر حضرات نے جامعہ کے ساتھ پوری ہمدردی اور خلوص کا ثبوت دیا اس سلسلہ میں وہاں مقیم علماء گجرات اور سربرآوردہ حضرات نے غیر معمولی جد وجہد سے چندہ کی فراہمی کا کام انجام دیا۔ خصوصاً مولانا احمد اشرف راندیری، مفتی اسماعیل بسم اللہ ڈابھیلی، مولانا مرغوب احمد لاجپوری وغیرہم کی مساعی سے تقریباً اٹھارہ ہزار کی رقم فراہم ہوگئی۔ اسی طرح جنوبی افریقہ سے بھی مختلف رقمیں موصول ہوئیں ان تمام رقوم سے دارالاقامہ کے مزید چونتیس ۳۴ کمرے تیار ہوئے اب کل پچاس کمرے ہوگئے جن سے طلبہ کے قیام کی مشکل حل ہوگئی (ایضاً صـ۳۷) ان تمام کمروں کی تعمیر میں چالیس ہزار روپے خرچ ہوئے (ایضاً صـ۳۵)۔

دارالاساتذہ

اساتذہ کرام کا اب تک سملک میں جناب حاجی یوسف میاں رئیس سملک کی کوٹھی میں قیام تھا اس سال بحمد اللہ ان کے قیام کا بھی مدرسہ میں انتظام ہوگیا۔ جناب سیٹھ اسماعیل حاجی ابراہیم مفتی صاحب اور جناب محمود حاجی ابراہیم مفتی صاحب ہر دو برادران نے اپنے والد مرحوم حاجی ابراہیم مفتی کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ کے وسیع احاطہ کے جنوب مغربی گوشہ میں لب سڑک نو ہزار کی لاگت سے ایک عالیشان دارالاساتذہ تعمیر کرایا۔ تعمیر کے بعد اساتذہ کا قیام اسی میں رہا علامہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اساتذہ اکٹھا یہیں رہتے تھے۔

اسی سال مسجد جامعہ کی خوشنما سلنگ کیلئے جناب سیٹھ حاجی یوسف اسماعیل چوتھیا ساکن نوساری نے آٹھ سو روپے عنایت کئے۔ صفوں کے لئے جناب اعظم محمد بھامجی نے اپنی بہنوں کے ایصالِ ثواب کے واسطے ساڑھے تین سو روپے دئے۔ (ایضاً صـ۳۸)۔

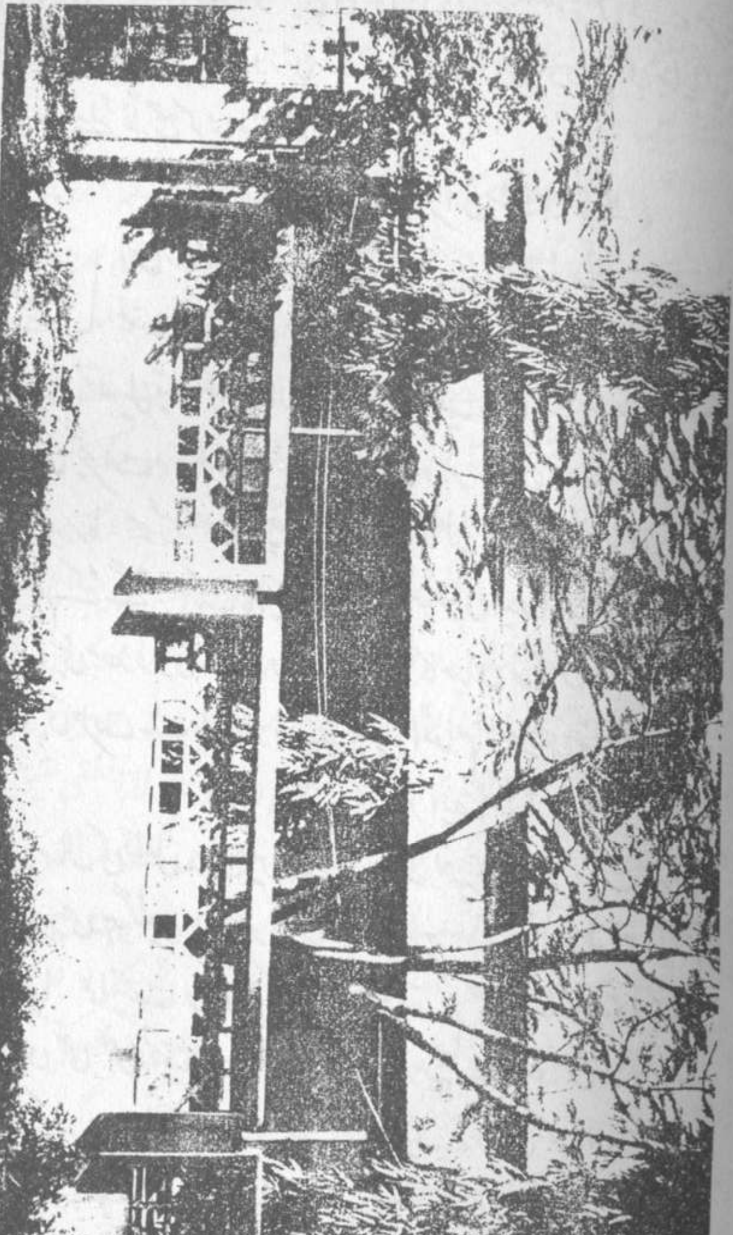

دارُالاساتذہ (بنگلہ)

رہائشگاہ حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر عالم رح، مولانا عبد الرحمٰن امروہی رح، مولانا شبیر احمد عثمانی رح
مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رح مولانا حفظ الرحمٰن صاحب وغیرہم

قدیم مطبخ میں بھی اس سال توسیع کی گئی۔ اسی کے متصل تین کمرے مزید بنائے گئے اور غلہ کی ذخیرہ اندوزی کے لئے ایک وسیع گودام بھی بنایا گیا۔ جس میں سال بھر کیلئے غلہ جمع کرلیا جاتا تھا۔

(ایضاً ص۳۸ و روداد گجراتی ۴۸ھ ص۱۱)

سالانہ جلسہ

اس سال بھی ۱۰ر شعبان کو حسب دستور سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں علامہ کشمیری اور علامہ عثمانی نے تقریریں فرمائیں اور فارغ التحصیل تینتالیس ۴۳ طلبہ کو دستار فضیلت اور اسناد تقسیم ہوئیں۔ جن میں گجرات، بنگال، یوپی، کاٹھیاوار، دکن، سندھ، کابل قندھار، بخارا، برما، مورشس، چین کے طلبہ شامل تھے دیگر تمام طلبہ کو بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ ایک نابینا طالب علم مولوی عبد المجید لائل پوری کو جنھوں نے اپنی معذوری کے باوجود نمایاں کامیابی حاصل کی تھی علامہ کشمیری نے اپنی طرف سے پانچ روپئے بطور انعام خصوصی عنایت فرمائے۔

(ایضاً ص۳۹)

صرف دو سال کی قلیل مدت میں بحمد اللہ تعالی تعمیری ضروریات حیرت انگیز طریقہ سے پوری ہوگئیں طلبہ اور اساتذہ کیلئے جامعہ کے احاطہ میں قیام کا پورا انتظام ہوگیا۔ طمانینت وسکون کی ایک فضا قائم تھی، قال اللہ او قال الرسول کی ہماہمی تھی علمی تحقیقات اور قرآن وحدیث کے حقائق ومعارف درسگاہوں میں بکھیرے جارہے تھے۔ طلبہ تھے جو اپنے دامن کو ان بیش بہا علوم سے بھرے جارہے تھے۔ صبح ہوتے ہی آہ سحرگاہی اور اللہ اللہ کی صدا سے جامعہ کی فضا معمور ہوجاتی تھی کتنا حسین تھا وہ منظر اور کتنی سعید تھیں وہ گھڑیاں؟

مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدظلہ جو اس وقت ایک استاذ کی حیثیت سے یہاں مقیم تھے کتنے والہانہ انداز میں اس زریں ماضی کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

"دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے یعنی فنون کی بھی تکمیل کرلینے کے فوراً بعد کم وبیش جو تین برس میں نے شیخ العرب والعجم حضرۃ الاستاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیری اور ان کی جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں گذارے ہیں ان کو میں تعلیم وتربیت کے لحاظ سے اپنی زندگی کے بہترین سال شمار کرتا ہوں۔ کیوں کہ اگرچہ دیوبند کے شش سالہ قیام میں بھی درس و تدریس کے علاوہ اکابر اساتذہ کی معیت وصحبت کے فیض و شرف سے باریاب رہا لیکن ڈابھیل کی بات ہی اور تھی یہاں ایک عالی شان کوٹھی تھی جس کے مختلف کمروں میں حضرت شاہ صاحبؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سراج احمد رشیدیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، اور یہ خاکسار ہم سب ایک جگہ رہتے تھے۔ چوبیس گھنٹے ساتھ کھانا پینا نشست وبرخاست سب یکجا۔ اس لئے ان بزرگوں کو خلوت وجلوت میں بھی ہر رنگ اور ہر شکل میں دیکھا اور ان سے مستفید ہوا۔ اللہ اکبر! علم وعمل، صلاح وتقوی اور امانت و دیانت کے کیسے پیکر تھے یہ لوگ۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا تھا کہ صدیاں حائل ہوگئیں ہیں ورنہ یہی حضرات اگر عہد نبوت میں ہوتے تو ان میں کوئی عبد اللہ بن عمر ہوتا تو کوئی عبد اللہ بن عباس اور کوئی عبد اللہ بن مسعود۔

(نظرات برہان جولائی ۱۹۸۰ء)

۱۳۴۹ھ

اس سال بھی تعلیم حسب سابق جاری رہی۔ خاص بات یہ پیش آئی کہ اراکین "جمعیۃ العلماء برما" رنگون کی خواہش و دعوت پر علامہ کشمیریؒ، علامہ عثمانیؒ، مولانا احمد بزرگؒ مہتمم جامعہ، مولانا محمد ادریس سکھروڈوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولوی محمد اسماعیل گارڈی صاحبان نے رنگون کا سفر اختیار فرمایا۔ ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ کو روانہ ہو کر ۲۱/ جمادی الاولیٰ کو رنگون وارد ہوئے وہاں بڑے بڑے جلسوں میں علامہ کشمیری اور مولانا عثمانی کی تقریریں ہوئیں اہل رنگون ان اکابر کے مواعظ سے بہرہ اندوز ہوئے اکیس ۲۱ یوم کے قیام کے بعد ۵/ جمادی الاخریٰ کو روانہ ہو کر ۱۰/ کو ڈابھیل سملک بخیر و عافیت واپس ہوئے اس تبلیغی سفر میں اہلِ بمبئی اہل کلکتہ اور خصوصاً اہل رنگون بڑے گہرے اخلاص و عقیدت سے پیش آئے۔

رنگون میں اراکین جمعیۃ العلماء صوبہ برما اور مدرسہ محمودیہ راندیریہ رنگون کے ناظم مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ کی طرف سے ان اکابر کو سپاس نامے بھی پیش کئے گئے۔ ان طویل سپاسناموں کو نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ہم ان میں سے چند جملے نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ان سپاسناموں میں علامہ کشمیری، علامہ عثمانی اور مولانا احمد بزرگ کو خطاب کیا گیا ہے۔ جمعیۃ العلماء کے سپاسنامہ میں ہے۔

"حضرات والا! آپ تینوں بزرگوں میں سے شیخ العلماء والفضلاء حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا مرتبہ علم و فضل میں محتاج بیان نہیں خاص رنگون ہی میں آپ کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی ایک جماعت آپ کے فضل و کمال پر شاہد عدل ہے۔ آپ شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن محدث رحمہ اللہ کے بعد مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس اعلیٰ قرار پائے جہاں سے آپ کے ہاتھوں صدہا طلباء فارغ التحصیل ہو کر ہدایت خلق اللہ اور سلسلۂ درس و تدریس میں مشغول ہیں پھر خدائے پاک کو منظور ہوا کہ ملک گجرات کو خاص طور پر آپ کی ذات ستودہ صفات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے اس لئے بمقتضائے "رحمت حق بہانہ می جوید" ایسے اسباب پردۂ غیب سے ظہور میں آئے کہ آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کو مشرف فرمایا اور بیک چشم زدن ایک چھوٹی سی درسگاہ کو دارالعلوم کے درجہ تک پہونچا دیا اور اس طرح ہندوستان میں بجائے ایک کے دو دارالعلوم تشنگانِ علوم کے لئے جلوہ افروز ہوئے .... رئیس المتکلمین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے اوصاف حمیدہ اظہر من الشمس ابین من الامس ہیں۔ خدمت علوم دینیہ کے ساتھ تحریر میں آپ کے زور قلم اور تقریر میں آپ کی فصیح الکلامی اور شیریں بیانی نے آپ کی شہرت میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ آپ کی تصانیف عوام و خواص دونوں میں مفید ثابت ہوئیں .... حضرت مولانا احمد بزرگ ایک مدت تک ہمارے اسی شہر رنگون میں قیام فرما کر بحیثیت مفتی اعظم مسلمانان برما کو اپنے فیوض و برکات سے بہرہ یاب فرما چکے ہیں "عیاں را چہ بیاں" اب ڈابھیل میں دارالعلوم کی روح رواں آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ اور آپ ہی کے زیر اہتمام یہ دارالعلوم نمایاں خدمات انجام دے رہا ہے (ایضاً ص۵۳-۵۴ مختصراً)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں "حضرات کرام! اس موقع پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ میں آپ کے مبارک قدموں میں قدم جبرئیل کی سی حیات بخشی کا

مشاہدہ کر رہا ہوں کیوں کہ آپ ایک عرصۂ دراز تک دار العلوم دیوبند میں مقیم رہ کر جب خطۂ سورت میں رونق افروز ہوئے تو وہاں کا چھوٹا سا مدرسہ دفعۃً دار العلوم کے مرتبہ کو پہنچ گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مقدس حضرات! میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہوں کہ مجھے ہندوستان کی مجالس علمیہ کا لطف سمندر پار بھی نصیب ہو گیا

(ایضاً ص ۵۶ – ۵۷)

اس موقع پر اہل سخن حضرات کی طبیعتیں بھی کھلیں چنانچہ فارسی اور عربی میں مدحیہ اشعار اور قصائد بھی پیش کئے گئے جن کو ہم ان شاء اللہ اخیر میں ذکر کریں گے۔

پانی کے نلوں کا انتظام

حضرت شاہ صاحب نے سال گذشتہ کے جلسۂ دستار بندی میں اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ جامعہ میں طلبہ اور مدرسین کی راحت کے لئے پانی کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔ اس کے چند ہی ماہ کے بعد جناب سیٹھ حاجی یوسف گارڈی صاحب نے اس کام کی تکمیل کا ارادہ کر لیا تھا۔ مولوی محمد موسیٰ میاں نے بھی اس کام کے لئے افریقہ میں چند اور مخیر حضرات کو تیار کر لیا تھا لیکن یہ سعادت باقیہ سیٹھ اسحاق اسماعیل داؤدجی مرحوم کی اہلیہ اور ورثہ کی قسمت میں مقدر تھی۔ مرحوم کے ورثہ نے بہت جلد انجن اور پمپ وغیرہ بھیج دئے اور مسجد دار الطلبہ، دار الاساتذہ اور مطبخ وغیرہ کے لئے مختلف مقامات پر نل لگا دیے گئے اور پانی کی تکلیف کلیۃً رفع ہو گئی۔

بجلی کی روشنی کا انتظام

اس کے ساتھ ہی سیٹھ صاحب مرحوم کے ورثہ نے جامعہ کیلئے بجلی کی روشنی کا بھی انتظام فرما دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ جامعہ کی مسجد، درسگاہیں، طلبہ کے کمرے، مطبخ اور گذرگاہیں

اور احاطۂ جامعہ تقریباً دو سو ۲۰۰ قمقموں کی روشنی سے بقعۂ نور بن گیا۔

بجلی گھر

انجن، جنریٹر اور پمپ وغیرہ کیلئے ایک مستقل مکان کی ضرورت تھی وہ بحمدہ تعالیٰ تیار ہو گیا اسی طرح جامعہ کی احاطہ بندی بھی ہوئی پانی کی پرانی ٹنکی کو جو جامعہ کے باغ میں پہلے سے موجود تھی مزید چار فٹ اونچا کیا گیا۔ اب حضرات اساتذہ اور عزیز طلبہ کو پانی اور روشنی کی پوری سہولت حاصل ہو گئی۔ (ایضاً ص ۵۹ – ۶۰)۔

سالانہ جلسہ

۱۰ / شعبان سنہ ۱۳۴۹ھ کو حسب دستور سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں اطراف و اکناف کے ہزارہا عقیدت مندوں نے والہانہ شوق و ذوق کے ساتھ شرکت کی۔ مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے حقائق علمیہ سے لبریز نہایت مؤثر وعظ فرمایا۔ پھر علامہ عثمانی نے اپنی سحر بیانی سے لوگوں کے قلوب کو گرمایا اس جلسہ میں کچھ سربرآوردہ برادرانِ وطن نے بھی شرکت کی۔ وڈیا پیٹھ احمد آباد کے پرنسپل مسٹر کاکا کیلکر نے ایک تقریر بھی کی جس میں اسلامی خوبیوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد دستار بندی ہوئی۔ سندیں اور انعامات تقسیم کئے گئے۔ باون ۵۲ طلبہ کو دستار باندھی گئی۔ (ایضاً ص ۶۱)۔

سنہ ۱۳۵۰ھ

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو
عذر تقصیرات ما چنداں کہ تقصیرات ما

سالہائے گذشتہ کے تذکرہ میں جامعہ کے مختلف تعمیری ضرورتوں کی تکمیل کا بیان ہو چکا ہے تاہم اس سلسلہ کی بعض نہایت ہی اہم ضروریات کی تکمیل کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تھا۔ سب سے بڑی ضرورت درسگاہوں کی تعمیر تھی۔ جامعہ کی قدیم عمارت اگرچہ گیارہ درسگاہوں پر مشتمل ہے لیکن مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے لئے یہ عظیم الشان عمارت بھی

بالکل ناکافی ثابت ہوئی قدیم درسگاہ زیادہ سے زیادہ درجات عربیہ کیلئے اس وقت کافی ہوسکتی تھی جب کہ وہاں سے گجراتی، اردو اور تجوید کے درجات بالکل جدا کردئے جاتے جن کیلئے ظاہر ہے مستقل درسگاہوں کا انتظام ضروری تھا۔ دوسری شدید ضرورت کتب خانہ کی تھی سابق کتب خانہ (جو عربی درسگاہ کے شمال مغربی گوشہ والے کمرے میں تھا) کتابوں کے علی الترتیب رکھنے کیلئے بھی ناکافی تھا۔ اساتذہ اور طلبہ کے مطالعہ کیلئے اس میں کہاں سے گنجائش ہوتی، اسی طرح دفتر اہتمام اور اس کی ضروریات کیلئے بھی ایک مستقل اور علیحدہ مکان کی ضرورت تھی پھر جامعہ کی عمارات میں ایک بڑی کمی مستقل مہمان خانہ کی بھی تھی جس کے نہ ہونے سے مہمانوں کو بسا اوقات تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ ان تمام ضرورتوں کے پیش نظر ایک ایسی وسیع وعریض عمارت کا ہونا لابدی تھا جو ان تمام ضرورتوں کے لئے کافی ہو چنانچہ اسی سال احاطۂ جامعہ کی شرقی جانب اس عمارت کی بنیاد اساتذہ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی (ایضاً ص ۶۶-۶۷)

ان اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیری بھی تھے اور ظاہر ہے کہ پہلی اینٹ آپ ہی کے ہاتھ سے رکھی گئی ہوگی چنانچہ یہی مشہور بھی ہے۔ اسی لئے اس عمارت کا نام "انور بلڈنگ" ہے۔ اس میں دس ۱۰ درسگاہیں، ایک مہمان خانہ، ایک دفتر، دو ۲ کمرے بالائی اور دو ۲ کمرے کتب خانہ کے لئے۔ کل سولہ ۱۶ کمرے تھے۔ یہ عمارت ستائیس ۲۷ ہزار میں تیار ہوئی تھی۔ ایکلوایا خاندان کے معزز افراد نے کتب خانہ کے ایک حصہ کیلئے تقریباً تین ۳ ہزار کی رقم عنایت فرمائی تھی

(ایضاً ص ۶۷)

موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ، نے ۱۳۸۵ھ میں اس کی مرمت کرائی اوپر چار کمروں کی جگہ خالی تھی وہاں چار کمرے بنوائے، ٹین پرانے ہوگئے

تھے ان کو ہٹا کر نئے ٹین کی چھت ڈالی۔ سائبان کی چھت پختہ سمنٹ کی بنوائی اس میں تقریباً چالیس ہزار روپئے خرچ ہوئے۔

(روداد ۱۳۸۵ھ ص ۹۵)

اب اس میں کل ۲۰ کمرے ہوگئے، گیارہ ۱۱ نیچے نو ۹ اوپر اسی بلڈنگ میں کتبخانہ، آفس محاسبی، دار الاہتمام اور مختلف درسگاہیں ہیں۔ اسی میں گھڑی سازی، وائرنگ، جلد سازی اور سلائی کے درجات بھی ہیں جو مدرسہ کے دونوں میقاتوں کے درمیان کھلتے ہیں۔ اسی بلڈنگ کے ایک کمرے میں اس وقت جنریٹر بھی ہے۔

اسی سال ۵۰ھ میں بجلی کے لئے نیا انجن جناب حاجی یوسف گارڈی صاحب نے سترہ ۱۷ ہارس پاور کا عنایت فرمایا جو بجلی، پانی اور چکی تمام کیلئے بہت کافی ثابت ہوا۔ اس سے قبل جو انجن لگا تھا وہ صرف سات ۷ ہارس پاور کا تھا جو تمام ضروریات کیلئے کافی نہیں تھا۔ اسی سال نظام حیدرآباد نے اپنے ادارہ "دائرۃ المعارف" کی تمام قدیم مطبوعات بصرف نصف قیمت پر جامعہ کو عنایت فرمائیں۔ اب کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد چھ ۶ ہزار کے قریب ہوگئی۔

سالانہ جلسہ

اس سال بھی حسب دستور ۱۰ر شعبان کو جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں علامہ کشمیریؒ نے "سفر آخرت" کے موضوع پر تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی جس میں بہت سے اہم مسائل علمیہ پر بے نظیر اور محققانہ تبصرہ فرمایا۔ اس کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے "تحصیلِ علم" پر اپنے خاص انداز بیان میں بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں آپ نے ضرورتِ تحصیل علم پر خصوصیت سے روشنی ڈالی۔ آخر

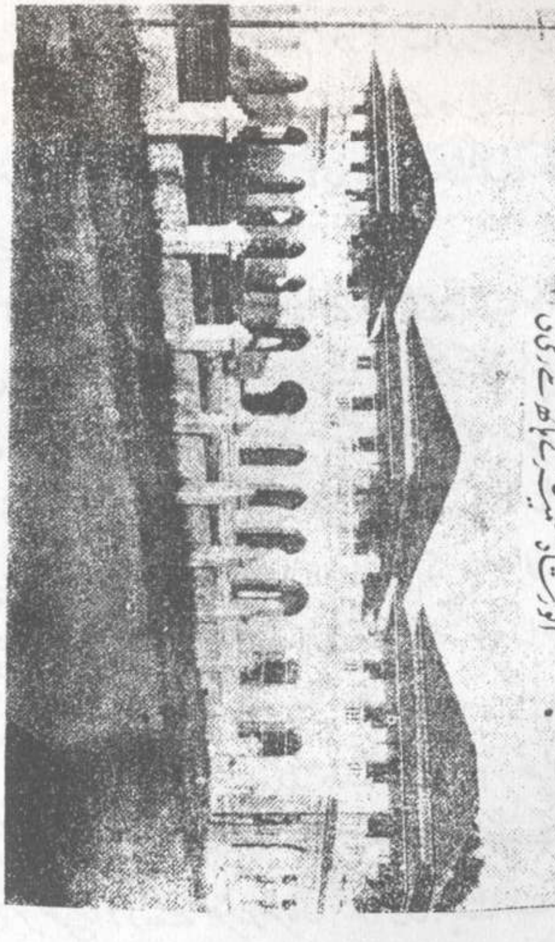

انور بلڈنگ۔ قبل اضافہ ۱۳۵۰ھ —— اس کی بنا حضرت علامہ
انور شاہ کشمیریؒ کے ہاتھ سے رکھی گئی

میں ان اکابر نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بتیس ۳۲ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی اور اسناد تقسیم ہوئیں (روداد ارد و ۵۰ھ ص ۲۰) ۔

۱۳۵۱ھ اس سال بھی حسب سابق تعلیم جاری رہی ۔ تعلیمی سال کے اختتام پر ۱۰/ شعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا ۔ رات کے اجلاس میں مولانا احمد علی لاہوری (شیخ التفسیر) نے ایک لمبا وعظ فرمایا ۔ صبح کا اجلاس سات بجے شروع ہوا ، ہزاروں کا مجمع تھا ، وسیع وعریض پنڈال لوگوں سے بھرا ہوا تھا ۔ پہلے مہتمم صاحب نے تعلیم وتعمیر اور مالیات سے متعلق مفصل تبصرہ کیا ۔ نیز طلبہ کے لئے جو آرام وآسائش کا انتظام ہے اس کا تذکرہ کیا کہ یہاں نادار طلبہ کے لئے جوتوں اور کپڑوں کا مستقل اور معقول انتظام ہے ۔ حاجت مند طلبہ کو ان کی متفرق ضروریات کیلئے ایک روپیہ ماہوار وظیفہ بھی دیا جاتا ہے ۔ پھر علامہ کشمیریؒ نے " زندگی اور موت " کے عنوان سے طویل وعظ فرماکر لوگوں پر ایک عجیب کیفیت اور اثر طاری کر دیا ۔ اس کے بعد علامہ عثمانیؒ نے " مدارس اسلامیہ اور علماء اسلام کی ضرورت " پر مدلل وعظ فرمایا ۔ اس کے بعد چھیالیس ۴۶ فضلاء کی دستار بندی ہوئی اور سندیں تقسیم ہوئیں جلسہ ختم ہونے پر حسب دستور کھانا تناول فرماکر آنے والے رخصت ہوئے

(روداد ارد و ۵۱ھ ص ۴۳)

حضرت شاہ صاحب نے سال گذشتہ بھی سفر آخرت کے موضوع پر تقریر فرمائی تھی اس سال بھی تقریباً یہی موضوع رہا ۔ شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ جلد ہی آپ یہ سفر اختیار کرنے والے ہیں کسے معلوم تھا یہ آپ کا یہاں آخری وعظ ہے آئندہ سال نگاہیں آپ کو تلاش کرتی ہوں گی اور نہ پاکر غم کے آنسو بہائیں گی ۔

ڈابھیل جیسی دور دراز جگہ کا سفر علامہ کو راس نہیں آیا۔ آب و ہوا بھی موافق نہ آئی۔ بواسیر کے دورے پڑنے لگے۔ آہستہ آہستہ مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ سال گذشتہ بڑی مشکل سے تمام ہوا تھا ضعف کے مسلسل بڑھتے رہنے کی وجہ سے خطرہ ہو رہا تھا کہ کہیں درمیان سال ہی میں ہمت جواب نہ دے جائے اور کتاب ختم ہونے سے رہ جائے۔ خیر کسی طرح سال پورا ہو گیا۔ سالانہ جلسہ کے بعد دیوبند تشریف لے گئے وہاں بھی بیماری بڑھتی گئی۔ شوال میں آئے اور پڑھانے کی بالکل ہمت نہ ہوئی ورنہ شاہ صاحب کو جامعہ سے اتنا لگاؤ تھا کہ اگر کبھی طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے ڈابھیل چھوڑنے کی بات کہی جاتی تو فرماتے "میں نے جامعہ سے نباہ کرنے کا قول و قرار کر لیا ہے۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے میں اپنے قول و قرار سے پھر نہیں سکتا۔"

(روداد ؁۵۱ھ ص ۳۲)

۳؍ شوال ؁۱۳۵۱ھ کو آپ نے اپنے ہاتھ سے دیوبند سے ایک خط مہتمم جامعہ کے نام لکھا جس میں بیماری میں تخفیف نہ ہونے کا ذکر ہے اور لکھا ہے "قرینہ نہیں کہ میں ایک سبق بھی نبھا سکوں۔ پار سال بھی ایسا ہی خطرہ عاجز کو پیدا ہو گیا تھا لیکن باشکال کتاب پوری ہوئی۔ ان حالات کو دیکھ کر ارادہ ہو گیا ہے کہ احقر مدرسہ تعلیم الدین سے سال بھر کی رخصت لے لے۔

(مکتوب گرامی بلفظہ)

اس خط کو پا کر مہتمم جامعہ اور دیگر خیر خواہانِ جامعہ نے حضرت شاہ صاحب کے پاس خطوط لکھے جس میں اپنی حسنِ عقیدت و ارادت کا اظہار کیا اور ڈابھیل تشریف لانے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں دیوبند سے ۱۲؍ شوال کو مندرجہ ذیل خط مولانا ادریس صاحب (سکھرو ڈوی) کے ذریعہ لکھوایا۔ اصل خط فارسی میں ہے اس کا حاصل یہ ہے۔

جناب مولانا احمد اور مولانا اسماعیل گارڈی صاحبان!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ تمام حضرات کے خطوط موصول ہوئے انگشت نیاز سے کھول کر نظرِ اخلاص سے پڑھا، آپ کی سابق مہربانیاں ہمارے ساتھ ہیں۔ میں ان کا شکر گذار ہوں "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" آپ لوگوں نے جتنی مہربانیاں ہمارے ساتھ کی ہیں، ان کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ آپ اس کی فکر نہ کریں فقط اتنی بات ہے کہ صحت اچھی نہیں ہمت بالکل جواب دے چکی ہے۔ گذشتہ سال ہی خطرہ تھا کہ کتاب ختم نہ ہو گی تو مدرسہ کا نقصان ہو گا مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پوری ہو گئی۔ آئندہ پورا خطرہ ہے کہ درمیان سال میں لاچار ہو جاؤں۔ اس لئے پہلے ہی عرض کر دیا اس کے علاوہ کوئی دوسری وجہ نہیں ہے۔ لاہور رہنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے نہ اس سال جانے کا خیال ہی ہے البتہ تھوڑی مدت دیوبند پھر کشمیر میں گذارنے کا ارادہ ہے اس درمیان میں آپ لوگوں سے ملاقات کا بھی خیال ہے۔

۔ آپ لوگ پوری توجہ اور لگن سے مدرسہ کو چلائیے کوئی ضروری نہیں کہ میری ذات پر بھروسہ ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت مزید عطا فرمائے اور خدا کرے یہ دینی کام نہ رکے۔

والسلام

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ بقلم محمد ادریس ۱۲؍ شوال ؁۱۳۵۱ھ دیوبند

(روداد اردو ؁۵۱ھ ص ۲۳)

(و گجراتی ص ۳۴ - ۳۵)

اس کے بعد مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ رح دیوبند تشریف لے گئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش فرمائی کہ جب تک طبیعت درست نہیں ہو جاتی اس وقت تک پڑھانا چھوڑ دینے کا جناب کا ارادہ بالکل بجا ہے ہم بھی یہی رائے دیں گے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ جناب والا اتنے زمانہ تک جامعہ ہی میں قیام فرماویں تاکہ ہم خدام آپ کے فیض صحبت سے بالکل محروم نہ رہیں۔ بخاری شریف پڑھانے کی خدمت کسی اور کے سپرد کی جائے گی۔

شاہ صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس طرح قیام کی صورت میں جامعہ سے تنخواہ نہیں لے سکتا مہتمم صاحب نے فرمایا کہ جناب حاجی موسیٰ میاں اور جناب حاجی یوسف گارڈی صاحبان تنخواہ کے بقدر رقم اپنی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس پر شاہ صاحب نے یہ درخواست قبول فرمالی۔

طبیعت کے ذرا درست ہونے کے بعد ڈابھیل تشریف لانے کا پختہ ارادہ تھا لیکن بجنور، امرتسر اور لاہور وغیرہ کے ضروری سفر سے واپس ہوئے تو طبیعت بہت سخت خراب ہو گئی۔ تھوڑے دنوں بعد کچھ افاقہ ہوا تو گرمی شروع ہو چکی تھی اور والد محترم سے ملاقات ہوئے ڈھائی برس ہو گئے تھے۔ ان کا، بھائیوں کا اور دوسرے رشتہ داروں کا تقاضا بھی تھا کہ امسال گرمی کا موسم کشمیر میں گذاریں۔ شاہ صاحب نے سوچا تھا کہ گرمی کا موسم کشمیر میں گذار کر ڈابھیل چلا جاؤں۔

(روداد ۵۱ھ ص۲۲ و گجراتی ص۳۲-۳۳)

ادھر شوال ۵۱ھ میں دورۂ حدیث کے اسباق کی تقسیم اس طرح ہوئی

بخاری شریف علامہ کشمیری کے پاس، ترمذی شریف مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس، ابوداؤد اور مسلم مولانا سراج احمد رشیدی کے پاس۔ مولانا عبدالوحید صدیقی فتحپوری جامع تقریر[1] بخاری علامہ عثمانی مقدمۂ تقریر بخاری میں مندرجہ بالا تقسیم اسباق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پہلے مولانا سراج احمد صاحب رشیدی کے پاس اسباق شروع ہوئے۔ پہلے ہی دن جب کہ ابوداؤد شروع کرائی فرمایا کہ کتاب مجھ سے حل کر لو تقریر حضرت شاہ صاحب اور مولوی شبیر احمد عثمانی سے سننا۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کا حق ادا فرماتے اور اس خوبی سے مسلک حنفی کے ساتھ احادیث کی تطبیق فرماتے کہ ذرا بھی اشکال باقی نہ رہتا تقریر طویل نہ ہوتی لیکن مسئلہ پوری طرح منقح ہو جاتا، چند ہی دن گذرے تھے کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبند سے تشریف لائے اور ساتھ ہی یہ بھی خبر لائے کہ حضرت شاہ صاحب کی طبیعت ناساز ہے ابھی نہ آسکیں گے۔ آنے کے بعد ہی ترمذی شریف کا سبق شروع ہو گیا۔ پہلے ہی دن سبق کا قلب پر یہ اثر پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا افضل فرمایا کہ اس مبارک درسگاہ اور ان بلند پایہ اساتذہ تک پہونچا دیا۔ اس پر جس قدر بھی اس کا شکر ادا کیا جائے کم ہے .... ادھر یہ اسباق ترمذی ابوداؤد مسلم کے جاری تھے اُدھر تمام طلبہ کو شاہ صاحب کا بے چینی سے انتظار تھا لیکن اطلاعات مایوس کن آنے لگیں تو دل ٹوٹنے لگا۔ دورۂ حدیث کی اس جماعت میں متعدد طلبہ وہ تھے جو بعض مدارس کے اچھے اساتذہ تھے اور صرف شاہ صاحب

---

[1] اس تقریر کی جلد اول محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ کی تصحیح و نظر ثانی کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

سے استفادہ کی خاطر آئے تھے۔" (مقدمۂ تقریر بخاری علامہ عثمانی)

امید تھی کہ کچھ دنوں بعد علامہ کشمیری صحت یاب ہو کر تشریف لائیں گے اور یہ دور دور سے آئے ہوئے طلبہ مستفید ہو سکیں گے اسی انتظار میں دِن گذرتے گئے۔ ذیقعدہ اور ذی الحجہ بھی گذر گئے۔ ۵۱ھ ختم ہو کر ۵۲ھ شروع ہو گیا۔

۱۳۵۲ھ ماہ محرم بھی گذرنے لگا شاہ صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ ایک دو روز میں کشمیر کے لئے روانہ ہو جائیں گے اور کچھ دن گذار کر ڈابھیل جائیں گے کہ اچانک دو ۲ صفر بروز اتوار پھر خون بڑی مقدار میں خارج ہوا اور ضعف بڑھتا گیا تا آنکہ ۲ر صفر کا دن گذار کر رات میں نصف شب کے بعد جو نزولِ رحمت کا خاص وقت ہے علم و ہدایت کا یہ چراغ ہمیشہ کیلئے گُل ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ

جو طلبہ شاہ صاحب کے انتظار میں تھے وہ آپ کے فیض سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے بلکہ پوری علمی دنیا، مدارس اور علماء یتیم ہو گئے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے لئے یہ حادثہ بڑا ہی جانکاہ اور صبر آزما تھا۔ مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ لکھتے ہیں۔

"بیشک جامعہ کی تاریخ میں ۳ر صفر ۱۳۵۲ھ کا حادثۂ جانکاہ بڑا ہی درد انگیز اور صبر آزما حادثہ تھا جس کی تلخی کو ارکانِ جامعہ خصوصاً اور متوسلین جامعہ عموماً کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے ہم اس جاں گسل سانحہ پر جس قدر بھی ماتم کریں، اور ایسی بلند شخصیت کے ظلِ عاطفت سے محروم ہو جانے پر جس قدر بھی غم و اندوہ تاسف و تحسر کا اظہار کریں وہ کم ہے۔ (روداد اردو ۵۲ھ ص ۲)

۳ر صفر ۵۲ھ مطابق ۲۹ر مئی ۱۹۳۳ء کو تقریباً ایک بجے دوپہر کو مولانا حکیم سید محفوظ علی کا تار دیوبند سے خرمن ہوش و حواس پر برق خاطف بن کر گرا۔ فوراً جامعہ تین دن کے لئے بند کر دیا گیا۔ صبح و شام طلبہ و مدرسین دارالحدیث مسجد اور درسگاہوں میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن کا ختم کرتے، کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے رہے، ایک سو سے زیادہ ختم قرآن صرف جامعہ اسلامیہ میں کیا گیا ۴ر صفر مطابق ۳۰ر مئی کو عصر کے بعد دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا جس میں ڈابھیل و سملک کے حضرات بھی شریک ہوئے۔ دعا کے بعد مولانا شبیر احمد عثمانی نے شاہ صاحب کے مختصر احوال بیان کئے جس پر تمام مجمع ہچکیوں کے ساتھ رو رہا تھا اور بعض طلبہ بے اختیار دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے یہ اجتماع صرف دعا کے لئے تھا۔ عظیم الشان جلسۂ تعزیت کے لئے ۲ر جون بعد الجمعہ کا وقت مقرر کیا گیا تا کہ آس پاس کے گاؤں کے حضرات بھی شریک ہو سکیں اسی دن بہت سے مدرسین اور ڈابھیل و سملک کی انجمنوں کی طرف سے تعزیتی خطوط اور تار مولانا حکیم سید محفوظ علی کے نام دیوبند اور شاہ صاحب کے والد محترم معظم شاہ کے نام کشمیر روانہ کئے گئے۔

(روداد اردو ۵۱ھ ص ۷-۸ و گجراتی ۵۱ھ ص ۲۲)

۲ر جون مطابق ۷ر صفر بعد الجمعہ تعزیتی جلسہ جامعہ کے دارالحدیث میں منعقد ہوا۔ مولانا عثمانی کو جلسہ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اطراف سے لوگ آ کر جمع ہو گئے تھے۔ پہلے طلبہ نے عربی فارسی اور اردو میں مراثی پڑھے جن میں شاہ صاحب کے کمالات اور آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اس کے بعد علامہ عثمانی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے لیکن اداسی اس قدر چھائی ہوئی تھی اور دل اس درجہ افسردہ تھا کہ دس پندرہ ۱۵ منٹ تک تقریر نہ کر سکے، آواز بھرا گئی، ایک سناٹا چھایا ہوا

تھا، ہر ایک کے دل سے آہ انور شاہ آہ انور شاہ کی آواز نکل رہی تھی ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہ آیا ہوگا۔ مولانا عثمانی نے دل پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کی اور ہمت کرکے تقریر شروع فرمائی۔ فرمایا:

”مرحوم کی وفات کی خبر جب سے سُنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری علمی دنیا کا آفتاب غروب ہوگیا آپ کی وفات سے درحقیقت طلبہ یتیم نہیں ہوئے کہ ان کو پڑھانے والے اور میسر ہو جائیں گے بلکہ پڑھانے والے اساتذہ اور علماء یتیم ہوگئے۔ اس لئے کہ اب قرآن وحدیث کی ہماری مشکلات کو حل کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ کتنی دفعہ ایسا ہوا کہ قرآن وحدیث کے کسی اشکال کو حل کرنے کے لئے پندرہ بیس دنوں تک میں نے کتابوں کا غور سے مطالعہ کیا تمام متعلقہ مقامات کی چھان بین کی لیکن دل کو اطمینان نہ ہوا۔ مرحوم شاہ صاحب کی طرف رجوع کیا تو آپ کے مختصر ہی جواب سے تشفی ہوگئی۔ مرحوم کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ جس کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لیتے جب ضرورت ہوتی تو فوراً صفحہ اور سطر کے ساتھ حوالہ دیدیتے تھے، مگر آپ کا کمال صرف حافظہ کی قوت، مطالعہ کی کثرت اور نظر کی وسعت نہیں بلکہ آپ کا کمال میرے نزدیک یہ تھا کہ ہر علم کی روح پر آپ مطلع تھے اور حقیقتاً یہی علم کی معراج ہے۔ مجھ سے اگر مصر یا شام کا کوئی شخص پوچھے کہ تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین بن دقیق العید اور سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے؟ تو میں استعارۃ کرکے کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ کیوں کہ صرف صدیوں کے آگے پیچھے ہونے کا فرق ہے۔ اگر شاہ صاحب چھٹیں یا ساتویں صدی میں ہوتے تو آپ کا رتبہ اُن ہی علماء کے برابر ہوتا۔ اور آپ کے اُن ہی کی طرح مدّتوں تذکرے کئے جاتے اس کے علاوہ یہ کہ بہت سے اہل علم غیر متورع ہوتے ہیں اور بہت سے

درویش غیر عالم ہوتے ہیں بعض عالم اور بزرگ بھی لیکن اخلاق محمدی پر پورے نہیں اترتے آپ ان سب کے جامع تھے پھر یہ کہ فرض کرو کوئی علم ورع اخلاق سب ہی جمع کرلے لیکن اس پر نورانی صورت کہاں سے لائے وہ تو قبضہ کی چیز ہی نہیں۔ یہ بھی خدا کا بڑا انعام ہے۔ انبیاء علیہم السلام سب حسین و وجیہ تھے ان کے چہرے کو دیکھتے ہی ان کے صدق وصفا اور اخلاص کا یقین ہو جاتا تھا۔ حضرت شاہ صاحب میں یہ چیزیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ جلسوں، مناظروں میں اور ریلوں میں سفر کرتے وقت جہاں آپ کے علم وفضل کا غیر معمولی اثر و رعب پڑتا تھا وہاں آپ کے منور چہرہ کا بھی ہر کافر ومشرک کے دل پر نمایاں اثر ہوتا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

لیس علی اللّٰہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

شروع عمر میں آپ کی توجہ تصوّف کی طرف کم تھی لیکن آخر عمر میں اس کی طرف بھی بہت زیادہ انہماک ہوگیا تھا مشکلات وہموم میں جس صبر و استقامت کا مظاہرہ فرماتے وہ آپ ہی کا حصّہ تھا چنانچہ دیوبند کے مناقشہ میں ہم ان کے پہلے سے زیادہ معتقد ہوگئے۔ سچ ہے

الصدر من یلقی الخطوب بصدرہ
وبصبرہ وبحمدہ وبشکرہ

اسی طرح ممدوح کے اور بھی مناقب بیان فرمائے۔

اس کے بعد راندیر سے تشریف لائے ہوئے مفتی مہدی حسن صاحب نے شاہ صاحب کی علمی زندگی پر روشنی ڈالی بعدہٗ مہتمم جامعہ نے مرحوم کی علمی وعملی زندگی کا تذکرہ کیا اور خاص طور سے ۲۷/ رمضان ۴۶ھ کے اس خواب کا ذکر کیا

جس میں علم حدیث کی خدمت کے لئے آپ کو اشارہ فرمایا گیا تھا جس کی تعبیر ان ہی حضرات کو جامعہ میں لانے سے کی گئی تھی۔ نیز بتایا کہ یہ جامعہ مرحوم کی یادگار ہے آپ لوگوں کو اس کے بقاء اور تحفظ و ترقی کے لئے ہر ممکن اعانت کرنی چاہیئے۔

پھر علامہ عثمانی سے یہ درخواست کی کہ جامعہ کی ہر طرح کی خصوصاً تعلیمی انتظام کی سرپرستی آپ ہی کے ذمہ ہے اس کو قبول فرما کر ہمیں شکریہ کا موقع عنایت کیجئے۔ نیز تمام حضرات سے درخواست کی کہ مرحوم کے پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔

(روداد اردو ۵۱ھ ص ۹ تا ۱۱ وگجراتی ۵۱ھ ص ۲۲-۲۳)

علامہ عثمانی نے فتح الملہم شرح صحیح مسلم کی مشغولیت کی وجہ سے پہلے تو عہدۂ صدارت سنبھالنے سے معذرت ظاہر کی لیکن کارکنانِ مدرسہ اور طلبہ کی طرف سے باصرار درخواست کی گئی کہ اس وقت حضرت شاہ صاحب کی اگر کوئی ہستی جانشینی کر سکتی ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ہے اور اب ہمارے مجروح دلوں کا اگر کوئی مرہم بن سکتا ہے تو وہ آپ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔ بار بار کے اصرار اور درخواست سے مولانا نے ازراہِ عنایت استدعاء قبول فرمائی ادر عہدۂ صدارت کو زینت بخشی۔

(روداد اردو ۵۱ھ ص ۴۰-۴۱)

مہتمم جامعہ لکھتے ہیں "اس سلسلہ میں یہ جان لینا بھی مناسب ہے کہ حضرت مرحوم کی وفات کے بعد ہم کو بہت فکر تھی کہ مرحوم کے بال بچوں کا خرچ کیسے چلے گا آپ نے اپنی پوری زندگی خدا کے بھروسہ گذاری کوئی ملکیت اور دولت نہیں چھوڑی لیکن فضلِ خداوندی یہ کب گوارہ کرتا کہ یہ ضائع ہوتے

سیٹھ حاجی موسیٰ میاں مقیم جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) نے اس کے لئے ایک رقم مقرر کردی جس سے ہماری فکر دور ہوئی۔

(ایضاً ص ۲۲)

اس سانحہ کے بعد بخاری شریف کا سبق حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے سپرد ہوا اور ترمذی شریف جو اس وقت تک بابُ ما جاء فی الترجیع فی الاذان کے ختم تک ہوچکی تھی حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب کے پاس آگئی جس کا پہلا سبق ۱۳؍ صفر ۱۳۵۲ھ یوم چہارشنبہ کو باب فی افراد الاقامہ سے شروع ہوا اور حضرت علامہ عثمانی کے یہاں اسی دن بوقت ساڑھے آٹھ ۸½ بجے بخاری شریف کا سبق شروع ہوا۔

(مقدمۂ تقریر بخاری از مولانا عبدالوحید صدیقی)

چونکہ بخاری شریف دیر سے شروع ہوئی تھی اس لئے حضرت نے اس سال بڑی محنت فرمائی حتی کہ وہ فضلاء اور اساتذہ جو حضرت شاہ صاحب ہی سے استفادہ کے لئے آئے تھے اور برسوں پڑھا کر آئے تھے وہ بھی بہت ہی خوش اور مطمئن تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد عصر کے بعد بھی سبق ہونے لگا، اس محنت شاقہ کا اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۳؍ رجب ۵۲ھ کو بخاری شریف ختم ہوگئی۔ (ایضاً)۔

اسی سال ۲۰؍ ربیع الاول ۵۲ھ کو مولانا سید سلیمان ندوی جامعہ تشریف لائے معائنہ کے رجسٹر میں تحریر فرماتے ہیں "مجھے کل اتفاق سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حاضری کی عزت حاصل ہوئی اور چونکہ مجھے بحمداللہ ان تمام حضرات کرام کی خدمت میں نیاز قدیم حاصل ہے جو اس جامعہ کے روح رواں اور کارکن ہیں اس لئے یہاں کی ہر چیز دیکھنے کا موقع ملا۔ جامعہ کی جائے وقوع،

عمارات اور دوسرے انتظامات ہر شئی قابلِ اطمینان اور سزاوارِ شکرِ الٰہی ہے یہ محض فضلِ الٰہی ہے کہ جن فیوض وبرکات کے ضائع ہوجانے کا افسوس تھا ان کے لئے خداوند کریم نے یہ امن وامان کی سرزمین عطا فرمائی اور ان کو اس خطہ میں جاری ہونے کا موقع عنایت فرمایا گیا جہاں ان کی سخت ضرورت تھی۔

یہاں کے حضرات مدرسین اور رجالِ عمل کے متعلق کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کو مزید برکت عطا فرمادے جو اس جامعہ کے مصارف کی کفالت کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ مجھے بفضلِ خدا پوری امید ہے کہ یہ خطۂ گجرات اس جامعہ کے فضل وکمال کی روشنی سے منوّر ہوگا۔ جامعہ میں اس وقت ۲۳ مدرسین ہیں اور طلبہ کی تعداد چار سو ۴۰۰ کے قریب ہے۔ عربی دینی درسگاہ کے علاوہ اردو گجراتی کے مکتب اور قرأت وتجوید کے درجے ہیں ہند وبیرون ہند کے اکثر طلبہ اس سے فیض پارہے ہیں کتب خانہ گو ابھی ابتدائی حالت میں ہے مگر اس کی تکمیل کی بھی کوشش جاری ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب اور مولانا سراج احمد صاحب کی ذات سے یہ توقع بیجا نہیں کہ حضرت علّامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے جو صدمہ اس جامعہ کو پہونچا ہے اس کی تلافی بہر توع انشاء اللہ ہوگی۔ خوش قسمتی سے اس جامعہ کو مولانا احمد بزرگ صاحب جیسے بزرگ کے اہتمام کی سعادت حاصل ہے ان صاحبوں کی مخلصانہ کوششیں بارگاہِ کریم میں انشاء اللہ قبول ہوں گی اور مسلمانوں کو عموماً اور خطۂ گجرات کو خصوصاً اس جامعہ سے فائدۂ عظیم پہونچے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

خادم علم وعلماء سلیمان ندوی
۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء
(منقول از رجسٹر معائنہ ص ۱۰۴)۔

عکسِ تحریر مولانا سید سلیمان ندویؒ

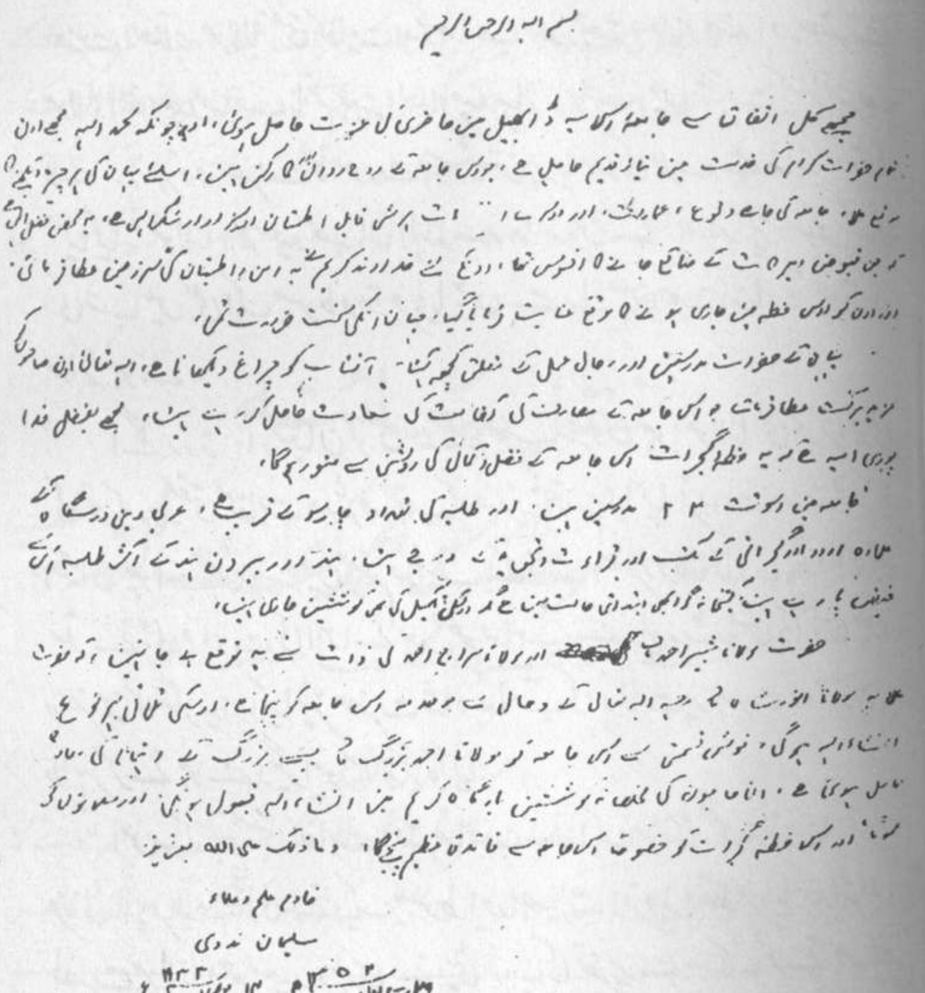

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خادم علم وعلماء
سلیمان ندوی
۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۱۴ جولائی ۱۹۳۳ء

جلسۂ دستار بندی

جیسا کہ معلوم ہوا ۲۳ ر رجب کو بخاری شریف ختم ہو گئی۔ سالانہ امتحان کے بعد دستار بندی کا جلسہ ہوا اس سال نسبتاً مجمع زیادہ تھا اہلِ جامعہ کی استدعا پر ۹ ر شعبان کو دہلی سے حضرت العلاّمہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے ہر دو حضرات کا سورت اسٹیشن پر جامعہ کی طرف سے شاندار استقبال کیا گیا۔ مولانا احمد سعید سحبان الہند نے حاضرین کے اصرار پر دسویں شعبان کی شب میں بھی ایک مبسوط وعظ فرمایا جس سے سامعین بہت زیادہ محظوظ و متأثر ہوئے۔

اگلے روز ۱۰ ر شعبان کو صبح ۷ بجے جلسہ شروع ہوا مولانا علی محمد تراجوی کی تحریک پر مفتی کفایت اللہ صاحب کو صدر منتخب کیا گیا قراءت سے جلسہ کا افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں مہتمم صاحب کے خلف اصغر (مولانا قاری) حافظ محمد رشید سلمہ نے بھی قراءت کی اس کے بعد مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی جس میں حاضرین کا شکریہ ادا کیا نیز حضرت شاہ صاحب کی وفات پر حسرت و افسوس ظاہر کرتے ہوئے دیگر امور کا تذکرہ کیا۔

اس کے بعد مفتی کفایت اللہ صاحب نے ایک جامع، علمی و مذہبی تقریر فرمائی۔ پھر علاّمہ عثمانی نے ایک مبسوط اور بصیرت افروز وعظ فرمایا بعد ازاں حضرت مولانا احمد سعید دہلوی نے اپنی شب کی تقریر سے منسلک کرتے ہوئے ایک نہایت ہی مفصّل تقریر کی ایک بجے تقریر ختم ہوئی اس کے بعد مفتی صاحب کے متبرّک ہاتھوں سے بتیس ۳۲ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی عمل میں آئی اور مخصوص انعامات بھی تقسیم کئے گئے جلسۂ دستار بندی کے لئے جامعہ کے ایک

فاضل مدرس مولانا قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس تجوید نے ایک فصیح و بلیغ عربی نظم اور ایک سلیس اردو نظم لکھی تھی وہ بھی جلسہ میں پڑھی گئی۔

حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب یہاں سے راندیر تشریف لے گئے اور کئی روز تک راندیر اور اس کے اطراف میں آپ حضرات کے مواعظ حسنہ ہوتے رہے جن سے اہل گجرات نے علمی و مذہبی فیوض حاصل کئے۔

(روداد اردو سنہ ۵۲ھ ص ۱۲ تا ۱۴)

ان دو[1] حضرات نے مدرسہ کا معائنہ کرنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات تحریر فرمائے۔

نقلِ معائنہ

مخدوم العُلماء حضرت العلاّمہ مفتی مُحمد کفایت اللہ صاحب

صدر جمعیتِ عُلماءِ ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلّیاً و مسلّماً: خاکسار کو تقریباً پانچ سال کے بعد ڈابھیل حاضر ہونے کا موقع ملا۔ پہلے بحیثیت مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے میں اس کے ایک سالانہ جلسہ

---

[1] حضرت مفتی صاحب سنہ ۱۳۴۳ھ میں تشریف لائے تھے رجسٹر معائنہ میں اچھے تأثرات تحریر فرمائے ہیں اس کے بعد سنہ ۱۳۴۵ھ میں بھی سالانہ جلسہ کیلئے تشریف لائے تھے (روداد سنہ ۱۳۴۵ھ) اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ۱۲ مرتب

عکسِ تحریر مفتی مہدی حسنؒ شاہ جہاں پوری

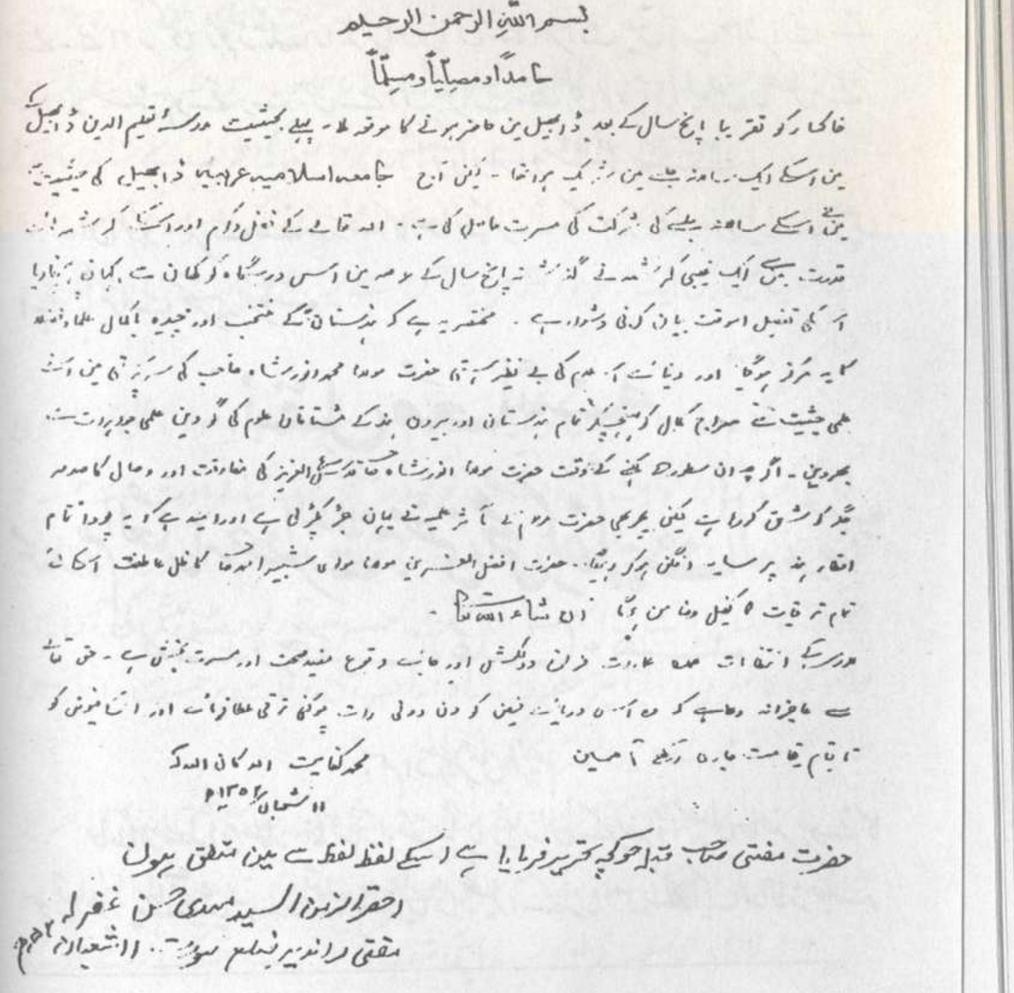

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

خاکسار کو تقریباً پانچ سال کے بعد ڈابھیل میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ پہلے بحیثیت مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل
میں اسکے ایک سالانہ جلسے میں شریک ہوا تھا۔ لیکن آج جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی حیثیت
میں اسکے سالانہ جلسے کی شرکت کی مسرت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکے کرشمہائے
قدرت میں سے ایک غیبی کرشمہ نے گذشتہ پانچ سال کے عرصہ میں اس درسگاہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا
اس کی تفصیل اس وقت بیان کرنی دشوار ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہندستان کے منتخب اور چیدہ باکمال علماء و فضلاء
کا یہ مرکز ہوگیا اور دنیائے اسلام کی بے نظیر ہستی حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کی سرپرستی میں اس نے
علمی حیثیت سے معراج کمال کو پہنچ کر تمام ہندستان اور بیرون ہند کے مشتاقان علوم کی گودیں علمی جواہرات سے
بھردیں۔ اگرچہ ان سطور کے لکھنے کے وقت حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی مفارقت اور وصال کا صدمہ
جگر کو شق کر رہا ہے لیکن پھر بھی حضرت مرحوم کے آثار علمیہ نے یہاں جڑ پکڑلی ہے اور امید ہے کہ یہ پودا تمام
اقطار ہند پر سایہ افگن ہو کر رہیگا۔ حضرت افضل المفسرین مولانا مولوی شبیر احمد صاحب کا ظل عاطفت اس کی
تمام ترقیات کا کفیل و ضامن ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔
مدرسہ کے انتظامات عمدہ عمارات فراخ و دلکش اور جائے وقوع مفید صحت اور مسرت بخش ہے۔ حق تعالیٰ
سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس دریائے فیض کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے فیض کو
تا قیام قیامت جاری رکھے آمین

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ
۱۱ شعبان ۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی صاحب قبلہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے لفظ لفظ سے میں متفق ہوں
احقر الزمن السید مہدی حسن غفرلہ
مفتی راندیر ضلع سورت ۔۔ ۱۱ شعبان ۵۲ھ

میں شریک ہوا تھا لیکن آج جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی حیثیت سے میں نے اس کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی مسرت حاصل کی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے کرشمہائے قدرت میں سے ایک غیبی کرشمہ نے گزشتہ پانچ سال کے عرصہ میں اس درسگاہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس کی تفصیل اس وقت بیان کرنا دشوار ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہندوستان کے منتخب اور چیدہ باکمال علماء و فضلاء کا یہ مرکز ہو گیا اور دنیائے اسلام کی بے نظیر ہستی حضرت مولانا انور شاہ کی سرپرستی میں اس نے علمی حیثیت سے معراج کمال کو پہنچ کر تمام ہندوستان اور بیرون ہند کے مشتاقانِ علوم کی گودیں علمی جواہرات سے بھر دیں اگرچہ ان سطور کے لکھنے کے وقت حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کی مفارقت اور وصال کا صدمہ جگر کو شق کر رہا ہے لیکن پھر بھی حضرت مرحوم کے مآثر علمیہ نے یہاں جڑ پکڑ لی ہے اور امید ہے کہ یہ پودا تمام اقطار ہند پر سایہ فگن ہو کر رہے گا حضرت افضل المفسرین مولانا مولوی شبیر احمد صاحب کا ظل عاطفت اس کے لئے تمام ترقیات کا کفیل و ضامن ہوگا ان شاء اللہ۔ مدرسہ کے انتظامات عمدہ، عمارات فراخ و دلکش اور جائے وقوع مفید صحت اور مسرت بخش ہے۔ حق تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس دریائے فیض کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے فیض کو تا قیامِ قیامت جاری رکھے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ
۱۱ر شعبان ۱۳۵۲ھ

حضرت مفتی صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے لفظ لفظ سے میں متفق ہوں۔

احقر الزمن السید مہدی حسن غفرلہٗ
مفتی راندیر ضلع سورت ۱۱ شعبان ۱۳۵۲ھ

نقلِ معائنہ

حضرت مولانا احمد سعید صاحب

ناظمِ جمعیۃ علمائے ہند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰

حسنِ اتفاق سے فقیر کو جامعۂ ڈابھیل کے سالانہ جلسہ کی امسال شرکت کا موقع میسّر ہوا ایک طویل عرصہ ہوا جب میں ڈابھیل آیا تھا اس وقت ڈابھیل میں صرف ایک مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے جاری تھا جس میں قرآن شریف کے علاوہ بچوں کو بعض ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اس مدرسہ کے بانی مولانا احمد حسن صاحب سملکی کے خلوص اور جذبۂ ایثار کا یہ اثر ہے کہ فقیر اس چھوٹے سے مدرسہ کو آج شاندار دارالعلوم کی شکل میں دیکھ رہا ہے۔ خطۂ گجرات جو کسی زمانہ میں علوم مذہبیہ کا مرکز تھا اور حوادث زمانہ کے باعث ایک مدّت سے برکات علمی کا یہاں وجود نظر نہیں آتا تھا پھر اپنی قدیم شہرت اور گذشتہ تاریخی عزت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرّت ہوئی کہ صوبۂ گجرات کے مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ایسی جامعہ قائم کرلی جہاں نہ صرف گجرات بلکہ ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان کے تقریباً چار سو ۴۰۰ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان طلبہ کی تعلیم کیلئے مختلف علوم وفنون کے ۲۳ مدرسین مقرر ہیں جو اپنے اپنے اوقات میں ان طلبہ کو تعلیم دیتے ہیں۔ اور ان کی اخلاقی تربیت کی نگرانی کرتے ہیں۔ جامعہ کی

عکسِ تحریر سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ

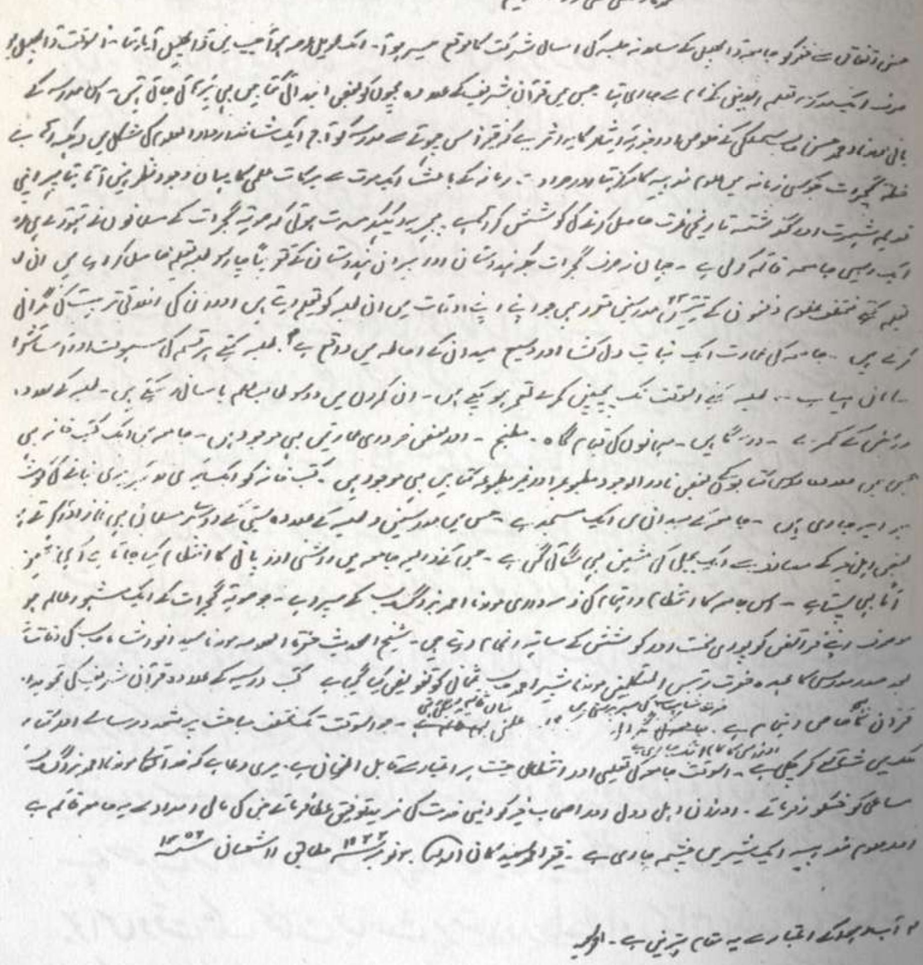

عمارت ایک نہایت دلکشا اور وسیع میدان کے احاطہ میں واقع ہے آب و ہوا کے لحاظ سے یہ مقام بہترین ہے طلبہ کیلئے ہر قسم کی سہولت اور آسائش و آرام کا سامان مہیا ہے طلبہ کیلئے اس وقت تک پچپن ۵۵ کمرے تعمیر ہو چکے ہیں۔ ان کمروں میں دوسو ۲۰۰ طالب علم بآسانی رہ سکتے ہیں۔ طلبہ کے علاوہ مدرسین کے کمرے، درسگاہیں ہیں۔ مہمانوں کی قیام گاہ مطبخ اور بعض ضروری عمارتیں بھی موجود ہیں۔ جامعہ میں ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں علاوہ درسی کتابوں کے بعض نادر الوجود مطبوعہ غیر مطبوعہ کتابیں بھی موجود ہیں کتب خانہ کو ایک بڑی لائبریری بنانے کی کوششیں برابر جاری ہیں۔ جامعہ کے میدان میں ایک مسجد ہے جس میں مدرسین و طلبہ کے علاوہ بستی کے دوسرے مسلمان بھی نماز ادا کرتے ہیں بعض اہل خیر کے مصارف سے ایک بجلی کی مشین بھی لگائی گئی ہے جس کے ذریعہ جامعہ میں روشنی اور پانی کا انتظام کیا جاتا ہے اسی مشین سے آٹا بھی پستا ہے۔ اس جامعہ کا اہتمام و ذمہ داری مولانا احمد بزرگ صاحب کے سپرد ہے جو صوبہ گجرات کے ایک مشہور عالم ہیں موصوف اپنے فرائض کو پوری کوشش اور محنت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ کی وفات کے بعد صدر مدرس کا عہدہ حضرت رئیس المتکلمین مولانا شبیر احمد عثمانی کو تفویض کیا گیا کتب درسیہ کے علاوہ قرآن شریف کی تجوید اور حفظ قرآن کا بھی خاص اہتمام ہے حضرت شاہ صاحب کی سرپرستی میں ایک مجلس علمی یہاں قائم کی گئی ہے جو اس وقت تک مختلف مباحث پر متعدد رسالے اور کتابیں ملک میں شائع کر چکی ہے اور اس کا کام اب تک جاری ہے اس وقت جامعہ کی تعلیمی اور انتظامی حیثیت ہر اعتبار سے قابلِ اطمینان ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا احمد بزرگ صاحب کی مساعی کو مشکور فرمائیں اور ان اہلِ دُوَل اور اصحاب خیر کو

دینی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے جن کی مالی امداد سے یہ جامعہ قائم ہے اور علوم مذہبیہ کا ایک شیریں چشمہ جاری ہے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
۳ رنومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۱ رشعبان ۱۳۵۲ھ
(منقول از رجسٹر معائنہ ص ۱۰۵-۶)

اسی سال جناب مولانا الحاج مرغوب احمد لاجپوری نے جامعہ کے لئے تینتیس ۳۳ مفید و کار آمد درسی کتابیں وقف فرمائیں اس طرح ایک بہترین سنت کی بنیاد ڈال کر ہمیشہ کیلئے مستحق ثواب ہوئے۔

(روداد اردو ۵۲ھ ص ۶)

شوال ۱۳۵۲ھ

علامہ کشمیری کی جگہ مولانا عثمانی کے تقرر کے بعد ضرورت سمجھی گئی کہ کسی ایک اور محدث اور مفسر کا تقرر عمل میں لایا جائے تاکہ تعلیمی معیار بلند کا بلند رہے چنانچہ خوش قسمتی سے ہندوستان کے مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت مولانا الحاج عبد الرحمٰن صاحب امروہی نے جامعہ کی خدمت قبول فرمالی۔ آپ کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ حضرت مولانا الحاج احمد حسن امروہی کے تلمیذ خاص (اور حضرت نانوتویؒ کے تلمیذ) ہونے کے علاوہ سالہا سال تک مدرسہ عالیہ امروہہ میں بعہدۂ صدارت فائز رہ چکے ہیں۔

(روداد اردو ۵۱ھ ص ۴۱)

امسال بھی جامعہ کی تعلیم ۲۵ رشوال سے شروع ہو گئی۔ تمام کتابوں میں طلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ دورۂ حدیث میں بیالیس ۴۲ طلبہ نے داخلہ لیا۔ اس سال تقسیم کا نقشہ یوں تھا۔

	تنخواہ	
۱- حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۷۵/-	بخاری شریف ، صفر ۵۲ھ سے حضرت ممدوح نے عہدۂ صدارت کو زینت بخشی (پہلے آپ کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں تھی حسب ضرورت لیا کرتے تھے لیکن عہدۂ صدارت پر آنے کے بعد شاہ صاحب کی تنخواہ آپ کے نام کے سامنے روداد میں ذکر کی جانے لگی) ۔
۲- حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہی	۱۵۰/-	ترمذی شریف ، مسلم شریف ، بیضاوی شریف بعدۂ نسائی شریف ، توضیح تلویح بعدۂ مسلم الثبوت (شوال ۵۲ھ سے تشریف لائے) ۔
۳- مولانا سراج احمد صاحب بلند شہری	۸۵/-	ابو داؤد شریف ، ہدایہ اولین ، ابن ماجہ بعدۂ موطائین ، نور الانوار بعدۂ حسامی ، دیوان متنبی بعدۂ حماسہ ۔
۴- مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	۶۰/-	مشکوٰۃ شریف ، ملاحسن ، مختصر المعانی ، کنز الدقائق ۔
۵- مولانا محمد ادریس صاحب سکھرو ڈوی	۶۰/-	جلالین شریف ، مقامات حریری ، شرح جامی بحث فعل بعدۂ بحث اسم ، تصریح بعدۂ شرح عقائد ، نور الایضاح بعدۂ قدوری ۔
۶- جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب	۳۰/-	ہدایہ اخیرین ، میر قطبی بعدہ سلّم ۔ (صرف دو سبق پڑھاتے تھے)
۷- جناب مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری	۴۵/-	شرح وقایہ ، قطبی بعدۂ میر قطبی ، شرح تہذیب بعدۂ قطبی ، اصول الشاشی بعدۂ نور الانوار ، کافیہ بعدۂ شرح جامی بحث فعل (آپ جامعہ کے دورِ قدیم سے مدرس ہیں) ۔
۸- جناب مولانا عبدالقدیر صاحب کیمل پوری	۴۰/-	صدرا بعدۂ شمس بازغہ ، حمد اللہ بعدۂ قاضی ، سلم بعدۂ ملاحسن ۔ (۱۵؍ ذی الحجہ سے تقرر ہوا آپ جامعہ کے ہی فاضل ہیں) ۔
۹- جناب مولانا عبدالعزیز صاحب کیمل پوری	۴۰/-	میر زاہد ملا جلال بعدۂ میر زاہد رسالہ ، حسامی بعدۂ مسلم الثبوت ، کبریٰ بعدۂ مرقات و شرح تہذیب ، مراح الارواح بعدۂ شافیہ ، مطول بعدہ شرح عقائد ، (پہلی مرتبہ آپ کا نام ۵۰ھ میں ہے آپ بھی جامعہ کے فاضل ہیں) ۔
۱۰- جناب مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ		میبذی بعدۂ شرح عقائد ، قدوری (لوجہ اللہ پڑھاتے تھے) مجلس علمی کے ناظم تھے ۔
۱۱- جناب مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ	۷۵/-	سراجی ۔

۱۲- جناب مولانا محمد ناظم صاحب ندوی	۴۰/-	ابتدائی جماعت عربی موافق نصاب جدید (ماہ شوال ۵۲ھ سے تقرر ہوا)

(روداد اردو ۵۲ھ ص ۲۲-۲۳)

شوال ۵۲ھ میں مولانا معین الدین صاحب اجمیری اور مولانا سید اصغر حسین صاحب دیو بندی استاذ حدیث دار العلوم دیو بند ڈابھیل تشریف لائے تھے۔ ان حضرات نے اپنے تأثرات مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ

مولانا معین الدین صاحب اجمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آج فقیر کو جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈابھیل کی زیارت کا موقع ملا۔ اس کو مدارس اسلامیہ میں ایک مرکزیت حاصل ہے اس کی عمارات شاندار اور وسیع ہیں اور اس کے مدرسین ارباب فضل و کمال میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ طلبہ کی تمام ضروریات پوری کردی گئی ہیں اور اس خوبی اور حسن انتظام کے ساتھ کہ دوسرے مدارس اسلامیہ میں اس کی نظیر نایاب ہے۔ ایک مشین کے ذریعہ روشنی اور پانی کا انتظام کیا گیا ہے اس کا محل وقوع تدریس و تصنیف کے لئے نہایت مناسب ہے یہ سب کچھ مقامی ارباب خیر کی اعانت اور جناب مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم کی مساعی جمیلہ باکمال علماء کے جذب مقناطیسی

کا نتیجہ ہے۔ حق تعالیٰ اس کو ترقی کے اعلیٰ منازل تک پہنچائے۔ آمین

فقیر معین الدین اجمیری کان اللہ لہ

۶ر شوال ۱۳۵۲ھ

نقل مُعائنہ

مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً! الحمد للہ کہ یہ احقر اپنی جماعت کی ایک ایسی درسگاہ کو دیکھ کر مسرور ہوا جو بفضلہ تعالیٰ فیض یافتگانِ دار العلوم کے فیوض علمیہ سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے اور مخیر و دیندار رؤساء گجرات کی عالی ہمتی سے اس کی بارونق و پُرشان عمارات و درسگاہیں تَسُرُّ النَّاظِرِین کا مصداق ہیں اور اپنے ضروری اور شائستہ ساز و سامان سے علماء و طلبہ کو درس و تدریس و قیام میں سہولت و راحت پہنچا رہی ہیں دعا ہے کہ حق تعالیٰ درسگاہ کو مزید ترقی اور حضرات معاونین کو جزائے حسن عطا فرمائے۔

بندہ فقیر سید اصغر حسین حسنی حنفی مدرس دار العلوم دیوبند

محررہ یازدہم ماہ شوال ۱۳۵۲ھ

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۰۷)

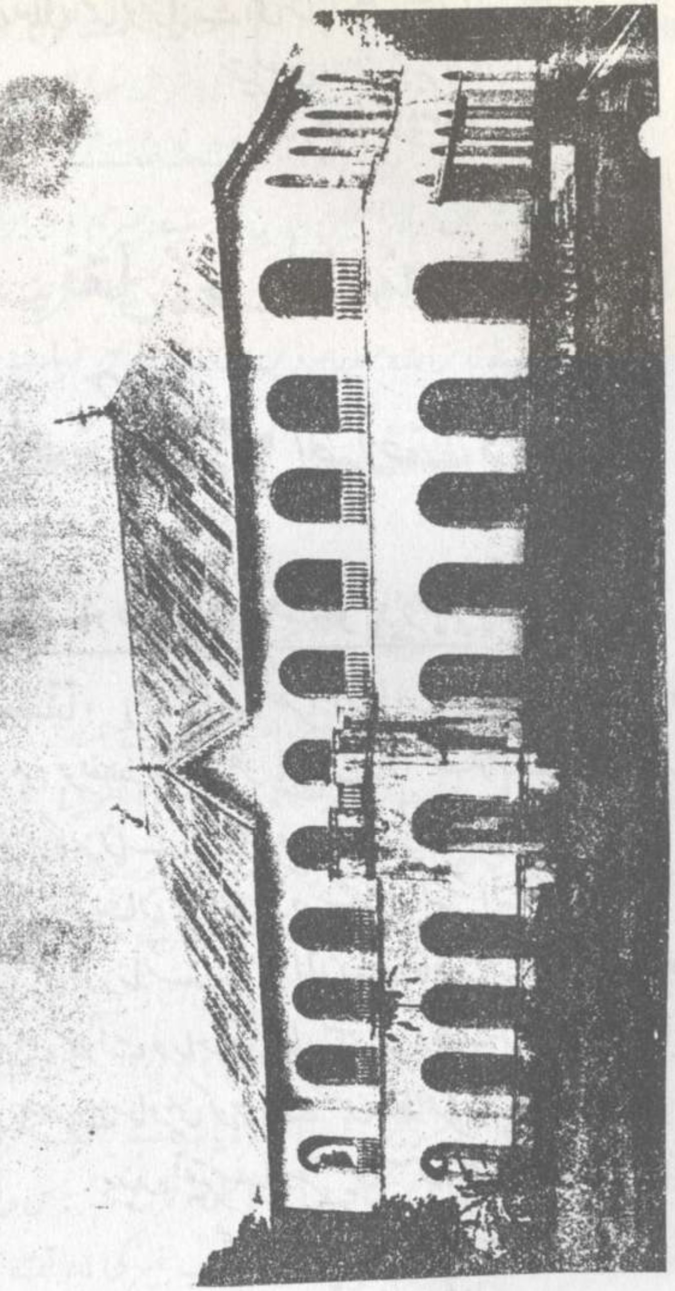

عربی، فارسی درسگاہ
جبکہ اس کی چھت ٹین کی ہے (بحال تجدید چھت سنہ ۱۳۵۳ھ)

۱۳۵۳ھ

۵۲ھ ختم ہوکر سنہ ۵۳ھ شروع ہوگیا۔ مذکورہ بالا تقسیم اسباق کے مطابق تعلیم جاری رہی۔ اس سال مولانا بدر عالم صاحب نے نصف وقت پڑھایا اور نصف تنخواہ لی بقیہ وقت میں شاہ صاحب کی درس بخاری کی تقریر (فیض الباری) کی ترتیب میں مشغول رہے۔ (روداد سنہ ۵۳ھ ص ۴۲)۔ اسی سال شوال سنہ ۵۳ھ میں مولانا یوسف بنوری جو سنہ ۴۷ھ میں فارغ ہوکر وطن کی طرف چلے گئے تھے مدرس بن کر جامعہ میں تشریف فرما ہوئے اسی سال مسجد قدیم کی چھت نئی تعمیر کرائی گئی ہے۔ عربی درسگاہ کی چھت جو کھپریل کی تھی مضبوط ٹین کی بنائی گئی۔ مصر وغیرہ سے کتب خانہ کے لئے مدرسہ کی طرف سے ایک ہزار انچاس ۱۰۴۹ کتابیں دو ہزار نو سو پچاس ۲۹۵۰ روپئے کی لاگت سے منگائی گئیں کچھ کمرے بھی مدرسین حضرات کے رہنے کیلئے بنوائے گئے غلّہ کے گودام کو بھی جو ٹین کا تھا پختہ بنوایا گیا۔ (ایضاً ص ۴۶)

۱۴ / صفر سنہ ۵۳ھ کو مولانا عبد العزیز صاحب خطیب و مدرس جامع مسجد گوجرانوالہ جامعہ تشریف لائے اور رجسٹر معائنہ میں بلند الفاظ میں اس کے انتظامات کی تعریف لکھی اور ترقی کی دعا دی۔ یہ مولانا عبد العزیز "نبراس الساری علی اطراف البخاری" کے مصنف اور نصب الرایہ کے کتاب الحج تک کے محرّج اور محشی ہیں۔ دار العلوم دیوبند سے سنہ ۱۳۱۸ھ میں فارغ ہوئے۔

(تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۹۷/۲)

جلسۂ دستار بندی

۱۰ / شعبان کو جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں مہتمم صاحب نے بتایا کہ دوران سال میں حسب دستور تحتانی درجات کے ماہوار امتحانات اور فوقانی درجات کے سہ ماہی و ششماہی امتحانات ہوئے اور غریب و مستحق طلبہ کیلئے کھانے، کپڑے اور

جوتوں کا انتظام بھی کیا گیا۔ نیز زیادہ نادار اور غریب الدیار طلبہ کو ایک روپیہ ماہوار وظیفہ بھی حسب سابق دیا جاتا رہا جامعہ کے تمام معاونین کا شکریہ ادا کیا۔

اس جلسہ میں شیخ الحدیث والتفسیر علامہ عثمانی نے انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض کی تفسیر وتشریح میں دو ڈھائی گھنٹہ تک تقریر کی۔ حاضرینِ جلسہ آپ کی محققانہ معلومات اور قرآنی علوم ومعارف سے مالامال ہوئے تقریر کے بعد ۳۸ طلبہ کی دستار بندی فرمائی اور مخصوص انعامات تقسیم کئے گئے۔

(روداد اردو ۵۳ھ ص ۲۴ وغیرہ)

اس سال روداد میں صنعت وحرفت کا شعبہ کھولنے کی تجویز پیش کی گئی اسی طرح انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کیلئے علوم دینیہ کی تحصیل کیلئے سہ سالہ نصاب کی تجویز بھی رکھی گئی تاکہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات دین اسلام کی خدمت کا کام انگریزی زبان میں انجام دے سکیں۔ یہ آخری تجویز عملی صورت نہیں اختیار کرسکی۔

۱۳۵۴ھ

اس سال کے اہم واقعات میں یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو دارالعلوم دیوبند کی صدارت اہتمام کیلئے منتخب فرماکر آپ کے تقرر کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ شوال ۵۳ھ میں جب جناب مولانا الحاج محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حج بیت اللہ کے لئے عازمِ حجاز ہوئے تو ان کی جگہ حضرت مولانا عثمانی تا واپسی مہتمم صاحب عہدۂ اہتمام پر فائز رہے تھے اپنے فرائض منصبی کو کچھ دن دیوبند رہ کر اور زیادہ عرصہ جامعۂ ڈابھیل ہی میں قیام فرماتے ہوئے

انجام دیا تھا۔ پھر مجلس شوریٰ نے ۵۴ھ میں مستقل طور پر عہدۂ صدر مہتمم کیلئے باتفاق رائے مولانا کا تقرر منظور کیا مگر جب مولانا سے عہدۂ صدارت قبول کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو مولانا نے دوسرے اعذار کثرتِ مشاغل وغیرہ کے علاوہ سب سے بڑا عذر یہ بیان فرمایا کہ میں جامعہ ڈابھیل سے قطع تعلق نہیں کرسکتا اور اس صورت میں میرے لئے اس قدر دور رہ کر دارالعلوم کے فرائض متعلقہ کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں غیر معمولی دشواریاں اور مشکلات پیش آنا لابدی ہے۔

اکابر دارالعلوم نے آپ کے اعذار کی صحت واہمیت کو تسلیم کیا لیکن دارالعلوم کیلئے موجودہ حالات میں آپ کی خدمات کا حصول بھی سخت ضروری اور اہم ہونا ظاہر کیا اور بہت غور وفکر کے بعد یہ صورت تجویز کی گئی کہ مولانا موصوف جامعہ ڈابھیل سے بدستور متعلق رہ کر درس وتالیف میں مشغول رہیں اور صدارت اہتمام دارالعلوم کے فرائض زمانۂ تعطیل میں دیوبند قیام فرماکر اور بقیہ سال بھر جامعہ کے قیام میں بذریعہ مراسلت انجام دیا کریں، چنانچہ تجویز صدارت اسی شکل میں مجلس شوریٰ میں منظور ہوگئی۔

(روداد جامعہ ۵۳ھ ص ۲-۳ وتاریخ دارالعلوم دیوبند)

امسال بھی حسب سابق سارا انتظام چلتا رہا۔ مدرسین پورے انہماک اور شوق سے درس وتعلیم میں مشغول رہے طلبہ بھی مطالعہ اور درس میں غیر معمولی دلچسپی اور طوع ورغبت سے مشغول رہے طلبۂ درجات فوقانی نے اس سال بھی تحریر وتقریر کی مشق اور مطالعۂ کتب مذاہب غیر میں بہت توجہ رکھی۔ درس سے خارج اوقات میں اکثر طلبہ کتب خانۂ جامعہ میں بالالتزام حاضر ہوکر مطالعہ میں مشغول رہے اور اپنی عام معلومات (جنرل نالج) بڑھاتے رہے۔

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی اس سال بھی نصف وقت پڑھاتے اور بقیہ وقت میں فیض الباری کی تالیف و ترتیب میں مشغول رہے (روداد ۵۴ھ ص ۲۰) اسی سال[1] مولانا یوسف بنوری نے "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ الانور" چند مہینوں میں تصنیف فرمائی۔

(ملاحظہ ہو خاتمہ نفحۃ العنبر طبع کراچی ص ۲۶۱ - ۲۶۸)

جلسۂ دستار بندی

۹ر شعبان ۵۴ھ بروز پنجشنبہ ۷ بجے جلسہ قراءت سے شروع ہوا۔ مہتمم صاحب نے حالاتِ جامعہ بیان کئے اس کے بعد شیخ الجامعہ علامہ عثمانی نے "حدیث ابن عمر بنی الاسلام علی الخمس" پر نہایت مفصل سیر حاصل بحث کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی جو بے شمار حقائق و معارف شرعیہ سے لبریز تھی۔ آخر میں مدارس عربیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: آج کل دنیا کی تمام مہذب و متمدن حکومتوں میں دوسرے ضروری اداروں اور محکموں کے ساتھ ایک محکمہ آثارِ قدیم کا بھی ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ قدیم آثار کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے متعلق قسم قسم کے انکشافات بروئے کار آتے ہیں اس محکمہ پر لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں روپیہ صرف ہوتا ہے اسی طرح ہمارے پاس بھی کچھ آثارِ قدیمہ ہیں دیکھئے قرآن مجید کو پہلی کتابوں کا مہیمن اور محافظ کہا گیا ہے گویا تمام انبیاء و سابقین کے آثار عتیقہ اس میں محفوظ کر دئے گئے ہیں نیز سرورِ کونین

---

[1] اس لئے بینات مولانا دری نمبر کے ص ۱۲ پر یہ جو لکھا ہے کہ ۵۳ھ میں پہلی بار دہلی سے طبع ہوئی اس میں تامل ہے۔ فلیحقق ۱۲ مرتب

افضل الانبیاء خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تمام انبیاء و سابقین کے علمی و عملی کمالات مجتمع تھے اور آپ کے تمام اقوال و اعمال نیز روحانی ہدایات کا مجموعہ احادیث کی صورت میں امت کے سپرد کیا گیا پھر علم تفسیر اصول حدیث فقہ اور اصول فقہ وغیرہ نے مختلف طرق سے علوم قرآن و حدیث کی خدمت کی ہے۔ پس قرآن و حدیث ہماری روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہیں وہ تمام انبیاء خصوصاً پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار عتیقہ ہیں لہٰذا ان کی اور ان کے خدام کی حفاظت و نگہداشت تمام مسلمانوں کا اولین فرض ہے۔ مدارس عربیہ میں طبقہائے طلبہ و علماء اس کی حفاظت بطور فرض کفایہ کر رہے ہیں اور ہر زمانہ میں یہ فریضہ ان کے دوش پر رہا ہے اس لئے ان مدارس کی بقاء اور ترقی کیلئے کوشش کرنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے الخ تقریباً ۱۱ بجے یہ عظیم الشان جلسہ ختم ہوا اس جلسہ میں ۳۶ فضلاء کو دستار باندھی گئی اور سندیں تقسیم ہوئیں۔

(روداد ۵۴ھ ص ۲۲-۲۳)

حادثۂ وفات

اس سال کے حادثات میں قابلِ ذکر جناب احمد درویش سملکی مقیم جنوبی افریقہ کا سانحۂ ارتحال ہے جنھوں نے ۱۳ر شعبان ۵۴ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے مکتب کی تعلیم اپنے ہی گاؤں سملک میں مولانا احمد حسن بھام (بانئ مدرسہ) اور مولانا احمد بزرگ (مہتمم جامعہ) کے ساتھ حاصل کی۔ اتفاق سے ان تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ لاجپور کے مدرسہ میں بھی ان تینوں حضرات کا ساتھ تھا مولانا احمد درویش نے بعد کو دہلی، امروہہ، گلاؤٹھی پھر نظام الدین آخر میں دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور یہیں سے فارغ بھی ہوئے۔ جب

مولانا احمد حسن بھام نے ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ تعلیم الدین کی بنیاد ڈالی تو مولانا احمد درویش شروع ہی سے اس میں مدرس رہے اور ۱۳۳۹ھ کے بعد تک مدرس رہے پھر تدریس کیلئے افریقہ چلے گئے اور اہل وعیال کو بھی وہیں بلالیا۔

آپ عالم ہونے کے ساتھ صحیح معنی میں درویش بھی تھے اور آپ کے سلوک میں جذب کا رنگ جھلکتا تھا آپ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کے واقعات بہت ہیں۔ آپ مدرسہ کیلئے ہمیشہ چندہ کی سعی کرتے اور ایک معقول رقم جمع فرماکر افریقہ سے بھیجتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃً۔

(روداد اردو ۵۴ھ ص۲،۳)

اس سال اسباق کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی

۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	بخاری شریف
۲۔ مولانا عبد الرحمٰن صاحب امروہی	مسلم شریف، بیضاوی شریف، جلالین شریف، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، نسائی شریف، موطا امام محمد۔
۳۔ مولانا سراج احمد رشیدی	ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف، متنبی، دیوان حماسہ، ابن ماجہ، موطا امام مالک۔
۴۔ مولانا بدر عالم میرٹھی	ترمذی شریف، کنز الدقائق، شمائل ترمذی (نصف وقت پڑھاتے تھے)۔
۵۔ مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی	ہدایہ اولین، شرح شرح تہذیب، میر قطبی، تصریح، شرح چغمنی۔
۶۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب (تھانوی)	ہدایہ اخیرین، سلم العلوم، میبذی، ملاحسن شرح عقائد۔
۷۔ مولانا محمد یوسف صاحب (بنوری)	شرح وقایہ اولین، مختصر المعانی، مقامات حریری تاریخ الامم الاسلامی، تیسیر المنطق، مرقاۃ اصلاح تحریر عربی ثالث۔
۸۔ مولانا عبد القدیر صاحب (کیمل پوری)	قدوری، نور الایضاح، خیالی، حسامی، اصول الشاشی، مطول قاضی، ملاجلال، امور عامہ، رسالہ قطبیہ۔
۹۔ مولانا عبد العزیز (کیمل پوری)	حمد اللہ، صدرا، نور الانوار، قطبی، شرح جامی، معلم الصرف، علم الصیغہ، شرح مائۃ عامل، شمس بازغہ، اقلیدس۔ عربی کا معلم اول وثانی، بحر الآداب ۳، ۴، ۵۔ النحو الواضح، دروس التاریخ الاسلامی، اصلاح تحریر درجۂ ابتدائی عربی ودرجۂ عربی ثانی۔
۱۰۔ مولانا محمد ناظم صاحب (ندوی)	

(روداد ۵۴ھ ص ۲۱)

نقل معائنہ

الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب

سابق ناظم طبابت و حفظان صحت

علاقہ سرکار نظام حیدر آباد و معتمد اعزازی مجلسِ شوریٰ

صنعت دستی پارچہ بانی حرمین شریفین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ناچیز کو ایک زمانۂ دراز سے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے دیکھنے کا اشتیاق تھا جس میں اکابر علماء جیسے مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم اور موجودہ مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اور دیگر علماء کرام اپنی عمر کا ایک حصہ یہاں کی دینی خدمات کے انجام دینے میں صرف کئے اور کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے مجھے ۱۵ر رجب ۱۳۵۴ھ بروز دوشنبہ مولانا مولوی احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ ہمراہ مدرسہ کے مختلف جماعتوں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے بخاری شریف کے درس میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ مولانا موصوف کا طرز تعلیم مختلف فیہ مسائل کے سمجھانے میں اپنی نظیر آپ ہے۔

مدرسہ کے مطبخ کو بھی دیکھا، عام صفائی بہت اچھی پایا۔ اشیاء خوردنی

بھی دیکھا بہت اچھے تھے۔ طلباء کے رہنے کے کمرے بھی دیکھا اچھے ہوادار ہیں۔ عام صفائی یہاں بھی اچھی ہے۔ ان مقامات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہتمم صاحب بڑی دلچسپی لیا کرتے ہیں۔ کسی طالب علم کو کسی قسم کی شکایت کھانے اور رہنے کی نسبت نہیں ہے اس مدرسہ کے متعلق بڑی چیز قابلِ تعریف یہ ہے کہ یہ مدرسہ آبادی سے ملا ہوا بھی ہے اور علیحدہ بھی۔ یہاں کے طلبہ کو کوئی مشغلہ سوائے درسی مشاغل کے نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے بڑے شہروں میں ہوا کرتا ہے سب طلبہ چھوٹے بڑے پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور تلاوت کلام مجید میں مصروف رہتے ہیں جس کے دیکھنے سے ہر مسلمان کو مسرت ہوتی ہے، خداوند عالم بانیان اور معاونین و منتظمین و علماء کرام جن کا تعلق اس مدرسہ سے ہے ان کی عمر و اقبال میں برکت عطا فرمائے۔ اخیر میں اس قدر عرض ہے اگر مناسب خیال فرمایا جائے تو طلباء کی علمی ترقی کے ساتھ ساتھ جسمانی ترقی کیلئے کوئی وقت مختص کر کے ان سے ورزش کرائی جائے تو مناسب ہوگا۔ فقط

خواجہ معین الدین ڈاکٹر سابق ناظم طبابت و حفظانِ صحت

علاقہ سرکار نظام حیدر آباد

جناب الحاج ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب سابق ناظمِ طبابت و حفظانِ صحت علاقہ سرکار نظام حیدر آباد و معتمد اعزازی مجلسِ شوریٰ صنعت دستی پارچہ بافی حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے مجھے پوری طرح اتفاق ہے۔

محمد عبد الرزاق ۱۶ر رجب المرجب ۱۳۵۴ھ

بانی و میر مجلس مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ انوار العلوم نام پلی حیدرآباد دکن

و منتظم دفتر مجلس شوریٰ دستی پارچہ بافی حرمین شریفین

(رجسٹر معائنہ ص ۱۱۲)

۱۳۵۵ھ

اس سال بھی تعلیمی کیفیت سال گذشتہ کے طرز پر رہی۔ علامہ عثمانی بخاری شریف کے درس کے علاوہ فتح الملہم کی تالیف میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی اور مولانا سراج احمد رشیدی اور مولانا بدر عالم میرٹھی وغیرہ درس حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ فنون میں منہمک رہے۔

(روداد ۵۵ھ صـ۲)

پانی کی فراوانی

مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں۔ حاجی سیٹھ یوسف اسماعیل میاں سملکی جامعہ کے قدیم محب مخلص اور بہی خواہ ہیں جنھوں نے جامعہ کی قدیم عربی درسگاہ اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی تھی جو اپنی شان وشوکت میں جامعہ کی دوسری عمارتوں سے بالکل ممتاز ہے۔ موصوف نے جامعہ کیلئے پانی کی فراوانی کا انتظام کردیا۔ موصوف نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرفہ سے ڈابھیل وسملک دونوں گاؤں میں واٹرورکس کا انتظام کیا۔ دو ٹنکیاں بنوائیں۔ پورے گاؤں میں پایپ لائن بچھائی، جگہ جگہ نل لگوائے۔ حوض بنوائے جس سے تمام لوگوں کو غیر معمولی راحت پہنچی اس کام کیلئے اپنی بھاری تجارت چھوڑ کر افریقہ سے یہاں چلے آئے۔ تقریباً ایک سال تک سملک میں قیام کیا۔ جامعہ میں اگرچہ انجن کے ذریعہ پانی اور بجلی کا انتظام تھا (جیساکہ پہلے گذر چکا ہے) لیکن حاجی صاحب نے قدیم بہی خواہی کی وجہ سے اپنے انجن اور واٹرورکس سے جامعہ میں بھی پانی پہنچانے کا انتظام کردیا۔ جس کی وجہ سے اب نسبتاً پانی کی فراوانی ہوگئی۔

(روداد ۵۵ھ صـ۴،۵)

چند سال بیشتر تک جامعہ کی تمام تر امداد اہل گجرات کرتے تھے دوسرے صوبہ کے اصحاب خیر حضرات اس طرف متوجہ نہ ہوسکے تھے لیکن جب سے

گجراتی رویداد کے ساتھ اردو رویداد بھی شائع ہونے لگی جس میں جامعہ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں تو اس سے باہر کے لوگوں کو بھی جامعہ سے واقفیت حاصل ہوئی اور انھوں نے بھی جامعہ کی مذہبی وتعلیمی مرکزیت اور اس کے ٹھوس دینی کارناموں سے متأثر ہوکر امدادی رقوم ارسال کرنی شروع کردیں۔

(ایضاً صـ۹)

نقل معائنہ

سیّد عطاء اللّٰہ شاہ بخاری و

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ کی عمارت اور اس کے مدرسین ومتدرسین کو دیکھ کر بے اختیار منھ سے نکلتا ہے کہ اللہ پاک اس کو نظر بد سے بچائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے۔

سید عطاء اللہ بخاری

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

۸ ربیع الثانی ۵۵ھ

(رجسٹر معائنہ صـ۱۱۵)

جلسۂ دستار بندی

۹ شعبان ۱۳۵۵ھ کی شب مسجد جامعہ میں حضرت مولانا عبدالحلیم صدیقی سابق پروفیسر ندوۃ العلماء

لکھنؤ" نے بعد نماز عشاء تقریباً ڈھائی گھنٹہ تک نہایت بصیرت افروز اور پُراثر تقریر فرمائی۔ ۹ رشعبان کی صبح مہمانوں کے چائے ناشتہ کے بعد جس کا انتظام مدرسہ کی طرف سے تھا ۷ بجے جلسہ شروع ہوا۔ تلاوتِ قرآن اور عربی قصیدہ کے بعد مہتمم جامعہ نے حالاتِ جامعہ پر ایک مبسوط تقریر کی بعدہٗ شیخ التفسیر و الحدیث حضرت علامہ عثمانی نے تقریباً ڈھائی گھنٹہ جامع اور بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں دینی علوم کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا اور اس کے بقاء و تحفظ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اس کے بعد ۴۲ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کی۔ تقریباً ایک بجے جلسہ ختم ہوا اور باہر کے حضرات جامعہ کی طرف سے دعوتِ طعام میں شریک ہو کر رخصت ہوئے۔

اسباق کی تقسیم اس سال بھی تقریباً سالِ گذشتہ کے طریقہ پر رہی صرف اتنی تبدیلی ہوئی کہ مولانا عبد القدیر کیمل پوری چلے گئے اور مولانا عزیز احمد صاحب کا تقرر ہوا۔ کچھ معقولات کی کتابیں کم کر کے سفینۃ البلغاء اور البلاغۃ الواضحہ داخل نصاب کی گئیں۔

(روداد ۵۵ھ ص ۱۳)

سنہ ۱۳۵۶ھ

اس سال کے اہم واقعات میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر افریقہ ہے ضمیمۂ روداد ۵۵ھ میں ہے (یہ ضمیمہ ادارۂ جامعہ کے ارکان کی طرف سے اردو میں شائع ہوا تھا) "مہتمم صاحب موصوف کو ایک عرصہ سے اس کی فکر تھی کہ جامعہ کیلئے مستقل و دائمی سرمایہ کی صورت ہو جائے جس سے علوم نبوی کی یہ تعلیم گاہ زوال و تنزّل کے خطرات سے محفوظ ہو جائے، اور اس کا دینی و علمی فیض عرصۂ مدید تک جاری و ساری رہے اسی لئے آپ نے کئی بار سفر افریقہ کا بھی خیال کیا تاکہ وہاں پہنچ کر محبان جامعہ

کو اس اہم ضرورت کی طرف توجہ دلائیں لیکن جامعہ کا اہتمام اور دوسرے مشاغل و موانع اس سفر سے روکتے رہے۔

اس سال جناب حاجی یوسف گارڈی اور جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب کو اس ضرورت کی طرف خصوصی توجہ ہوئی اور ان حضرات نے مہتمم صاحب کو افریقہ مدعو کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مہتمم صاحب بھی محض جامعہ کی ترقی اور بہبودی کی خاطر اس دور دراز سفر اور ایسے تلخ و بے مزہ کام کیلئے آمادہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ جامعہ کے انتظامی امور کی تکمیل فرما کر اواخر صفر سنہ ۱۳۵۶ھ میں عزم سفر فرمالیا۔

۲۶ رصفر سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ رمئی سنہ ۱۹۳۷ء کو آپ کے لئے دار الحدیث جامعہ کے وسیع ہال میں اساتذہ اور طلبہ نے الوداعی جلسہ منعقد کیا جس میں ڈابھیل و سملک کے عمائد بھی جمع ہوئے۔ صدارت کیلئے مولانا عبد الرحمٰن امروہی منتخب ہوئے۔ تلاوتِ کلام پاک کے بعد مولانا حکیم قاری یامین صاحب نے اپنا وداعی قصیدہ[1] پڑھا بعدہٗ مولانا حبیب اللہ استاذ فارسی کی نظم پڑھی گئی پھر علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک مبسوط علمی تقریر فرمائی جس کے ذیل میں آپ نے مہتمم صاحب کے مناقب و اوصاف خاصہ کا تذکرہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا "مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں جن سے میں بہت متأثر ہوں ایک قلت تکلف و تواضع کہ یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک وصف خاص یہ بھی تھا کہ ان میں تکلف اور تصنع نہیں تھا چنانچہ ایک صحابی سے کسی نے صحابہ کے اوصاف پوچھے تو یہی جواب دیا کانوا اعمقهم علماً واقلهم تكلفاً

---

[1] یہ الوداعی قصیدے تاریخ کے اخیر میں درج ہیں۔ ۱۲

وابرّھم قلوباً الخ درحقیقت اس اقلھم تکلفاً کے الفاظ میں بھی قلت تکلف کا جز موجود ہے ورنہ قلت کو بھی کیوں بیان کرتے قلت تکلف کے بارے میں سرور کائنات فخر موجودات رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار واقعات احادیث وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں (اس موقع پر چند واقعات بھی مولانا نے بیان فرمائے)۔

دوسرا وصف ہے اخلاص جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے دینی خدمات کو خصوصاً وہ جن میں کوئی نمایاں حیثیت بھی ہو بہت کم اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے ہم نے مہتمم صاحب کے تمام کاموں کو دیکھا کہ ان میں اخلاص کا جزو بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کو کامیابی ہوتی ہے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء اور ابقاء کا جو قلبی شغف وشوق ہے وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے آج کل عربی تعلیم کو لوگ بہت حقیر اور بے ضرورت جانتے ہیں حالانکہ صحیح معنی میں یہی علم ہے کیونکہ اسی سے دین کا بقاء ہے اور اخلاق حسنہ کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ تو صرف یہی عام رجحان انگریزی تعلیم کی طرف ہے اور اسی کی برتری وافادیت کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، دینی علوم کی تحقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا لیکن اس بے دینی اور الحاد کے دور میں ایک چھوٹی سی جماعت وہ ہے جو دین وعلوم دین کی حفاظت وبقاء کیلئے کوشاں ہے اور ایسی جماعت ہر زمانہ میں وعدۂ خداوندی کے مطابق قیام ساعت تک موجود رہے گی۔ غرض وہ لوگ اپنے کام میں سرگرمی سے مشغول ہیں اور ہم لوگ اپنی خدمات سے الحمدللہ غافل نہیں ہیں۔ بقول اکبر مرحوم:

مسلمانوں میں اب تعلیم انگلش رک نہیں سکتی
کسی سے مغرب ومشرق کی سازش رک نہیں سکتی
وہ نزلہ رک نہیں سکتا یہ پیچش رک نہیں سکتی
بڑے بوڑھوں کی لیکن یہ بھی خواہش رک نہیں سکتی
مذاق قوم بے گانہ نہ ہو "اللہ اکبر" سے
یہ نقش جانفزا مٹنے نہ پائے دل کے دفتر سے

آخر میں آپ نے فرمایا ہمیں توقع ہے مہتمم صاحب کا یہ سفر بہت کامیاب ہوگا اور افریقہ کے ہمدردانِ جامعہ اس موقع پر پوری فراخدلی سے جامعہ کی دامے درمے قدمے سخنے امداد فرماکر ہم مقیمینِ جامعہ کو رہینِ منت فرمائیں گے۔

اس کے بعد مہتمم صاحب نے تقریر فرمائی۔ قاری محمد یامین صاحب اور مولوی حبیب اللہ صاحب کے قصائد کا شکریہ ادا کیا پھر جامعہ کے حالات اور سفر کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ میرے بعد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب مفتی جامعہ اور مولوی سید احمد رضا صاحب ناظم مجلس علمی باہم مشورہ اور تعاون سے جامعہ کے انتظامی معاملات انجام دینگے اور مہمات امور میں بمشورہ وسرپرستی مولانا شبیر احمد عثمانی کام کرتے رہیں گے۔ آخر میں آپ نے اپنی کامیابی اور بخیر واپسی کے لئے دعا کی درخواست کی۔

(ضمیمہ رداد ۵۵ھ ص ۲۶ تا ۲۸)

اس موقع پر جامعہ کے طلبہ، باشندگان ڈابھیل اور اراکین انجمن اصلاح المسلمین سملک کی طرف سے سپاس نامے بھی پیش کئے گئے جن میں مفارقت اور جدائی پر رنج وقلق کا اظہار کیا گیا۔ اظہار عقیدت کے ساتھ خدمات کا اعتراف اور شفقتوں کا دل کی گہرائی سے اقرار کیا گیا۔ سفر کی کامیابی اور خیریت کے ساتھ واپسی کی دعائیں دی گئیں۔

(ملاحظہ ہو ضمیمہ مذکورہ ص ۳۳ تا ۳۷)

اس سفر کا داعیہ اور روداد سفر بیان کرتے ہوئے مولانا احمد بزرگ رحؒ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"جامعہ کے دورِ جدید کے اخراجات کا زیادہ تر بار جناب حاجی یوسف گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں نے لے رکھا ہے۔ لیکن اب جب کہ ان حضرات نے اپنے وعدہ سے کہیں زیادہ مدرسہ کی امداد میں حصہ لیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ذمہ دارانہ رویہ کب تک قائم رہے گا اس لئے بحیثیت مہتمم یہ خیال میرے قلب و دماغ کو رہ رہ کر پریشان کر رہا تھا کہ خدا نہ کردہ اگر کوئی دوسری صورت جس کی بظاہر توقع نہیں پیش آگئی تو جامعہ کا موجودہ شکل میں بقاء کیونکر ہو سکے گا۔ یہ روح فرسا تصور آ آکر احقر کی تکلیف کا باعث بن رہا تھا کہ خدائے قدوس نے غیب سے ایک صورت ظاہر فرمائی یعنی جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی کے دل میں مدرسہ کی مستقل امداد کا داعیہ پیدا کر دیا چنانچہ آپ نے احقر کو یاد کیا حالات اگرچہ میرے لئے کچھ زیادہ مساعد نہ تھے مگر احقر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس مبارک دعوت پر لبیک کہہ کر ۲؍ ربیع الاول ۵۶ھ کو جہاز پر سوار ہو لیا۔ بیس دن کے سفر کے بعد جہاز ڈاگبے پہنچ گیا گودی پر احباب و رفقاء کے پر اخلاص چہرے دیکھ کر وطن اور عزیزوں کی مفارقت کی کوفت بھول گیا۔ جمعیۃ العلماء ٹرانسوال۔ احباب و رفقاء اور دیگر مقامی انجمنوں نے جس گرم جوشی سے اپنی محبت کے مظاہرے بڑی بڑی پارٹیوں اور مجالس و سپاسناموں کے ذریعہ کئے ان کا گہرا اثر تا دمِ مرگ رہے گا۔

چند یوم گذرنے پر اصل مقصد کی سلسلہ جنبانی شروع کی گو ابتداءً حالات سازگار نہ تھے مگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلد ہی ہوا کا رخ بدلا اور کشتیٔ امید کنارے جا لگنے کی آس بندھ گئی آخر کار ساڑھے سات ماہ کے قیام کے بعد اس دینی درسگاہ کیلئے ایک معقول رقم جمع ہو گئی خیال ہے کہ اس رقم سے مدرسہ کے لئے بمبئی میں کوئی جائداد

خریدی جائے۔ (روداد ۵۶ھ صـ ۳۰۲)۔

افریقہ سے واپسی کے وقت جو سپاسنامے پیش کئے گئے ان میں سے ایک سپاسنامہ کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

سپاسنامہ

از جانب

کارکنانِ اسلام ڈابھیل وسملک (جوہانسبرگ جنوبی افریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

بگرامی خدمت فیضدرجت ــــ واقف اسرار شریعت ماہر رموز طریقت ذو المجد و الکرم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وسملک دام فیوضکم۔

ہم آج ایک ایسے مقدس بزرگ کی خدمت میں یہ سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں جو باعتبار نجابت و شرافت کے تمام قوم و جماعت میں نہایت ممتاز ہیں اور اپنے اخلاق حمیدہ زہد و تقویٰ اور امانت و دیانت میں خطۂ گجرات اور طبقۂ علماء میں نہایت ہی معزز و محترم۔

حضرت والا! آپ نے علوم دینیہ کی اشاعت اور جامعہ کی ترقی و بہبودی کے سلسلہ میں اس پیرانہ سالی میں یہاں کے اصحاب خیر کے مشورہ سے یہ سفر اختیار کیا! اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرزمین افریقہ کو رونق بخشی اور جامعہ اسلامیہ کے دائمی بقاء و حفاظت کے واسطے سرمایہ کی سعی کرتے ہوئے اہل جنوبی افریقہ کو اپنے مواعظ رشد و ہدایت سے فیض یاب کیا جس کے لئے ہم نہایت خلوص قلب سے ممنون و مشکور ہیں۔

حضور والا! آپ نے قومی خدمات اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کی خاطر مفتی اعظم رنگون کے منصب جلیل کو خیرباد کہہ کر مدرسہ کے انتظام کی گرانبار ذمہ داری قبول فرمائی اور اس کی ترقی میں بکمال جانفشانی کوشاں رہے یہاں تک کہ خدائے بزرگ و برتر نے ایسے اکابرین علماء آپکے اس دورِ فتن میں مرحمت فرمائے جن کی تشریف آوری سے گجرات کی سرزمین علوم نبویہ سے منور ہو گئی اور دور دور سے تشنگان علوم آ آکر سیراب ہونے لگے .... اخیر میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جامعہ کے دائمی بقاء کے عظیم مقصد میں کامیابی عطا فرمائے ۔

ہم ہیں آپ کے نیاز مند اراکین انجمن اسلام
احمد اسماعیل منتی ۔ احمد موسی اسحاق جی، ایم ا-ی ایکھلوایا، ای ایم سورتی ۔
۵؍ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۸؍ جنوری ۱۹۳۸ء (روداد ۵۶ھ ص ۶ تا ۸ مختصراً)

بمبئی واپسی

آپ کی تشریف آوری کی اطلاع باضابطہ مدرسہ میں آچکی تھی، اس لئے بتاریخ معینہ پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی حضرت مولانا سراج احمد رشیدی و دیگر اساتذہ اور بستی کے لوگ بمبئی تشریف لے گئے واپسی میں گاڑی جب مُرُوْلِی اسٹیشن پر پہنچی تو طلبہ کا ایک ہجوم موجود تھا اور ایک غیر معمولی ابتہاج و سرور کے آثار نمایاں تھے ہر طرف سے مبارکبادی کے فلک بوس نعرے لگ رہے تھے، موٹر جامعہ پہونچا اور جس جامعہ کے مفاد میں آپ نے اپنا وطن چھوڑا تھا پہلی نماز اسی جامعہ میں پڑھی پھر اپنے مکان تشریف لے گئے اہل مدرسہ کی خواہش تھی کہ آپ کی تشریف آوری پر فوراً ایک جلسۂ تہنیت منعقد کیا جائے مگر مولانا سراج احمد رشیدی رح کی علالت کی وجہ سے کسی قدر تاخیر کرنی پڑی ۔

۶؍ ذی الحجہ ۵۶ھ کو طلبہ کی انجمنوں نے اپنے جذبات مسرت کے اظہار کیلئے ایک جلسہ منعقد کیا اور ان میں ا۔ انجمن اصلاح الکلام، اصلاح البیان، اصلاح اللسان

بزم اتحاد، حجۃ الاسلام، زینت الاسلام، احرار الاسلام اور خدام الاسلام نے اپنے اپنے انداز میں سپاسنامے پیش کرکے خلوص و محبت اور جوش و خروش کا اظہار کیا، اس کے بعد مہتمم صاحب نے تقریر فرمائی اور طلبہ کو ادبیت اور عربیت کی طرف خصوصی توجہ پر رغبت دلائی آپ نے فرمایا اگر تمہاری نظمیں عربی میں ہوتیں تو میں زیادہ مسرور ہوتا تم کو چاہئے کہ علماً و عملاً سلف کی یادگار بنو اور دنیا کے سامنے ایک نمونہ بن کر نکلو الخ

دوسرے دن ۷؍ ذی الحجہ ۵۶ھ کو اساتذۂ کرام کا جلسہ منعقد ہوا، قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اساتذۂ جامعہ نے عربی اور فارسی میں بلند پایہ فصیح و بلیغ قصائد سنائے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب نے پرکیف و پرجوش تقریر فرمائی جس میں موجودہ دور میں علم عربی کی اہمیت کو نہایت خوبی سے ظاہر فرمایا، مہتمم صاحب کی بخیر تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا، اور ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس سلسلہ میں مدرسہ کی امداد فرمائی۔ مہتمم صاحب نے جوابی تقریر میں اساتذہ کا شکریہ ادا کیا۔ طلبہ کو تعلیم کی طرف رغبت دلائی اور اپنی خدمت کو حقیر بتاتے ہوئے قبولیت کی دعا کی آخر میں جلسہ دعا پر ختم ہوا۔ (ضمیمہ مذکورہ ۵۶ھ ص ۴۳، ۴۴)

مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال

مولانا احمد بزرگ رح لکھتے ہیں۔ دنیا میں خالق کونین نے مسرت و غم کو توأم پیدا پیدا کیا ہے ایک طرف جب کہ میں اپنے دل میں اپنے مدرسہ کے اساتذہ و طلبہ سے ملاقات کے ہزاروں ارمان لئے ہوئے آرہا تھا اس کے دوسری طرف مجھے کیا خبر تھی کہ گودی پر اتر کر فوراً ہی مجھے بہت سے حسرت و ارمان کو اپنے ہاتھوں سے زیر خاک دفن کرنا پڑے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ افریقہ سے میری روانگی کا وقت قریب ہوا تو

ہیں نے جامعہ میں حسب ضابطہ اپنے پہونچنے کی اطلاع کی اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کر دیا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر اساتذہ اس سلسلہ میں کوئی تکلیف نہ فرمائیں ورنہ میری تکلیف اور ندامت کا باعث ہوگا مگر اس پر بھی جب میں گودی پر اترا تو اچانک حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی ذات گرامی کو مع چند اساتذۂ کرام کے موجود پایا ایک طرف ان حضرات سے ملاقات کی مسرت تو دوسری طرف مولانا موصوف کی تشریف آوری سے ندامت۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

قیام گاہ پر اتر کر حضرت مولانا سراج احمد صاحب مرحوم کو شدید علیل پایا صورتحال دیکھ کر اسی وقت کچھ مایوسی ہوگئی، ڈابھیل آکر ہم سب بچھڑے ہوئے آپس میں کوئی گھڑی عیش و راحت کی گذارنے نہ پائے تھے کہ مولانا موصوف نے چند ہی دن علیل رہ کر ۸۲ سال کی عمر میں ۱۰ر ذی الحجہ ۵۶ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا، اور ہمیشہ کیلئے ہم سے رخصت ہو کر آخرت کا سفر اختیار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کچھ عجیب اتفاق ہے کہ اس جامعہ کے ابتدائی سال میں امام الطریقت والشریعت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا حادثہ پیش آیا اس کے تقریباً پانچ سال بعد امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور تقریباً اسی مدت کے بعد حضرت مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنا پڑا۔ خداوند تعالیٰ ان سہ بزرگوں کو اپنی رحمت خاص سے نوازے۔ اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

مولانا مرحوم کی خبر وفات مشہور ہوتے ہی فوراً اطراف و جوانب سے لوگوں کا ہجوم شروع ہوگیا اور تھوڑی سی دیر میں اس قدر لوگ شریک جنازہ ہوگئے کہ ڈابھیل کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اجتماع ہوگا خلق اللہ کے ہجوم اور کاندھا دینے والوں کی کثرت کا یہ حال تھا تھوڑے فاصلہ تک جنازہ لے جانے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہوگیا، بعد

تجہیز و تکفین کے بعد ڈابھیل میں تالاب کے کنارے جنوبی جانب میں نہایت خوشگوار مقام پر زیر مولسری سپرد خاک کیا گیا یہ وہ جگہ ہے جہاں مولانا اپنی حیات میں کبھی آکر اپنے مدفن کیلئے پسند فرمایا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ آپ کے مدفن پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے۔

قطعۂ تاریخ از مولانا حبیب اللہ مدرس فارسی جامعہ

ہے سراج احمد کی تاریخ وفات لکھی ہاتف نے بغور ان کے لئے
عیش منزل جنت الفردوس ہے باغ لاثانی ہے اور ان کے لئے

۱۳۵۶ھ ۱۹۳۸ء

جلسۂ تعزیت

ایصال ثواب کے بعد جامعہ میں تعزیت کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں جملہ متوسلین نے شرکت کی تلاوت قرآن کے بعد عربی و فارسی مراثی پڑھے گئے، پھر علامہ عثمانی نے تعزیت کے جلسوں کی غرض و غایت اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت بیان فرمائی۔ انتم شهداء الله في الارض والی حدیث پر محققانہ تبصرہ فرمایا مولانا مرحوم کے محاسن بیان فرمائے نیز اپنے طویل و عمیق تعلقات کے منقطع ہونے پر جو صدمہ و ملال تھا اس کا اظہار فرمایا۔ اخیر میں مہتمم صاحب نے اپنے حزن و ملال کا اظہار کیا اور طلبہ کو اطمینان دلایا کہ اس ناقابل تلافی نقصان کی حتی الوسع مدرسہ کوشش کرے گا۔ (ایضاً ص ۱۷-۱۸)

دیگر حالات

مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ "تشکر ارباب ہمم" کے ذیل میں لکھتے ہیں: مدرسہ کے ہر گوشہ اور ہر حاجت میں جب آپ تلاش کریں گے تو سب سے پہلے آپ کو اس میں حاجی یوسف صاحب گارڈی کا نام ملے گا چنانچہ پانچ سال کے وعدہ کو آج بارھواں سال ہو رہا ہے آپ برابر پابندی کے ساتھ پورا فرما رہے ہیں اور ایک ہزار کی گراں بہا رقم مدرسہ کو بھیجتے رہتے ہیں (روداد ۵۶ھ ص ۸)۔

افریقہ کے سفر سے واپس آکر "حضرات معاونین" کے ذیل میں لکھتے ہیں "اس سلسلہ

میں جن کا نام سب سے پہلے زبان و قلم پر آتا ہے وہ جناب حاجی یوسف صاحب گارڈی کی ذات گرامی ہے جنھوں نے اپنی موٹر ڈرائیور کو میرے لئے وقف کردیا جس سے میں نے پندرہ ہزار میل کا سفر کیا آنے جانے کا سارا خرچ بھی خود ادا کیا۔ چندہ شروع ہوا تو سب سے پہلے آپ نے خود دو ہزار پونڈ کی رقم لکھوائی۔ اپنی تجارت اور دکانداری چھوڑ کر میرے ساتھ شہروں جنگلوں پہاڑوں میں در در گھومتے رہے (روداد گجراتی ۵۶ھ ص ۶)

مدرسہ کے دوسرے بڑے بہی خواہ حاجی موسیٰ میاں صاحب ہیں جن کی امدادوں کا حال سالہائے گذشتہ کی رودادوں میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مدرسہ آپ کا بھی ہمیشہ سے رہین منت رہا ہے اور اب بھی ہے (روداد اردو ۵۶ھ ص ۸)۔

۵۵ھ کی روداد میں ہے " جناب حاجی سیٹھ یوسف گارڈی اور جناب حاجی موسیٰ میاں صاحب سملکی دونوں برابر ایک ایک ہزار روپیہ مرحمت فرماتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی جامعہ کی دوسری ضروریات میں علیحدہ رقم عنایت فرماتے ہیں ......

درحقیقت جامعہ کے دور جدید کی تمام ترقیات اور موجودہ تعلیمی مرکزیت کا بڑی حد تک انحصار انہی دونوں حضرات کے بڑے چندوں پر ہے (مد ۲) دیگر اہل خیر حضرات کا شکریہ بھی روداد میں مذکور ہے۔

سالانہ جلسہ

شعبان ۵۶ھ کے سالانہ جلسہ میں شب کے اجلاس میں ناظم جمعیۃ العلماء ہند مولانا احمد سعید دہلوی نے پر کیف تقریر فرمائی۔ صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن پاک اور عربی فارسی قصائد[1] کے بعد جناب مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب نے بحیثیت قائم مقام مہتمم مدرسہ کے حالات سنائے پھر علامہ عثمانی نے علم کی ضرورت پر تقریر فرمائی اس کے بعد اکاون ۵۱ فارغ التحصیل طلبہ کی دستار باندھی حسب دستور مدرسہ کی طرف سے تمام شرکاء جلسہ کیلئے کھانے کا انتظام تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہوکر واپس گئے۔

(روداد ۵۶ھ ص ۳)

تقسیم اسباق کا نقشہ

مولانا سراج احمد رشیدی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اسباق کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی

۱۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	بخاری شریف
۲۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی	ابوداؤد شریف، مسلم شریف، بیضاوی شریف، جلالین شریف، نسائی شریف، مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک۔
۲۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی	ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ملا حسن، شمائل ترمذی نخبۃ الفکر۔
۴۔ مولانا محمد ادریس صاحب (سکھروڈوی)	ہدایہ اولین، تصریح، بحر الآداب، سفینۃ البلغاء، میر قطبی سلم العلوم۔
۵۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب	ہدایہ اخیرین، حسامی، مطول، سلم العلوم
۶۔ مولانا عبدالعزیز صاحب	کنز الدقائق، توضیح تلویح، شرح عقائد، شرح جامی، مختصر المعانی، مسلم الثبوت، خیالی۔
۷۔ مولانا محمد نور صاحب	شرح وقایہ، میبذی، مقامات، اصول الشاشی، قطبی، میری قطبی، شرح عقائد، نورالانوار (محرم ۵۷ھ سے مولانا کا تقرر ہوا)۔

---

[1] یہ قصیدے تاریخ کے اخیر میں درج کردئے گئے ہیں۔

۸- مولانا عزیز احمد صاحب	نور الایضاح ، قدوری ، بحر الآداب ۳-۴ ، النحو الواضح ، تیسیر المنطق ، مرقاۃ ، شرح تہذیب ، دروس التاریخ الاسلامی۔
۹- مولانا محمد نانا صاحب	عربی کا معلم اول وثانی ، معلم الصرف ، علم الصیغہ ، بحر الآداب ۱-۲ تحریر جماعت اول۔
۱۰- مولانا محمد یوسف صاحب[1] (کامل پوری)	تحریر جماعت مقامات۔
۱۱- مولانا قاری محمد یامین صاحب	دیوان متنبی ، دیوان حماسہ۔ تحریر جماعت سوم۔
۱۲- مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ (مفتی جامعہ)	نور الانوار۔
۱۳- مولانا احمد بزرگ (مہتمم جامعہ)	سراجی۔

---

[1] یہ مولانا یوسف بنوری نہیں ہیں۔ کیوں کہ وہ شوال ۵۶ھ میں یعنی مولانا احمد بزرگ کے افریقہ سے آنے اور مولانا سراج احمد صاحب کی وفات سے قبل ہی مولانا احمد رضا بجنوری کی معیت میں حج کو چلے گئے تھے جیسا کہ گجراتی روداد ۵۶ھ ص۲۳ پر ہے حج سے فارغ ہو کر ماہ صفر ۱۳۵۷ھ میں یہ لوگ قاہرہ پہنچ گئے ملاحظہ ہو نفحۃ العنبر صب۔ یہ مولانا یوسف کامل پوری رکن مجلس علمی ہیں جو مولانا سراج احمد صاحب کے انتقال کے وقت یہاں موجود تھے۔ عربی میں مرثیہ بھی لکھا تھا، زبردست ادیب تھے نفحۃ العنبر میں ان کا ایک مقالہ اور مرثیہ بھی درج ہے ملاحظہ ہو ص۲۱۵-۱۶ طبع کراچی۔ آپ ہی نے نصب الرایہ کی کتاب الحج سے اخیر تک تخریج کی ہے جسے مولانا عبدالعزیز بہالوی پنجابی نہ کر سکے تھے۔ ملاحظہ ہو نصب الرایہ کا مقدمہ۔ مولانا یوسف بنوری نے تخریج نہیں کی ہے صرف طباعت کے وقت تصحیح کی ہے۔ دار المصنفین کے بعض مصنفین کو اس سلسلہ میں اشتباہ ہو گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۳۵۷ھ

اوپر جو تقسیم اسباق کا نقشہ درج ہوا ہے درحقیقت ۵۷ھ ہی کا ہے، کیونکہ مولانا سراج احمد کے انتقال کے بعد جلد ہی محرم شروع ہو گیا۔ اس میں مولانا محمد نور کا نام بھی ہے ان کا تقرر ہی محرم ۵۷ھ میں ہوا ہے۔ اسی تقسیم کے مطابق تعلیم جاری رہی۔ سالانہ امتحان کے بعد جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا عزیز احمد صاحب مدرس جامعہ نے پرجوش تقریر کی۔ صبح کے اجلاس میں مہتمم صاحب نے سال بھر کے حالات سنائے اس کے بعد مولانا عثمانی نے تقریر فرمائی اور اخیر میں فارغ ہونے والے چوراسی ۸۴ طلبہ کو اسناد اور عمامے تقسیم کئے۔ (روداد ۵۷ھ ص۱۰-۱۱)۔

یہ تعداد جامعہ کی پوری تاریخ میں سب سے زیادہ ہے۔ مولانا یوسف بنوری اس سال مجلس علمی کے کام سے مصر میں مقیم رہے۔

۱۳۵۸ھ

اس سال بھی حسب دستور مولانا احمد بزرگ کے لفظوں میں "ہندوستان کے تمام صوبوں کے طلبہ اور بیرونِ ہند کے طلبہ بھی بڑی تعداد میں یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے تمام اطراف سے جامعہ کے دارالافتاء میں استفتاء بکثرت آتے ہیں۔ حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند بخاری شریف کا درس دیتے ہیں نیز ڈابھیل و سملک و مضافات میں آپ کے مواعظ حسنہ بھی مثل سالہائے گذشتہ ہوتے رہے جن سے گجرات کے مسلمانوں میں غیر معمولی مذہبی بیداری پیدا ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہی تلمیذ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اساتذۂ جامعہ بھی بخیر و خوش اسلوبی درس و تدریس میں مشغول رہے

(روداد ۵۸ھ ص۴)

اس سال مولانا یوسف بنوری نے مصر سے واپس آکر بقیہ سال مجلس علمی کے شعبۂ تالیف میں کام کیا اور خارج وقت میں طلبہ کو نسائی شریف پڑھائی (ایضاً ص۱۸)

سالانہ جلسہ

شب کے اجلاس میں مولانا بدر عالم صاحب نے پر جوش اصلاحی تقریر فرمائی صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد مولانا حبیب اللہ صاحب کی فارسی نظم "جامعہ گجرات" پڑھی گئی جو بہت پسند کی گئی۔ مہتمم صاحب کے بعد مولانا عثمانیؒ کی تقریر ہوئی پھر اکاون ۵۱ طلبہ کی دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۵۸ھ ص۱۲)

سنہ ۱۳۵۹ھ

اس سال کا حال بھی سال گذشتہ کی طرح ہے انچاس ۴۹ طلبہ کو سند اور دستار دی گئی (ان ہی میں مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ موجودہ مہتمم جامعہ بھی تھے) اس سال مولانا شبیر احمد عثمانی تشریف نہیں لائے۔ بخاری شریف مولانا عبدالرحمٰن امروہی نے پڑھائی۔ مولانا عثمانی اخیر سال میں صرف ایک ماہ کیلئے تشریف لائے بخاری کا کچھ حصہ پڑھایا اور جلسہ میں تقریر کی (گجراتی روداد ۵۹ھ ص۸)۔

اس سال کی روداد مولانا احمد بزرگ کی آخری شائع کردہ روداد ہے اس سال سے اردو روداد بھی بند ہوگئی اس لئے اب جو بھی حوالہ ہوگا وہ گجراتی ہی روداد کا ہوگا۔ اگرچہ مولانا احمد بزرگ ربیع الاول سنہ ۶۱ھ تک مہتمم رہے مگر چونکہ روداد سال گذرنے کے کئی ماہ بعد شائع ہوتی ہے اس لئے سنہ ۶۰ھ کی روداد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب نے شائع کی جو مولانا احمد بزرگ کے بعد مہتمم مقرر ہوئے۔

سنہ ۱۳۶۰ھ

اس سال مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی تشریف نہیں لائے۔ مولانا عبدالرحمٰن امروہی صدر مدرس رہے تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے خاص طور سے مولانا منظور احمد نعمانی صاحب مدظلہ تشریف لائے تھے۔ اتفاق سے مولانا عبیداللہ سندھی بھی پہلے سے تشریف فرما تھے آپ نے کئی روز قیام کیا "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس بھی طلبہ کو دیا۔ آپ کا معاینہ آئندہ درج کیا جا رہا ہے۔

سالانہ جلسہ

۹ر شعبان کی شب میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا وعظ ہوا۔ صبح کے اجلاس میں تلاوت قرآن وغیرہ کے بعد مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ

عکس تحریر مولانا عبیداللہ سندھیؒ دیوبندی

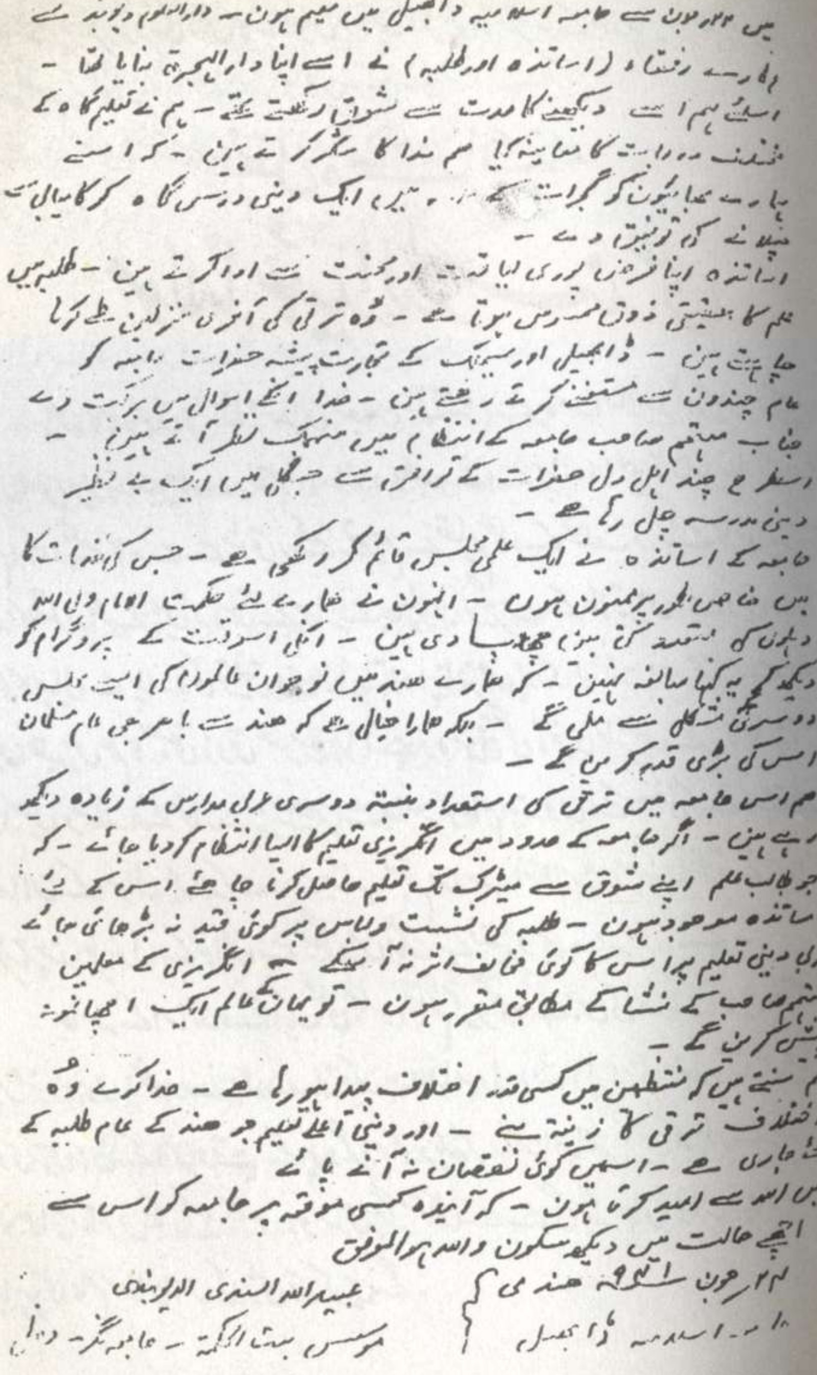

میں ۲۰ روز سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مقیم ہوں۔ دارالعلوم دیوبند کے ہمارے رفقاء (اساتذہ اور طلبہ) نے اسے اپنا دارالہجرۃ بنایا تھا۔ اسلئے ہم اسے دیکھنے کا مدت سے شوق رکھتے تھے۔ ہم نے تعلیم گاہ کے مختلف درجات کا معاینہ کیا ہم خدا کا شکر کرتے ہیں۔ کہ اسنے ہمارے بھائیوں کو گجرات کے [illegible] میں ایک دینی درسگاہ کو کامیاب چلانے کی توفیق دی ہے۔

اساتذہ اپنا فرض پوری لیاقت اور محنت سے ادا کرتے ہیں۔ طلبہ میں علم کا حقیقی ذوق محسوس ہوتا ہے۔ وہ ترقی کی آخری منزل طے کرنا چاہتے ہیں۔ ڈابھیل اور سملک کے تجارت پیشہ حضرات جامعہ کو عام چندوں سے مستغنی کرتے رہتے ہیں۔ خدا انکے اموال میں برکت دے جناب مہتمم صاحب جامعہ کے انتظام میں منہمک نظر آتے ہیں۔ اسطرح چند اہل دل حضرات کی توفیق سے جنگل میں ایک بے نظیر دینی مدرسہ چل رہا ہے۔

جامعہ کے اساتذہ نے ایک علمی مجلس قائم کر رکھی ہے۔ جس کی خدمات کا میں خاص طور پر ممنون ہوں۔ انہوں نے ہمارے لئے حکمت امام ولی اللہ دہلوی کی مستقل [illegible] چھپا دی ہیں۔ انکی اسوقت کے پروگرام کو دیکھ کر مجھے یہ کہنا مبالغہ نہیں۔ کہ ہمارے ہند میں نوجوان عالموں کی ایسی مجلس دوسری مشکل سے ملیگی۔ بلکہ ہمارا خیال ہے کہ ہند سے باہر بھی اہل علم اس کی بڑی قدر کرینگے۔

ہم اس جامعہ میں ترقی کی استعداد بنسبت دوسرے عربی مدارس کے زیادہ دیکھ رہے ہیں۔ اگر جامعہ کے حدود میں انگریزی تعلیم کا ایسا انتظام کر دیا جائے۔ کہ جو طالب علم اپنے شوق سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا چاہے۔ اس کے لئے اساتذہ موجود ہوں۔ طلبہ کی نشست و لباس پر کوئی قید نہ بڑھائی جائے عربی دینی تعلیم پر اس کا کوئی مخالف اثر نہ آسکے۔ انگریزی کے معلمین مہتمم صاحب کے منشا کے مطابق مقرر ہوں۔ تو یہاں کے عالم ایک اچھا نمونہ پیش کرینگے۔

ہم سنتے ہیں کہ منتظمین میں کسی قدر اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ خدا کرے وہ اختلاف ترقی کا زینہ بنے۔ اور دینی اعلیٰ تعلیم جو ہند کے عام طلبہ کے لئے جاری ہے۔ اسمیں کوئی نقصان نہ آنے پائے

میں اللہ سے امید کرتا ہوں۔ کہ آئندہ کسی موقعہ پر جامعہ کو اس سے اچھی حالت میں دیکھ سکوں واللہ ہو الموفق

۲۴ر جون سنہ ۱۹۴۱ء [illegible]
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

عبیداللہ السندی الدیوبندی
مؤسس بیت الحکمۃ — جامعہ نگر — دہلی

نے مدرسہ کے حالات بیان فرمائے اس کے بعد مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ نے علم کی ضرورت وحفاظت پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا، تقریر کے بعد چالیس طلبہ کو دستار و سند تقسیم کی گئی۔

نقل معائنہ

مولانا عُبیداللہ سندھی

میں ۲۲ر جون (۱۹۴۱ء مطابق شعبان ۱۳۶۰ھ) سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مقیم ہوں دارالعلوم دیوبند سے ہمارے رفقاء، اساتذہ وطلبہ نے اسے اپنا دارالہجرۃ بنایا تھا۔ اس لئے ہم اسے دیکھنے کا مدت سے شوق رکھتے تھے ہم نے تعلیم گاہ کے مختلف درجات کا معاینہ کیا ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے بھائیوں کو گجرات کے علاقہ میں ایک دینی درسگاہ کو کامیابی سے چلانے کی توفیق دی، اساتذہ اپنا فرض پوری لیاقت اور محنت سے ادا کرتے ہیں طلبہ میں علم کا حقیقی ذوق محسوس ہوتا ہے وہ ترقی کی آخری منزلیں طے کرنا چاہتے ہیں۔ ڈابھیل وسملک کے تجارت پیشہ حضرات جامعہ کو عام چندوں سے مستغنی کرتے رہتے ہیں۔ خدا ان کے اموال میں برکت دے جناب مہتمم صاحب انتظام میں منہمک نظر آتے ہیں اس طرح چند اہلِ دل کے توافق سے جنگل میں ایک بے نظیر دینی مدرسہ چل رہا ہے۔

جامعہ کے اساتذہ نے ایک علمی مجلس قائم کر رکھی ہے جس کی خدمات کا میں خاص طور پر ممنون ہوں انھوں نے ہمارے لئے حکمت الامام ولی اللہ دہلوی کی متعدد کتابیں چھاپ دی ہیں ان کے اس وقت کے پروگرام کو دیکھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ ہمارے ہند میں نوجوان عالموں کی ایسی مجلس دوسری جگہ مشکل سے ملے گی بلکہ ہمارا خیال ہے کہ ہندے باہر بھی عام مسلمان اس کی بڑی قدر کریں گے۔

ہم اس جامعہ میں ترقی کی استعداد بہ نسبت دوسرے عربی مدارس کے زیادہ دیکھ رہے ہیں اگر جامعہ کے حدود میں انگریزی تعلیم کا ایسا انتظام کر دیا جائے کہ جو طالب علم اپنے شوق سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا چاہے اس کیلئے اساتذہ موجود ہوں طلبہ کی نشست و لباس پر کوئی قید نہ بڑھائی جائے۔ عربی دینی تعلیم پر اس کا کوئی مخالف اثر نہ آسکے انگریزی کے معلمین مہتمم صاحب کے منشاء کے مطابق مقرر ہوں تو یہاں کے عالم ایک اچھا نمونہ پیش کریں گے۔

ہم سنتے ہیں کہ منتظمین میں کسی قدر اختلاف پیدا ہو رہا ہے خدا کرے کہ وہ اختلاف ترقی کا زینہ بنے اور دینی اعلیٰ تعلیم جو ہند کے عام طلبہ کیلئے جاری ہے اسمیں کوئی نقصان نہ آنے پائے میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ آئندہ کسی موقع پر جامعہ کو اس سے اچھی حالت میں دیکھ سکوں۔ واللہ الموفق۔

عبیداللہ السندی الدیوبندی موسس بیت الحکمۃ جامعہ نگر دہلی
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
۲۴ر جون ۱۹۴۱ء
(از رجسٹر معاینہ ص ۱۲۱)

جامعہ کی خدمات کا جائزہ

ہم نے مدرسہ تعلیم الدین کو تین دور میں تقسیم کیا تھا۔ اسی طرح جامعہ ہونے کے بعد سے ابتک کے زمانہ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کے آنے سے لیکر مولانا احمد بزرگ کے دورِ اہتمام کے ختم تک دورِ اول مولانا محمد سعید بزرگ کا دور "دورِ ثالث" اور درمیان کا دور "دورِ ثانی"۔

جامعہ کے دورِ اوّل کا جائزہ

اب دورِ اوّل ختم ہوا چاہتا ہے۔ ان چودہ ۱۴ (۴۶ھ سے لیکر ۶۰ھ تک) سالوں میں ساڑھے چھ سو سے زیادہ (ہمارے شمار کے مطابق ۶۵۵) طلبہ نے فراغت حاصل کی اور ملک کے مختلف علاقوں میں تعلیم و تدریس اور تبلیغ میں لگ گئے۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کی علاوہ بریں اساتذہ جامعہ کے مواعظ سے علم کی روشنی اس علاقہ کے ہر چہار طرف پھیلی۔ لوگ دین سے قریب اور علم سے مانوس ہوئے جہالت اور بدعت کا زور گھٹا۔ عرس اور قبر پرستی میں کمی ہوئی بلکہ بہت سی جگہوں میں اس کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔

۵۷ھ اور ۵۸ھ کی رودادوں میں مولانا احمد بزرگ لکھتے ہیں " واقف حضرات جانتے ہیں کہ اب سے بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال قبل تک گجرات کے عام مسلمان کس قدر پستی میں تھے صحیح مذہبی تعلیم سے ان کو کس قدر نفرت تھی رسوم جاہلیت میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ بدعات کے شیدائی اور طریقِ سنت سے کوسوں دور تھے ان کی مذہبی اصلاح کیلئے اگر کوئی عالم ربانی اس طرف آنکلتا تو اس سے برا ان کی نظر میں کوئی نہ ہوتا لیکن یکایک جامعہ کے قیام کے بعد ان لوگوں میں انقلاب شروع ہوا۔ حق و باطل میں تمیز کرنا شروع کیا شریعت حقہ کے جادۂ اعتدال کی طرف قدم بڑھائے اور رفتہ رفتہ بدعات سیئہ سے نفرت اور سنت حسنہ سے محبت پیدا ہوئی۔ انھوں نے آنکھیں کھولیں اور گہری نیند سے بیدار ہو کر علم صحیح کی روشنی میں حق و صداقت کی راہ دیکھی حق تعالیٰ نے بھی ان کی اس انابت صادقہ کو شرف قبول سے نوازا تعصب و ہٹ دھرمی کافور ہوئی اور وہ ہر حق آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار نظر آنے لگے۔

تمام قریب و بعید کے قصبات و دیہات سے تقریبات شادی وغیرہ کے موقع پر اساتذۂ جامعہ کو مدعو کیا جانے لگا اور ان حضرات نے بھی ہر اصلاح کے موقع سے فائدہ اٹھا کر ان تک حق و صداقت کی آواز پہونچائی جس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا حتّٰی کہ متعدد جگہ کے سالانہ عرس تک

بند ہوگئے جو برسوں سے ایک رسم جاہلیت کے طور پر ہوتے چلے آتے تھے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی کامیابی اس زمانہ میں علماء کو دوسرے ہندوستان کے کسی خطہ میں نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر جاہل مسلمان مذہب سے زیادہ رسوم جاہلیت کو عزیز و محبوب رکھتے ہیں دوسری طرف اس میں مسلمانانِ گجرات کی پختہ ایمانی اور حق پسند فطرت کو بھی بڑا دخل ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی نیک نیتی اور خلوص کو دیکھ کر ان کو قبولِ حق کی توفیق بخشی۔

(ص۱ - ۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ۵۴ھ میں صدر مہتمم کا عہدہ قبول کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

" علماء دیوبند کے وہاں پہونچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ عالم وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن و سنت کی روشنی سے منور ہے۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند ص۲۷۳/۱)

روداد ۵۵ھ کے ضمیمہ میں " ارکان ادارۂ جامعہ " نے اس حقیقت کو اپنے ان لفظوں میں ظاہر کیا تھا " قارئین رودادِ جامعہ واقف ہیں کہ جناب مہتمم صاحب کو جامعہ کی تعلیمی ترقیات اور اس کے بقاء و تحفظ کا کس قدر خیال ہے انھوں نے محض جامعہ کی فلاح کی خاطر رنگون کے عہدۂ افتاء کو چھوڑا اور اس وقت سے ڈابھیل آکر برابر جامعہ کی ترقی کیلئے ہمہ تن متوجہ رہے وہ جس وقت تشریف لائے تھے یہ جامعہ مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے بہت ہی چھوٹے پیمانہ پر قائم تھا۔ چند مدرس تھوڑے طلبہ اور عمارت محدود مدرسہ کے خزانہ میں روپیئے کے نام سے صفر۔ ایسی حالت میں صرف آپ کی گرانقدر مساعی اور بے مثل ایثار و اخلاص کی بدولت یہ معمولی گاؤں کا مکتب بہت ہی تھوڑی مدت میں ایک عظیم الشان مرکزی دار العلوم میں منتقل ہوگیا اور دنیائے اسلام کے بے مثل محدث مایۂ ناز مفسر عالی مرتبت فقیہ و ادیب اور اسی طرح ہر علم و فن کے حاذق و ماہر یہاں تشریف لائے جو اپنے ظاہری اور روحانی فیوض سے ہند و بیرونِ ہند کے مستفیدین کو فیض یاب کرنے لگے۔ غرض جامعہ کی تمام تر ترقیات محض آپ کے اخلاص و ایثار اور سرپرستانِ جامعہ کی علمی

قدر دانی کی رہین منت ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت مقتضی ہوئی کہ اس خطۂ گجرات کو جو کبھی علم وفضل کا گہوارہ رہ چکا ہے پھر علوم وفنون کی ترقیات سے بقعۂ نور بنائے اور قرآن وحدیث کے آفتاب ومہتاب سے اسے چمکائے اسی لئے حضرت حق نے اس کیلئے مہتمم کا انتخاب کیا تو ایسے عالم باعمل اخلاص وایثار مجسم بزرگ کا، مالی سرپرستی کیلئے چنا تو افریقہ کے ان باہمت عالی حوصلہ عاشقانِ علومِ نبوت کو جن کے ادنیٰ درجہ کے اخلاص کی قدر وقیمت بھی یقیناً ان کی گرانقدر رقوم سے کہیں زیادہ ہے۔ درس وتعلیم کیلئے منتخب فرمایا تو ان قدسی نفوس کو جن کے شہرۂ آفاق علم وفضل سے ان کی روحانی برکات مسابقت کر رہی تھیں اور جو تقویٰ وطہارت اخلاق ودیانت کے جیتے جاگتے نمونہ تھے۔

مختصر یہ کہ جامعہ کے سابقہ ادوار ترقی اور اس کی موجودہ ترقی یافتہ صورت کو ہم حق تعالیٰ کے ان کرشمہائے قدرت میں سے سمجھتے ہیں جو بطور خوارق عادات اپنے بندوں کو محض اپنے لطف بے پایاں سے نوازنے کیلئے ظاہر ہوا کرتے ہیں (ص ۲۵-۲۶)

مہتمم جامعہ کی اپنی کوشش یہ تھی لکھتے ہیں "جامعہ اسلامیہ کا شعبۂ تعلیم برابر ترقی کے مدارج طے کر رہا ہے اور ادارۂ جامعہ کی سب سے بڑی کوشش یہی ہے کہ اس کی تعلیمی حالت زیادہ سے زیادہ اچھی ہونی چاہئے۔ تعلیمی اسٹاف میں ہندوستان کے مایۂ ناز علماء کام کر رہے ہیں۔ ادارۂ جامعہ اس کی بھی امکانی کوشش کر رہا ہے کہ جامعہ میں قابل اور مستعد طلبہ کا اجتماع رہے کیوں کہ قابل اساتذہ سے لائق طلبہ ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

(روداد ۵۷ھ ص ۹)

لیکن اتنی ساری ظاہری اور باطنی ترقی کے باوجود ابھی تشنگی باقی تھی۔ کچھ اور تمنائیں تھیں لیکن وہ دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

کئی سالوں سے "ضروریات جامعہ" کے تحت چند چیزوں کی ضرورت کا تقاضہ رودادوں میں شائع ہو رہا تھا مسجد کی توسیع، جدید دار الاقامہ کی تعمیر، ایک مستشفیٰ (ہسپتال)، کتب خانہ

کی توسیع، صنائع کے درجات کا قیام۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ تمام ضرورتیں پوری ہوئیں تمنائیں بر آئیں اور حسن اتفاق کہ ان میں بیشتر مرحوم کے خلف الصدق جناب مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ کے زمانہ میں۔ ع پدر نتواند پسر تمام کند

جس کی تفصیل جامعہ کے دور ثالث میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جامعہ کا دورِ ثانی

(۱۳۶۱ھ تا ۱۳۷۸ھ) ۱۸ر سال

۱۳۶۱ھ

اس سال مولانا احمد بزرگ ماہ ربیع الاوّل سے مستعفی ہو گئے اور مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ مہتمم مقرر ہوئے۔ استعفاء کا باعث بعض لوگوں کا اختلاف بنا اور یہ اختلاف خاصا طویل ہوا۔ مقدمہ تک نوبت پہونچی۔ اس اختلاف کی کوئی تفصیل روداد میں درج نہیں۔ اس طرح کے اختلافات زیادہ تر غلط فہمیوں اور بدگمانیوں اور کسی قدر انسانی وبشری کمزوریوں پر مبنی ہوا کرتے ہیں یہاں بھی یہی چیزیں کارفرما نظر آتی ہیں۔ اس لئے اس کی تہ میں جانا اور اختلاف کے حقیقی عوامل کو تلاش کر کے معلوم کر لینا ہمارے لئے غیر ضروری بھی ہے اور مشکل بھی ہے۔

چونکہ مولانا احمد بزرگ کی مساعی جمیلہ اور ان کے رفقاء کے تعاون سے ان ہی کے دور میں یہ جامعہ بام عروج کو پہونچا تھا اور گجرات میں اس جامعہ کی وجہ سے ایک علمی فضا قائم ہو چکی تھی اور آئندہ کیلئے اس سے بہت سی توقعات وابستہ تھیں اس لئے ایسے وقت میں اختلاف کرنیوالوں کے اختلاف اور جامعہ سے انقطاع کی وجہ سے ان کے دل کو بہت شدید صدمہ پہنچا۔ زندگی کے آخری ایام اسی رنج وغم میں گذارے، بلکہ یہی رنج وملال عالم اسباب میں

سفر آخرت کا سبب بھی بنا۔

ان کو زیادہ افسوس اس بات کا تھا کہ مدرسہ کا اصل اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا جو عالم نہیں ہیں اور تجربہ سے یہ بات مسلم ہے کہ کسی مدرسہ کی ظاہری اور باطنی ترقی صرف سرمایہ اور دولت کے بل بوتے پر نہیں ہوتی بلکہ اس میں سرمایہ سے زیادہ کسی اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے حضرت تھانویؒ کا معائنہ پہلے گذر چکا ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے مولانا احمد بزرگؒ کے دور میں لکھا تھا " احقر اس مدرسہ کے متعلق یہ رائے ہمیشہ کیلئے دیتا ہے کہ اس کے مہتمم ہمیشہ عالم باعمل اور انتظام سے بقدر ضرورت مناسبت رکھنے والے ہوں جیسا کہ اس وقت واقعہ ہے۔ " (رجسٹر معائنہ ص ۸۲) اس لئے ان کو یہ خطرہ تھا کہ یہ سرسبز و شاداب چمن نہ صرف یہ کہ ترقی نہیں کر سکے گا بلکہ اپنی تروتازگی سے بہت جلد محروم ہو جائے گا۔ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ اگرچہ اس کے اہل تھے لیکن وہ خود بھی سمجھتے تھے کہ اپنی صواب دید کے مطابق کام نہ کر سکیں گے بلکہ جو لوگ ان کو مہتمم بننے پر مجبور کر رہے تھے ان کی کسی رائے سے انکار بہت مشکل ہے۔ اسی لئے ابتداءً مفتی صاحب نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جیسا کہ مولانا خلیل احمد صوفی لاجپوری کے اس مضمون میں اس کی تصریح ہے جو ماہنامہ دار العلوم فروری ۱۹۶۴ء میں مفتی صاحب کے متعلق شائع ہوا ہے۔ مفتی صاحب مولانا احمد بزرگ کے شاگرد تھے جانتے تھے کہ جنھوں نے مولانا احمد بزرگ سے اتفاق نہیں کیا وہ میرے حکم کے پابند کب ہو سکتے ہیں۔

ربیع الاول ۶۱ھ سے مفتی صاحب نے جامعہ کا اہتمام سنبھالا۔ اس سال بھی حسب دستور تعلیم جاری رہی۔ شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمان صاحب امروہی بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔

سالانہ جلسہ

۱۰ شعبان کو جلسہ ہوا شب کے اجلاس میں مولانا یوسف صاحب (بنوری) نے تقریر فرمائی صبح کے اجلاس میں مہتمم جامعہ مفتی اسماعیل

بسم اللہ صاحب کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد مولانا اسماعیل گارڈی صاحب نے "علم کی ضرورت اور اس کی حفاظت" کے موضوع پر تقریر فرمائی جس کا سامعین پر اچھا اثر ہوا۔ اس کے بعد بتیس ۳۲ فضلاء کو دستار باندھی گئی اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

مدرسین

اس سال رمضان کے بعد مولانا یوسف صاحب نہیں آئے مولانا محمد ادریس (سکھروڈوی) کو رمضان سے الگ کر دیا گیا۔ مولانا عزیز احمد صاحب مدرس عربی اور مولانا حبیب اللہ صاحب مدرس فارسی بھی اس سال الگ ہوئے۔ مولانا عبد الجبار صاحب (اعظمی) ذیقعدہ میں مقرر ہوئے (روداد ۶۱ھ ص ۱۵-۱۶)

۱۳۶۲ھ

ربیع الاول ۶۲ھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی پھر تشریف لائے۔ ربیع الآخر سے مولانا عبد الرحمٰن امروہی رخصت علالت پر رہے۔ اسی ربیع الآخر میں علامہ ابراہیم بلیاوی بھی جو مولانا عثمانی کے ساتھ دار العلوم دیوبند سے علیحدہ ہوئے تھے[1] مدرس حدیث کی حیثیت سے ڈابھیل تشریف لائے اور ذیقعدہ تک رہے۔ ذیقعدہ میں مولانا بدر عالم صاحب جامعہ سے الگ ہو گئے ایک اور مدرس عربی مولانا محمد نور صاحب بھی ربیع الاول سے الگ کر دئے گئے۔ مولانا عبد المنان، مولانا عبد الرحمٰن، مولانا محمد یحییٰ، مولانا ظہور احمد، اور مولانا محمد ادریس صاحبان کا تقرر ہوا۔ مولانا محمد ادریس اسی سال علیحدہ بھی ہو گئے۔ جامعہ کے ایک بڑے محسن جناب حاجی موسیٰ اسماعیل میاں صاحب کا اسی سال جنوبی افریقہ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سالانہ جلسہ

۱۰ شعبان کو جلسہ ہوا۔ شب میں ختم بخاری شریف کی تقریب ہوئی اس کے بعد مولانا بدر عالم صاحب نے تقریر فرمائی۔ صبح کو علامہ شبیر احمد

---

[1] تاریخ دار العلوم میں علامہ کو یہاں کا صدر مدرس بتایا گیا ہے یہ صحیح نہیں صدر مدرس علامہ عثمانی تھے۔ علامہ ابراہیم صاحب مدرس حدیث تھے ۱۲ مرتب

عثمانیؒ نے وعظ فرمایا پھر مولانا اسماعیل گارڈی صاحب نے علم کی ضرورت اور حفاظت نیز مدرسہ کی امداد واعانت کے سلسلہ میں تقریر فرمائی، بہتر ۷۲ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ حسب دستور باہر سے آئے ہوئے کثیر مہمانوں نے کھانا تناول فرمایا۔ (روداد سنہ ۶۲ھ ص ۲۲ تا ۲۵)۔

سنہ ۱۳۶۳ھ

اس سال بھی علامہ عثمانی رح جامعہ میں موجود رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب جو سال گذشتہ مدرس ہوئے تھے سفر سے علیحدہ ہوگئے، مولانا عبدالجبار صاحب اور مولانا محمود حسن صاحب کا صفر میں اور مولانا احمد نور صاحب کا ربیع الاوّل میں تقرر ہوا مولانا محمود حسن مولانا عبدالمنان مولانا ہاشم گورا اور مولانا علی احمد صاحبان شعبان میں الگ ہوگئے، مولانا عبدالجبار مولانا اسماعیل کاسوجی مولانا محمد احمد پٹیل اور مولانا مسلم کا شوال میں تقرر ہوا۔ مولانا احمد نگل اور مولانا عبدالحئی بسم اللہ کا بھی ماہ ذی الحجہ میں تقرر ہوا۔

سالانہ جلسہ

۱۰ رشعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ شب میں مولانا علی محمد (تراجوی) کا وعظ ہوا۔ صبح کے اجلاس میں مولانا اسماعیل گارڈی کی تقریر ہوئی۔ بعدہٗ علامہ عثمانی نے تقریر فرمائی جس میں علم کی ضرورت اور اس کی حفاظت نیز مدرسہ کے تعاون کی طرف توجہ دلائی پھر اکاون ۵۱ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۶۳ھ ص ۳ تا ۶)۔

اس سال کی روداد میں مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ کے سانحۂ وفات پر رنج وغم ظاہر کیا گیا ہے جن کا وصال حرکت قلب کے بند ہونے سے ۲۲ رمحرم سنہ ۱۳۶۴ھ کو بروز شنبہ راندیر میں ہوا۔ روداد اختتام سال کے کئی ماہ بعد شائع ہوتی ہے اس لئے اس واقعہ کا ذکر بھی اس سال میں آگیا ہے ورنہ انتقال کا واقعہ سنہ ۶۴ھ میں پیش آیا تھا۔

اسی سال حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ[1] مہتمم دارالعلوم دیوبند جامعہ ڈابھیل

---

[1] افسوس تبییض کے وقت اللہ کی رحمت کو پہونچ گئے۔ ۱۲ مرتب

تشریف لائے تھے زیارت کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات قلمبند کئے تھے ساتھ میں مولانا حامد الانصاری غازی بھی تھے۔

نقل معائنہ

حضرت قاری صاحبؒ

احقر بسلسلہ سفر بمبئی ڈابھیل حاضر ہوا۔ جامعہ اسلامیہ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا اور استاذ محترم حضرت قبلہ مولانا شبیر احمد صاحب دام فیضہٗ اور جناب مہتمم جامعہ (مفتی گجرات مولانا اسماعیل بسم اللہ) کی معیت میں جامعہ میں گھوم پھر کر تفصیل سے معائنہ کیا۔ یہ جامعہ جس طرح اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت پرفضا مقام پر واقع ہونے کے سبب جاذب نظر ہے اسی طرح اپنی معنویت اور مقاصد کے لحاظ سے قلوب کے لئے ایک خاص کشش اپنے اندر رکھتا ہے اکابر علماء (جن میں سے اس وقت حضرت استاذ محترم ممدوح الصدر یہاں قیام پذیر ہیں) کے قیام نے اس درسگاہ کی معنویت کو بہت بلند کردیا ہے اور اسی لئے یہ جگہ باوجود ایک طرف ہونے کے مرجع خاص وعام بنی ہوئی ہے۔ احقر کے قلب پر اس ادارہ کی زیارت سے ایک خاص اثر ہے جس کے ماتحت میں نے اس حاضری میں خاص مسرت وشادمانی محسوس کی۔ حق تعالیٰ اس علمی ادارہ کو بایں آب وتاب تادیر قائم ودائم رکھے اور اس کے فیوض وبرکات زیادہ سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہوتے رہیں۔ آمین

احقر محمد طیب عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۱ ۲/۶۳ھ
حامد الانصاری غازی ناظم دفتر اہتمام دارالعلوم دیوبند
(از رجسٹر معائنہ ص ۲۲)

سنہ ۱۳۶۴ھ

اس سال کی روداد میں علامہ عثمانی کا نام بھی مدرسین کی فہرست میں شامل ہے لیکن سالانہ جلسہ میں شرکت کا ذکر نہیں۔ غالباً دوران سال میں علامہ یہاں سے تشریف لیجا چکے تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے چند جلیل القدر علماء حدیث اس سال یہاں تشریف لائے۔ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی تشریف لائے روداد میں آپ کو مدرس حدیث لکھا گیا ہے۔ اسی ماہ مولانا شمس الحق افغانی بھی حاضر ہوئے آپ کو بھی مدرس حدیث لکھا گیا ہے۔ جمادی الآخری میں مولانا ظفر احمد (عثمانی) بھی آگئے آپ کو بھی فقط مدرس حدیث بتایا گیا ہے۔ ان تینوں حضرات کی تنخواہ برابر رہی ہے سنہ ۶۳ھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی تنخواہ دو سو ۲۰۰ روپے لکھی ہے اور ان تینوں حضرات کی تنخواہ ڈھائی سو ۲۵۰ روپئے تھی اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہی حضرات حدیث کے سب سے اونچے اساتذہ تھے لیکن روداد سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بخاری شریف کا درس کس نے دیا یا کس کس نے دیا۔ مفتی محمد شفیع صاحب کے بارے میں البلاغ کراچی کے مفتی اعظم نمبر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بخاری شریف کا درس دیا۔ (ص ۱۵۸)

بہرحال مفتی صاحب اور مولانا ظفر احمد عثمانی کا قیام صرف اختتام سال تک رہا۔ مولانا شمس الحق افغانی کا آئندہ بھی قیام رہا۔ منصب صدر مدرسی آپ ہی کے سپرد ہوا اس سال سنہ ۶۴ھ میں مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا سید انوار الحق صاحب کا بھی درجات عربیہ میں تقرر ہوا یہ دونوں رمضان سنہ ۶۵ھ میں علیحدہ بھی ہو گئے۔

سالانہ جلسہ

۱۰ر شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا ظفر احمد صاحب کا وعظ ہوا صبح کے اجلاس میں مولانا اسماعیل گارڈی کے بعد مولانا شمس الحق افغانی نے تقریر فرمائی اکتالیس فضلاء کو دستار و سند عطا کی گئی۔

(روداد سنہ ۶۴ھ ص ۷۶)

اس سال کی روداد میں لکھا ہے سنہ ۵۳ھ سے لے کر سنہ ۶۴ھ کے آخر تک اس جامعہ سے

پانچ سو نواسی ۵۸۹ علماء اور چار سو پنچانوے ۴۹۵ حفاظ تیار ہو چکے ہیں (ص ۳)۔

سنہ ۱۳۶۵ھ

اس سال صدر مدرس مولانا شمس الحق افغانی صاحب تھے۔ گزشتہ تعلیمی سال کے اختتام کے ساتھ کئی اساتذہ علیحدہ ہو گئے تھے اس لئے اس سال متعدد اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا۔ مولانا شمس الدین صاحب صفر میں، مولانا منتخب الحق صاحب ربیع الاول میں؛ مولانا عبد القدیر، مولانا عبد العزیز اور مولانا محمد مالک صاحبان ذی الحجہ سنہ ۶۵ھ میں تشریف لائے۔ مولانا محمد ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی کو جو فارسی کے مدرس تھے عربی درجات کا مدرس بنایا گیا۔ قاری انوار الحق صاحب سال گزشتہ چلے گئے تھے ان کی جگہ قاری بندے الٰہی صاحب کا درجۂ تجوید میں تقرر ہوا۔

سالانہ جلسہ

رات کے اجلاس میں مولانا منتخب الحق صاحب کا وعظ ہوا پھر ۱۰ر شعبان کی صبح میں مولانا اسماعیل گارڈی صاحب کے بیان کے بعد مولانا شمس الحق صاحب افغانی نے وعظ فرمایا۔ بیالیس ۴۲ طلباء کو سند اور دستار دی گئی (روداد سنہ ۶۵ھ ص ۲ تا ۸) اس سال کے ۴۲ فضلاء کو شمار کرنے کے ساتھ جامعہ کے سالِ اول سنہ ۴۷ھ سے لے کر سنہ ۶۵ھ تک کل فضلاء کی تعداد آٹھ سو سینتالیس ۸۴۷ ہو جاتی ہے۔[۱]

(ایضاً ص ۴)

سنہ ۱۳۶۶ھ

اس سال بھی مولانا شمس الحق صاحب افغانی صدر مدرس رہے تعلیمی سال کے اختتام پر امتحان سالانہ کے بعد ۱۰ر شعبان کو سالانہ جلسہ ہوا۔ رات کے اجلاس میں مولانا محمد مالک صاحب (ابن مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی) کا وعظ ہوا۔ اور صبح کے اجلاس میں حسب دستور مہتمم صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد مولانا شمس الحق صاحب کا علم کے موضوع پر موثر بیان ہوا۔ پچیس ۲۵ طلبہ کو سند و دستار دی گئی۔

(روداد سنہ ۶۶ھ ص ۷، ۸)

---

[۱] ہمارے شمار کے مطابق کل تعداد آٹھ سو ترانوے ۸۹۳ ہو جاتی ہے ۱۲ مرتب۔

تعطیل کلاں میں اساتذہ اپنے اپنے وطن چلے گئے ہوں گے رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ متعدد اساتذہ جو پاکستان کے علاقوں کے رہنے والے تھے وہ رمضان کے بعد جامعہ نہیں آسکے۔ صدر مدرس مولانا شمس الحق افغانی درجات عربیہ اور حدیث کے اساتذہ مولانا عبدالقادر صاحب مولانا عبدالعزیز صاحب مولانا انوار الحق صاحب میں سے کوئی بھی شوال میں جامعہ نہیں آسکا (ایضاً) ذی قعدہ اور ذی الحجہ بھی گذر گئے کسی نئے مدرس کا تقرر عمل میں نہیں آیا ۶۷ھ شروع ہونے کے بھی دو ماہ بعد نئے اساتذہ تشریف لائے اس طرح جامعہ کو بھی دیگر اسلامی اداروں کی طرح تقسیم ہند سے نقصان پہونچا۔

۱۳۶۷ھ ربیع الآخر میں مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر مدرس بن کر جامعہ میں تشریف لائے آپ ۵۳ھ سے شعبان ۶۱ھ تک مجلس علمی کے کارکن ہونے کے ساتھ جامعہ کے مدرس بھی تھے۔ درمیان میں جامعہ سے علیحدہ ہو گئے تھے اب جب کہ صدر مدرسی کیلئے کسی لائق فائق مدرس کی ضرورت تھی تو منتظمین کی نظر انتخاب آپ پر پڑی مجلس علمی کے کاموں فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت نیز بغیۃ الاریب اور نفحۃ العنبر کی تصنیف کی وجہ سے آپ کی علمی لیاقت مشہور و مسلم ہو چکی تھی۔ دار العلوم دیوبند نے بھی آپ کو دعوت دی تھی لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا تھا جامعہ سے سابق تعلق کی بناء پر آپ کو یہاں بلانے میں منتظمین کو کامیابی ہو گئی۔ روداد میں آپ کی آمد کا ذکر اہتمام سے کیا گیا۔ یہ بات جامعہ کے لئے قابل فخر ہے کہ آپ جامعہ ہی کے ایک فرزند بھی ہیں (روداد ۶۷ھ ص۴) ربیع الاول میں مولانا فضل الرحمن (پشاوری) اور مولانا محمد حسن بھی تشریف لائے۔ ماہ شوال میں مولانا قاضی اطہر مبارکپوری اور مولانا اسلام الحق کا تقرر ہوا۔ مولانا عبدالحی بسم اللہ کو درجۂ فارسی سے درجۂ عربی میں منتقل کر لیا گیا۔

دورۂ حدیث شریف کی تعلیم چونکہ بہت دیر سے شروع ہوئی تھی اس لئے وقت پر بخاری شریف ختم نہ ہو سکی اور سالانہ جلسہ بھی نہ ہو سکا۔ بخاری شریف کے ختم کی تقریب میں ہی فارغ ہونے والے چودہ ۱۴ طلبہ کو دستار و سند دیدی گئی (ایضاً ص۹)

۱۳۶۸ھ اس سال بھی مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صدر مدرس رہے۔ حسب سابق تعلیم جاری رہی۔ سالانہ جلسہ اس طرح نہیں ہو سکا کہ باہر سے آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا جا سکے۔ مہتمم جامعہ مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ رپورٹ میں لکھتے ہیں " انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ کنٹرول کے زمانہ میں ہم سالانہ جلسہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہمارے گاؤں میں اتنے ہوٹل نہیں ہیں کہ آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا جا سکے اس لئے مختصراً دسویں شعبان کی شب میں بعد العشاء مولانا اسماعیل سنبھلی صاحب کی صدارت میں جلسہ کر لیا گیا جسمیں مہتمم جامعہ نے رپورٹ سنادی اس کے بعد مولانا یوسف بنوری نے ایک زوردار تقریر فرمائی پھر مولانا اسماعیل سنبھلی نے اپنے مخصوص انداز میں وعظ فرمایا جس سے حاضرین باغ باغ ہو گئے چوبیس ۲۴ فضلاء کو دستار کے ساتھ اسناد دی گئیں ۱۲ بجے جلسہ ختم ہوا۔ اس سال ربیع الاول میں مولانا عبدالجبار (اعظمی) کا اور شوال میں مولانا عبدالرؤف (پشاوری) کا تقرر ہوا (روداد ۱۳۶۸ھ ص۸ تا ۱۱) مولانا فضل الرحمن صاحب مولانا اسلام الحق صاحب اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری جامعہ سے الگ ہو گئے۔ ۶۹ھ کی روداد میں ان کا نام نہیں علیحدگی کا ذکر بھی نہیں۔

جامعہ میں عام طلبہ کے علاوہ پچاس ۵۰ یتیم بھی رکھے گئے جن کا پائی پائی کا خرچ جناب سیٹھ حاجی یوسف گارڈی پورا کرتے رہے۔ (ایضاً ص۵)

۱۳۶۹ھ اس سال بھی شعبان تک مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جامعہ میں رہے اور صدر مدرس رہے۔ گذشتہ سال چند اساتذہ کے چلے جانے سے

جوخلاء پیدا ہوا تھا اس کو نئے تقرر سے پُر کیا گیا۔ مولانا عبدالقدوس صاحب (رو کا ربیع الاول میں اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب (پشاوری) کا دوبارہ شوال میں تقر ہوا مولانا محمد پانڈور کا بھی اسی سال کسی مہینہ میں تقرر ہوا۔ مولانا یوسف صاحب بنوری شوال میں حج کو گئے تو وہاں سے پاکستان چلے گئے پھر جامعہ نہیں آئے۔ مولانا محمد مالک صاحب بھی رمضان سے الگ ہوگئے۔

سالانہ جلسہ اس سال بھی قدیم طرز پر نہ ہوسکا۔ اس سال بھی وہی معذرت پیش کی گئی ہے۔ رات کو بعد العشاء جلسہ ہوا جس میں مہتمم صاحب کی رپورٹ کے بعد مولا محمد یوسف صاحب بنوری نے تقریر فرمائی پھر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتم دارالعلوم دیوبند نے وعظ فرمایا جلسہ قاری صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ انیس ۱۹ طلبہ کو دستار و سند سے نوازا گیا۔ (روداد ۶۹ھ ص ۹ تا ۱۱)

سنہ ۱۳۷۰ھ

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جیسا کہ معلوم ہوا اس سال تشریف نہیں لائے ۷۰ھ کی روداد میں لکھا ہے کہ ان کی جگہ خالی ہے ان کے بعد سب سے پہلے عربی درجہ کے مدرسین میں مولانا عبدالجبار صاحب (اعظمی) کا نام درج ہے اس لئے غالباً بخاری شریف کا درس انہی سے متعلق رہا ہوگا جامعہ کے اسی سال کے ایک فارغ مولانا محمد اسحاق جی ڈابھیلی سے اس گمان کی تصدیق ہوئی لیکن منصب صدارت ان کو نہیں سونپا گیا۔ تنخواہ میں کافی تفاوت رہا۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کی تنخواہ تین سو ۳۰۰ روپے تھی اور مولانا عبدالجبار صاحب کی ایک سو پچھتر ۱۷۵۔ رمضان میں مولانا محمد پانڈور صاحب مستعفی ہوگئے۔

سالانہ جلسہ رات کو منعقد ہوا جس میں مہتمم جامعہ (مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رح) کی علالت کی وجہ سے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب نے رپورٹ پیش کی اس کے بعد مولانا عبدالمجید صاحب کی تقریر ہوئی اور دس ۱۰ فضلاء کی

دستار بندی ہوئی۔ (روداد ۷۰ھ ص ۹، ۱۰)۔

سنہ ۱۳۷۱ھ

اس سال بھی مولانا عبدالجبار صاحب (اعظمی) کو صرف مدرس عربی لکھا گیا لیکن ظاہر ہے کہ بخاری شریف کا درس آپ ہی کے سپرد تھا۔ مولانا ابراہیم چیتامن کو جو ایک زمانہ سے فارسی کے مدرس تھے درجات عربیہ کا مدرس بنا دیا گیا۔ مولانا آدم پالن پوری صاحب کا اس سال تقرر ہوا لیکن تاریخ درج نہیں۔

سالانہ جلسہ ۱۰ شعبان کی صبح کو منعقد ہوا۔ کھانے کا نظم نہیں ہوسکا۔ مہتمم صاحب کی رپورٹ کے بعد صدر جلسہ مولانا سلطان حسین صاحب نے تقریر فرمائی پھر چودہ ۱۴ طلبہ کو سند فراغت اور دستار دی گئی (روداد ۷۱ھ ص ۱۱-۱۲)

مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رح کے دور اہتمام کا یہ آخری سال تھا۔ ۶۱ھ سے ۷۱ھ تک گیارہ ۱۱ سال آپ مہتمم رہے۔ ۶۹ھ سے ۷۱ھ تک برابر ہر سال رپورٹ میں سالانہ جلسہ کے متعلق افسوس اور دکھ کا اظہار کرتے رہے۔ مفتی صاحب کن اسباب کی بنیاد پر اہتمام سے الگ ہوئے اس کا کچھ ذکر روداد میں نہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ ایسی بندشیں اور پابندیاں گھیرے ہوئے تھیں جن کی وجہ سے حسب منشا انتظام نہیں کرسکتے تھے۔

سنہ ۱۳۷۲ھ

مفتی بسم اللہ صاحب اب صرف جامعہ کے مفتی ہیں۔ آپ کی تنخواہ بھی پچاس ۵۰ روپے[1] کم کردی گئی ۷۲ھ کی روداد جناب عبدالحیٔ ہاشم موٹا (پٹیل) نے بحیثیت سکریٹری آف مینیجمنٹ بورڈ کے شائع کی۔ اس سال بھی مولانا عبدالجبار صاحب کو مدرس حدیث لکھا گیا صدر مدرس نہیں۔ تنخواہ بھی وہی رہی جو

---

[1] ۷۲ھ کی رپورٹ میں ٹائیٹل پر آپ کو سکریٹری سے پہلے مہتمم بھی لکھا گیا ہے لیکن ۷۳ھ کی روداد میں ص ۴ پر اس کو بھول قرار دیا گیا ہے ۱۲

. بخاری شریف پڑھانے سے قبل تھی رمضان ۷۲؁ھ سے الگ ہو گئے اس طرح تین سال آپنے درس بخاری شریف کی خدمت انجام دی۔ صفر ۷۲؁ھ سے مولانا آدم پالنپوری صاحب بھی الگ ہو گئے۔ ربیع الآخر میں عربی درجات کیلئے مولانا خلیل حسین صاحب (دیوبندی موجودہ مہتمم مدرسہ اصغریہ دیوبند) مدرس مقرر ہوئے جو رمضان میں الگ بھی ہو گئے رمضان ہی میں قاری بندے الٰہی صاحب مدرس تجوید بھی الگ ہو گئے۔ شوال میں مولانا احمد بے مات صاحب عربی کے مدرس مقرر ہوئے۔

سالانہ جلسہ ۱۰ شعبان کو بعد نماز ظہر قاری محمد طیب صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ قاری صاحب کے بیان کے بعد بارہ ۱۲ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔

(روداد ۷۲؁ھ ص ۱۱-۱۲)

۱۳۷۳؁ھ

اس سال کی روداد بھی جناب عبدالحیٔ ہاشم موٹا سکریٹری مینیجنگ بورڈ نے شائع کی جو بہت ہی مختصر چند صفحات پر مشتمل ہے جس میں چندہ دہندگان کا سرے سے کوئی ذکر نہیں۔ معمول یہ ہے کہ شروع میں جامعہ کی مالی، تعلیمی حالت درج ہوتی ہے۔ علم کی اشاعت اور ادارہ کی اعانت کیلئے اپیل کیجاتی ہے اصحاب خیر کا تشکریہ ادا کیا جاتا ہے اس روداد میں یہ چیزیں بالکل مذکور نہیں۔ شروع میں ایک طویل بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دُو سال سے مدرسہ کا کوئی مہتمم نہیں ہے اور لوگوں میں مدرسہ کے بارے میں خوب چرچا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور کوئی کچھ۔ عام طور سے مشہور ہے کہ مہتمم کو کچھ اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے کوئی عالم مہتمم بننے کیلئے تیار نہیں۔ لکھتے ہیں " واقعہ یہ ہے کہ جامعہ کیلئے ایسے ایکٹ اور قاعدے بنادئے گئے ہیں جن کی وجہ سے مہتمم جامعہ اپنا ذاتی فائدہ نہیں اٹھا سکتا لیکن اس ایکٹ میں مہتمم کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تفصیل نہیں ہے اس لئے منتظمہ اور مہتمم میں اختلاف ہوتا رہتا ہے بہت سے لوگ اس ایکٹ کے مخالف ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس کو ختم کر دیا جائے لیکن منتظمہ اسی ایکٹ میں جامعہ کا فائدہ سمجھتی ہے اس لئے اس کو ختم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مہتمم جامعہ (مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ) نے انہی اختلافات کی وجہ سے ایک نائب مہتمم کی مانگ کی بورڈ نے مشہدی صاحب کو جو کینوڑیں کھاتہ کے ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر تھے منتخب کیا لیکن جب وہ جامعہ آگئے تو مخالفین کی طرف سے ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ مشہدی صاحب یہاں سے چلے گئے کہ مبادا کوئی انتشار ہو اور مدرسہ بدنام ہو جائے۔

مزید لکھتے ہیں "میں جامعہ کی اٹھارہ ۱۸ سال سے خدمت کرتا ہوں۔ جس کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جو لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ میں نے مدرسہ برباد کر دیا انھوں نے مدرسہ کی کیا خدمت کی اس کے لئے کیا قربانی دی؟ تین ۳ مہینے کیلئے انھوں نے جب مدرسہ کا انتظام ہاتھ میں لیا تو وہ بھی مفت نہیں کر سکے اچھی خاصی تنخواہ لی اور "کامیاب سالانہ جلسہ" کے پیچھے گیارہ سو روپئے خرچ کر کے چلے گئے میں مانتا ہوں کہ مدرسہ میں طلبہ کم ہو گئے ہیں لیکن اس کی وجہ ایکٹ نہیں بلکہ تقسیم ہند کی وجہ سے یہ کمی ہوئی ہے چنانچہ یہ کمی ہندوستان کے دوسرے مدارس میں بھی ہوئی ہے۔

(روداد ۷۳؁ھ ص ۱ تا ۴)

ان اقتباسات سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ وہ کون سی وجہ تھی جس کی بناء پر مفتی صاحب مدرسہ میں رہتے ہوئے اہتمام سے الگ رہے۔ ان الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بورڈ اور مہتمم میں ایک کش مکش تھی۔ یہی وہ اندیشہ ہے جس کے پیشِ نظر مفتی صاحب نے ابتداءً اہتمام قبول کرنے سے انکار کیا تھا وہ اندیشہ سچا ثابت ہوا اور بالآخر کنارہ کشی کا موجب بنا۔ نیز یہ کشاکشی اس قدر شہرت پذیر ہوئی کہ دو سال کی مدت گذر گئی اور کوئی ایسا عالم نہیں ملا جو جامعہ کی زمامِ اہتمام سنبھال کر اسے تنزل سے بچالے۔

مدرسین وملازمین

مولانا محمد تقی صاحب مہتمم کی حیثیت سے ماہ محرم میں مقرر ہوئے اور شعبان میں علیحدہ ہوگئے۔ مولانا عبدالرؤف صاحب کو صرف مدرس حدیث لکھا گیا ہے لیکن اس زمانہ کے بعض فضلاء جامعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی کے بعد جو رمضان میں علیحدہ ہوگئے تھے چند ماہ کیلئے مولانا عبدالرؤف صاحب شیخ الحدیث رہے چنانچہ اس سال ان کی تنخواہ میں بیس ۲۰ روپئے کا اضافہ بھی ہوا۔ سال گذشتہ تنخواہ ایک سو ساٹھ ۱۶۰ تھی امسال ایک سو اسی ۱۸۰ ہوگئی جبکہ مولانا عبدالجبار صاحب کی تنخواہ ایک سو پچھتر تھی۔ مولانا عبدالرؤف صاحب ۶ / صفر ۷۳ھ کو جامعہ سے الگ ہوگئے۔ ربیع الاول ۷۳ھ میں مولانا شریف حسن صاحب دیوبندی کا ایک سو نوے ۱۹۰ روپئے پر تقرر ہوا۔ عربی درجات کیلئے مولانا مسعود حسن صاحب کا ربیع الاول میں تقرر ہوا۔ شوال میں الگ ہوگئے۔ شوال ۷۳ھ میں مولانا عبدالغفور صاحب کا عربی درجات کیلئے تقرر ہوا۔ قاری عبدالجلیل صاحب ربیع الاول میں مقرر ہوئے جمادی الاولیٰ میں الگ ہوگئے پھر شوال میں تجوید کیلئے قاری احمد نورگت کا تقرر ہوا اسی شوال میں مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب جامعہ سے الگ ہوگئے مولانا عبداللہ صاحب ربیع الآخر میں مدرس اردو مقرر ہوئے۔

(ایضاً ص ۵-۶)

سالانہ جلسہ کے احوال اس سال کی رپورٹ میں درج نہیں سوائے اس طنزیہ جملہ کے جو اوپر ذکر ہوا۔ اس سال پانچ طلبہ فارغ ہوئے جن کے نام روداد میں درج ہیں۔ بقیہ درجات کی مجموعی تعداد لکھنے پر اکتفاء کیا گیا ہے حالانکہ گذشتہ سالوں میں ہمیشہ تمام طلبہ کے نام درج ہوا کرتے تھے طلبہ کی مجموعی تعداد ایک سو اکاسی ۱۸۱ ہے جب کہ سال گذشتہ دو سو بیالیس ۲۴۲ تھی اس سے قبل ۷۱ھ میں دو سو چھپن ۲۵۶ تھی۔ یاد رہے کہ تقسیم ہند کا واقعہ ۶۶ھ میں پیش آیا تھا اس لئے طلبہ کی کمی کی وجہ تقسیم ہند

کو قرار دینے میں تامل ہو سکتا ہے۔

ایکٹ کا خاتمہ

ایکٹ کی وجہ سے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کوئی عالم اہتمام کیلئے تیار نہیں ہو رہا تھا اور جامعہ رو بزوال تھا اس لئے ہمدردانِ جامعہ نے اس ایکٹ کو توڑنے کی کوشش شروع کی۔ ڈابھیل وسملک کے اعیان جیسے مولانا عبدالحق میاں صاحب سملکی۔ مولانا محمد ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی۔ ابراہیم محمد نواب صاحب ڈابھیلی۔ حافظ یوسف محمد نانا صاحب سملکی۔ جناب رشید احمد موٹا (پٹیل) صاحب ڈابھیلی۔ مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب ڈابھیلی۔ مولانا محمد سعید بزرگ سملکی اور مجلس شوریٰ کے ارکان نے اس کے لئے بڑی جدوجہد کی ڈابھیل وسملک کی تینوں انجمنوں نے اپنا بھرپور تعاون دیا۔ اس کے لئے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی کو دعوت دی گئی۔ ان کو بلاکر لایا گیا اور جامعہ میں حضرت مدنی کی صدارت میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ گاؤں کی تمام ذمہ دار جماعتوں نے حضرت مدنی اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کو حکم مان لیا ایکٹ کو توڑنے اور نیا ضابطہ تیار کرنے کا پورا اختیار ان دونوں حضرات کو دیدیا گیا۔ اس جلسہ میں ایکٹ کے موافق اور مخالف دونوں فریق کے اتفاق سے اس ایکٹ کو توڑ دیا گیا۔ اس ایکٹ میں بعض ایسی باتیں بھی تھیں جن کو ختم کرنے کیلئے صدر جمہوریہ کے دستخط کی ضرورت تھی اس اہم کام کو مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے انجام دیا۔ مولانا جامعہ کے سابق مدرس تھے اس جامعہ سے ان کو قلبی تعلق تھا۔ جمعیۃ العلماء کا ناظم عمومی ہونے کی وجہ سے بھی اس اسلامی ادارہ سے ان کو خاص دلچسپی تھی جو ان کے آنکھوں کے

---

[1] ان واقعات کا ذکر رپورٹ میں درج نہیں۔ یہ تفصیلات موجودہ مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ سے معلوم ہوئیں ۱۲ مرتب۔

سامنے انتہائی عروج سے انحطاط کی آخری منزل کے قریب جا پہونچا تھا۔

جس وقت جلسۂ عام میں پرانا دستور منسوخ کیا گیا اور نئے دستور کی منظوری حاصل کرنے کی تجویز پاس کی گئی اسی وقت مولانا مدنی رح نے اہتمام کیلئے مولانا محمد سعید بزرگ کا نام پیش کیا لیکن مولانا بزرگ نے صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ حضرت آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر لیکن مدرسہ کے اہتمام کے متعلق آپ مجھے حکم نہ دیں میں اس کو قبول کرنے سے معذور ہوں۔

حضرت مدنی رح نے اس وقت مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو جو افریقہ سے آئے ہوئے تھے اہتمام سپرد کر دیا۔ ایکٹ ختم ہو جانے کی وجہ سے دوسرے دستور کی منظوری تک جامعہ کا کنٹرول ضلع کلکٹر کے ہاتھ میں تھا۔ تنخواہ اور دوسرے تمام امور کلکٹر کی اجازت کے بغیر انجام نہیں دئے جا سکتے تھے اس لئے مہتمم بالکل پابند اور محض ایک واسطہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو افریقہ جانا تھا لیکن کلکٹر نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک آپ دوسرا مہتمم مقرر نہ کر دیں اور وہ میرے پاس آکر اس ذمہ داری کو قبول نہ کرلے اس وقت تک آپ افریقہ نہیں جا سکتے۔

اس مرحلہ پر پھر مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو اہتمام کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان ہی دنوں بمبئی میں جمعیت کی تعلیمی کانفرنس ہوئی تھی اور جمعیۃ العلماء کے اکابر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاری وغیرہ بمبئی آئے تھے اس موقعہ سے یہاں بھی تشریف لائے۔ ان حضرات نے مولانا محمد ایکھلوایا صاحب سے یہ بات طے کر دی کہ آپ اہتمام مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو دیکر چلے جائیے۔ یہ بات مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی عدم موجودگی میں طے پائی تھی جب اسکا علم ہوا تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ نواپور کے ایک پروگرام میں حاضرت کے لئے ساتھ گئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رح نے ہمت دلائی اور فرمایا کہ تم تنہا نہیں ہو تمہارے پیچھے ایک بڑی جماعت ہے اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو ہم ہمیشہ کے لئے اس ادارہ سے مایوس ہو جائیں گے اور زندگی بھر افسوس رہیگا

لیکن مولانا محمد سعید بزرگ نے ان سے بھی معذرت کر دی کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

مولانا محمد ایکھلوایا صاحب کو افریقہ جانا تھا اس لئے انھوں نے مولانا عبد الحیٔ بسم اللہ صاحب کو کسی طرح آمادہ کر لیا اور کلکٹر کے سامنے پیش کر دیا۔ انھوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا اور وہ افریقہ چلے گئے۔

سنہ ۱۳۷۴ھ اس سال مہتمم مولانا محمد بن ابراہیم ایکھلوایا صاحب تھے۔ آپ ہی نے اس سال کی روداد شائع کی۔ صدر مہتمم کی حیثیت سے مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے ماہ جمادی الاولیٰ سے شعبان تک کام کیا۔

مدرسین مولانا ابراہیم چنتامن صاحب صفر میں جامعہ سے الگ ہو گئے۔ مولانا عبد اللہ کاپودروی مدرس عربی جمادی الاخریٰ سے علیحدہ ہوئے (سال گذشتہ مدرس اردو غالباً یہی مولانا عبد اللہ صاحب مقرر ہوئے تھے وہاں کوئی نسبت نہیں لکھی گئی) رمضان میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب (پشاوری) مدرس حدیث جامعہ سے الگ ہوئے۔ مدرس عربی مولانا خیر الرحمٰن صاحب کا صفر سے اور مولانا عبد الحیٔ بسم اللہ صاحب مدرس عربی کا جمادی الاخریٰ سے تقرر ہوا۔ صدر مدرس مولانا شریف حسن صاحب ہی رہے۔

سالانہ جلسہ ۹ر شعبان کو سالانہ جلسہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ دستور قدیم کے مطابق بہت سے لوگوں کو دعوت نامہ بھیجا گیا۔ مہتمم جامعہ کی رپورٹ کے بعد مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے طلبہ کو نصیحت کی پھر مولانا سلطان حسن اور مولانا نذیر احمد پالنپوری رح کے بیانات ہوئے۔ اخیر میں صدر جلسہ مفتی مہدی حسن صاحب کی تقریر ہوئی بعد ازاں فضلاء کو دستار فضیلت اور سند دیکر جلسہ ختم ہوا۔ (روداد سنہ ۷۴ھ ص ۲ تا ۴)۔

۱۳۷۵ھ ۷ ر ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ سے مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب مہتمم ہوئے اور رجب ۱۳۷۹ھ تک رہے ان سالوں کی رو داد ان کو شائع کرنی چاہیے تھی لیکن حالات کی ناسازگاری کے باعث وہ مختصراً بھی کسی سال کی روداد شائع نہ کر سکے، ۷۵ھ تا ۸۷ھ ان چار سالوں کی مشترکہ رپورٹ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ نے مہتمم ہونے کے بعد اکٹھا شائع کی انہی سے یہ حالات لئے جا رہے ہیں۔

اس سال بھی صدر مدرس مولانا شریف حسن صاحب ہی رہے۔ امتحان سالانہ اور جلسہ کا حال روداد میں مذکور نہیں، پانچ طلبہ فارغ ہوئے۔ ذی قعدہ ۷۵ھ میں مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب کا شیخ الحدیث کے منصب پر تقرر ہوا اسی ماہ قاری سعیدالحق صاحب کا بھی درجۂ تجوید میں تقرر ہوا (روداد ۷۵ تا ۸۷ھ ص۱)۔

۱۳۷۶ھ صدر مدرس اس سال مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب رہے مولانا موصوف کے نام کے نیچے مولانا شریف حسن صاحب کو بھی ایضاً کا نشان بنا کر صدر مدرس بتایا گیا ہے مگر دونوں کی تنخواہ میں بہت تفاوت ہے اول کی تین سو اور ثانی کی ایک سو نوے۔ مولانا محمد ایکھلوایا کے بعد ۷ ر بیع الآخر ۷۶ھ سے مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب مہتمم ہوئے۔ مدرس بھی رہے۔ اس سال فقط تین طالب علم فارغ ہوئے (ایضاً ص۴۸ و ص۹۳) امتحان سالانہ اور جلسہ کا روداد میں کوئی تذکرہ نہیں۔

اس سال متعدد حضرات نے رجسٹر معاینہ میں اپنے تأثرات تحریر فرمائے۔

نقل معائنہ

جناب مولانا محمد ابراہیم خلیل منتظم و مؤرخ اوقاف بھوپال

سابق پروفیسر نارمل کالج بھوپال

بحمد اللہ تعالیٰ ایک آرزوئے دیرینہ آج پوری ہوئی۔ محسن دوست...... حکیم لطیف محمد خاں صاحب بھوپالی کے ساتھ اپنے شفیق مخلص ...... استاذ جناب الحاج الحافظ عبدالحلیم صاحب صدیقی مدظلہ شیخ الجامعہ ڈابھیل کی خدمت میں اتفاقیہ پہونچا۔ جامعہ ڈابھیل کی فضا میں جو جو مفید اور بلند و مستحکم عمارات دیکھیں وہ بانیان جامعہ کی دینی فیاضی اور علمی قربانیوں کا ثبوت ہیں۔

مدرسہ کے نصاب میں مفید کتابیں ہیں اور اس کے مقصد عالی میں تکمیل علوم دینی بزبان عربی ہے موجودہ تعلیمی فضا یقیناً اطمینان بخش ہے۔ لیکن بلحاظ ضرورت وقت اس مرکز میں اضافۂ طلباء اور ترقیٔ نصاب کی بہت گنجائش ہے خداوند وہ دن لائے کہ یہاں طلبہ کم سے کم پانچ سو ہوں اور علوم حدیث و فقہ و تفسیر کی تکمیل کے ساتھ یہاں کے فارغ التحصیل اپنے علم و عمل سے ہندوستان میں افتاء و قضاء و نشر و اشاعت اسلام کیلئے پھیل جائیں۔

موجودہ اسٹاف اور شیخ الجامعہ نیز مہتمم صاحب جامعہ قابلِ مبارک باد ہیں اور اس منزل میں مستحق امداد ہیں کہ موجودہ فضاء میں کمپاؤنڈ کی صفائی اور ترقی مدرسہ کے سامان فی الحال آپ کو حاصل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ڈابھیل اور سملک کے مسلم ممبران کو توفیق دے کہ اس تعلیم گاہ اور تربیت اسلامی کے اعلیٰ مرکز کو جو مغربی ہندوستان

کا صرف ایک ہی جامعہ ہے متفقہ کوششوں سے جلد تر اس بلندی پر لے آئیں جس کا یہ مستحق ہے۔

ابراہیم خلیل غفرلہٗ ۲۰؍ دسمبر سنہ ۱۹۵۶ء

(مولوی فاضل پنجاب)

۱۷؍ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۶ھ (از رجسٹر معاینہ ص ۱۳۳)

نقل معائنہ

حکیم حاذق طبیب کامل جناب لطیف محمد خان صاحب

طبیب بھوپال پیری گھاٹ. بھوپال

الحمدللہ والمنہ! اس مرتبہ سیر و سیاحت کی منزل اس مقدس اور مقبول جامعہ میں مقدر تھی جہاں شیخ الجامعہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جیسے عالم اور مجاہد موجود ہیں۔ جہاں کی ابتدائی اور بنیادی علمی اور عملی خدمتیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے خاص تعلق رکھتی تھیں۔ بہر صورت یہ جامعہ اپنی چھوٹی سی عمر میں ہی بڑے بڑے کام کر چکا ہے اور اس کے فارغ التحصیل ہندوستان کے علمی و اقتصادی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یہ مدرسہ اس انقلابی دور میں بھی دارالعلوم دیوبند کے بعد میری نگاہوں میں ایک ایسی ممتاز شخصیت اور ایسی تعمیری اور افادی امتیازات رکھتا ہے جس کی مثال گجرات کے سوا اب ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

۱۔ یہاں طلباء کی جوق در جوق پنجوقتہ نماز میں حاضری ایک ایمان افروز نظارہ ہے۔

۲۔ یہاں بعد مغرب تمام طلباء کا اجتماع مطالعہ اور تکرار اسباق کیلئے ۱۰ بجے شب تک ان کا مصروف ہونا ایک بڑی تنظیم ہے۔

۳۔ یہاں تقریباً دو سو ۲۰۰ بچوں کیلئے عصر سے پہلے کھانا تیار ہو جانا اور مغرب سے پہلے ان سب کا کھانے سے فارغ ہو جانا ایک اچھا انتظام ہے۔

۴۔ یہاں سب اساتذہ شفیق ہیں۔ مہتمم صاحب جامعہ بحیثیت ایک سرپرست کے ہر طالب علم کیلئے ہمدرد ہیں۔

۵۔ یہاں کا کتب خانہ قابلِ اطمینان حد تک ایک اعلیٰ علمی کتب خانہ ہے اس میں اب بھی وہ کتابیں موجود ہیں جو غالباً ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔

۶۔ یہاں کے جناب مفتی صاحب انتہائی مخلص بزرگ اور مدرسہ نیز اہل وطن کے لئے ایک اخلاقی علمی اور روحانی طبیب ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ جامعہ زیادہ سے زیادہ ترقی کرے۔

حکیم لطیف محمد خاں

۲۰؍ دسمبر سنہ ۱۹۵۶ء ۱۷؍ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۶ھ

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۳۵)

نقل معائنہ

جناب زبیر صاحبؒ

الحمد للہ تعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وآلہ واصحابہ:

مدت کے بعد دفتر جامعہ اسلامیہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا اور عزیز محترم مولانا عبدالحئی صاحب سامنے ملے جن کو آنے جانے والوں سے ملنے اور استقبال سے یکسوئی

نصیب نہ تھی تو خود مولانا محترم سے کوئی خاص بات چیت نہ ہو سکی، مگر احقر نے طلباء کی کثرت سے جو خوشی محسوس کی تھی وہ جامعہ کی عمارت کی زبوں حالی دیکھ کر دب گئی دفتر میں پانی ٹپک رہا ہے۔ کئی حجرے جگہ جگہ سے شکستہ ہو رہے ہیں۔

باورچی خانہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ مطبخ بنا دیا گیا ہے بہت ہی خستہ حالت میں ہے ڈر یہ ہے کہ اگر عمارت کی طرف سے اتنی ہی بے توجہی رہی تو یہ شاندار عمارت خدانخواستہ کھنڈر کی صورت ہو جائے ویسے اصحاب خیر اور علم دوست حضرات کی مسلم قوم میں کمی نہیں خداوند عالم حضرات اہل مال کو اس کام کی طرف جلد از جلد دھیان دے۔

الحمدللہ جامعہ کی مقبولیت بدستور ہے جو طلباء کے اژدحام سے معلوم ہو رہا ہے مگر عمارت کی تجدید ضرور قابل توجہ ہے سال تعلیم شروع ہے اس وجہ سے قدیم طلباء پورے حاضر نہیں ہیں مگر قدیم کی جگہ نئے لے رہے ہیں اسٹاف و کارکناں قابل اعتماد ہیں فی الحال تو تجدید و مرمت پر توجہ کی ضرورت ہے۔

احقر زبیر غفرلہ ۲۵/۵/۵۷ء
(مطابق شوال ۱۳۷۶ھ)
(از رجسٹر معاینہ ص۱۳۹)

۱۳۷۷ھ اس سال مولانا شریف حسن صاحب پھر صدر مدرس رہے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کا کوئی تذکرہ نہیں۔ کب گئے یہ بھی معلوم نہیں۔ کل چار طلبہ فارغ ہوئے (ایضاً ص۹) روداد میں سالانہ جلسہ اور امتحان کا ذکر تو نہیں لیکن رجسٹر معاینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۸ر شعبان ۷۷ھ مطابق ۲۸ر فروری ۵۸ء کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زمانہ گذرا کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں خادم الطلبہ کی حیثیت میں خدمت علم دین میں مصروف تھا۔ آج عرصہ کے بعد پھر حاضری کا موقع ملا۔ سالانہ اجلاس کے موقع پر طلبہ کی استعداد اور ذوق علم و فن کا جائزہ لیا۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی اگرچہ اُس دور میں اور اِس دور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تاہم مہتمم صاحب (مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ) کی توجہ اور سلیقۂ انتظام اور اساتذۂ کرام کے ایثار اور حسن تعلیم کی بدولت مدرسہ کا نظم و نسق اور تعلیمی ارتقاء قابلِ ستائش ہے خدائے برتر سے دعا ہے کہ اس کا نظم و نسق جلد از جلد اس اسلوب اور نہج پر قائم ہو جائے جسکی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب (مدنی) نور اللہ مرقدہٗ نے ڈالی اور اس خاکسار نے مرتبہ دستور پیش کرکے مدرسہ کو صحیح معنی میں جامعہ اسلامیہ کی حیثیت پیدا کرنے کی سعی کی۔

حق تعالیٰ مہتمم صاحب اور اساتذۂ کرام اور اہل خیر کو بیش از بیش خدمت کا موقع مرحمت فرمائے اور ان کی موجودہ سعی کو سعیٔ مشکور بنائے۔

خادم ملک و ملّت
محمد حفظ الرحمٰن کان اللہ لہٗ
۸ر شعبان المکرم ۷۷ھ مطابق ۲۸ر فروری ۵۸ء
(از رجسٹر معاینہ ص۱۴۱)

عکس تحریر مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

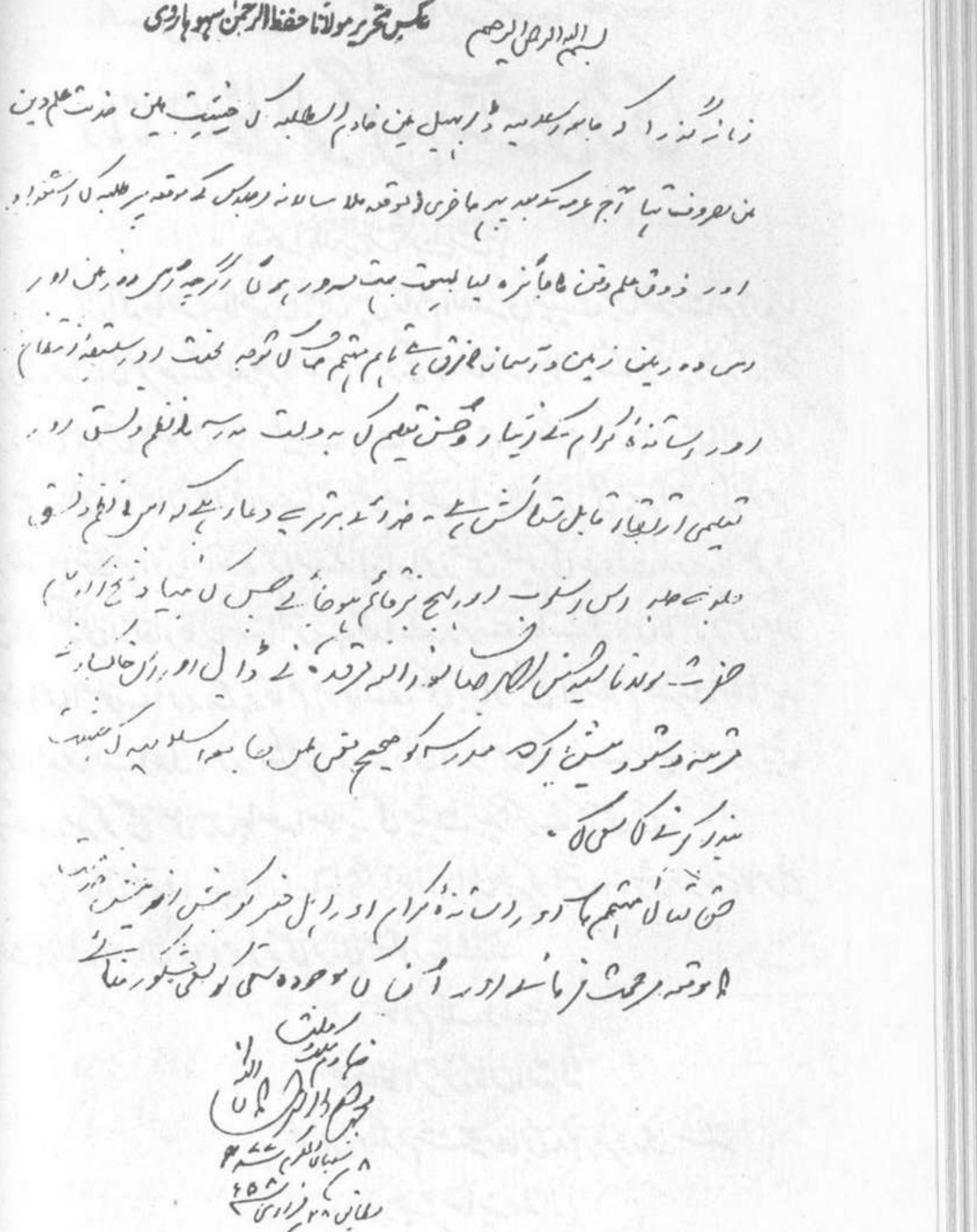

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمانہ گذرا کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں خادم الطلبہ کی حیثیت میں خدمت علم دین میں مصروف تھا آج عرصہ کے بعد پھر حاضری کا موقعہ ملا سالانہ جلسہ کے موقعہ پر طلبہ کی استعداد اور ذوق علم دین کا جائزہ لیا بہت بہت مسرور ہوا اگرچہ ابھی وہ زمین اور اس دور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تاہم مہتمم صاحب کی توجہ محنت اور سلیقہ انتظام اور اساتذہ کرام کے ایثار و حسن تعلیم کی بدولت مدرسہ کا نظم و نسق اور تعلیمی ارتقاء قابل ستائش ہے۔ خدا کرے بڑھے یہ دعا ہے کہ اس کا نظم و نسق دیکھ لے جلد اس رسوخ اور پختگی پر قائم ہو جائے جس کی بنیاد شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ نے ڈالی اور ان کا مسلک فرماتے وہ شوق و ہمت سے کہ مدرسہ کو صحیح معنی میں جامعہ اسلامیہ کی حیثیت سے ممتاز کرنے کا سبب ہو۔

حق تعالیٰ مہتمم صاحب اور اساتذہ کرام اور اہل خیر کو جنہوں نے اس کی خدمت کا موقعہ مرحمت فرمایا اور ان کو اپنی موجودہ سعی کو بہتر کرنے کی توفیق عطا فرمائے

والسلام
خادم ملت
محمد حفظ الرحمن
۸ شعبان المعظم ۷۸ھ
مطابق ۲۰ فروری ۵۹ء

۱۳۷۸ھ

یہ سال بھی حسب سابق رہا۔ چھ طلبہ فارغ ہوئے (ایضاً ص ۱۳)۔

اس سال ۷ رشعبان ۷۸ھ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سالانہ جلسہ کیلئے تشریف لائے۔ رجسٹر معاینہ میں لکھتے ہیں آج بتاریخ ۷ رشعبان ۷۸ھ احقر جامعہ حاضر ہوا۔ جامعہ کی تعلیمی کارگذاری کا بچوٹ رپورٹ اور تقسیم انعامات کی صورت میں سامنے آیا، دل مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ باوجود ناسازگار حالات کے جامعہ اپنی جگہ قائم اور مصروف تعلیم ہے یہ کارکنوں کی محنت اور جفاکشی اور شغف تعلیمی ہے کہ نامانوس حصار کا مقابلہ کرتے ہوئے اس چشمۂ فیض کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی نیتوں میں برکت اور توفیق میں زیادتی عطا فرمائے اور حالات کو سازگار بنادے۔

محمد طیب مدیر دار العلوم دیوبند ۷/۸/۷۸ھ
(از رجسٹر معاینہ ص ۱۴۷)

یہ تین سال سے کچھ زائد از ربیع الآخر ۷۶ھ تا رجب ۷۹ھ مولانا عبد الحئی بسم اللہ صاحب کا دور اہتمام تھا اس پر جامعہ کا دور ثانی ہم ختم کرتے ہیں۔

جامعہ کا دورِ ثانی ایک نظر میں

جامعہ کا یہ دور ثانی ۶۱ھ سے شروع ہو کر ۷۹ھ پر ختم ہوا۔ جس میں جامعہ کا اہتمام شروع میں گیارہ سال حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ رح کے سپرد رہا پھر چند سال ایسے بھی گذرے جن میں کوئی مہتمم نہیں تھا اس کے بعد دو سال مولانا محمد ایکلوایا صاحب مہتمم رہے بعدہٗ تین سال مولانا عبد الحئیؒ ابن مفتی اسماعیل بسم اللہ رح نے اہتمام کیا۔ اس اٹھارہ سالہ دور میں فضلاء کی کل تعداد

تین سو پچاسی ٣٨٥ ہے جبکہ چودہ ١٤ سالہ دور اول میں فضلاء کی تعداد چھ سو پچپن ٦٥٥ تھی ۔ اس دوسرے دور میں تعمیر بلکہ مرمت کے کسی کام کا بھی ذکر نہیں ملتا ۔ اس دور میں بھی جامعہ کو اچھے اچھے ملک کے نامور اساتذہ میسر ہوئے اگرچہ قیام طویل نہیں رہ سکا ۔

جامعہ کا دورِ ثالث

(از ۷۹ھ تا حال ۱۴۰۴ھ)

مولانا محمد سعید احمد بزرگ مدظلہ کا دورِ اہتمام

اہتمام مولانا محمد سعید بزرگ تک کس طرح پہنچا اس کی تفصیل ان سے اس طرح معلوم ہوئی واقعات میں ربط کیلئے لکھتا ہوں ۔ مولانا عبد الحئی بسم اللہ صاحب نے تین سال اہتمام کیا ۔ اس زمانہ میں مدرسہ کی حالت ناگفتنی تھی کلکٹر کی اجازت کے بغیر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ اس لئے مدرسہ کی حالت ابتر ہوتی چلی جا رہی تھی انتظام پر کنٹرول نہیں تھا تنخواہ بھی کبھی ماہ دو ماہ بعد ملتی اہتمام میں نام ہونے کی وجہ سے بدنامی ان کی ہو رہی تھی ۔ انھوں نے مڈگاسکر جانے کا پروگرام بنا لیا کوشش کی اور کامیاب بھی ہو گئے لیکن ان کے لئے بھی یہی دشواری تھی کہ جب تک کسی کو یہ عہدہ سپرد نہ کر لیں جا نہیں سکتے تھے اس لئے انھوں نے ڈابھیل و سملک کے معزز لوگوں کو ایک رات جمع کیا ۔ پچاسوں آدمیوں کا یہ مجمع پہلے تو حاجی ابراہیم میاں صاحب (مولانا بزرگ کے خسر اور مولانا عبد الحق میاں اور مولانا شفیع میاں کے والد بزرگوار) کے پاس پہونچا ۔ ان کو ساتھ لیکر مولانا بزرگ کے گھر پہونچے ۔ رات کے گیارہ ١١ بجے کا وقت تھا ۔ ان کو

بیدار کر کے ہر طرح کا دباؤ ڈالا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا ۔

مولانا محمد سعید بزرگ نے بہت اصرار اور دباؤ کے بعد یہ جواب دیا کہ مجھے کچھ مہلت ملنی چاہئے ۔ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کے بعد جواب دوں گا ۔ ابھی جو لوگ ان کے والد مرحوم کے زمانہ میں ان کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے زندہ تھے ان سے مشورہ کرنا تھا ۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور اکابر جمعیۃ سے بھی رائے لینی تھی ۔ سب سے رائے مشورہ کے بعد اہتمام کیلئے تیار ہو گئے ۔ لیکن مہتمم کی تنخواہ اس کی پوسٹ کے لحاظ سے بہت کم تھی اس سے زیادہ تنخواہ سملک اسکول سے مل رہی تھی جس کے وہ مدرس تھے مگر مولانا عبد الحق میاں ، مولانا شفیع میاں اور جناب یوسف نانا مرحوم نے اپنے یہاں بلا کر بہت سمجھایا کہ تنخواہ کا مسئلہ پھر حل ہو سکتا ہے ۔ سر دست اہتمام کو قبول کر لینا چاہئے ہم ہر طرح مدد کیلئے تیار ہیں ۔

ان سب کے بعد تیار ہو کر کلکٹر کے ہاں گئے وہاں بھی تنخواہ کی بات رکھی کہ اس پوسٹ اور عہدہ کے شایان شان نہیں اس کو زیادہ کیجئے ورنہ میں بغیر تنخواہ کے کام کروں گا ۔ کلکٹر نے جواب میں کہا میں اس تنخواہ کو بڑھا نہیں سکتا اس لئے کہ مجھ کو اس کا اختیار نہیں پہلے سے یہی تنخواہ چلی آ رہی ہے ۔ اور آپ کو تنخواہ لینی ضروری بھی ہے چاہے وہ چند پیسے ہی کیوں نہ ہوں ہاں میں آپ کی سہولت کیلئے پانچ ہزار کی رقم پیشگی دیدوں گا آپ اطمینان سے مدرسہ کا انتظام چلائیے خرچ کیجئے اور تمام حساب اپنے پاس رکھئے ۔

اس گفتگو کے بعد جامعہ آ کر مولانا عبد الحئی بسم اللہ صاحب سے چارج لیا یہ ۱۳ رجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۳ رجنوری ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے ۔ مولانا احمد بزرگ نے چارج کے وقت جو چیزیں چھوڑی تھیں اس میں سے بیشتر چیزیں لاپتہ تھیں فقط ایک شکستہ چٹائی دار الاہتمام میں موجود تھی از سر نو مدرسہ بسانا تھا تین سال تک مزید نئے دستور کی منظوری تک جامعہ کا نظام کلکٹر کے زیرِ نگرانی چلتا رہا ۔

اہتمام سنبھالتے ہی چار سال کی بقیہ رپورٹ شائع کرنے کی فکر ہوئی کلکٹر سے اس کی منظوری ایک مشکل کام تھا اپنے طور پر روپئے کا انتظام کرکے تین مہینے میں چار سال کی رپورٹ شائع کردی اور مہینہ کی پہلی تاریخ کو تنخواہ دینے کا بھی بندوبست کرلیا۔ کلکٹر کے یہاں سے چک پاس کرانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا مدرسین کو اتنی تاخیر سے تنخواہ ملتی تھی اب یہ پریشانی خیر خواہوں کے تعاون سے دور ہوگئی۔

نئے دستور کو منظور کرانے کی کوشش جاری تھی کہ جناب عبدالحئی پٹیل صاحب نے عدالت میں یہ رٹ داخل کردی کہ تعلیم الدین کا نام مدرسہ سے نکال دیا جائے اس پر بحث ہوئی۔ اس سلسلہ میں مہتمم صاحب مدظلہ، جناب ابراہیم نواب اور جناب یوسف نانا کے ساتھ احمد آباد گئے وہاں سے ایک معزز شخص جناب غلام حسین قریشی صاحب کو لیکر عدالت میں حاضر ہوئے۔ جج کا رخ دوسرا تھا لیکن قریشی صاحب نے پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ یہ کہدیا کہ آپ کو جو فیصلہ کرنا ہو کردیجئے ہم آگے کارروائی کرلیں گے اس جملہ کا بڑا اثر ہوا اس کی رائے بدل گئی اس نے تعلیم الدین کے باقی رکھنے کے حق میں فیصلہ صادر کردیا۔ اور دستور بھی منظور کرلیا۔ یہ دستور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کا مرتب کیا ہوا تھا۔ یہ دستور منظور نہ ہوتا اور تعلیم الدین کا نام نکل جاتا تو اس ادارہ کو جو نسبت اس کے بانی مولانا احمد حسن بھام سملکی سے حاصل تھی وہ منقطع ہوجاتی اور شاید یہ کوئی دنیاوی تعلیم گاہ بن جاتا۔

دستور کی منظوری کے بعد مدرسہ آزاد ہوگا، کلکٹر کی پابندی ختم ہوگئی۔ اس موقع پر ایک جلسہ کیا گیا تھا جس میں کلکٹر بھی حاضر ہوا تھا مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کو اہتمام لئے ہوئے تین سال ہوئے تھے۔ اس نے انتظام دیکھ کر تعریف کی اور لوگوں کے سامنے نئے دستور کے مطابق جامعہ کو چلانے کیلئے اختیار کلی اس بورڈ کے حوالہ کیا جو ایک سال کیلئے قائم کیا گیا تھا۔ سال گذرنے پر مستقل طور پر مجلس شوریٰ کا انتخاب ہوا اور اب تک اس ضابطہ کے مطابق ہر پانچ سال پر انتخاب ہوتا رہتا ہے۔

مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے لوگوں کے بہت اصرار کے بعد اہتمام قبول کیا تھا اس لئے پورے اختیار اور استقلال کے ساتھ انتظام کیا اصحاب خیر اور ہمدردوں نے بھی پورا تعاون کیا۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی یہ بات پورے طور پر صادق ہوئی کہ تمہارے پیچھے ایک بڑی طاقت ہے بزرگوں کی توجہات ان کی دعاؤں اور ہمت افزائیوں نے بہت کام کیا ورنہ اتنی پستی سے اٹھاکر کسی ادارہ کو ترقی دینا آسان کام نہیں تھا۔

مولانا احمد بزرگ صاحب نے بمبئی میں ایک موقع سے یہ بات جناب گارڈی سیٹھ صاحب سے کہی تھی کہ ابھی آپ لوگ جو چاہیں کریں لیکن آئندہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ لوگ ہمارے ہی گھر کے آدمی کو رات میں اٹھاکر مہتمم بنائیں گے اور انتظام اس کے ہاتھ میں دیں گے۔ اس پیش گوئی کی بھی پوری پوری تصدیق ہوئی۔

پورا اختیار مل جانے کے بعد تعمیرات اور عمارات کی مرمت کی طرف توجہ کی، تقریباً بیس سال کی مدت ایسی گذری کہ کسی عمارت کو چونہ دینے اور رنگ روغن کرانے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی کوئی نئی تعمیر کیا ہوتی جو کچھ تھا وہ مولانا احمد بزرگ رح کے زمانہ کا بنا ہوا تھا یا اس سے پہلے مولانا احمد حسن بھام کے دور کا۔ ان تعمیرات کی تفصیل سال بہ سال پیش کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

طلبہ پہ کنٹرول کرنے، ان کی نگرانی اور اخلاقی اصلاح و تربیت کیلئے بہت محنت اور جانفشانی کرنی پڑی اس کے لئے رات کو مدرسہ آنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ رات دن کی محنت اور پوری جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر جامعہ کو ترقی

کی راہ پر گامزن کر دیا اور آج وہ دن آیا کہ جامعہ اپنی تعمیرات و ترقیات کی وجہ سے ہر وارد و صادر کو دعوتِ نظارہ پیش کرتا ہے۔[1]

اس موقع پر مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی نقل کرنا بہت مناسب ہوگا۔ وہ بعینہٖ یہ ہے۔

المدینۃ المنورہ

۲۵ ر شعبان المعظم ۷۹ھ　　　عزیز مکرم مولوی محمد سعید صاحب بزرگ سلمہٗ

۲۲ ر فروری ۶۰ء۔ دوشنبہ　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سے قبل ایک خط اپنی علالت کا ارسال کر چکا ہوں۔ اس کے بعد مولانا محمد میاں صاحب زاد فضلہم کے مکتوب گرامی سے اچانک یہ خوشخبری موصول ہو کر دل اور آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد مرحوم کی جگہ اب آپ کو جامعہ اسلامیہ کے اہتمام کیلئے منتخب فرمالیا فبشریٰ لکمُ۔ میرے لئے اس سے زیادہ مسرت کی بات اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس منصب پر آپ فائز ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انشاء اللہ جو خیر آپ کو بلا طلب عطاء کی ہے وہی اس میں خود آپ کی مدد فرمائے گا اگر میں زندہ رہ گیا تو آنعزیز کو جو تعلیمی مشورے یا نظامی سلسلہ میں ضروری امور ہوں گے ان سے ضرور آگاہ کرتا رہوں گا۔ گھبرا کر کام نہ چھوڑیں اور اس کو عظیم دینی خدمت تصور کریں بالخصوص اس قحط الرجال کے زمانہ میں دینی امور میں تأخر بہت نامناسب ہے واللہ تعالیٰ ناصر کم اور اپنے والد مرحوم کی روح کو اس خدمت سے خوش کر دیں۔ سب احباب سے سلام۔　　　فقط والسلام

بندہ محمد بدر عالم عفی عنہ

---

[1] یہ تفصیلات مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ سے معلوم ہوئیں۔

۱۳۷۹ھ مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ نے ۱۳ ر رجب ۱۳۷۹ھ مطابق جنوری ۱۹۶۰ء کو چارج لیا ابھی چونکہ گذشتہ چار سالوں کی رپورٹ باقی تھی اس لئے اسی کو امسال شائع کیا گیا۔ ۷۹ھ اور ۸۰ھ کی دو سالہ یکجا روداد ۸۰ھ کے ختم کے بعد شائع ہوئی اسی سے یہ حالات ماخوذ ہیں۔

شعبان ۷۹ھ میں قاری سعید الحق صاحب مستعفی ہوگئے ان کی جگہ قاری رمضان صاحب ذیقعدہ میں مقرر ہوئے۔ شوال میں مولانا شوکت علی صاحب (کوکنی) عربی کے مدرس رکھے گئے۔ سالانہ جلسہ کا ذکر روداد میں نہیں۔ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب سے معلوم ہوا کہ ۲۲ ر شعبان کو جلسہ ہوا تھا جس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی تشریف لائے تھے۔ اس سال آٹھ طلبہ فارغ ہوئے۔

(روداد ۷۹-۸۰ھ صنا-۱۱-۳۴)

۱۳۸۰ھ اس سال سالانہ جلسہ ۲۴ ر جنوری ۱۹۶۱ء کو مولانا محمد سعید مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر کی صدارت میں ہوا صبح کو آٹھ بجے جلسہ شروع ہوا۔ رات ہی سے باہر کے مہمان آچکے تھے۔ منڈپ بھرا ہوا تھا۔ قراءت و نظم کے بعد مہتم صاحب نے لکھی ہوئی رپورٹ سنائی۔ دس فضلاء کی دستار بندی ہوئی انعامات اور سندیں دی گئیں پھر مہمان خصوصی مولانا ابو الوفاء شاہجہاں پوری نے سیرت کے موضوع پر سحر آفریں وعظ فرمایا دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ (ایضاً ص۹)

اس رپورٹ میں مہتمم جامعہ نے قوم کے سامنے وہ سارا پروگرام پیش کر دیا جو ان کے پیش نظر تھا نیز جو جو اصلاحات اب تک کر چکے ہیں اس کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ لکھا ہے کہ میں اس عظیم ادارہ کی ذمہ داری قبول کرنے کا بالکل اہل نہیں مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن بزرگوں کے مشورہ اور دوستوں کے حسن ظن کی بناء پر مجبوراً قبول کر لیا ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے

دعا کریں کہ اس بار گراں کے اٹھانے کی طاقت اور ہمت مجھے عطاء فرمائے ۔

اصلاحی اقدامات

پھر لکھتے ہیں :-

۱- تعلیمی سال کے شروع ہونے پر ہم نے دارالاقامہ کے حجروں میں ایک درجہ کے طلبہ کو ایک ساتھ رکھا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ملکر سبق کی تکرار کر سکیں اور ایک دوسرے کیلئے افادہ واستفادہ آسان ہو۔ ہم جماعت طلبہ میں ساتھ رہنے سے محبت اور ملاپ پیدا ہو ۔

۲- اب تک یہ دستور تھا کہ تمام طلبہ اپنے اپنے برتن میں مطبخ سے کھانا لاتے تھے اور کھاکر خود ہی برتن دھلتے تھے۔ اس میں ان کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا تھا۔ اب نیا انتظام یہ ہوا ہے کہ تمام طلبہ کو ایک ہی جگہ بٹھا کر کھلا دیا جاتا ہے۔ اس سے طلبہ کو بہت سہولت ہو گئی ہے ۔ کھانے کے معیار کو بھی بلند سے بلند تر کر دیا گیا ہے ۔ ہر وقت کھلانے سے پہلے کھانے کی جانچ کر لی جاتی ہے ۔ اگر کوئی شکایت ہوتی ہے تو فوراً تنبیہ کیجاتی ہے ۔ برتن بھی اچھے سے اچھے خرید لئے گئے ہیں ۔

۳- طلبہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کیلئے ایک نیا قانون یہ بنایا گیا ہے کہ سہ ماہی اور ششماہی امتحانات میں اول نمبر سے کامیاب ہونے والے طلبہ کو ہر ماہ ایک روپیہ بطور انعام دیا جاتا ہے تاکہ طلبہ میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہو اس روپیہ کا انتظام الگ سے کیا گیا ہے مدرسہ کے فنڈ سے اس کا تعلق نہیں ۔

۴-- روزانہ مغرب وعشاء کے بعد سبق یاد کرنے کیلئے ہر طالب علم کو درسگاہ میں بیٹھنا ضروری قرار دیا گیا ہے اس کے لئے باقاعدہ نگراں مقرر کر دئے گئے ہیں ۔

۵- تمام طلبہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کریں اس کا بھی انتظام کیا گیا ہے چھوٹے بچوں کو نماز سکھانے کا بھی الگ سے دو عالموں کی

نگرانی میں انتظام ہوا ہے ۔ وہ عملاً بچوں کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہیں ۔

۶- اردو کا ذوق اور اس میں مہارت پیدا کرانے کیلئے انجمن جمعیۃ الطلبہ قائم کر دی گئی ہے جس میں ہر ہفتہ طلبہ ایک دن اردو میں تقریر کرتے ہیں ۔

۷- فضول خرچی سے بچانے کیلئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ والدین کی طرف سے جو رقم آتی ہے اس کو آفس میں جمع کر لیا جاتا ہے پھر ہفتہ میں ایک روز حسب ضرورت اس میں سے دیدی جاتی ہے ۔

۸- مدرسین اور ملازمین کی سہولت کیلئے " بچت اسکیم " قائم کی گئی ہے ۔ ہر مہینہ تنخواہ سے تین یا پانچ روپئے جمع کر لئے جاتے ہیں تاکہ ہنگامی ضرورت کے وقت اسی رقم سے مدرسین اور ملازمین اپنی ضرورت پوری کر لیں ۔ سوال کی ضرورت نہ پیش آوے ۔

۹- طلبہ کو رات میں پڑھنے کیلئے باقاعدہ روشنی کا انتظام کیا گیا ہے اور ایک ایسے سپر وائزر کا تقرر کیا گیا ہے جو طلبہ کو اسکالرشپ اور والدین کے یہاں سے آئی ہوئی رقم تقسیم کرے ۔ طلبہ کی نگرانی کرے ان کی شکایتوں کو دور کرے ۔

۱۰- ہر جماعت کیلئے درسگاہ متعین کر دی گئی ہے کیونکہ طلبہ کے ادھر سے ادھر آنے جانے میں بڑا انتشار ہوتا ہے اور وقت بھی ضائع ہو جاتا ہے ۔ اساتذہ گھنٹہ ہونے پر بدل جاتے ہیں ۔ طلبہ اپنی جگہ پر رہتے ہیں۔ ہر درسگاہ میں کتابیں رکھنے کے لئے الماریاں رکھ دی گئی ہیں ۔ دارالاقامہ میں بھی کوئی طالب علم نہیں جاسکتا۔ اس نظام سے طلبہ پر کافی کنٹرول ہو گیا ۔

ضروریاتِ جامعہ

ضروریات جامعہ کے تحت کتبخانہ کیلئے کتابوں کی فراہمی دارالاقامہ کی مرمت، مطبخ کی تعمیر، درسگاہ کی مرمت، نئی وائرفٹنگ، طلبہ کے لئے ناشتہ اور امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو انعام دینے کی طرف قوم کو متوجہ کیا ہے

اسی سال بعض حضرات کی امداد سے مسجد قدیم کی مرمت کا کام بھی انجام پا گیا۔
(روداد مذکور ص ۳ تا ۸)

اس سال ہندوستان کے مشہور محدث علامہ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ نے جامعہ کو تشریف آوری سے نوازا حضرت موصوف نے ان الفاظ میں اپنے تأثرات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنہ محدثِ جلیل علامہ کبیر

مولانا و مخدومنا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ

بعد حمد و صلوٰۃ۔ آج بتاریخ ۲۶ شوال ۱۳۸۰ھ مجھے حسن اتفاق سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کا شرف حاصل ہوا مدتوں سے اس درسگاہ کی زیارت کا اشتیاق تھا اور کئی بار ایسا ہوا کہ قریب آکر بعض عوارض کی وجہ سے حاضری کا ارادہ فسخ کرنا پڑا۔ الحمدللہ کہ میں نے اپنے دو روزہ قیام میں مدرسہ کو اچھی طرح دیکھا۔ حضرات مدرسین سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ مدرسہ اس وقت جو دینی اور تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اس کو دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔

مہتمم مدرسہ جناب مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی ہمت میں حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے وہ جس محنت اور جانفشانی سے نظامت کی خدمت انجام دے رہے ہیں وہ بہت زیادہ قابلِ تعریف ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ بہت جلد یہاں کا تعلیمی معیار حسب سابق بہت اونچا ہو جائے گا اور سارے انتظامات پورے طور پر ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس طرح توقع ہے کہ چند ہی دنوں میں یہ درسگاہ گجرات کی ایک مثالی درسگاہ بن جائے گی۔ حقق اللہ آمالنا۔ وانا الفقیر الیہ تعالیٰ حبیب الرحمٰن اعظمی مئو اعظم گڑھ

۱۳ اپریل ۱۹۶۱ء (از رجسٹر معاینہ ص ۱۵)

سنہ ۱۳۸۱ھ

اس سال جامعہ سے پانچ عالم سات حافظ تیار ہوئے اور گیارہ طلبہ نے قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ سالانہ امتحان کے بعد فضلاء کو دستار و سند دی گئی اور عام کامیاب ہونے والے نیز ہر درجہ میں اول آنے والوں کو انعامات تقسیم کئے گئے (روداد سنہ ۸۱ھ ص ۹)۔

سالانہ جلسہ کا ذکر روداد میں نہیں ملا۔ لیکن تاریخ کے لحاظ سے ٹھیک جلسہ کے ایام میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی جامعہ میں مہتمم صاحب کی دعوت پر تشریف لائے۔ غالباً یہ تشریف لانا جلسہ ہی کیلئے تھا رجسٹر معاینہ میں ان کے تأثرات درج ہیں۔

نقل معائنہ

مولانا سعید احمد اکبرآبادی و

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

آج کم و بیش بتیس ۳۲[1] برس کے بعد مولانا محمد سعید بزرگ صاحب کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کو دیکھنے اور اس کے کاموں کا جائزہ لینے کا موقع ہوا تو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ مولانا محمد سعید صاحب اپنے رفقاء کی امداد و اعانت سے اس مدرسہ کو نہ صرف بحسن و خوبی قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ شب و روز اس کو ترقی دینے میں ساعی و کوشاں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ مدرسہ مسلمانان گجرات کیلئے تعلیم دین و تربیت اسلام کا ایک قابلِ قدر اور مثالی ادارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے کارکنوں اور معاونین کو مزید ہمت و توفیق اور استقلال

---

[1] مولانا اکبرآبادی سنہ ۴۸ھ تک یہاں مدرس تھے۔ سنہ ۴۹ھ کی روداد میں نام نہیں۔

وثبات عطا فرمائے۔

سعید احمد اکبرآبادی ۱۱ر جنوری ۶۲ء
عتیق الرحمٰن عثمانی ۱۱ر جنوری ۶۲ء

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۵۲)

ایک بڑی خوشخبری

جس نئے دستور مرتبہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی منظوری کی کوشش جاری تھی وہ ۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ر اپریل ۱۹۶۳ء کو پاس ہوکر مل گیا۔ اب جامعہ اس کڑی پابندی سے آزاد ہوگیا جو ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

مہتمم صاحب لکھتے ہیں "مینجنگ بورڈ نے جس طرح اب تک ہمارا ساتھ دیا ہے اگر آئندہ بھی اسی طرح اس کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ رہیں تو جامعہ بہت تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتا رہے گا۔ بورڈ نے رائے مشورہ کیلئے ایک ورکنگ کمیٹی بنادی ہے جس میں مہتمم کے علاوہ یہ حضرات شامل ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن صادق راندیری، مولانا محمد شفیع میاں سملکی، جناب رشید احمد موٹا (پٹیل) جناب ابراہیم محمد نواب یہ حضرات پوری دلچسپی سے جامعہ کے تمام کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور ہر طرح مدد کرتے ہیں۔ (روداد ۸۱ھ ص ۶-۷)۔

تنظیم مکاتب

اس سال جامعہ نے تنظیم مکاتب کی اسکیم پیش کی۔ یعنی مکاتب کی تعلیم میں ہم آہنگی اور کامل افادیت پیدا کرنے کیلئے مختلف دیہاتوں کے مکاتب کو جامعہ سے ملحق کرلیا۔ جامعہ ان کی تعلیمی رہنمائی کرے گا۔ جامعہ سے اساتذہ امتحانات کیلئے بھیجے جائیں گے، وہ امتحانات کے بعد جو خامیاں ہوں گی ان کی طرف نشاندہی کریں گے، سات مکاتب میں یہ سلسلہ شروع ہوگیا جامعہ نے مکاتب کی تعلیم کا نصاب بھی متعین کردیا ہے۔ جہاں صرف ایک مدرس ہیں وہاں کا الگ اور جہاں چند مدرسین ہیں وہاں کا الگ امید ہے کہ دیگر مکاتب بھی اس الحاق کو پسند کریں گے اور اس سے بنیادی تعلیم کا معیار بلند ہوگا۔

نئی واٹر فٹنگ

سال گذشتہ اس کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ اس سال اہل خیر حضرات کی توجہ سے طلبہ کے حجروں، مسجد، درسگاہوں اور اساتذہ کے کمروں میں نئی فٹنگ ہوگئی۔

چائے ناشتہ کا انتظام

گذشتہ سال اس کی بھی ضرورت ظاہر کی گئی تھی۔ سال رواں میں جامعہ کی طرف سے اس کا انتظام کرلیا گیا۔ طلبہ عزیز نماز فجر کے بعد مسجد میں تلاوت کرتے ہیں۔ ادھر چائے ناشتہ تیار ہوجاتا ہے، تلاوت سے فارغ ہوکر چائے ناشتہ کرلیتے ہیں۔ پھر ضروریات سے فارغ ہوکر درسگاہ میں حاضر ہوجاتے ہیں اس طرح ان کا قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور غریب ونادار طلبہ بھی چائے ناشتہ سے محروم نہیں رہتے۔

ضروریاتِ جامعہ

اس عنوان کے تحت درجات صنائع (ہنر و حرفت) کے کھولنے کی ضرورت بتائی گئی ہے تاکہ فضلاءِ جامعہ علم دین کی خدمت و اشاعت کے ساتھ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کرکے اپنی معیشت کو سدھار سکیں۔ تنخواہ کی قلت کی وجہ سے سلسلۂ تعلیم وتعلم سے کنارہ کش نہ ہوجائیں۔ مالی استحکام کی وجہ سے جم کر تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دے سکیں۔

درجۂ حفظ کے طلبہ کیلئے ایک خاص انتظام

درجۂ حفظ کے طلبہ کیلئے ایک خاص انتظام یہ ہوا کہ وہ عشاء کے بعد جلد سوجاتے ہیں صبح کو فجر سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اٹھادیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے اسباق صبح کے سہانے وقت میں پختہ کرلیا کریں اس کے لئے اساتذہ مقرر کردئے گئے ہیں۔ (روداد ۸۱ھ ص ۴ تا ۹)۔

سنہ ۱۳۸۲ھ

۷ / شوال کو جامعہ کھل گیا۔ ۱۰ / شوال سے درجات حفظ اردو فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم شروع ہو گئی ۱۴ / شوال سے بقیہ درجات عربیہ کی تعلیم بھی شروع ہو گئی۔

سالانہ امتحان

سالانہ امتحان ۱۷ / رجب کو شروع ہوا اور ۲۲ / رجب کو ختم ہوا درجات عربیہ میں تہتر ۷۳ فارسی میں پچھتر ۷۵ اردو میں چونتیس ۳۴ حفظ میں ترسٹھ ۶۳ ناظرہ میں اکسٹھ ۶۱ طلبہ نے امتحان میں شرکت کی۔

فارغین

آٹھ ۸ طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔ سات ۷ قاری ہوئے۔ بیس ۲۰ حافظ ہوئے۔ سترہ ۱۷ طلبہ نے ناظرہ قرآن شریف ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۲۷ / رجب سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵ / دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء کو مینجنگ بورڈ کے ممبر اور جمعیۃ علماء گجرات کے صدر مولانا عبد الرحیم صادق راندیری کی صدارت میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا شام ہی سے دور دراز کے لوگ کافی تعداد میں پہنچ چکے تھے۔ ۸ بجے صبح جلسہ شروع ہوا۔ قراءت و نظم اور مہتمم صاحب کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد ۸ فضلاء کی دستار بندی ہوئی۔ تجوید سے فارغ ہونے والوں کو سندیں دی گئیں پھر گجرات کے شیریں بیان واعظ مولانا احمد اللہ صاحب راندیری نے سیرت نبوی پر ایک مؤثر وعظ فرمایا اس کے بعد جلسہ دعاء پر ختم ہوا۔ صبح اور دوپہر میں تمام شرکاء جلسہ کیلئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

اساتذہ وملازمین

شوال سنہ ۸۲ھ میں مولانا خیر الرحمٰن صاحب مدرسہ سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا ابراہیم پالنپوری، مولانا ابراہیم اندوری درجات عربیہ میں اور مولانا عبد الغفور نقشبندی درجۂ فارسی میں مقرر ہوئے۔ جمادی الاخریٰ میں جناب (منشی) محمد حبیب صاحب کا تقرر ہوا۔

(روداد سنہ ۸۲ھ ص ۵-۱۲-۱۳)

حادثات وفات

اس سال جامعہ اپنے تین مخلصین سے محروم ہوا۔

۱- مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحؒ (آپ کی وفات یکم محرم سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ / جون سنہ ۱۹۶۲ء کو ہوئی) مولانا مرحوم گجرات کے تجربہ کار عالم و فاضل تھے۔ جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا آپ نے جامعہ کی (صدر مہتمم کی حیثیت سے) خدمت بھی کی نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص ہمدرد کے ساتھ بھی اپنی خصوصی نوازش کا معاملہ کرے اور جنت الفردوس میں اونچا مقام[1] عطا کرے۔

۲- مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ (یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ / اگست سنہ ۱۹۶۲ء کو آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی) مولانا کی وفات سے ہندوستان کے جن مختلف اداروں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہونچا ہے ان ہی میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی ہے۔ جامعہ سے مولانا کا بہت قدیم تعلق تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب کے ساتھ جو قافلہ علماء کرام کا یہاں آیا تھا اس میں آپ بھی تھے۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی جامعہ سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ جب بھی آپ کو جامعہ کی کسی خدمت کیلئے زحمت دی گئی آپ نے بخوشی اسے قبول فرمایا۔

جامعہ کے پچھلے اختلافات کو دور کرنے اور نئے دستور کو مرتب کرنے میں مولانا مرحوم نے بہت کوشش کی تھی جب جامعہ کا نیا دستور بن گیا تو مولانا نے اپنی بہت سی مشغولیتوں کے باوجود نئی مجلس شوریٰ کی ممبری قبول فرمالی تھی لیکن افسوس صد افسوس کہ اس مجاہد جلیل اور مقرر اعظم کے مشوروں سے ابھی جامعہ فائدہ

---

[1] مولانا کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ ص ۲۸۵ پر ملاحظہ ہو۔

بھی نہیں اٹھا سکا تھا کہ آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا اور جامعہ ہمیشہ کیلئے اپنے ایک بڑے محسن اور بہترین مشیر سے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ نے قرآن پڑھ پڑھ کر بار بار روحِ پرفتوح کو ایصال ثواب کیا۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ الٰہی امت مسلمہ کے اس عظیم مجاہد اور ہمارے مہربان سرپرست کو اپنی خاص نعمتوں سے نواز دے اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر درجات عالیہ میں مزید ترقی عطا فرما[1]۔

۳- مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا — آپ صوفی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ تقریباً ۳۵ سال تک جامعہ کی خدمت کی۔ ابتدائی درجات کے استاذ تھے۔ جامعہ کے مختلف دور میں صبر و استقامت کے ساتھ طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مخلصانہ خدمات کا بہترین بدلہ عطا فرمائے (آپ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا مہتمم جامعہ کے سوا ہیں)۔ (روداد سنہ ۸۲ھ صفحہ ۱۱)۔

آمد مولانا مسیح اللہ خانصاحب مدظلہ

ذی الحجہ سنہ ۸۲ھ میں حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہ، خلیفہ حضرت تھانوی نے جامعہ کو حاضری کا شرف بخشا۔

معاینہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

---

[1] مولانا مرحوم کا تذکرہ صفحہ ۳۰۹ پر ملاحظہ ہو۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ۔ امابعد!

بندہ ۱۶ رذی الحجہ سنہ ۱۳۸۲ھ یوم شنبہ کو جلال آباد مظفرنگر یوپی سے گودھرا کیلئے احباب کی دعوت پر روانہ ہوا وہاں سے ۲۰ رذی الحجہ چہارشنبہ کو روانگی ہمسلک ڈابھیل کیلئے ہوئی۔ محترم جناب مولانا (محمد) سعید صاحب زید مجدہم و مشفقہم مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی یاد آوری پر پہلی مرتبہ حاضری کا موقع ہوا۔ شب کو عزیز طلبہ کو خطاب کا موقع ہوا۔ جس میں عرض کیا گیا کہ تصوف بمعنی حصول تہذیب اخلاق باطنہ کا اہتمام معین تحصیل علم ہے جس کو مختلف طرق ادلہ آیات و احادیث سے ثابت کیا نہ کہ بزمانہ تحصیل علم بمعنی المذکور مانع و حارج — صبح بعد ناشتہ مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں بمعیت محترم مولانا (محمد) سعید صاحب مہتمم مدرسہ حاضری کا اتفاق ہوا وہاں کا نظم و نسق امور تعلیمی و انتظامی مختلف شعب کتب خانہ و دفتر و نظام باورچی خانہ طلباء کیلئے نظام طعام اور صفائی سے خاص مسرت ہوئی۔ طلباء کی شب میں بھی خاص نگرانی کا اہتمام ہے جس کے لئے ایک مخصوص آدمی کا تقرر ہے صبح کو بعد صلوٰۃ فجر تلاوت قرآن پاک کا التزام ہے مدرسہ میں تعلیم نہایت پرسکون طریقہ پر مشاہدہ میں آئی اساتذہ کرام حسب جماعت ماشاء اللہ افہام و تفہیم میں سلامت و متانت و وقار کے ساتھ متوجہ تھے۔

غرض جملہ امور میں تعلیمی و انتظامی وغیرہ جو شعبے بھی متعلق تھے خاص نظام مشاہدہ میں آیا یہ سب محترم مولانا (محمد) سعید احمد زید مجدہم کی ماہرانہ عمدگی نظام پر شاہد بین ہے اور جناب ممدوح کی خاص فکر خاص دل بستگی مخلصانہ اہتمام کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو

جزاء جزیل عطاء فرما دیں اور تا دیر قائم رکھیں حالات زمانہ کا تقاضا ایسے مدارس کے بقاء کو اور زیادہ موکد کر دیتا ہے یہ زمانہ کا بھی تقاضا ہے کہ مدارس عربیہ کی خدمات دامے درمے سخنے فرمائیں زیادہ سے زیادہ جملہ اہل خیر حضرات لازم زندگی جانیں۔ اس مدرسہ موصوفہ (کی) اہل خیر حضرات عموماً اور حضرات مقامی خصوصاً مالی امداد سے دریغ نہ فرمائیں۔ زیادہ سے (زیادہ) مالی خدمت فرما کر ذخیرۂ آخرت کا باعث و عند اللہ ماجور رہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مدرسہ کو فتن و شرور سے محفوظ فرما کر زیادہ سے زیادہ افاضہ کا وسیلہ بنائیں۔

احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ ۲۱ ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۲ھ

(از رجسٹر معاینہ صـ ۱۵۶)

سنہ ۱۳۸۳ھ

اس سال حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اس موقعہ پر تین ماہ کیلئے مولانا محمد شفیع میاں صاحب نے مدرسہ کا انتظام سنبھالا۔

مدرسین

مدرسین کی مجموعی تعداد سترہ ۱۷ رہی۔ سات ۷ عربی میں دو ۲ فارسی میں ایک ۱ اردو دو ۲ تجوید اور پانچ ۵ حفظ میں۔ اس سال مولانا عبد الغفور نقشبندی کو ناظم کتب خانہ مقرر کر دیا گیا۔ اور فارسی میں مولوی قاسم آنتوی کا پہلی شوال سے تقرر ہوا۔ مولانا شریف حسن صاحب پہلی شوال سے علیحدہ ہوئے۔ آپ ہی شیخ الحدیث تھے (یہاں سے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے)۔

سالانہ امتحان

درجات عربیہ کے اٹھہتر ۷۸، درجات فارسی کے انہتر ۶۹، اردو کے سینتالیس ۴۷، درجات حفظ کے اناسی ۷۹، ناظرہ کے انہتر ۶۹ اور درجات تجوید کے ایک سو پچیس ۱۲۵ طلبہ نے سالانہ امتحان دیا۔

فارغین

چھ ۶ عالم، اٹھارہ ۱۸ حافظ، دس ۱۰ قاری جامعہ سے اس سال فارغ ہوئے۔ بیس ۲۰ طلبہ نے ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۵ ر شعبان سنہ ۸۳ھ ۲۲ ر دسمبر سنہ ۶۴ء بروز یکشنبہ سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہ، ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند مدرسہ کے کمپاؤنڈ میں منعقد ہوا۔ شب میں طلبہ کی انجمن جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ اجلاس بھی مولانا موصوف کی صدارت میں ہوا۔ طلبہ کے پروگرام کے بعد صدر جلسہ نے طلبہ اور دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کو خطاب کیا۔

صبح کا اجلاس ۷ بجے شروع ہوا جس میں نظم و قراءت اور رپورٹ کے بعد انعام اور سند و دستار تقسیم ہوئی بعدہٗ مولانا ابو الوفاء شاہجہاں پوری کا سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر نہایت مؤثر وعظ ہوا۔ ۱½ بجے جلسہ ختم ہوا۔ رات اور دن دونوں وقت جامعہ کی طرف سے کھانے کا انتظام کیا گیا۔

سالانہ خرچ

سالانہ خرچ اکاسی ۸۱ ہزار بتایا گیا ہے۔

حادثات

اس سال کے اہم حادثات میں سب سے بڑا حادثہ مولانا محمد بن موسیٰ میاں کا سانحۂ وفات ہے (مولانا کا انتقال ۱۶ ر اپریل سنہ ۱۹۶۳ء مطابق ۲۱ ر ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۲ھ کو جوہانسبرگ میں ہوا۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند صـ ۱۵۴/۲)۔

جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کا تعلق بہت پرانا تھا۔ مولانا کی مخلصانہ مدد اور خاص دیکھ بھال سے جامعہ کی ترقی میں کافی مدد ملی تھی مولانا اپنی مالی اور علمی مدد سے ہمیشہ نوازتے رہے مولانا ایک دور اندیش اور پرہیزگار عالم تھے ہند و پاک کے تمام دینی حلقوں سے خاص تعلق تھا مولانا کی وفات جامعہ ڈابھیل اور دوسرے بہت سے علمی اداروں کے لئے باعثِ رنج و غم ہے۔ مجلسِ علمی ڈابھیل و کراچی آپ ہی کی قائم کردہ ہے جس نے علامہ کشمیری نیز دوسرے علماء محققین کی قابلِ قدر تصنیفات کو شائع کر کے عام کیا آپ نے جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں واٹرفال انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جس کا مقصد اسلامی اور عصری علوم

کی تعلیم ہے۔

مرحوم کی خبر وفات سن کر جامعہ کے مدرسین، ملازمین اور طلبہ نے اپنے اس محسن کے ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم ختم کیا اور دعا کی اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ قبول فرماکر اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

دوسرا حادثہ حافظ عبدالحق بسم اللہ کی وفات ہے۔ مرحوم نے لگ بھگ چالیس سال تک جامعہ کے مختلف شعبوں میں کام کیا۔ زندگی میں سادگی اور امانت داری کا وصف نمایاں تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

تیسرا حادثہ محسن ملت مولانا احمد حسن بھام کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہے۔ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد بھی اخیر تک مرحومہ کو اپنے شوہر کے لگائے ہوئے اس دبستان علم سے گہرا تعلق تھا۔ بڑی نیک دیانتدار بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے۔ (روداد ۱۳۸۳ھ ص ۲ تا ۱۰)۔

۱۳۸۴ھ مطبخ کی تعمیر

۸۴ھ میں مطبخ کی تعمیر کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی اس سال رجب ۸۴ھ میں ایک بلڈنگ کی بنیاد امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ہاتھوں رکھی گئی۔ اس میں باورچی خانہ، مال گودام اور دارالطعام (ڈائننگ ہال) سب کچھ ہوگا (آگے چل کر اس کے اوپر دو منزلیں اور بنائی گئیں اور اب یہ عمارت دارالاقامہ (بورڈنگ کے نام سے یاد کی جاتی ہے اس کی تکمیل میں تیرہ ۱۳ لاکھ روپئے صرف ہوئے)۔

درجات خیاطی و گھڑی سازی کا افتتاح

۸۱ھ میں صنائع کے درجات کھولنے کیلئے اپیل شائع ہوئی تھی اس سال بحمدہ تعالیٰ دو درجے خیاطی اور گھڑی سازی کے شروع ہوگئے۔ سلائی میں پچاس ۵۰ طلبہ نے داخلہ لیا اور گھڑی سازی کے درجہ میں بارہ ۱۲ طلبہ نے۔ مزید اور درجات کھولے

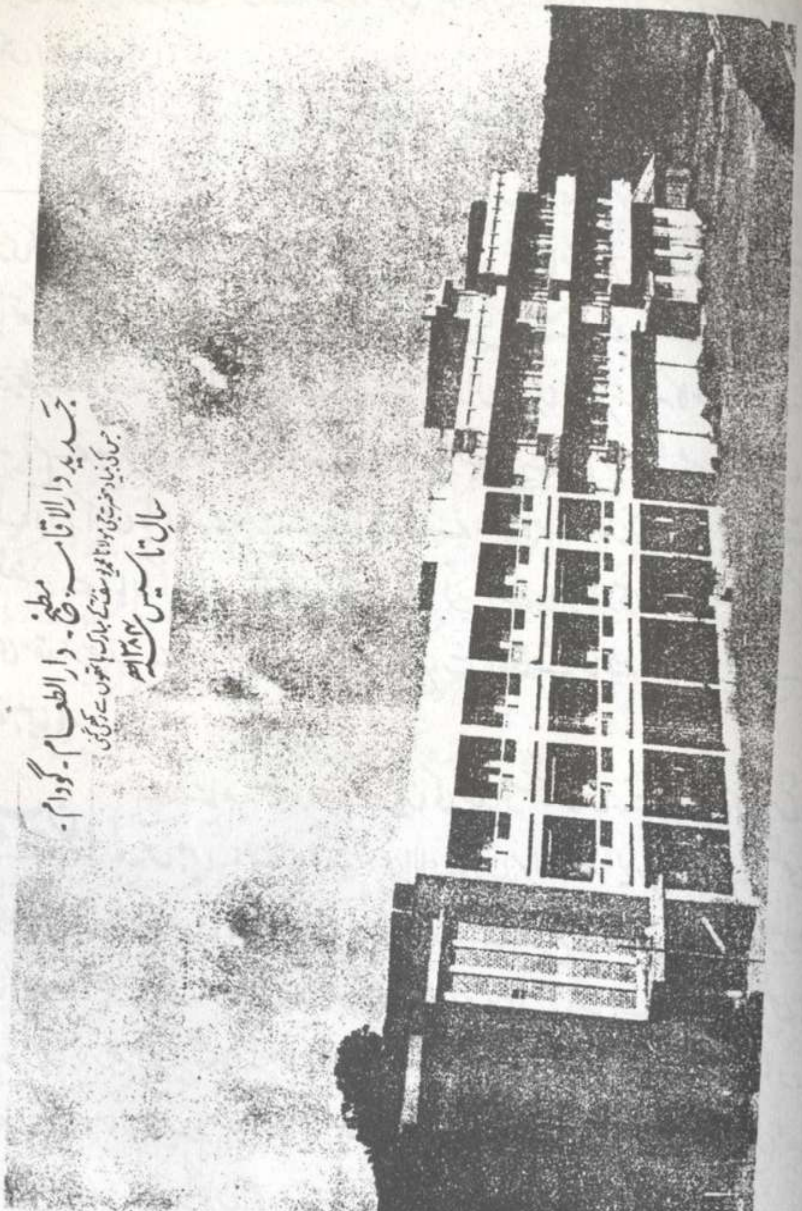

جدید دارالاقامہ — مطبخ۔ دارالطعام۔ گودام۔
جس کی بنیاد حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی
سال تاسیس ۱۳۸۴ھ

جائیں گے (یہ درجات چھٹی کے بعد دونوں میقاتوں کے بیچ میں قائم ہوتے ہیں اور بالکل اختیاری ہیں)۔

غلہ اسکیم جامعہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر غلہ اور اناج جمع کرنے کا کام بھی شروع کیا گیا ہے۔ اصل یہ سلسلہ بانی جامعہ مولانا احمد حسن بھامؒ کا جاری کردہ ہے، جو بند ہو چکا تھا۔ ہم نے پھر اس کو زندہ کیا مولانا مرحوم نے شروع میں یہ دستور بنایا تھا کہ ہر گھر میں ایک مٹکا رکھوا دیا تھا۔ گھر کی عورتیں پکانے کے واسطے جب آٹا چاول لینے جائیں تو ایک مٹھی آٹا اور چاول اس مٹکے میں ڈال دیتیں۔ پھر مدرسہ کا ملازم اسے لے آتا۔ ہم نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ اناج تیار ہونے پر چندہ کر کے جمع کر لیا جائے۔ ڈابھیل و سملک اور آس پاس کے بہت سے ہمدردوں نے اس کام سے دلچسپی لی۔ اور اللہ کے فضل سے اناج کی ایک بڑی مقدار جمع ہو گئی (یہ سلسلہ برابر جاری ہے ہر سال غلہ کی خاصی مقدار چندہ سے جمع ہو جاتی ہے بعض حضرات اناج کے بجائے روپئے بھی دے دیتے ہیں)۔

مدرسین اس وقت مدرسین اور ملازمین کی تعداد سینتیس ۳۷ ہے جن میں انیس ۱۹ مدرس ہیں۔ امسال ماہ جمادی الاولیٰ میں مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی (تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیری) شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے۔ ماہ شوال میں مولانا آدم طالعپوری مدرس عربی اور مولانا قاری حفیظ الرحمٰن صاحب مفتاحی (اعظمی) صدر مدرس درجۂ تجوید بھی تشریف لائے۔ ماہ شعبان سے قاری رمضان صاحب اور ماہ رمضان سے مولانا عبد الغفور صاحب صواتی جامعہ سے الگ ہوئے۔ مفتی اسماعیل محمد گورا راندیری (مفتی رنگون) بھی اسی سال تشریف لائے۔ جامعہ میں افتاد کا کام آپ کے سپرد رہا۔ (روداد ۸۴ھ ص۴ و ص۱۰۱)۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (حضرت جی)

امیر تبلیغ نظام الدین دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل و کرم سے آج جامعہ عربیہ ڈابھیل کی زیارت نصیب ہوئی اساتذہ اور طلبہ سے مل کر مسرت ہوئی اور کتب خانہ کی زیارت سے اور مسرت میں اضافہ ہوا۔ حق تعالیٰ شانہٗ مدرسہ کو ہر طرح کی ترقیات ظاہریہ و باطنیہ سے مالامال اور اس کے اندر منہمک اور مشغول ہونے والوں کی بھرپور مدد فرماویں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ پنجشنبہ ۲۱ / رجب ۸۴ھ

(از رجسٹر معائنہ ص۱۵۸)

سالانہ امتحان اور جلسہ سالانہ امتحان میں چار سو بہتر ۴۷۲ طلبہ نے شرکت کی۔ پانچ ۵ عالم، دس ۱۰ حافظ، دس ۱۰ قاری ہوئے۔ پچیس ۲۵ طلبہ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا اسعد صاحب مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند ۸ / شعبان ۱۳ / دسمبر ۱۹۶۴ء کو جامعہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ مولانا ابو الوفا شاہجہانپوری کا وعظ ہوا۔ انعام اور دستار و سند تقسیم کئے گئے۔

(روداد ۸۴ھ ص۵)

نقل معاینہ

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی مدرس حدیث دار العلوم دیو بند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر فخر الحسن دار العلوم دیو بند سے راندیر کے ہر دو اجلاس میں شرکت کیلئے حاضر ہوا اس کے بعد جامعہ ڈابھیل کی مشہور درسگاہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوا یہاں پہونچ کر جمعیۃ الطلبہ کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا۔ طلباء کی عربی اور اردو تقریریں اور مکالمہ سُنا جس سے اندازہ ہوا کہ جامعۂ ڈابھیل اپنے مقصد میں کامیاب ہے طلبہ نے اچھی اور کامیاب تقریریں کیں امید ہے کہ حضرات ارکان مدرسہ اور ارباب حل وعقد مدرسہ کی ترقی اور فلاح کیلئے اس سے زیادہ کوشش فرمائیں گے حق تعالیٰ اس ادارہ کی مدد کرنے والوں کی مدد کرے۔

فخر الحسن (گنگوہی)
(مدرس) دار العلوم دیوبند ۱۴ر دسمبر سنہ ۶۴ء (۹ر شعبان سنہ ۱۳۸۴ھ)
(از رجسٹر معاینہ ص ۱۵۸)

ضروریات جامعہ

اس عنوان کے تحت از سر نو مسجد کی تعمیر، مطبخ کے اوپر طلبہ کی رہائش کیلئے کمروں کی تعمیر۔ مولانا احمد بزرگ، مفتی عتیق الرحمن عثمانی اور مفتی گجرات مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ کے فتاویٰ کو مرتب کرکے کتابی شکل میں شائع کرنے۔ ماہانہ پرچہ "الدین" اور پریس "معین الدین" کو جاری کرتے نیز مستقل واٹر ورکس اور بڑی ٹنکی کے تعمیر کا پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ طلبہ کیلئے لباس اور بجلی کے خرچ کیلئے بھی ترغیب دی گئی ہے (روداد سنہ ۸۴ھ ص ۵)

وفات مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ

مطبخ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے مولانا محمد یوسف صاحب جامعہ تشریف لائے تھے جامعہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ جامعہ کیلئے دعا بھی کی تھی کسے معلوم تھا کہ اتنی جلد آپ ہم کو داغ مفارقت دے جائیں گے۔ (مولانا کی وفات ۲۹ر ذیقعدہ سنہ ۸۴ھ مطابق ۱۲ر اپریل سنہ ۶۵ء بروز جمعہ دو ۲ بج کر ۵۰ منٹ پر لاہور پاکستان میں ہوئی (سوانح مولانا یوسف صفحہ ۶۳) موجودہ وقت میں تبلیغی تحریک کے روح رواں کی وفات امت مسلمہ کے حق میں بہت بڑا نقصان ہے اور ہم سب کیلئے انتہائی رنج و غم کا سبب ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور جوار رحمت میں مقام خاص عطا کرے۔ (روداد سنہ ۸۵ھ ص ۴)۔

۱۳۸۵ھ

اس سال بھی حسب دستور جامعہ ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ طلبہ کی تعداد چار سو پچیس ۴۲۵ رہی۔ سالانہ امتحان میں چار سو گیارہ ۴۱۱ نے شرکت کی۔

فضلاء وفارغین

بارہ ۱۲ عالم، بائیس ۲۲ حافظ، دس ۱۰ قاری تیار ہوئے۔ دس ۱۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۳ر شعبان سنہ ۸۵ھ مطابق ۲۸ر نومبر سنہ ۱۹۶۵ء کو بعد نماز عشاء نو تعمیر شدہ دار الطعام (ڈائننگ ہال) میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس کی صدارت ہندوستان کے مایۂ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ نے فرمائی۔ بارش کی وجہ سے جلسہ ہال میں رکھا گیا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، باہر بھی بہت مجمع تھا۔ قراءت و نظم کے بعد رپورٹ پیش کی گئی پھر مولانا ابو الوفا شاہجہانپوری کا وعظ ہوا۔

نقل معائنہ

محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ

بعد حمد وصلوٰۃ۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کا یہ دوسرا موقع ہے میں یہاں کی علمی و تعلیمی فضا سے بہت متاثر ہوا یہ درسگاہ ہمارے اساتذہ کرام کی یادگار ہے اس لئے ہم کو غیر معمولی محبت ہے اور متمنی ہیں کہ اس کے ذریعہ بانیوں کی تمنائیں پوری ہوں مدرسہ (میں) بڑی خاصی تعداد بیرونی طلبہ کی تعلیم حاصل کر رہی ہے جن کی کفالت مدرسہ کرتا ہے خوش قسمتی سے مدرسہ کو ہمارے محترم دوست جناب مولانا محمد ایوب صاحب (اعظمی) کی خدمات حاصل ہو گئی ہیں جن کی وجہ سے مدرسہ کا تعلیمی معیار بلند اور اس کا پایۂ عظمت و وقار بہت اونچا ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ اس درسگاہ (کو) بقاء و قیام اور ترقی نصیب فرمائے۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی مئو اعظم گڈھ

۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ (مطابق ۱۹ر نومبر ۶۵ء)

معلوم ہوتا ہے اسی وقت مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مرتب مصباح اللغات بھی تشریف لائے تھے رجسٹر معائنہ میں لکھتے ہیں۔

(بعد حمد وصلوٰۃ) الحمدللہ کہ ایک مدت کی تمنا کے بعد آج پہلی مرتبہ ڈابھیل میں حاضری کا شرف حاصل ہوا کارکنان مدرسہ اور حضرات مدرسین نے اس ذرۂ بیمقدار کی جو پذیرائی کی اس سے دل بہت متأثر ہوا کتب خانہ کی بھی سیر کی جناب ناظم صاحب کتب خانہ کے حسن ذوق کی وجہ سے کتب خانہ کے نظم و ترتیب سے دل بہت محظوظ ہوا بعض کتابوں سے کچھ فائدہ بھی اٹھایا۔

اپنے اکابر کا قائم کردہ یہ گلشن خدا کرے ہمیشہ شاداب رہے اور تشنگانِ علم کی سیرابی کا زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔

احقر عبدالحفیظ بلیاوی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

(از رجسٹر معائنہ ص ۱۵۹-۶)

مدرسین اس سال جامعہ کے مدرس عربی مولانا عبداللہ پٹیل (کاپودروی) شعبان سے الگ ہوئے۔ شوال میں مولانا ابراہیم ٹنکاروی مدرس عربی مقرر ہوئے۔

تعمیرات عربی قدیم درسگاہ اور دارالاقامہ کے حجروں کی مرمت اس سال اہل خیر حضرات کی توجہ سے بحمدہ تعالیٰ ہوگئی۔ غسل خانوں کی اصلاح۔ مال گودام کی مرمت نیز عمارتوں کی رنگائی کا کام بھی انجام پایا۔ انور بلڈنگ کی مرمت اور رنگائی کے ساتھ اوپر کی خالی جگہوں پر چار کمروں کی تعمیر کا کام بھی تکمیل کو پہنچا فالحمدللہ علی ذالک۔ مرمت اور رنگائی کے ان کاموں پر پینتالیس ۴۵ ہزار سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔

(روداد ۸۵ھ ص۶)

سالانہ خرچ تعمیر کے ساتھ سالانہ خرچ دو لاکھ اکتیس ہزار سات سو بانوے (۲،۳۱،۷۹۲) ہوا۔ (ایضاً ص۵)

عظیم حادثہ جامعہ کے ایک قدیم استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہندوستان کے مشہور عالم صاحب طرز مصنف حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنیؒ کا حادثۂ ارتحال جامعہ کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ (مولانا کا انتقال ۵ر رجب ۱۳۸۵ھ کو مدینہ منورہ میں ہوا ۱۲ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۱۴۱)۔

مولانا مرحوم نے جامعہ کی ستّرہ سال خدمت کی تھی۔ حدیث و فقہ کی تعلیم کے ساتھ اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری "فیض الباری" کے نام سے یہیں

عتیق بلڈنگ — اضافہ و مرمت کے بعد سنہ ۱۳۸۵ھ

اب اس میں بیس کمرے ہیں۔ اس میں کتب خانہ۔ دفتر محاسبی دار الاہتمام وغیرہ ہیں۔ اسی کے ایک کمرہ میں جنریٹر بھی ہے

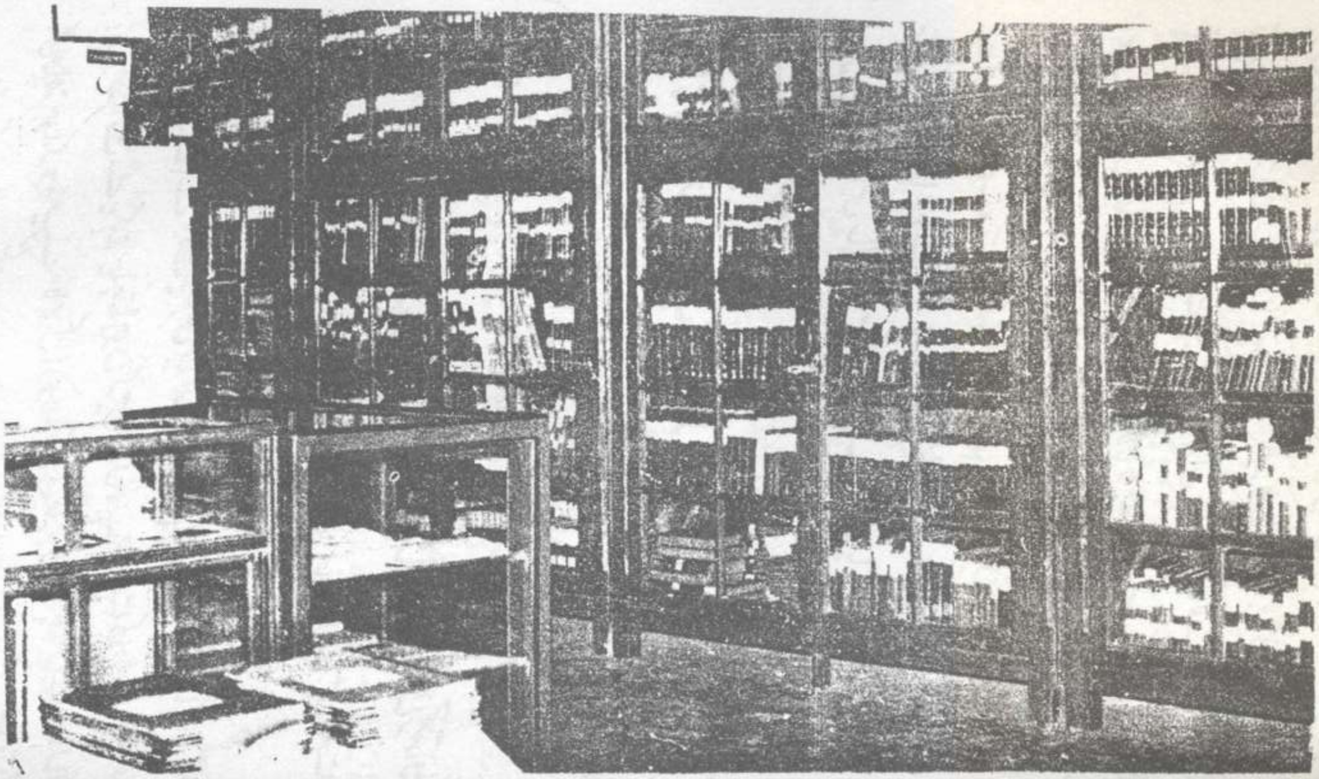

جامعہ کا عظیم کتبخانہ جس میں ۳۰۰۰۰ تیس ہزار کتب موجود ہیں۔

بڑی عرق ریزی اور جانکاہی سے مرتب کی جس کو مجلس علمی ڈابھیل نے چار جلدوں میں قاہرہ مصر سے شائع کیا یہ مولانا کا نہایت ہی عظیم کارنامہ ہے جو علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ مولانا مرحوم کو جامعہ سے قلبی تعلق تھا برابر جامعہ کے حالات معلوم کرتے رہتے اور اس کے حق میں دعا فرماتے رہتے تھے (مولانا کا خط مہتمم جامعہ کے نام گذر چکا ہے)۔

آہ افسوس! ہم ایک مربی اور شفیق استاذ اور محدث اعظم سے محروم ہوگئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح جوار نبویؐ میں جگہ عطا فرمائی اسی طرح اپنے ہاں آغوش رحمت خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ (روداد ۸۵ھ ص ۴)

۱۳۸۶ھ اس سال چار سو پچیس طلبہ نے داخلہ لیا۔ بقیہ حالات سال گذشتہ کے طریقہ پر رہے۔

مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری کی تشریف آوری

ربیع الاول ۱۳۸۶ھ میں مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ نے جامعہ کو اپنے ورود مسعود سے مشرف فرمایا۔ واپس جاکر اپنے تأثرات قلمبند کراکے ارسال فرمائے وہ یہ ہیں۔

(نقل مکتوب حضرت شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ)

بخدمت جناب مہتمم صاحب ناظم صاحب و اراکین و ممبر صاحبان جامعہ اسلامیہ ڈابھیل دامت عنایاتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

میں نے آتے وقت یہ عرض کیا تھا کہ بمبئی پہونچ کر کچھ لکھ کر بھیجوں گا۔ اس سلسلہ میں آپ حضرات سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں وہاں آپ حضرات کی دعوت پر اس وجہ سے بھی حاضر ہوا کہ وہ میرے اکابر کی اور اساتذہ کی جگہ تھی چنانچہ میں نے وہاں پہونچ کر طلباء اور اساتذہ کی جو حالت دیکھی اس کا میرے قلب پر اچھا اثر ہوا، ان کی وضع تواضع مسکنت

ادب اور احترام ساری ہی چیزیں بیحد پسند ہوئیں۔ چنانچہ ایک عربی اور دینی مدرسہ کو جیسا ہونا چاہئے الحمدللہ میں نے جامعہ اسلامیہ کو ایسا ہی پایا۔ بلاشبہ یہ چیزیں اساتذہ اور اراکین کی دینداری اور اخلاص کا ثمرہ ہیں اس پر میں آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے جامعہ کی ظاہری اور باطنی ترقی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ بعض عوارض کی بناپر وہاں قیام بہت ہی قلیل رہا جس کا مجھے بھی افسوس ہے۔

والسلام کمسک الختام

وصی اللہ عفی عنہ ۲۷ ربیع الاول ۸۶ھ

سلیمان بلڈنگ کرلا بمبئی ۷۰ (رجسٹر معائنہ ص ۱۶۱)

فارغین بارہ۱۲ عالم، سترہ۱۷ قاری، اکیس۲۱ حافظ اس سال تیار ہوئے آٹھ۸ ناظرہ خوانوں نے قرآن ختم کیا۔

سالانہ جلسہ سالانہ جلسہ کے موقع پر فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند و صدر جمعیۃ علماء ہند نیز مولانا ابو الوفاء شاہجہانپوری اور فدائے ملت مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند تشریف لائے۔ مولانا فخر الدین صاحب نے اپنے قلم سے معاینہ تحریر فرمایا۔ مولانا ابو الوفاء اور مولانا اسعد مدنی صاحبان نے دستخط فرمائے۔

نقل معائنہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(حمد و صلوٰۃ) امابعد! احقر حسب طلب حضرت مہتمم صاحب جامعۂ ڈابھیل کے جلسۂ دستاربندی کے موقع پر حاضر ہوا۔ جامعہ کے احوال کے متعلق احقر ایک عرصہ سے اپنے معلوم کو مشاہد کرنے کا متمنی تھا سو بحمداللہ امسال یہ تمنا پوری ہوگئی میں نے یہاں آکر وہ سب

عکسِ تحریر مولانا فخر الدین احمد شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

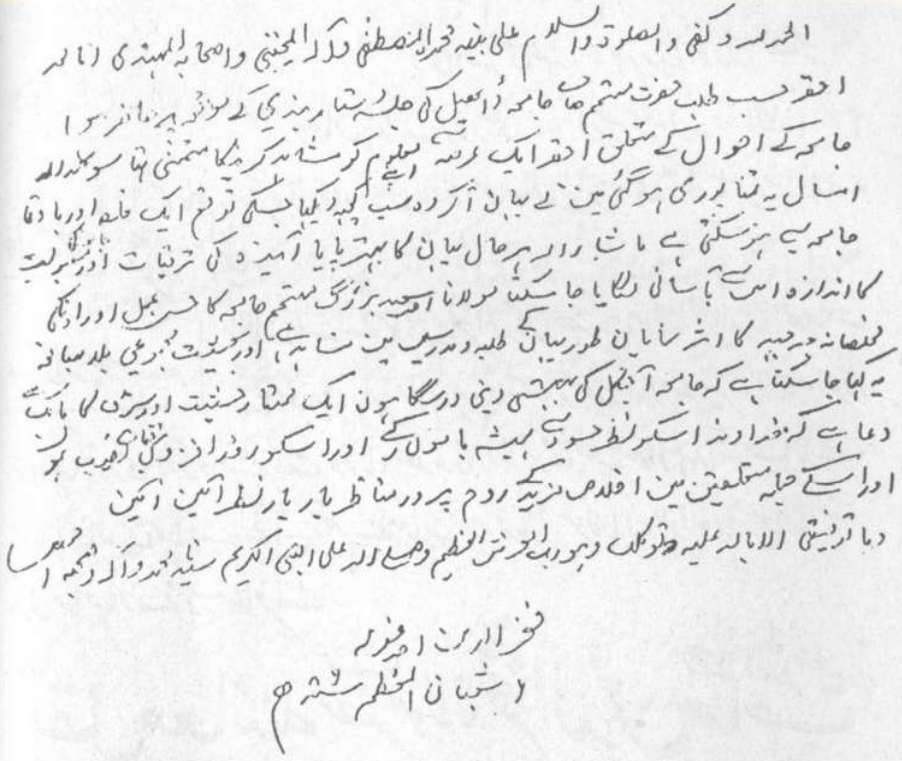

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی نبیہ محمد المصطفی وآلہ المجتبی واصحابہ المہتدین اما بعد

احقر حسب طلب حضرت مہتمم صاحب جامعہ ڈابھیل کی جلسہ دستار بندی کے موقعہ پر حاضر ہوا

جامعہ کے احوال کے متعلق احقر ایک مدت سے اپنے معلوم کرنے کا متمنی تھا سو بحمد اللہ

امسال یہ تمنا پوری ہوگئی میں نے یہاں آکر وہ سب کچھ دیکھا جس کی توقع ایک مخلص اور باوقار

جامعہ سے ہو سکتی ہے ماشاء اللہ ہر حال یہاں کا بہتر پایا آیندہ کی ترقیات اور جامعہ کی مقبولیت

کا اندازہ اس سے باسانی لگایا جاسکتا ہے مولانا احمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ کا حسن عمل اور انکی

مخلصانہ جد وجہد کا اثر نمایاں طور پر یہاں کے طلبہ و مدرسین میں مشاہد ہے اور بحیثیت مجموعی بلا مبالغہ

یہ کہا جاسکتا ہے کہ جامعہ آجکل کی بہت سی دینی درسگاہوں ایک ممتاز حیثیت اور شرف کا مالک ہے

دعا ہے کہ خداوند اسکو نظر حسود سے ہمیشہ مامون رکھے اور اسکو روز افزوں ترقیات نصیب ہوں

اور اسکے جملہ متعلقین میں اخلاص مزید کے روح پرور مناظر بار بار نظر آئیں آمین

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی النبی الکریم سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

فخر الدین احمد غفرلہ
۶ شعبان المعظم ۸۶ھ

پر کچھ دیکھا جس کی توقع ایک مخلص باوقار جامعہ سے ہوسکتی ہے ۔ ماشاء اللہ ہر حال یہاں کا بہتر پایا ۔ آئندہ کی ترقیات اور جامعہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے ۔ مولانا احمد سعید بزرگ (صحیح محمد سعید بزرگ ۱۲) مہتمم جامعہ کا حسن عمل اور ان کی مخلصانہ جدوجہد کا اثر نمایاں طور پر یہاں کے طلبہ و مدرسین میں مشاہد ہے اور بحیثیت مجموعی بلامبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جامعہ آج کل کی بہت سی دینی درسگاہوں (میں) ایک ممتاز حیثیت اور شرف کا مالک ہے دعا ہے کہ خداوند اس کو نظر حسود سے ہمیشہ مامون رکھے اور اس کو روزافزوں ترقیات نصیب ہوں اور اس کے جملہ متعلقین میں اخلاص مزید کے روح پرور مناظر بار بار نظر آئیں ۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی النبی الکریم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

فخر الدین ۶ رشعبان ۸۶ھ

ابوالوفاء ، اسعد غفرلہ

معاینہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ

ذی قعدہ ۸۶ھ میں حضرت مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند تشریف لائے تھے ۔ رجسٹر معاینہ میں آپکی تحریر بعینہ یہ ہے ۔

حامداً ومصلیاً ! احقر آج اس مدرسہ میں حاضر ہوا اساتذۂ کرام اور ارباب اہتمام سے نیاز حاصل کیا ۔ بعد العصر کتب خانہ میں کچھ دیر کیلئے بیٹھنا ہوا ۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی حق تعالیٰ اساتذۂ کرام کے اخلاص و استقامت میں ترقیات عطا فرمائے اور طلباء کو بیش از بیش علوم سے منتفع فرمائے اور اس فیض و چشمۂ رحمت کو جاری رکھے مکارہ سے محفوظ فرمائے ۔

احقر محمود غفی عنہ ۲۱ ۱۱/۸۶ھ (رجسٹر معاینہ ص ۱۶۲)

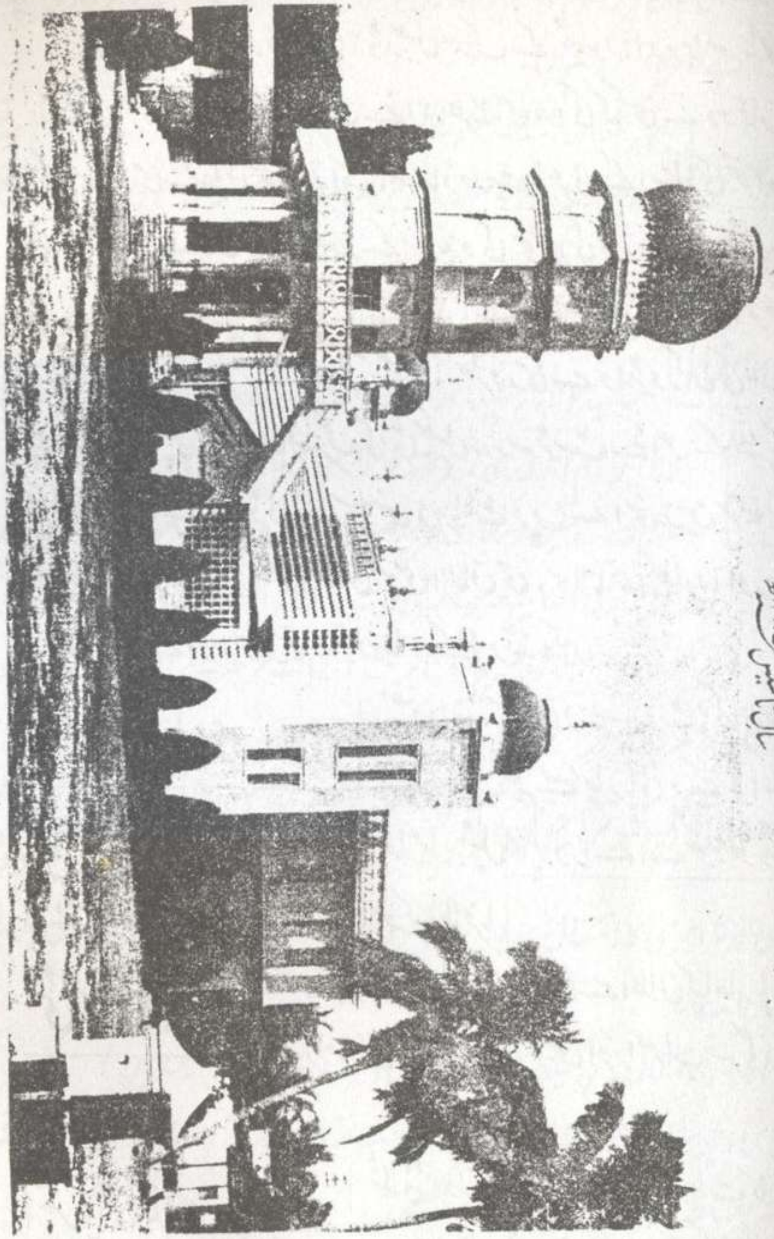

جامعہ کی نئی شاندار مسجد کا شمالی حصہ
سال تاسیس ۱۳۸۷ھ

سالانہ خرچ سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ تین لاکھ سے متجاوز ہوا۔

وفیات اس سال کی رودادمیں مولانا عبدالرحمٰن صاحب (کیمل پوری) خلیفہ حضرت حکیم الامت (متوفی ۱۶ رجمادی الاخری سنہ ۱۳۸۶ھ سنہ ۱۹۶۶ء) اور حاجی یوسف نانا سملکی جامعہ کے ٹرسٹی نیز مولانا احمد امیجی، کالاکاچھوی سابق استاذ جامعہ کی وفیات پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے۔ (روداد سنہ ۸۶ھ صہ ۱۱)

سنہ ۱۳۸۷ھ سفر مہتمم اس سال مہتمم جامعہ نے جامعہ کے واسطے سرمایہ کی فراہمی کیلئے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ ۱۷/ستمبر سنہ ۱۹۶۷ء کو یہاں سے روانہ ہو کر ری یونین پہنچے وہاں حاجی سلیمان بلبلیہ صاحب نے میزبانی کا حق ادا کیا۔ مہتمم صاحب کے بھتیجے مولانا رشید احمد بزرگ نے ملازمت سے طویل رخصت لیکر ساتھ دیا۔ ری یونین میں مقیم جامعہ کے خیر خواہوں نے بہت دلچسپی لی اور بھرپور مدد کی۔ خصوصاً حاجی محمد سلیمان بلبلیہ، حکیم غلام حسین مانکرداد، قاری محمد جوکسی، عبداللہ یانکرداد، مولوی یوسف سفلہ، حاجی اسماعیل قاضی، حاجی یوسف کارا۔

۱۷/اکتوبر کو ری یونین کے میزبان کے ساتھ موریشش پہونچے جہاں جناب یوسف ہانسلوڈ صاحب میزبان بنے چھ روز قیام کر کے ۲۲/اکتوبر کو جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) کیلئے روانہ ہوگئے وہاں ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ کی طرف سے (جو تیس گاؤں کے باشندوں پر مشتمل ہے) نانا میموریل ہال میں ایک جلسہ بلایا گیا جس سے جامعہ کی امداد کا خوب چرچا ہوا۔ مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا، حاجی ابراہیم ماکڑا، حاجی ابراہیم ڈایہ، حاجی اسماعیل پانڈور، محمد سلیمان منتی، محمد بھائی کولا، مولانا ابراہیم میاں، حافظ عبدالرحمٰن میاں، حاجی سعید ڈایہ، سعید بھائی موسینا۔ ان حضرات نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

شہر ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) میں جب جانا ہوا تو وہاں سملک مسلم ایسوسی ایشن

کی طرف سے استقبالیہ جلسہ ہوا، رخصت ہوتے وقت الوداعی جلسہ بھی کیا گیا۔

افریقہ میں چار ماہ قیام رہا، ڈابھیل سملک کے رئیسوں اور جامعہ کے ہمدرد دل والے دل کھول کر مدد کی مختلف حضرات نے اس طرح بھی مدد کی کہ کسی نے دو قاری کی تنخواہ کی ذمہ داری لے لی، کسی نے ایک استاذ حدیث یا عربی کے استاذ کی تنخواہ اپنے ذمہ لے لی۔ چند لوگوں نے مل کر پانچ حفظ کے اساتذہ کی تنخواہ کی ذمہ داریاں قبول فرمالیں۔

تعمیر دار الاساتذہ کی ذمہ داری

اساتذۂ جامعہ کیلئے مستقل کواٹر ہونا بہت ضروری ہے واٹرورکس کی ضرورت بھی پہلے ظاہر کی جاچکی ہے۔ جوہانسبرگ کی ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ نے اس کے تعمیر کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کیلئے گارڈی اینڈ سنس (وہائٹ ویر) نے اپنی زمین جو جامعہ سے متصل ہے ہی عطا کی۔ علاوہ ازیں محمود بھائی موسیٰ اسحاق جی، مولانا محمد ایکھلوایا اور حاجی ابراہیم یوسف ماکڑا نے بھی اپنی اپنی زمینیں جامعہ کیلئے وقف کیں۔

چارپائیوں کی ذمہ داری

مفتی اینڈ سنس (نیلسپروٹ) کی طرف سے جامعہ کے ہر طالب علم کیلئے چارپائی دینے کا اعلان کیا گیا۔

ٹائپ رائٹر

حاجی غلام محمد اسماعیل پٹیل کا پودرا نے ایک خوبصورت انگلش ٹائپ رائٹر جامعہ کو عطا فرمایا۔

نئی مسجد کی تعمیر

جس مسجد کی تعمیر کیلئے کئی سالوں سے اعلان کیا جارہا تھا اس کی تعمیر امسال اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اصحاب خیر کی توجہ سے شروع ہو گئی۔

انگریزی کلاس کی ابتداء

سلائی اور گھڑی سازی کے درجات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امسال انگریزی کا درجہ بھی کھل گیا یہ بھی زمانہ کی ایک ضرورت ہے۔ اس کو بھی صنائع کی طرح خارج اوقات میں رکھا گیا ہے۔

فارغین

اس سال دس عالم، اٹھارہ قاری، چوبیس حافظ جامعہ سے نکلے اور دس طلبہ نے ناظرہ قرآن ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۲ ر شعبان ۱۳۸۷ھ کو سالانہ انعامی جلسہ ۸ ½ بجے شروع ہوا اس موقع سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ اور مولانا اخلاق حسین قاسمی مدظلہٗ تشریف لائے۔

نیابت اہتمام

حضرت مہتمم صاحب کے سفر ممالک کے زمانہ میں آپ کے برادر خورد جناب مولانا رشید احمد بزرگ صاحب نے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی۔

مدرسین

مولانا ابراہیم اندوری، مولانا محمد قاسم آنوتی، مولانا ابراہیم ٹنکاروی، یہ حضرات مدرسین درجات عربیہ صفر سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا اسماعیل محمود بسم اللہ مدرس فارسی جمادی الثانیہ سے الگ ہوئے۔ مولانا ابراہیم پٹنی، مولانا (مفتی) اسماعیل حسین کھولوی مولانا آدم یوسف لونت درجات عربیہ کیلئے اور مولانا امین الرشید دمنی فارسی کیلئے مدرس مقرر ہوئے۔

وفات مولانا علی محمد تراجوی رح

اس سال علاقہ کے مشہور عالم مدرسہ مفتاح العلوم تراج کے بانی، جامعہ کے قدیم رکن مجلس شوریٰ مولانا علی محمد تراجوی کا انتقال ہوا۔ مولانا کو جامعہ سے گہرا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔

(مولانا کا انتقال ۶ ر ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۶ ر فروری ۱۹۶۸ء میں ہوا)

ذی الحجہ ۸۸ھ کو مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ ہردوئی خلیفہ حضرت تھانوی رح جامعہ تشریف لائے۔ رجسٹر معاینہ میں لکھتے ہیں۔

معائنہ :

مولانا ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! آج پہلی مرتبہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حاضر ہوا غرض حاضری مدرسہ اور اکابر مدرسہ کی زیارت اور استفادہ تھی مکرم و محترم مولانا محمد سعید بزرگ مہتمم جامعہ اسلامیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ صاحب موصوف نے بہت ہی شفقت و محبت سے مدرسہ کو دکھلایا۔ طلبہ و اساتذۂ کرام مدرسہ کے بارے میں احقر حضرت اقدس مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا جو ارشاد گرامی ہے اس (سے) ناکارہ بھی حرف بحرف متفق ہے۔

درجات حفظ و تجوید میں حاضری کی سعادت ملی ماشاء اللہ ذوق و شوق سے طلبہ اور اساتذہ کو مصروف پایا تقریباً سو ۱۰۰ کے اب طلبہ حفظ میں ہیں ان کیلئے تجوید کا بھی نظم ہے مگر موجودہ طلبہ کے لحاظ سے اساتذۂ مجودین کی کمی ہے اس کیلئے ایک اہم گزارش بطور مشورہ کے عرض ہے اساتذۂ حفظ و ناظرہ ہی کے ذریعہ تجوید کے ساتھ تعلیم قرآن پاک کا سلسلہ شروع فرمایا جائے تاکہ جملہ طلبہ تجوید کے ساتھ قرآن پاک جلد ختم کر سکیں۔

اساتذۂ کرام درجۂ حفظ میں اگر تجوید کی خامی ہو تو وہ بذریعہ قراء مجودین مدرسہ اپنی کمی کو خارج از اوقات مدرسہ میں پوری فرماتے رہیں۔

مدرسہ کے مجموعی حالات سے بیحد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو ترقیات سے نوازیں اور اس چشمۂ فیض کو ہر قسم کے شرور و فتن سے مامون رکھیں۔

ناکارہ ابرار الحق عفی عنہ خادم دعوۃ الحق ہردوئی یوپی
۲۶ر ذی الحجہ ۸۷ھ ۲۶ر مارچ ۶۸ء
(از رجسٹر معاینہ ص۱۶۵)

۱۳۸۸ھ اس سال بھی مسجد کی تعمیر جاری رہی۔ دیگر حالات سال گذشتہ ہی کی طرح ہے

واٹر کولر حاجی حسن پٹیل مرحوم کی صاحبزادیوں کی طرف سے مرحوم کے ایصال ثواب کیلئے ایک واٹر کولر پانچ ہزار پانچ سو اسی روپے کی قیمت کا موصول ہوا جو جامعہ کے دار الطعام میں رکھا گیا۔

فارغین ۱۵ پندرہ علماء، ۶ چھ قراء، ۲۵ پچیس حفاظ جامعہ سے اس سال فارغ ہوئے ۱۲ بارہ ناظرہ خواں طلبہ نے قرآن پاک ختم کیا۔

فتاویٰ جامعہ کے دار الافتاء سے مفتی اسماعیل محمد گورا صاحب راندی نے ۶۲۷ سوالات کے جوابات لکھے۔

مدرسین مولانا احمد بے مات صاحب مدرس عربی رمضان سے، مولانا محمد آدم صاحب مانک پوری مدرس عربی شوال سے، مولانا عبد الغفور صاحب نقشبندی ناظم کتب خانہ اور قاری حفیظ الرحمٰن صاحب اعظمی صدر مدرس درجۂ تجوید رمضان سے علیحدہ ہوئے۔ مولانا محمد حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی ذی قعدہ سے مولانا احمد خان پوری مولانا ابرار احمد دھلیوی صاحبان شوال سے مولانا عبد العزیز صاحب سورتی ناظم کتب خانہ رمضان سے۔ مولانا حیدر رسول صاحب مدرس اردو شوال سے مقرر ہوئے۔ قاری محمد ایوب صاحب ترکیسری کا نام بھی اس سال فہرست میں درج ہے۔

سالانہ جلسہ ۱۱ر شعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا۔ رات کے انعامی جلسہ میں مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی مدظلہ نے وعظ فرمایا۔ صبح کے اجلاس میں مولانا ابو الوفاء شاہجہانپوری نے اپنے ملفوظات سے مجلس کو فیض یاب کیا۔ سکریٹری جمعیۃ علماء ہند مولانا اسعد مدنی مدظلہ نے بھی تقریر فرمائی۔

(روداد ۸۸ھ ص۹ تا ۱۱ وص۱۰۵)

وفیات

جامعہ کے ایک بڑے محسن، مجلس شوریٰ کے رکن جناب ابراہیم محمد نواب ڈابھیلی کا واقعۂ وفات جامعہ کیلئے ایک بڑا نقصان ہے۔ آپ کی وفات پر پورا ڈابھیل سوگوار ہے۔ آپ جامعہ کی تعمیرات کمیٹی کے بھی رکن تھے آپ کی وفات سے جامعہ ایک مخلص جاں نثار مشیر سے محروم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (مرحوم دین کے ایک دردمند داعی بھی تھے قرب وجوار میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کافی جدوجہد کی اس سلسلہ میں بیرون ہند ترکی اور شام وغیرہ کا سفر بھی کیا)۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

جامعہ کے سابق رکن مولانا عبد الرحیم صادق راندیری کی وفات بھی جامعہ کا ایک افسوس ناک حادثہ ہے۔ ان کے علاوہ مصلح الامت حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری (متوفی ۲۲ر شعبان ۱۳۸۷ھ)۔ علامہ ابراہیم بلیاوی صدر مدرس دار العلوم دیوبند وسابق استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (متوفی ۲۴ر رمضان ۱۳۸۷ھ)، مولانا سید مبارک علی استاذ دار العلوم دیوبند اور مولانا عبد الجلیل کیرانوی کی وفیات پر بھی رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔ (ایضاً ص۱۰)

۱۳۸۹ھ درجۂ حفظ کیلئے نیا ضابطہ

درجۂ حفظ کے طلبہ تعطیل کلاں میں طویل مدت تک گھر رہ کر بہت کچھ یاد کیا ہوا بھول جاتے ہیں۔ اس لئے اس سال یہ طے ہوا کہ ان کو شعبان کے اخیر تک تعلیم دی جائے گی اور شوال کے شروع ہی سے ان کی تعلیم جاری ہو جائے گی۔ چنانچہ اس سال اس پر عمل درآمد شروع ہوگیا اور ۶ر شوال سے ان کی تعلیم شروع ہوگئی۔ دوسرے درجات، کی تعلیم بارہ ۱۲ شوال سے شروع ہوئی (لیکن یہ سلسلہ برابر جاری نہیں رہ سکا اور درجۂ حفظ کی تعلیم دوسرے درجات کے ساتھ ہی شروع اور ختم ہوتی ہے)۔

وائرنگ کلاس

اس سال صنائع میں وائرنگ کلاس کا اضافہ ہوا۔ مدرسہ کے وائرمین طلبہ کو بجلی سے متعلق امور سکھلاتے ہیں جس کی آج گھر گھر ضرورت ہے۔

مدرسین

ذی قعدہ سے مولانا عبد العزیز ناظم کتب خانہ الگ ہوگئے۔ مولانا احمد دیولہ صاحب شوال سے مدرس اردو مقرر ہوئے۔

مسجد کی تعمیر

مسجد کی تعمیر تین سال سے جاری ہے۔ اب تک تقریباً چار لاکھ روپئے صرف ہو چکے ہیں۔

فارغین

پندرہ ۱۵ عالم، گیارہ ۱۱ قاری، بیس ۲۰ حافظ جامعہ سے تیار ہوئے۔ بیس ۲۰ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۱۰ر شعبان بروز جمعرات صبح سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی کے طور پر مفتی محمود الحسن گنگوہی مفتئ اعظم دار العلوم دیوبند مولانا سید اسعد مدنی اور مولانا ابو الوفا شاہجہاں پوری نے شرکت فرمائی۔

سالانہ خرچ

تعمیرات کے ساتھ اس سال تین لاکھ اکانوے ہزار ایک سو ساٹھ (۳۹۱۱۶۰) روپئے صرف ہوئے۔

وفیات

جامعہ کے مفتی مولانا مولوی اسماعیل گورا راندیری رحمۃ اللہ علیہ کا ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ کو انتقال ہوا۔ مفتی صاحب اپنی خندہ پیشانی اور ملنساری کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ اپنی قابلیت کیلئے ہند اور بیرونِ ہند میں مشہور تھے۔ مفتی صاحب کی وفات نہ صرف جامعہ کیلئے بلکہ پورے مسلم گجرات کیلئے ایک بڑا نقصان ہے کہ آپکی وفات سے گجرات کے مسلمان ایک صحیح رہنما سے محروم ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ کے ایک اور خادم ابراہیم محمود بسم اللہ سفیر جامعہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہونچ گئے۔ مرحوم جامعہ کی محبت میں اس کی خدمت کیلئے رات دن سفر کی زحمت اٹھاکر مہمانانِ رسول کیلئے روپئے اور غلہ کی فراہمی میں کوشاں رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان مرحومین

کی نیکیاں قبول فرماکر جنت میں بلند درجات عطا فرمائے۔ (روداد ۸۹ھ ص ۷)

سنہ ۱۳۹۰ھ

۶ / شوال سے حفظ وناظرہ کے درجات کھل گئے پھر ۱۴ / شوال سے بقیہ درجات کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۵۷۰ طلبہ نے داخلہ لیا۔

درجۂ جلد سازی

اس سال صنائع میں ایک نئے درجہ کا اضافہ ہوا۔ سلائی، گھڑی سازی وائرنگ اور انگریزی کے درجات سے طلبہ فائدہ اٹھا رہے تھے اب جلد سازی کا درجہ بھی قائم ہوگیا۔ اس سال ستر طلبہ نے اس میں داخلہ لیا۔

مدرسین

مولانا عبدالعزیز کی علیحدگی کے بعد کتب خانہ کا انتظام مولانا احمد خانپوری صاحب مدرس عربی کے سپرد ہوا۔ پھر شوال میں مولانا موسی آدم بھرکودروی کا تقرر نائب ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے ہوا۔ صفر میں مولانا غلام نرولوی صاحب مدرس عربی کا تقرر ہوا۔

فتاویٰ

مفتی اسماعیل گورا کے انتقال کے بعد افتاء کا کام جامعہ کے مدرس عربی مفتی مولانا اسماعیل حسین کچھولوی صاحب کے سپرد ہوا اس سال دارالافتاء سے گیارہ سو چھپن ۱۱۵۶ سوالات کے جوابات دئے گئے۔

شعبۂ نشر واشاعت

جامعہ میں تقریباً تین سال سے شعبۂ نشر واشاعت قائم ہے اب تک دو کتابیں (۱) بدعت اور اسلام (۲) نماز مومن کی معراج ہے کے نام سے اور دو ۲ ہینڈبل (۱) قربانی کے مسائل (۲) رمضان کے احکام کے نام سے شائع ہوچکے ہیں۔

فارغین

اس سال دورۂ حدیث سے اٹھارہ ۱۸، قراءت سے گیارہ ۱۱، حفظ قرآن کریم سے تیئیس ۲۳، ناظرہ قرآن سے گیارہ ۱۱ طلبہ فارغ ہوئے۔

سالانہ جلسہ

۹ / شعبان کی شب میں طلبہ کا جلسہ ہوا، جس میں طلبہ نے قراءت، نظم اردو اور عربی تقریریں نیز مکالمے پیش کئے۔ صبح جلسۂ دستار بندی

ہوا جس میں مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم اور مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری نے شرکت فرمائی۔

سالانہ خرچ

تعمیرات کے ساتھ چار لاکھ چھ ہزار پانچ سو ستاسی (۴۰۶۵۸۷ / ۴) روپے خرچ ہوئے۔

دیگر حالات

جامعہ کے دیگر حالات مثلاً غلہ اسکیم، اسکالرشپ، الحاق مکاتب حسب دستور رہیں طلبہ کو انعام دینے کیلئے کتابیں اور روپئے بھی اصحاب خیر کی طرف سے ملتے رہتے ہیں۔

بعض اصحاب خیر مستقلاً کچھ اساتذہ کی پوری تنخواہ عطا فرماتے ہیں ان کے نام کا تذکرہ اس سال کی روداد میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ منتی اینڈ سنس (ڈیلسپروٹ) کی طرف سے دو قاری کی تنخواہ، حاجی آدم سیدات کی طرف سے حدیث شریف کے ایک استاذ کی تنخواہ۔ حاجی یعقوب لہر ٹرسٹ (جوہانسبرگ) کی طرف سے بھی ایک استاذ حدیث کی تنخواہ برابر ہر مہینہ ملتی رہتی ہے۔ درجۂ حفظ کے چار استاذ کی تنخواہ مندرجہ ذیل حضرات کی طرف سے موصول ہوتی ہے۔

۱- حاجی احمد بے مات صاحب (سینٹ پیئر) ۲- حاجی حسن دیندار صاحب (سینٹ پیئر) ۳- گوراسیم جی صاحب (سینٹ پیئر) ۴- احمد ابراہیم کلاں (سینٹ ڈینس)۔

وفات

ذی الحجہ میں مولانا محمد آدم طالعبوری مدرس حدیث کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا اپنی علمی قابلیت سے بڑے بڑے مسئلوں کو بآسانی حل فرمادیتے تھے۔ نرم مزاج، بہترین اخلاق سے آراستہ، ملنسار اور خندہ جبیں واقع ہوئے تھے۔ دو ایک سال سے بیمار تھے مگر جب بھی طبیعت کا حال کوئی پوچھتا یہی کہتے کہ اچھی ہے۔ "رضا بالقضاء" آپ کا شیوہ تھا آپ کی وفات سے جامعہ کو ایک بڑا صدمہ پہنچا اسکنہ اللہ تعالی جنۃ الفردوس۔

ضروریاتِ جامعہ اس عنوان کے تحت ایک نئی بلڈنگ " دارالقرآن " کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے۔ کیونکہ صنائع کے درجات کھل جانے اور حفظ کے اساتذہ کے بڑھ جانے سے انور بلڈنگ ناکافی ہوگئی ہے۔ نیز طلبہ کی کثرت کی وجہ سے دارالاقامہ بھی ناکافی ہوگیا ہے۔ اس میں توسیع اور اوپر ایک منزل مزید بنانے کی ضرورت بتائی گئی ہے۔

محرم سنہ ۱۳۹۰ھ میں ہند اور عالم اسلام کی مشہور شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، کی تشریف آوری ہوئی حالات معلوم کرنے کے بعد آپ نے تحریر فرمایا۔

نقل معائنہ:

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ،

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد!

آج بتاریخ ۲۱ ؍ محرم الحرام سنہ ۱۳۹۰ھ کو رفقاء و علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اس سے پہلے بھی دو ایک بار حاضری ہوئی ہے لیکن اس مرتبہ مہتمم جامعہ مولانا سعید بزرگ صاحب کی عنایت سے کسی قدر اطمینان و تفصیل کے ساتھ جامعہ کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کو دیکھنے اور اس کی وسعت اور جدید ترقیات سے واقف ہونے کا موقع ملا جو کچھ دیکھا اس سے دلی مسرت ہوئی اور اس سے اندازہ ہوا کہ اس قلیل عرصہ میں جامعہ نے کتنی ترقی کی اور اس میں کس قدر توسیع و اضافہ ہوا۔ تھوڑا سا وقت کتب خانہ میں بھی گذرا مختلف درجوں پر گذرتے ہوئے نظر ڈالی خاص طور پر مسجد کی عمارت اور طرز تعمیر دیکھ کر بہت تأثر ہوا۔ یہ مسجد جب انشاءاللہ مکمل ہو جائے گی تو ایک فنی تحفہ اور تعمیر کا ایک نمونہ ہوگی دارالطعام کی عمارت بھی دیکھی

اور اس کے انتظامات بھی، ہر چیز سے حسن ذوق اور حسن انتظام کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جامعہ سے ان مقاصد کی تکمیل فرمائے جن کیلئے اس اولوالعزمی اور بلندخیالی کے ساتھ یہ سب انتظامات کئے گئے ہیں اور اس تعلیمی انحطاط میں کمی ہو جو اس وقت ہمارے تمام مدارس اور دینی حلقوں میں تیزی سے آرہا ہے۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

خاکسار ابوالحسن علی ندوی بقلم محمد مرتضیٰ ناظم کتب خانہ ندوۃ العلماء

۲۱/۱/۹۰ھ (از رجسٹر معاینہ ص ۱۶۷)

سنہ ۱۳۹۱ھ اس سال کے حالات بھی بیشتر سال گذشتہ ہی کی طرح رہے۔ طلبہ کی تعداد پانچ سو ستر^{570}، اساتذہ اور ملازمین کی تعداد اکاون^{51} رہی۔ سالانہ خرچ تعمیرات کے ساتھ چار لاکھ سے متجاوز رہا۔

فارغین تیرہ^{13} طلبہ نے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی، انیس^{19} قاری اور اٹھارہ^{18} حافظ ہوئے، گیارہ^{11} بچوں نے ناظرہ قرآن مجید ختم کیا۔

سالانہ جلسہ سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہاں پوری، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور حضرت مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی رونق افروز ہوئے۔ شاعر خوش الحان جناب ساجد صدیقی نے جلسہ کی رونق دوبالا کردی۔

نقل معائنہ

حضرت مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی مدظلہ،

رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد! عرصۂ دراز سے دارالعلوم جامعہ اسلامیہ

ڈابھیل میں حاضری کا شوق تھا کیوں کہ یہ میرے اکابر کی تاریخی یادگار ہے اور یہاں کا ذرہ ذرہ سرمۂ نظر۔ الحمدللہ آج یہ شوق پورا ہوا اور محب محترم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ کی دعوت پر جامعہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ جامعہ نہ صرف مفاخر معنوی بلکہ محاسن ظاہری کا بھی مجمع و مخزن ہے طلبہ مختلف بلاد و اقالیم کے یہاں آکر کتاب و سنت کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے ہیں اور اپنے اپنے وطن جاکر گلشن اسلام کے باغباں ثابت ہوتے ہیں۔ رات افریقی طلبہ کی انجمن کا جلسہ تھا جس میں سات زبانوں میں تعلیمات اسلام کے مختلف پہلوؤں پر طلبہ نے روشنی ڈالی اور اسلام کی عالم گیری کا عملی مظاہرہ کیا۔

دار الطلبہ میں طلبہ کی رہائش و آسائش کے جتنے بہترین انتظامات نظر آئے دوسری جگہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

کتب خانہ میں بھی درسی و غیر درسی عربی فارسی اردو انگریزی وغیرہ کی کئی ہزار کتابیں بڑے سلیقہ اور حسن انتخاب کے ساتھ جمع کی گئی ہیں۔ مخطوطات و نوادر کا بھی خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔

جامعہ کی مسجد خصوصیت کے ساتھ آنے والے ہر شخص کو اپنی دلربائی اور دلکشی کی وجہ سے دعوتِ نظر دیتی ہے، سادگی، نفاست اور حسن و جمال سب کچھ یہاں یکجا کر دیا گیا ہے مسجد کا منارہ خصوصیت کے ساتھ جاذب قلب و نگاہ ہے پھر اس منارہ کو اس طرح کارآمد بنایا گیا ہے کہ اس کے اندرونی حصّہ میں دار الافتاء کی جگہ نکالی گئی ہے جہاں سے احکام اسلام کے انوار پھوٹ پھوٹ کر گجرات اور دوسرے صوبوں اور علاقوں میں سالکانِ راہ دین کی رہنمائی کرتے ہیں۔ جامعہ کے موجودہ صدر المدرسین حضرت مولانا محمد ایوب صاحب (اعظمی مدظلہٗ) بھی بلند پایہ عالم اور بزرگ ہیں۔

بہرحال مدرسہ ظاہری و باطنی اور صوری و معنوی حیثیتوں سے قابلِ قدر ہے میں اس کیلئے جامعہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان اور حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مہتمم جامعہ

کو قابلِ مبارک باد سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو کامیاب سے کامیاب تر فرمائے اور جامعہ اسی طرح ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے اور اپنی علمی و دینی تاریخی حیثیت و شہرت کو قائم رکھے۔

(قاضی) زین العابدین استاذ تفسیر و تاریخ اسلام
جامعہ کالج جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
۱۱ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ (از رجسٹر معاینہ ص ۱۲۹)

فتاویٰ بارہ سو انتالیس (۱۲۳۹) سوالات کے جوابات اس سال دار الافتاء سے دئے گئے۔

مدرسین شوال ۱۳۹۱ھ میں مولانا یوسف کاوی صاحب کا تقرر ہوا۔ عربی کے مدرس ہونے کے ساتھ دار الافتاء میں بھی کام کرتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف کا روحانی سلسلہ اس سال شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے ارشاد سے حضرت کے خلیفہ اور جامعہ کے مفتی مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی نے رمضان میں اعتکاف کا سلسلہ شروع فرمایا حضرت شیخ الحدیث کے یہاں شب و روز کے معمولات کے مطابق یہاں پر بھی معمولات جاری رکھے گئے۔ مختلف گاؤں سے بہت سے حضرات (نوے ۹۰ افراد) پورا رمضان مبارک اعتکاف کے ساتھ گذارنے کیلئے یہاں تشریف لائے۔ ذاکرین و شاغلین کی ایک جماعت جمع ہوگئی۔ ذکر و شغل، تلاوت و دعا میں مشغول دیکھ کر مسجد جامعہ ایک خانقاہ معلوم ہونے لگی ان معتکفین کے افطار و سحری اور خورد و نوش کا سارا خرچ اصحاب خیر کی طرف سے پورا ہوا (الحمدللہ یہ روحانی سلسلہ اب تک جاری ہے اس سلسلہ کو حق تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھے)

برتنوں کی خریداری جامعہ کے قدیم محسن متقی اینڈ سنس ڈنلیپروٹ جنوبی افریقہ

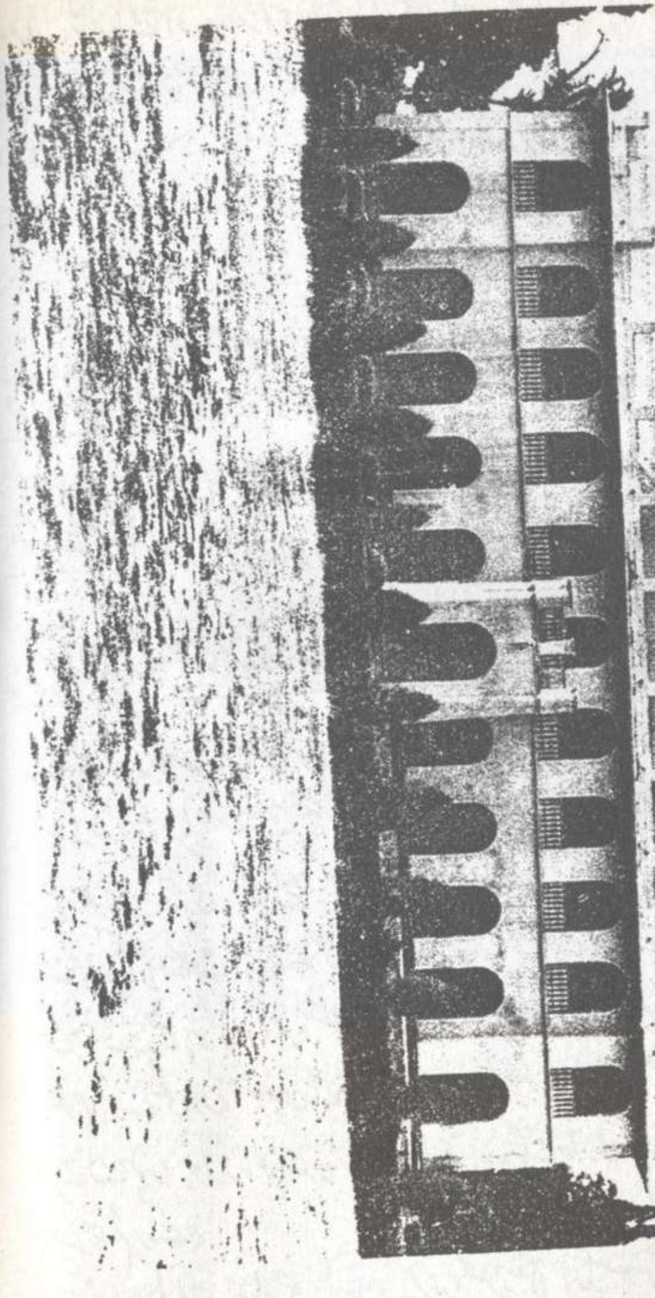

عربی فارسی قدیم درسگاہ
جسکی بنیاد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دست مبارک سے رکھی گئی
نئی چھت کی تعمیر سنہ ۱۳۹۱ھ میں ہوئی

کی طرف سے مطبخ اور دار الطعام کیلئے اسٹیل کے برتن خریدے گئے ۔ ہر برتن تین سو ۳۰۰ کی تعداد میں ۔ جامعہ کیلئے برتنوں کا مسئلہ ایک مدت تک کیلئے حل ہوگیا ۔ اللہ تعالیٰ اس صدقۂ جاریہ کا ثواب موصوف کو پہونچاتا رہے ۔ (اس خریداری پر پچاس ہزار روپے صرف ہوئے ۱۲ روداد سنہ ۹۳ھ ص ۹) ۔

تعمیرات قدیم درسگاہ عربی و فارسی کی چھت پہلے کھپریل کی تھی پھر سنہ ۵۳ھ میں مولانا احمد بزرگ نے ٹین کی بنوائی تھی اب وہ بھی بوسیدہ ہوگئی تھی ۔ اس لئے برسات میں پانی ٹپکتا تھا ۔ اس سال رمضان سنہ ۹۱ھ سے سمنٹ کی نئی چھت بنانے کا کام شروع ہوا اور بحمدہ تعالیٰ اختتام کو پہونچا ۔

پراویڈنٹ فنڈ مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے اساتذہ اور ملازمین کیلئے مستقبل کی ضروریات کے پیش نظر ماہ شوال سے پراویڈنٹ فنڈ کا سلسلہ شروع کیا گیا ۔ تنخواہ سے تین فیصد رقم وضع کرکے اس میں جامعہ کی طرف سے دو فیصد کا اضافہ کرکے پانچ فیصد رقم جمع کرلی جاتی ہے جو اختتام ملازمت کے وقت ادا کردی جائے گی ۔ (روداد سنہ ۹۱ھ ص ۲ تا ۹ و ص ۹۵) ۔

سنہ ۱۳۹۲ھ سفر مہتمم اس سال مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نے افریقہ انگلینڈ ہوتے ہوئے حج کا سفر اختیار فرمایا ان دنوں جامعہ کا انتظام جناب مولانا موسیٰ آدم ایسات صاحب (مٹواڑی) اور جناب حافظ احمد تراجوی نے سنبھالا ۔

مدرسین مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری رمضان سے اور قاری محمد ایوب صاحب ترکیسوری ذی الحجہ سے الگ ہوئے ۔ قاری محمد علی سارودی صاحب ذی الحجہ میں مدرس تجوید مقرر ہوئے ۔

فارغین سترہ عالم گیارہ قاری چالیس حافظ اس سال تیار ہوئے پچیس طلبہ نے ناظرہ ختم کیا

سالانہ خرچ طلبہ کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات پر دو لاکھ چھہتر ہزار سات سو تیس (۲۷۶۷۳۰) روپے اور تعمیرات پر ایک لاکھ باون ہزار

نوسو چورانوے (۱۵۲۹۹۴) روپے صرف ہوئے۔

فتاویٰ

اس سال سات سو اسی ۷۸۰ سوالات کے دارالافتاء سے جوابات بھیجے گئے۔ ماہنامہ "البلاغ" اور "امید" میں ہر ماہ جو جوابات بھیجے جاتے ہیں وہ ان کے سوا ہیں۔

تعمیرات

بورڈنگ (جدید دارالاقامہ) کے اوپر بارہ ۱۲ کمرے تیار ہوگئے۔ مطبخ اور گودام کیلئے بھی آٹھ ۸ کمرے بورڈنگ سے متصل مکمل ہوگئے۔ ان کے اوپر دو ۲ منزلوں میں چوبیس ۲۴ کمرے جلد ہی تیار ہونے والے ہیں دارالقرآن کی تعمیر بھی اس سال شروع کردی گئی یہ عمارت دو منزلہ ہوگی جس میں بارہ ۱۲ درسگاہیں ہوں گی۔ دارالاساتذہ اور واٹر ورکس کی تعمیر کے لئے بھی انتظامات ہو رہے ہیں۔

(روداد ۹۲ھ ص۴ تا ۱۰ و ص۸۵)

۱۳۹۳ھ

اس سال قدیم معمولات کے سوا جو خاص خاص انتظامات کئے گئے یہ ہیں۔

پلنگ کی خریداری

۸۷ھ میں مہتمم صاحب نے افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تھا اس سفر میں منتی اینڈ سنس (ڈینلسپروٹ) کی طرف سے تمام طلبہ کے واسطے چارپائی کے انتظام کا اعلان ہوا تھا، اس سال پینسٹھ ۶۵۰۰۰ ہزار کی لاگت سے اسٹیل اسپرنگ والی لوہے کی چارپائیاں خرید کر طلبہ کو دی گئیں (حاجی محمد منتی اینڈ سنس ہی کی طرف سے یہ چارپائیاں خریدی گئیں) (روداد ۱۴۰۰ھ ص۸)

کولر واٹر

ایک کولر کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس سال ایک اور کولر خریدا گیا تاکہ طلبہ کو دارالطعام اور درسگاہ دونوں جگہ ٹھنڈا پانی مل سکے۔

مستحق فنڈ کا قیام

ایسے نادار طلبہ جن کو کوئی وظیفہ دینے والا نہیں جن کے والدین ہر ماہ جیب خرچ کیلئے کچھ نہیں بھیج پاتے ایسے طلبہ کو کافی دقت کا سامنا تھا، اس ضرورت کا احساس کرکے جامعہ کے بہی خواہوں کو اس طرف متوجہ کیا گیا

اللہ کی توفیق سے ایک مستقل امدادی فنڈ "مستحق فنڈ" کے نام سے جاری ہوگیا۔ اس فنڈ سے غریب نادار طلبہ کو اسکالرشپ ہر ماہ دی جاتی ہے اسی فنڈ سے ایسے ضرورت مند طلبہ کو کپڑے بھی سلا کر دئے جاتے ہیں، سلائی کا کام جامعہ کے درجۂ خیاطی سے انجام پاتا ہے، اسی فنڈ سے بیمار ہونے والے طلبہ کو ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق بازار سے دوا بھی خرید کر دی جاتی ہے۔ ویسے معمولی بیماریوں کیلئے جامعہ کے سامنے ـــ گارڈی چیریٹیبل اسپتال ـــ جو مفت خدمت کیلئے وقف ہے کافی ہوتا ہے۔

اساتذہ کیلئے سہولتیں

پراویڈنٹ فنڈ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جس کا قیام اساتذہ کی سہولت کیلئے ہوا ہے اس کے علاوہ جامعہ اپنے اساتذہ کیلئے جو مدرسہ میں رہنا چاہیں ضروری اشیاء کے انتظامات کے ساتھ کمرہ دیتا ہے اور جو اساتذہ فیملی کے ساتھ گاؤں میں رہنا چاہتے ہیں ان میں بعض کو بغیر کرایہ مکان فراہم کرتا ہے اور بعض کو معمولی کرایہ پر مکان دلا دیتا ہے۔ (اب جامعہ نے خود دارالاساتذہ تعمیر کرالئے ہیں جو کافی ہیں) جامعہ میں اناج تیل وغیرہ کا سیزن میں اسٹاک کرلیا جاتا ہے۔ فیملی کے ساتھ رہنے والے اساتذہ کو مہینہ کے شروع میں حسبِ ضرورت قیمت خرید پر یہ چیزیں دی جاتی ہیں۔ ان کی قیمت اس مہینہ کی تنخواہ سے وصول کرلی جاتی ہے۔ اس طرح بازار سے ان اشیاء کی خریداری سے فرصت مل جاتی ہے اور بازار سے کفایت دام پر یہ چیزیں مل جاتی ہیں۔ ہنگامی ضرورت کے وقت کسی مدرس کو قرض کی ضرورت پیش آجائے تو جامعہ اس کی بھی سہولت دیتا ہے پھر آئندہ تھوڑا تھوڑا وصول کیا جاتا ہے۔

طلبہ کیلئے سہولتیں

مہتمم صاحب لکھتے ہیں "جب میں نے جامعہ کا چارج لیا اس وقت مدرسہ سرکار کے زیر نگرانی چلتا تھا سرکاری بجٹ کے مطابق خرچ کرنا پڑتا تھا۔ سرکاری سستے غلہ کی دوکان سے جو اناج ملتا تھا وہی طلبہ کو کھلایا جاتا تھا آپ کو معلوم ہے کہ سرکاری دوکان سے کیسا اناج ملتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا

نہیں ہوتا کہ کھانے کے کام میں لایا جاسکے اس لئے ناچیز نے الگ سے انتظام کرکے ہر اناج کو اس کے موسم میں سال بھر کی ضرورت کے بقدر خریدنا شروع کردیا اب تک بحمد اللہ وہی سلسلہ جاری ہے جس سے طلبہ کو اچھا کھانا ملتا ہے۔

کنسیشن فارم

طلبۂ جامعہ کیلئے ریلوے کنسیشن فارم ملتا رہتا تھا لیکن اچانک ریلوے کی طرف سے یہ نوٹس ملا کہ تمہارا ادارہ پرائیوٹ ہے اس لئے ریلوے کنسیشن فارم نہیں مل سکے گا۔

بندہ نے نوٹس ملتے ہی کوشش پیروی شروع کی دلی تک خط وکتابت کی اور تعلق والوں سے مل ملا کر کنسیشن فارم کی بحالی کی کوشش کی بحمد اللہ وہ کوشش کامیاب رہی اور ریلوے کی طرف سے قابلِ اطمینان اطلاع موصول ہوئی اور کنسیشن فارم جاری ہوگیا اور اب تک جاری ہے۔

النادی العربي

جمعہ کی شب میں طلبہ کا تقریری پروگرام ہوتا ہے جس کا قدیم زمانہ سے سلسلہ جاری ہے اس کا ذکر اس تاریخ میں بھی ہوچکا ہے۔

اس سال اس میں شعبۂ عربی کا اضافہ ہوا۔ عربی مدارس میں طلبہ عربی زبان کے ذریعہ علم دین حاصل کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی زبان بھی عربی ہے۔ علوم وفنون کی کتابیں بھی عربی ہی زبان میں داخل درس ہیں اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے عربی میں مہارت پیدا کرنا عربی بولنے اور لکھنے پر قدرت حاصل کرنا ازبس ضروری ہے اسی ضرورت کے لئے "النادی العربي" قائم کی گئی۔ اس انجمن میں طلبہ عربی میں تقریر کرتے ہیں اس کے لئے عربی ادب کے ایک ماہر استاذ کا تقرر ہوا ہے۔ لکھنے کی مشق کیلئے "صوت الاسلام" کے نام سے ایک ماہانہ جداری پرچہ بھی جاری کیا گیا ہے۔

تعمیرات

دارالاقامہ

طلبہ کی رہائش کیلئے جو عمارت زیر تعمیر تھی وہ تکمیل کو پہونچ گئی۔ اب ایک طویل عالی شان بلڈنگ جو چار سو^{۴۰۰} طلبہ کی رہائش کیلئے کافی ہے تیرہ^{۱۳} لاکھ کے صرفہ سے بن کر تیار ہوچکی ہے، نیچے ایک وسیع ہال ہے جس میں پانچ سو طلبہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاسکتے ہیں۔ نیچے دوسری طرف باورچی خانہ، اناج جمع کرنے کیلئے متعدد کمرے ہیں۔ ان کے اوپر دو منزل میں کمرے ہیں ہر کمرہ میں سات طلبہ رہ سکتے ہیں ساتھ ہی غسل خانہ اور بیت الخلاء کا بھی انتظام ہے۔

دارالقرآن اور دارالاساتذہ

دارالقرآن[1] کی تعمیر جاری ہے، جلد ہی مکمل ہونے والی ہے۔ دارالاساتذہ کی تعمیر کا کام بھی شروع ہوچکا ہے اس بلڈنگ میں نو^{۹} اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ سب سے اوپر پانی کی ٹنکی ہوگی جو دارالاساتذہ اور جامعہ کی ضروریات کیلئے کافی ہوگی۔

شعبۂ کتابت

اس سال جامعہ میں شعبۂ خوشخطی بھی کھولا گیا جس کے لئے ایک ماہر خوشخط کاتب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ تاکہ طلبہ اردو، عربی خوشخط لکھ سکیں جو ایک قابلِ قدر فن لطیف ہے۔

فضلاء

اس سال اٹھائیس^{۲۸} عالم، آٹھ^{۸} قاری، اکیس^{۲۱} حافظ جامعہ سے نکلے بیس^{۲۰} طلبہ نے ناظرہ قرآن ختم کیا۔

فتاوی

دس سو چودہ (۱۰۱۴) استفتاوات کے جوابات پورے سال میں دئے گئے۔

---

[1] اس کی بنیاد ۱۹ صفر ۹۳ھ ۲۵ مارچ ۷۳ء کو شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی اور دیگر اساتذۂ جامعہ کے ہاتھوں رکھی گئی۔ (رجسٹر سرکلر)

سالانہ خرچ سالانہ خرچ اس سال مجموعی اعتبار سے چار لاکھ سے متجاوز رہا۔

مدرسین وملازمین مولانا محمد رشید بزرگ صاحب بحیثیت نائب مہتمم ۱۵ رجب سے مقرر ہوئے۔ شوال میں مولانا شوکت علی اعظمی صاحب، مولانا ابوبکر غازیپوری صاحب عربی درجات میں اور مولانا موسیٰ بسم اللہ صاحب درجۂ فارسی میں مقرر ہوئے مولانا حیدر علی صاحب ہتھوڑوی مدرس فارسی رمضان سے اور قاری عباس صاحب مدرس تجوید ذی الحجہ سے الگ ہوئے۔

حادثات وفات

وفات حاجی ابراہیم میاں سملکی آپ کی وفات جو اسی[1] سال کے شروع میں ہوئی جامعہ کے حق میں ایک بڑا سانحہ ہے موصوف بانیٔ جامعہ مولانا احمد حسن بھام کے ساتھیوں میں تھے اور شروع دور میں مدرسہ کے خزانچی بھی رہے مولانا احمد حسن بھام کے افریقہ جانے پر اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ آپ کو جامعہ سے آخری سانس تک بیحد محبت تھی جامعہ کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں تھا ضعیفی کے باوجود جب تک جامعہ آسکتے تھے برابر آتے رہے حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

وفات حکیم مولانا سلیمان کفلیتوی حکیم صاحب (رکن مجلس شوریٰ جامعہ ڈابھیل) کے انتقال سے بھی جامعہ ایک بڑے خیر خواہ

ے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور جامعہ کی خدمت کا پورا پورا اجر عطا فرمائے۔

دو طالب علموں کی وفات جامعہ میں ملیریا بخار کی وبا پھیل گئی جس میں دو معصوم بچے اللہ کو پیارے ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کو والدین کیلئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ شفاعت بنادے۔

(روداد سنہ ۹۳ھ ص ۳ تا ۱۱ و ص ۱۲۶)

سنہ ۱۳۹۴ھ اس سال شعبۂ نشر واشاعت کی طرف سے "داڑھی کا فلسفہ" مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ شائع کی گئی۔

فتاویٰ پانچ سو ستانوے (۵۹۷) استفتاءات کے جوابات دار الافتاء سے اس سال روانہ کئے گئے۔

فارغین پندرہ ۱۵ عالم، تیئیس ۲۳ حافظ اس سال جامعہ سے فارغ ہوئے۔ سات ۷ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔

مدرسین اس سال شعبان میں مولانا ابرار احمد صاحب دھولیوی، مولانا ابراہیم صاحب پٹنی، مولانا احمد صاحب دیولوی جامعہ سے الگ ہوئے۔ مولانا رشید احمد بزرگ صاحب جمادی الاولیٰ میں نیابت اہتمام سے الگ ہوئے اور شوال سے درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ محرم میں مولانا عبد الاول صاحب سامرودوی مدرس فارسی، شوال میں قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری مدرس تجوید اور مولانا ابراہیم اٹالوی مدرس اردو، ذی الحجہ سے مولوی فضل الرحمٰن اعظمی مدرس عربی مقرر ہوئے۔

سالانہ خرچ تعمیرات میں دو لاکھ بیاسی ہزار چار سو سڑسٹھ (۲۸۲,۴۶۷) روپئے اور دیگر ضروریات میں تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو چھیانوے (۳,۲۳,۶۹۶) روپئے خرچ ہوئے۔

(روداد سنہ ۹۴ھ ص ۳ تا ۷ و ص ۸۹ و ص ۱۲۶)۔

---

[1] آپ کی وفات ۲۹ رذی الحجہ سنہ ۹۲ھ مطابق ۴ رفروری سنہ ۷۳ء کی شب میں ہوئی۔

سالانہ جلسہ

۲۹ رجب ۹۴ھ مطابق ۱۹ راگست ۷۴ء کو مسجد جامعہ میں جلسۂ انعام و دستار بندی منعقد ہوا۔ (رجسٹر سرکلر)

۱۳۹۵ھ

اس سال مدرسہ گیارہ شوال کو کھلا۔ پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) طلبہ کا داخلہ ہوا۔

سالانہ خرچ

اس سال تعمیر میں تین لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو تیئیس (۳,۵۸,۸۲۳) روپئے اور دیگر ضروریات میں تین لاکھ ایک ہزار چھ سو چودہ (۳,۰۱,۶۱۴) روپئے خرچ ہوئے۔ (روداد ۹۵ھ ص۲)۔

افتاء کی تعلیم

مہتمم صاحب تحریر فرماتے ہیں " ہمارے دل میں برسوں سے یہ تمنا اور آرزو موجزن تھی کہ دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے فضلاء مدارس کیلئے گجرات ہی کے کسی مدرسہ میں فقہ، حدیث اور تفسیر میں کمال پیدا کرانے کیلئے تخصص کے شعبے قائم کئے جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ جب سے مدرسہ کا انتظام میرے ہاتھ میں آیا یہ تمنا اور بڑھ گئی اور اس سلسلہ میں اکابر علماء اور بزرگانِ دین سے صلاح و مشورہ کا سلسلہ قائم کیا چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی مدظلہ سے ہم نے یہ درخواست کی کہ آپ شعبۂ افتاء کی سرپرستی قبول فرمالیں ہم جامعۂ ڈابھیل میں یہ شعبہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ہماری درخواست کے جواب میں جو خط ارسال فرمایا وہ بعینہٖ یہ ہے۔

باسمہ تعالیٰ

مکرم و محترم .... مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حق تعالیٰ نے قلب میں بہت اچھی تجویز ڈالی مفید ہے اہم ہے ضروری ہے بلکہ درس نظامی اور ہمارے مدارس کا لب لباب ہے ضرور شروع کریں یہ ناکارہ جو خدمت کر سکتا ہے بالکل حاضر ہے ہرگز دریغ نہیں۔ والسلام

احقر محمود غفرلہٗ ۸/۷/۱۳۹۳ھ

دارالعلوم دیوبند

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے سرپرستی قبول کرلینے کے بعد یہ شعبہ اس سال سے قائم ہوگیا حضرت مفتی صاحب مدظلہ ہی نے نصاب بھی متعین فرمادیا۔

(روداد ۹۵ھ ص۳-۴)

ضروریات جامعہ

اس عنوان کے تحت کتبخانہ کیلئے جس میں بائیس ہزار کتابیں موجود ہیں ایک بڑے ہال کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے، بجلی کا نظام خراب ہونے کی وجہ سے جنریٹر کی ضرورت بھی ظاہر کرکے قوم کے حساس اصحاب خیر کو اس جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

فضلاء

اس سال تیرہ عالم، اکیس حافظ تیار ہوئے، گیارہ طلبہ نے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔ (ایضاً)

انعامی جلسہ

اس سال سالانہ جلسۂ دستار بندی نہیں ہوا۔ ۸ رشعبان ۹۵ھ ۱۷ راگست ۷۵ء کو بوقت صبح انعامی جلسہ زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی رحمہ اللہ منعقد ہوا۔ (رجسٹر سرکلر)

وفیات

وفات جناب احمد موسیٰ نانا بھائی

آپ تقریباً ۱۵ رسال سے مینیجنگ کمیٹی کے ٹرسٹی کی حیثیت سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے، وطن آپ کا ڈابھیل ہے لیکن برسوں سے قیام بمبئی میں تھا۔ ۱۲/۶/۷۵ء کو آپ کا انتقال

ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات حافظ قاری محمد معصوم بزرگ

مہتمم جامعہ کے برادر بزرگ قاری محمد معصوم صاحب انگلینڈ کے شہر ڈیول سول میں ۲/۶/۷۵ء کو اللہ کے پیارے ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے جامعہ میں مدرس تجوید کی حیثیت سے کام کیا تھا ۶۲ء میں انگلینڈ چلے گئے تھے۔

وفات مولانا محمد ایکھلوایا صاحب سابق مہتمم جامعہ

مولانا محمد ابراہیم ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی جنوبی افریقہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے راستہ میں نیروبی (کینیا) ایرپورٹ پر دل کا دورہ پڑا اور وہیں ۱۷/۱۱/۷۵ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی آپ جامعہ کے مہتمم رہ چکے ہیں۔ آپ نے ۱۶ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی جنوبی افریقہ میں رہتے ہوئے جامعہ ڈابھیل کیلئے بہت محنت کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمات قبول فرماکر بلند درجات عطا فرمائے، نیز جامعہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ایضاً ص ۹)۔

سفیر کا تقرر

اس سے قبل روداد میں کہیں مستقل سفیر کا ذکر نہیں ملا۔ ابنائے جامعہ اور بہی خواہان مدرسہ رمضان المبارک میں سرمایہ کی فراہمی کا کام انجام دے لیتے ہیں۔ مدرسین حضرات بھی تعاون فرماتے ہیں۔ لیکن اس سال باقاعدہ ایک سفیر کا تقرر ہوا۔ حالات کے تقاضہ سے ایسا ہوا تھا زیادہ دنوں تک یہ سلسلہ نہیں رہا۔ جامعہ کی ضروریات ہمدردان جامعہ کی مخلصانہ توجہ سے پوری ہوجاتی ہیں۔

جامعہ ڈابھیل میں شیخ الازہر کی تشریف آوری

دنیا کی سب سے قدیم اور بڑی اسلامی یونیورسٹی "جامعہ ازہر مصر" کے شیخ ڈاکٹر عبد الحلیم محمود صاحب ۱۱/ نومبر ۱۹۷۵ء ۶/ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ کو جامعہ میں رونق افروز ہوئے اس موقع پر ہندوستان اور گجرات کے دیگر اکابر علماء بھی تشریف فرما ہوئے۔ عوام کا ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا تھا مقامی علماء کے علاوہ محدث جلیل علامۂ کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ، اور فدائے ملت حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی مدظلہ اور جنرل شاہ نواز صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جلسۂ عام کی صدارت مولانا اعظمی صاحب نے فرمائی۔

شیخ الازہر کا عہدہ ملک مصر کا ایک سرکاری عہدہ بھی ہے اس لئے شیخ الازہر کی آمد سرکاری حفاظت میں ہوئی تھی، شیخ کے ساتھ مصر کے دیگر ذمہ دار حضرات بھی تھے۔ ان حضرات کی آمد کے وقت جامعہ کی رونق قابل دید تھی۔

جامعہ کی طرف سے شیخ الازہر کو اعزازی عمامہ دیا گیا۔ اس "عمامۃ الفضیلۃ والتکریم" کو شیخ الازہر کے سر پر ہندوستان بلکہ دنیا کے مسلّم ماہر حدیث مولانا حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ نے باندھا جس کو شیخ الازہر نے بخوشی قبول فرمایا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے شائع شدہ علمی کتابیں شیخ الازہر کو ہدیۃً پیش کی گئیں۔

جامعہ کی طرف سے شیخ الازہر کو سپاس نامہ پیش کیا گیا جس میں جامعہ کا تعارف کرایا گیا اور جامعۂ ازہر سے ربط وتعلق کی درخواست کی گئی۔ یہ کلمۃ الترحیب خوبصورت چھپا ہوا حاضرین جلسہ میں تقسیم کردیا گیا تھا مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری نے جلسہ میں اس کو پڑھ کر سنایا۔ ڈابھیل وسملک بستی کی طرف سے بھی سپاسنامے پیش کئے گئے۔

جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے پروگرام کے بعد شیخ الازہر نے عربی زبان میں تقریر کی جس کی ترجمانی شیخ المشائخ حضرت مولانا اعظمی نے کی، شیخ الازہر نے ضروری اور مفید باتوں کے ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ جامعہ ازہر ہندوستان میں دس مندوب (استاذ) بھیجے گا اور ہندوستانی طلبہ کیلئے بیس شپیں منظور کی جائیں گی۔ شیخ الازہر کا یہ پروگرام بہت ہی کامیاب رہا۔ اخبارات نے تعریف کے ساتھ اس کی رپورٹ شائع کی۔ شیخ نے مصر جاکر ایک سو پینتیس ۱۳۵ کتابیں جامعہ کیلئے ارسال فرمائیں۔

(ایضاً ص ۱۳)

شیخ الازہر نے جامعہ ڈابھیل اور اس کے انتظام واہتمام سے واقفیت حاصل کی کتب خانہ بھی دیکھا خوش ہوئے اور مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے تاثرات ظاہر فرمائے۔

نقل معائنۂ شیخ الازہر

بسم الله الرحمن الرحيم

لقد سعدنا اليوم بزيارة الجامعة الاسلامية تعليم الدين دابهيل وسرنا ما وجدنا فيها من نظام وما اتسم به طلبتها من آداب وعلم وسررنا بتقوى الاساتذة وعلمهم و نرجوالله سبحانه ان يكمل اعمال المشرفين على هذه الجامعة بالنجاح والتوفيق .

و انى اشكر للسيد المدير والسادة الاساتذة ما طوقونى به من لبس العمامة و اضرع الى الله العلى القدير ان يجعلنى اهلا لهذه العمامة .

و شكر الله لكل من ساهم فى الحفاوة بنا وجزاهم خيرمايجزى

عکس تحریر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود شیخ الازہر

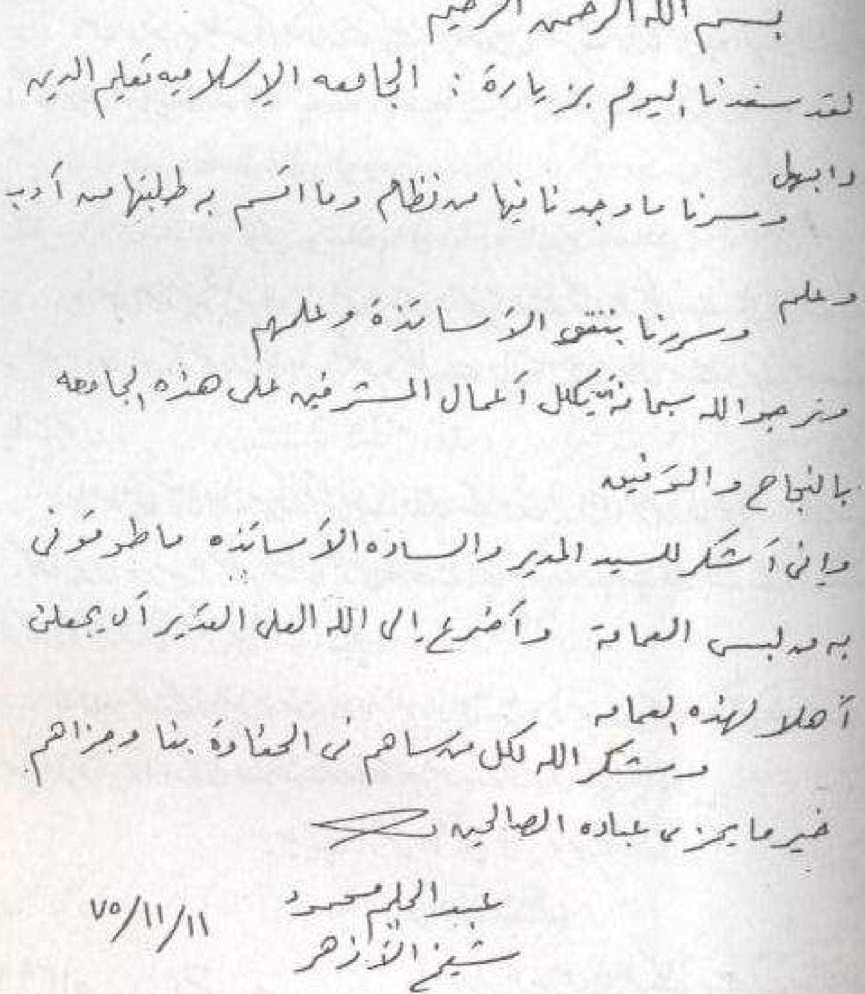

بسم الله الرحمن الرحيم

لقد سعدنا اليوم بزيارة : الجامعة الإسلامية تعليم الدين دابهيل

وسررنا ما وجدنا فيها من نظام وما اتسم به طلبتها من أدب وعلم

وسررنا بتقوى الأساتذة وعلمهم

ونرجو الله سبحانه أن يكلل أعمال المشرفين على هذه الجامعة بالنجاح والتوفيق

وإني أشكر للسيد المدير والسادة الأساتذة ما طوقوني به من لبس العمامة وأضرع إلى الله العلي القدير أن يجعلني أهلا لهذه العمامة

وشكر الله لكل من ساهم في الحفاوة بنا وجزاهم خير ما يجزي عباده الصالحين

عبد الحليم محمود
شيخ الأزهر
٧٥/١١/١١

عبد الحلیم محمود شیخ الازہر

۱۱/۱۱/۷۵ء

(از رجسٹر معاینہ ص۱۶۹)

اس موقعہ پر جلسہ کی صدارت کیلئے فخر المحدثین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ تشریف لائے تھے آپ نے رجسٹر معاینہ میں یہ سطریں تحریر فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں میری حاضری پہلے بھی ہو چکی ہے۔ میں اس کے مدرسین وطلباء کے علمی نشاط اور تعلیم وتعلم سے دلچسپی کا حال بہت دنوں سے جانتا ہوں۔

جامعہ میں شیخ الازہر کی تشریف آوری کے موقع پر اپنی موجودگی کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں مدرسہ جو عظیم الشان تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے اس کے لئے اس کے ارکان وکارکنان مستحق مبارکباد ہیں۔

اس مدرسہ کے ذریعہ جو خدمت انجام پا رہی ہے وہ بہت بڑی اسلامی خدمت ہے ہمارا فرض ہے کہ ارکان مدرسہ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کیلئے تیار رہیں۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی ۱۲/ نومبر سنہ ۱۹۷۵ء

(ایضاً ص۱۷۰)

سنہ ۱۳۹۶ھ۔ درجۂ تجوید میں سہولت

درجۂ تجوید میں داخلہ کیلئے یہ سہولت پیدا کردی گئی ہے کہ کسی جامعہ کا فاضل صرف تجوید کی تعلیم حاصل کرنا چاہے تو اس کو صرف تجوید کیلئے بھی داخلہ مل سکتا ہے۔ جامعہ کے ایک فاضل

کو اس سال داخلہ مل بھی گیا ہے۔ دیگر مدارس کے فضلاء کو بھی یہ سہولت حاصل ہوگی، قیام وطعام کی ساری سہولتیں جو دیگر عام طلبہ کو دی جاتی ہیں ان کو بھی ملیں گی۔

مدرسین کیلئے ایک اور سہولت

حضرات مدرسین اور ملازمین کو جامعہ کی طرف سے جو متعدد سہولتیں حاصل ہیں ان کا تذکرہ پہلے آچکا ہے مثلاً پرائیویڈنٹ فنڈ، قیمت خرید پر اناج، شکر اور تیل وغیرہ کی فراہمی بوقت ضرورت قرض کا ملنا۔ اس سال سے ایک اہم اور خاص سہولت یہ حاصل ہوگئی کہ جامعہ کی افریقہ کمیٹی کے دو اہم رکن عالیجناب الحاج موسیٰ بڈھانیا صاحب اور الحاج جناب ابراہیم ماکرا صاحب یہاں تشریف لائے تھے جامعہ کے حسن انتظام سے خوش ہو کر یہ اعلان کیا کہ ہم افریقہ کے مدرسہ ٹرسٹ کی طرف سے رمضان کی دوہری تنخواہ بھیجا کریں گے تاکہ مدرسین رمضان اور عید کی ضروریات سے بے فکر ہو کر یکسوئی سے رمضان مبارک گذار سکیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔ (روداد سنہ ۹۶ھ ص۳)۔

فارغین

پندرہ ۱۵ طلبہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے، تجوید کی سند نو ۹ کو ملی، پچیس ۲۵ حافظ ہوئے، چودہ ۱۴ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۱۱/ شعبان سنہ ۹۶ھ کو جامعہ کی عالی شان مسجد میں سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند تشریف لائے آپ ہی کے ہاتھوں سے فضلاء کی دستار بندی ہوئی، پھر بیان ہوا۔ (ایضاً ص۲)

تعمیرات

اس سال عمارت دار القرآن جس کی تعمیر جاری تھی مکمل ہوئی۔

سالانہ خرچ

طلبہ کی ساری ضروریات پر تین لاکھ ستاسی ہزار چار سو اٹھاون (۳/۸۷/۴۵۸) روپئے خرچ ہوئے۔ (ایضاً ص۵)

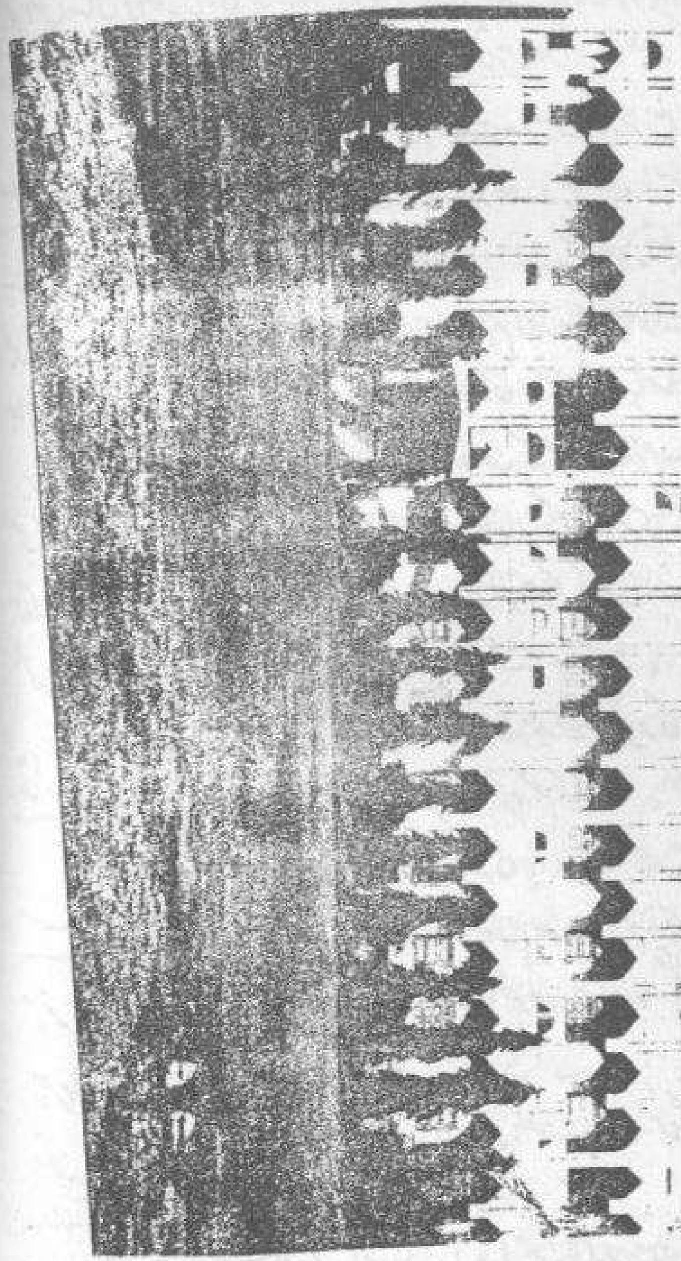

دارُ القرآن ، تاریخ تکمیل ۱۳۹٦ھ
جس میں حفظ وقراءت کی بارہ درسگاہیں ہیں

عربوں کا ایک قافلہ

اس سال ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ حکومت سعودیہ کا ایک پانی کا جہاز (المدینہ) نہ معلوم کس طرح طوفان کا شکار ہوکر ڈابھیل کے قریب ساحل سمندر (امبعراٹ) میں پھنس گیا۔ اس پر سوار سب عرب مسلمان تھے زیادہ تر مصر کے معلوم ہوئے۔ حکومت ہند نے ان کی مدد کی اور جہاز سے اتارا ان کو جامعہ ڈابھیل بھی لایا گیا جامعہ نے ان کی ضیافت کا حق ادا کیا ان کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اطمینان دلایا گیا ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیلئے ایک جلسہ کیا گیا جس میں ان کو تسلی دی گئی اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا تذکرہ کیا گیا کہ آپ لوگوں کو صحت و سلامتی کے ساتھ جہاز سے اتار دیا اور آپ انشاء اللہ خیریت وعافیت کے ساتھ اپنے وطن پہونچ جائیں گے۔

جواب میں ان میں سے ایک صاحب نے جو دین سے قریب تھے تقریر کی اور اسلامی وحدت و اخوت کا تذکرہ کیا۔ جامعہ کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ مسلمان کہیں بھی مسلمان سے ملتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ میں اپنے بھائی سے مل رہا ہوں اپنے بھائی کے گھر کو اپنا گھر سمجھتا ہے ہم بھی آپ سے مل کر یہی سمجھتے ہیں کہ اپنے گھر ہیں اور اپنے لوگوں میں ہیں رجسٹر معاینہ میں اپنے احساس کو ان لفظوں میں درج کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ان الاسلام الحنيف جمع المسلمين فى مشارق الارض ومغاربها على التعاطف والرحمة وما لاقيناه نحن طاقم السفينة السعودية "المدينة" وعددنا ٢٧ بحارا مسلما من كرم منكم يشعرنا ان الاسلام العظيم بخير وسيظل بخير ولأننا بينكم لم نشعر بأننا ركبنا بحرا ولا فارقنا اهلا۔

والسلام عليكم ايها المسلمون فى دابهيل من جميع طاقم السفينة المدنية القبطان و رجاله۔

خليل محمد عبده ٢٦/٦/٨ م

(از رجسٹر معاینہ ص۱۴۱)

نصاب دار الافتاء کا افتتاح

مفتی تیار کرنے کیلئے جس شعبہ کے کھولے جانے کا اعلان پہلے ہو چکا ہے اس پر عمل شروع ہو گیا حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دار العلوم دیوبند نے ۸ر شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں ظہر کے بعد اس شعبہ کا افتتاح کرتے ہوئے ایک سبق پڑھایا اس کے بعد ایک نہایت مؤثر اور اہم تقریر فرمائی جس میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی اور ہماری اس پیش قدمی پر خوشی ظاہر فرمائی عصر کی اذان کے ساتھ دعا پر یہ مجلس ختم ہوئی۔

اس شعبہ میں داخلہ کے ضابطے اور نصاب وغیرہ کی تعیین حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ ہی نے فرمائی ہے ہمارا ارادہ ہے اور ہم کوشش بھی کر رہے ہیں کہ اس شعبہ کے طلبہ کا سالانہ امتحان بھی حضرت مفتی صاحب ہی دار العلوم دیوبند کے دار الافتاء کے طلبہ کے ساتھ لیں اور آپ طلبہ کی صلاحیت پر اطمینان ظاہر فرما دیں اس کے بعد ہی مفتی کی سند کسی طالب علم کو دی جائے۔ (ایضاً صـ۴)

وفات مولانا عبدالحیٔ بسم اللہؒ

جامعہ کے سابق مہتمم اور مدرس نیز مفتی گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہؒ کے بڑے فرزند مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب جو "ری یونین" میں دینی تعلیم میں مشغول تھے، ۲ر جولائی ۷۶ء کو دورۂ قلب کے عارضہ میں رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے انتقال سے جامعہ کو سخت نقصان پہونچا اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

وفات مفتی مہدی حسنؒ

نیز حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری جو برسوں راندیر (سورت) میں قیام پذیر رہے تھے اور گجرات کے مسلمانوں کی دینی خدمت انجام دیتے رہے تھے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی تھے،

آپ کا انتقال فرما جانا بھی علمی دنیا کا ایک بڑا نقصان ہے اس خبر سے جامعہ کو بہت صدمہ پہونچا اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے (ایضاً صـ۶) مفتی صاحب کا انتقال ۲۸ر ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ کو ہوا (تاریخ دار العلوم دیوبند صـ ۲۵۸/۲)۔

کلمات اکابر

اس سال حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہٗ (خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ و مولانا شیخ محمد زکریاؒ) جامعہ تشریف لائے نیز مولانا عمران خاں ندوی (جانشین حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی بھوپال) کا بھی ورود ہوا۔ رجسٹر معاینہ میں ان اکابر نے یہ تحریر فرمایا۔

نقل معاینہ مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

امابعد! یہ ناکارہ کل ۱۷ر جمادی الاخریٰ کو مدرسہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت برائے بعض احباب واکابر کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوا اس سے قبل بھی سنین ماضیہ میں کئی بار تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے حاضری کی سعادت اس ناکارہ کو حاصل ہوئی ہے کل کی حاضری میں احقر نے خود ہی طے کر لیا تھا کہ کم از کم شب و روز یہاں قیام کروں گا چنانچہ اس مدید قیام میں اس جامعہ کو اس سیہ کار نے ذرا تفصیل سے دیکھا دار الحدیث اور دوسری درسگاہیں، دار الافتاء و مطبخ مطعم ساری ہی چیزوں کو دیکھ کر بیحد مسرت ہوئی، اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب متعنا اللہ بطول بقائہٗ و مفتی محمد اسماعیل صاحب مدظلہٗ اور حضرت ناظم و مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ دامت برکاتہم سے خوب خوب ملاقاتیں رہیں۔ اسی طرح طلبہ کی تعلیمی و اخلاقی حالات وضع قطع بھی دیکھا۔ الحمد للہ مدرسہ ہذا کی ساری چیزیں لائق صد تحسین اور کارکنان مدرسہ لائق صد مبارکباد

ہیں۔ ماشاء اللہ سارا کام اسلاف کے طریق پر ہو رہا ہے اور ان کے انوار نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں صرف گجرات کیلئے نہیں بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے یہ دینی درسگاہ ایک نعمت عظمیٰ ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس نعمت کے شکر کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے بقاء و استحکام کی سعی میں سب کو لگائے رکھیں۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

بندہ عبدالحلیم جونپوری نزیل ڈابھیل ۱۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دام مجدہٗ کے تأثرات کی یہ عاجز بھی تائید کرتا ہے حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگ کی مہربانیاں شکریہ سے بالاتر ہیں۔

محمد عمران خان ندوی

امیر دارالعلوم تاج المساجد بھوپال

۱۷؍ جون ۷۶ء

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۷۳)

۱۳۹۷ھ۔ دارالاساتذہ کی تکمیل

اس سال دارالاساتذہ کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ شوال سے ان شاء اللہ مدرسین کو رہنے کیلئے دیدی جائے گی اس کے اوپر پانی کی ٹنکی بھی تیار ہو گئی ہے جس میں پچیس ہزار گیلن پانی سما سکتا ہے۔ پائپ لائن کا کام بھی پورا ہو چکا ہے۔ ۷؍ صفر ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۷؍ جنوری ۱۹۷۷ء بروز جمعرات بعد العصر حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح ہو چکا ہے ان شاء اللہ اس ٹنکی سے مدرسہ کی ساری ضرورت پوری ہو جائے گی۔

(روداد ۹۷ھ ص ۶)

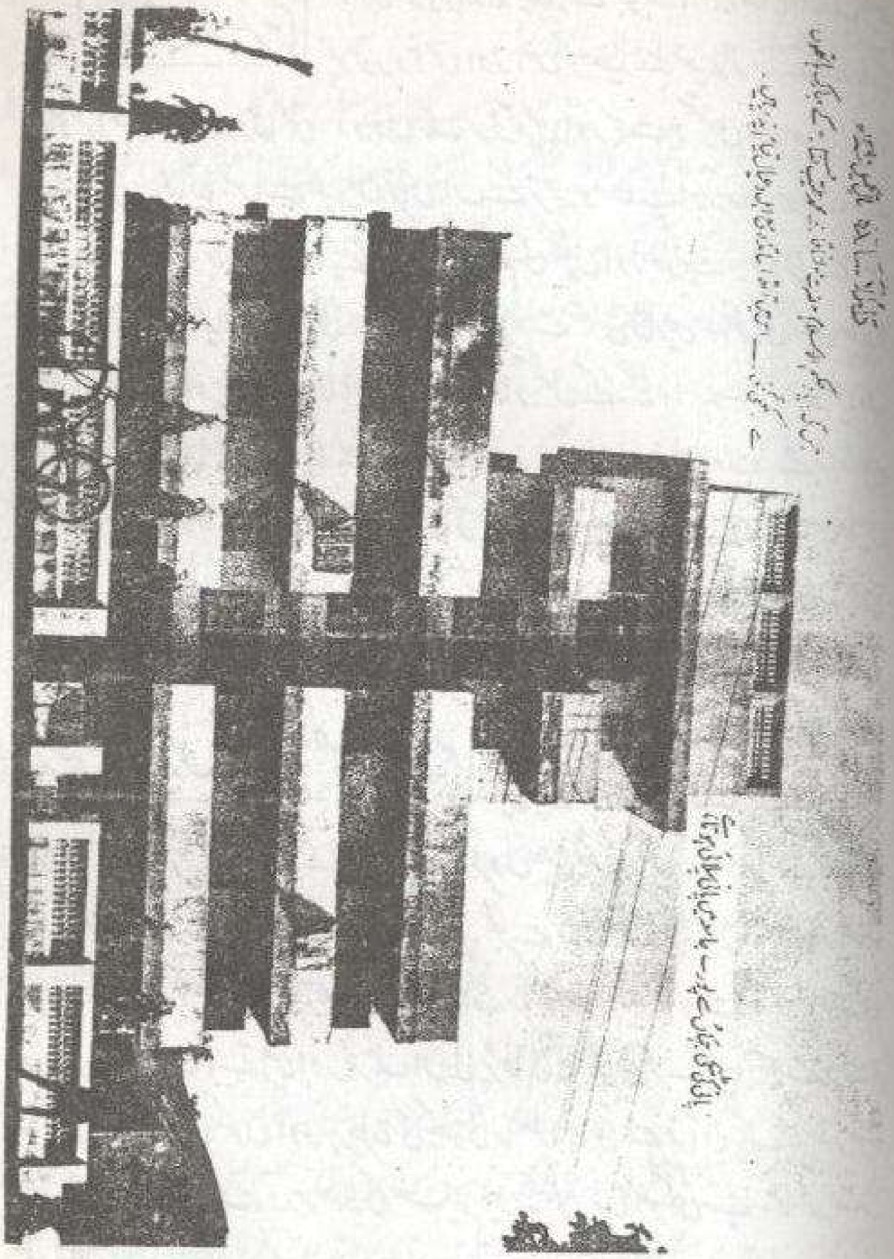

نصاب تعلیم میں ترمیم

مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے بموجب اس سال نصاب تعلیم پر غور وخوض اور اس کو مفید سے مفید تر بنانے کیلئے پانچ علماء کرام کو دعوت دی گئی۔ دو دن تک غور وخوض اور بحث و تحقیق کے بعد ایک ایسا نصاب مرتب کیا گیا جس سے طلبہ میں قرآن پاک کے ترجمہ و مطلب اور حدیث پاک سے خوب مناسبت ہوجائے۔ اس کیلئے بعض کتابیں کم کی گئیں اور حدیث و قرآن سے متعلق کتابوں کا اضافہ کیا گیا۔ ابتدائی عربی سے قرآن کریم سے متعلق کتابیں داخل کی گئیں پھر دو سالوں کے بعد احادیث کے انتخابات نصاب میں داخل کئے گئے۔ امید ہے کہ طلبہ میں ان دونوں سے خاصا تعلق بڑھ جائے گا اور قرآن وحدیث سے جو ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہیں کافی شغف ہوجائے گا۔ قرآن وحدیث کی تعلیمات ذہن و دماغ میں رچ بس جائیں گی جس سے طلبہ کی زندگی تعلیمات اسلامیہ سے آراستہ و پیراستہ ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(روداد ۹۷ھ ص ۳)

درجۂ حفظ میں ایک خاص اہتمام

اس سال درجۂ حفظ کے طلبہ کے بارے میں یہ خاص انتظام کیا گیا ہے کہ ان کو دارالاقامہ میں دیگر درجات کے طلبہ سے الگ کمروں میں ٹھہرایا گیا ہے۔ ان کے لئے عشاء کے بعد فرصت کر دی گئی ہے تاکہ جلد سو جائیں۔ فجر سے ایک گھنٹہ قبل ان کو اٹھا دیا جاتا ہے دو اساتذہ اس کے لئے خصوصی الاؤنس کے ساتھ مقرر ہیں جو وقت مقرر پر طلبہ کو بیدار کرکے مسجد میں لاتے ہیں اور فجر تک ان کی پڑھائی کی نگرانی کرتے ہیں صبح کے وقت جب کہ ذہن کو کامل سکون اور ہر طرح کی یکسوئی حاصل ہوتی ہے قرآن پاک کا حفظ بہت مضبوط ہوتا ہے اس سے درجہ حفظ کی تعلیم میں پختگی پیدا ہو گئی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(ایضاً ص ۳)

فتاویٰ

اس سال جامعہ کے دارالافتاء سے ایک ہزار تراسی (۱۰۸۳) سوالوں کے جوابات ارسال کئے گئے۔

دارالافتاء کے طلبہ کا امتحان

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے نصاب دارالافتاء کا افتتاح حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ ہم نے یہ کوشش کی تھی کہ ہمارے طلبہ کا امتحان حضرت مفتی صاحب طلبۂ دار العلوم کے ساتھ لیں۔ الحمد للہ یہ کوشش کامیاب ہوئی حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے ہماری یہ درخواست قبول فرمائی۔ ہم نے رجب میں اپنے طالب علم کو دار العلوم دیوبند بھیج دیا وہاں دار العلوم کے طلبہ کے ساتھ امتحان ہوا، حضرت مفتی صاحب خوش ہوئے اور اپنی سند پر دستخط فرما کر طالب علم کو عنایت فرمائی اس سے ہمیں بھی پورا اطمینان ہوگیا کہ اس شعبہ کی ہماری تعلیم قابل اعتماد ہے۔ اس سے امید ہے کہ ایک اہم دینی خدمت انجام پائے گی اور جامعہ کی نیک نامی ہوگی۔

(ایضاً ص ۳)

سالانہ خرچ

طلبہ کی ضروریات پر تین لاکھ بہتر ہزار چار سو دس (۳،۷۲،۴۱۰) روپئے اور تعمیرات نیز رنگائی پر بیاسی ہزار چار سو آٹھ (۸۲،۴۰۸) روپئے خرچ ہوئے (ایضاً ص ۲)۔

فضلاء

اس سال نو ۹ عالم، چھ ۶ قاری، بتیس ۳۲ حافظ ہوئے، دس ۱۰ طلبہ نے قرآن ناظرہ ختم کیا۔

سالانہ جلسہ

۶؍شعبان ۹۷ھ بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مولانا محمد رضا اجمیری شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر تشریف فرما ہوئے آپ کے ہاتھوں فارغ ہونے والے علماء کی دستار باندھی گئی (ایضاً ص ۲)۔

مدرسین مولوی اسماعیل چاسوی اور مولوی سلیمان چوکسی شوال سے درجۂ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے۔ (ایضاً ص۱۱)

وفیات جامعہ کے قدیم فاضل نیز سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا ۳ر ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۷ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خاص تھے۔ علامہ کشمیریؒ کا علمی رنگ آپ میں جھلکتا تھا۔ جامعہ کیلئے یقیناً یہ بات قابل فخر ہے کہ آپ جیسا نادرۂ روزگار فرزند پیدا کیا۔ آپ کی علمی زندگی کا ایک بڑا حصہ جامعہ میں ہی گذرا، تدریس کی خدمت بھی انجام دی اور مجلس علمی کے ذریعہ تصنیفی کارنامے بھی سامنے آئے۔ معارف السنن کا اکثر حصہ یہیں جمع فرمایا۔ نصب الرایہ اور فیض الباری کی طباعت کے سلسلہ میں قاہرہ گئے، دونوں کتابوں پر مقدمہ لکھا، مقالے لکھ کر مصر میں شائع کرائے قیام پاکستان کے زمانہ میں بھی جامعہ کو برابر یاد رکھا اس لئے آپ کی ذات سے جامعہ کو جو انس ومحبت ہوسکتی ہے ظاہر ہے جس کے نتیجہ میں آپ کی وفات کا غم بھی جامعہ اور اہل جامعہ کو زیادہ محسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی علمی دینی اور ملی خدمات کو حسن قبول عطا فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔ قرآن خوانی اور ایصال ثواب کے بعد بقیہ دن جامعہ میں تعطیل کردی گئی۔

اسی سال جمادی الثانیہ میں جامعہ کے سابق شیخ الحدیث مولانا شریف حسن صاحب دیوبندیؒ حال شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کا سانحۂ ارتحال بھی موجب رنج وغم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی جوار رحمت خاص میں جگہ عطا فرمائے۔

آمد بزرگان اس سال جامعہ کے قدیم فاضل مولانا جمال الدین لبیب انوری مدظلہٗ بانی وناظم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں بمعیت مولانا عبد القادر صاحب مدظلہٗ مالیگانوی ممبر شوریٰ دار العلوم دیوبند جامعہ تشریف لائے جامعہ کو دیکھ کر اپنے

احساسات مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر فرمائے۔

نقل معائنہ

مولانا جمال الدین صاحب انوری

مورخہ ۱۱ر جون ۹۷ء مطابق ۲۳/۶/۹۷ء کو اپنی مادر علمی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں نصاب تعلیم اور برائے ملاقات اساتذہ وطلبہ حاضری کا موقع ملا۔ الحمد للہ جامعہ کے ظاہری ومعنوی حسن نے متحیر کردیا۔ اللہ جزائے خیر دے مولانا المحترم محمد سعید صاحب بزرگ سملکی کو کہ آپ کو قدرت نے جو جذبۂ محبت والفت علوم دینیہ سے دیا ہے اس کا مظاہرہ جامعہ کے در ودیوار، درسگاہ ودیگر مقامات سے بخوبی ہورہا ہے، شب وروز طلبہ قرآن وحدیث اور یاد الٰہی میں مشغول ہیں، چند چیزیں یہاں خاص دیکھنے میں آئی ہیں جو دیگر مدارس عربیہ میں نہیں ہیں، یہاں نہایت پختہ دومنزلہ بورڈنگ پھر طلبہ کی تمام حوائج ضروریہ کا بہترین انتظام نیز کتب خانہ میں کتابوں کی بے نظیر عمدہ ترتیب قابل اساتذہ کا اجتماع عظیم۔

خدا کرے کہ جملہ متعلقین مدرسہ کا موجودہ جذبۂ تعلیم وتعلم اور ارکان کا حسن انتظام قائم ودائم رہے بلکہ اس میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو کیوں کہ حسب ارشاد مولانائے روم

اے برادر بے نہایت درگہے است
ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

آگے بڑھتے رہنا ضروری ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الراقم ابو الکمال جمال الدین لبیب انوری
بانی وناظم مدرسہ اسلامیہ بڑا قبرستان مالیگاؤں ناسک

المؤید۔ عبد القادر مالیگانوی رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند (از رجسٹر معاینہ ص۱۷۴)

اس موقع پر نصاب تعلیم سے متعلق میٹنگ میں شرکت کیلئے مولانا شاہ سید صبغۃ اللہ بختیاری استاذ حدیث دار العلوم باقیات الصالحات ویلور بھی جامعہ تشریف لائے تھے آپ نے جامعہ کو دیکھ کر خوشی ظاہر فرمائی اور دعائیں دیں۔

نقل معائنہ

مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری مدظلہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد!

اللہ کے فضل وکرم سے مجھے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات میں حاضری کا شرف حاصل ہوا جامعہ کا نصاب تعلیم اور طرز تربیت سے دل بہت مسرور رہا، اساتذۂ کرام کا علمی، تعلیمی شغف وانہماک کا صحیح اندازہ ہوا اور حضرت مہتمم صاحب مولانا محمد سعید احمد بزرگ دام مجدہٗ سے مل کر تمام حالات معلوم کرکے مسرت حاصل ہوئی جس توجہ اور التفات کے ساتھ خلوص وللّٰہیت سے کام ہو رہا ہے وہ قابلِ قدر ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہر طرح کی ترقیات نصیب کرے اور یہاں کے اساتذہ او تلامذہ میں خلوص نیت اور سچّی خدمت کا جذبہ پیدا فرمائے اور نہ صرف گجرات بلکہ پورے ہندوستان کیلئے اس کو ایک مثالی درسگاہ بنادے اور اسلام اور مسلمانوں کو بیش از بیش فائدہ پہونچے۔ والسلام

دعاگو فقیر سید شاہ صبغۃ اللہ بختیاری قاسمی
استاذ حدیث دار العلوم باقیات الصالحات ویلور تامل ناڈو
۲۵ رجمادی الاخریٰ سنہ ۹۷ھ

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۷۵)

سنہ ۱۳۹۸ھ - قراءت سبعہ کا افتتاح

روایت حفص رح کی تجوید کا سلسلہ جامعہ میں قائم ہی تھا جس کیلئے تین اساتذہ کام کرتے ہیں۔ اس سال سے قراءت سبعہ کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ اس شعبہ کے اندر بھی دوسرے اداروں کے فضلاء حصہ لے سکتے ہیں ان کے قیام وطعام کا جامعہ ذمہ دار ہوگا۔ (روداد سنہ ۹۸ھ ص ۳ - ۴)۔

قراءت سبعہ ایک مستقل فن ہے جس میں سیکڑوں کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، اس سے عام طور سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ اس فن شریف کی تعلیم شاید جامعہ کے ابتدائی دور میں ہوتی رہی ہو لیکن برسوں سے اس کا سلسلہ منقطع تھا حالانکہ یہ بھی ایک ضروری علم ہے۔ اس سے ناواقفیت کی وجہ سے انکار تک کردیا جاتا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس فن کی نشاۃ ثانیہ ہو بحمدہ تعالیٰ جامعہ نے قرآن پاک کی اس خدمت میں بھی پیش قدمی کی۔ اللہ تعالیٰ اس شعبہ کو خوب ترقی عطا فرمائے تاکہ قرآن کریم کی اشاعت عام ہو۔

درجات میں اضافہ

درجۂ فارسی اول، درجۂ عربی اول اور درجۂ عربی دوم میں طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ ایک مدرس کیلئے ان تمام طلبہ کے اسباق کو سننا اور ان کو سمجھانا مشکل تھا۔ یہ ابتدائی تعلیم آئندہ کیلئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی طالب علم کی اگر یہ ابتدائی تعلیم کمزور ہو تو وہ آگے بھی کمزور ہی رہے گا اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو ٹھوس مضبوط اور مستحکم بنایا جائے بنابریں ان تینوں درجات کو دو دو حصّوں میں تقسیم کردیا گیا اور ہر سکشن کیلئے الگ استاذ مقرر کئے گئے تاکہ طلبہ کی یہ بنیادی تعلیم بہت مستحکم اور ٹھوس ہو وہ اچھے ذی استعداد عالم بن کر دین کی اچھی خدمت کرسکیں۔ (ایضاً ص ۴)۔

فتاویٰ

اس سال دار الافتاء سے ۹۹۷ سوالات کے جوابات دیے گئے، اخبارات اور ماہناموں میں جو شائع ہوئے وہ علاوہ ازیں تھے۔ دار الافتاء کا نصاب مکمل کرکے ایک فاضل نے مفتی کی سند حاصل کی (ایضاً ص ۵)۔

فضلاء دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے پندرہ۱۵، روایت حفص پڑھ کر قاری ہونے والے تین۳، حافظ قرآن تیس۳۰، ناظرہ ختم کرنے والے دس۱۰ رہے۔

سالانہ جلسہ ۹/شعبان کو سالانہ جلسۂ دستار بندی ہوا جس میں تقریر کیلئے مولانا ارشد مدنی مدظلہٗ اور مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہٗ تشریف لائے، جلسہ مسجد میں ہوا (ایضاً ص۳)

سالانہ خرچ طلبہ کی ضروریات پر تین لاکھ اڑسٹھ ہزار تین سو چوالیس (۳۶۸,۳۴۴) روپے اور تعمیر و مرمت نیز رنگائی وغیرہ پر بیالیس ہزار انہتر (۴۲,۰۶۹) روپے خرچ ہوئے (ایضاً ص۸)۔

وفیات اس سال جامعہ جن حادثات سے دوچار ہوا ان میں جامعہ کے قدیم اور مخلص معاون جناب حاجی یوسف گارڈی مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ ابراہیم گارڈی کی وفات ہے اپنے والد کی طرح یہ بھی جامعہ کے مخلص معاون تھے۔ ان کی وفات سے جامعہ ایک بڑے معاون سے محروم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔

اسی سال جامعہ کے رکن مجلس شوریٰ مولانا عبدالرحیم صاحب بورسدی کا بھی انتقال ہوا نیز شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود (جو چند سال قبل تشریف لائے تھے) کا بھی انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کی مغفرت فرمائے۔

ذی الحجہ ۹۸ھ میں تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس ندوی جامعہ تشریف لائے تھے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ ان کی صحبتیں رہیں رجسٹر معاینہ میں تحریر فرماتے ہیں:

تأثرات

مولانا اسحاق جلیس ندوی

۵/۱۲/۹۸ھ مطابق ۷/۱۱/۷۸ء

باسمہ سبحانہ

ہندوستان کے دینی مدارس اسلام کے وہ قلعے ہیں جن کے ذریعہ دین و شریعت کے تحفظ و ترویج کا عظیم الشان کام اس دیار میں صدیوں سے انجام پا رہا ہے، دینی تعلیم کے مراکز وہ تربیت گاہ ہیں جہاں سے دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے رہتے ہیں، ہر دینی مدرسہ اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتا ہے مگر بعض مدارس تعلیمی تاریخ میں شہرت دوام اور نقش دوام کا مقام حاصل کرلیتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو دینی مدارس کی تاریخ میں وہی مقام حاصل ہے، آج یہاں حاضری ہوئی، یہاں کے عظیم الشان خوبصورت اور صفائی اور سلیقہ سے آراستہ عمارتوں کو دیکھ کر متأثر ہونا تو فطری بات تھی لیکن اس حسن صورت کے تئیں حسن معانی وہ لازوال خزانہ ہے جس پر ادنیٰ غور و تدبر انسان کے قلب کو اس ادارہ کی عظمت سے بھر دے۔ یہی وہ درسگاہ جہاں پر محدث وقت فرید عصر علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور نہ جانے کیسی کیسی عظیم اور نادرۂ روزگار شخصیتیں اپنی زندگی کے شب و روز گذار چکی ہیں۔ یہی وہ دیار ہے جہاں عصر صحابہؓ اور عصر تابعینؒ میں وہ قافلے آئے تھے جن کی آمد نے اس دیار میں ایمان و اسلام کی شمع فروزاں کی اور پھر صدیوں کے بعد وسط ہند کے تعلیمی مراکز سے اساتذۂ کبار کا قافلہ اسی ساحل تک پہونچا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے مخلص بانیوں اپنے خدا رسیدہ اساتذہ اپنے سنجیدہ اور بامقصد طلبہ کی وجہ سے ماضی میں بھی نیک نام رہا ہے اور دعا ہے کہ مستقبل میں بھی یہ ملت کی نیک توقعات پر پورا اترے۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد سعید بزرگ اپنے والد بزرگوار مولانا احمد بزرگ

کے سچے جانشین ہیں۔ اس مدرسہ کے موجودہ کارپردازان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور پورے ملک کے عوام و خواص کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ جنوب کی دینی اور علمی خدمات کا قریبی جائزہ لیکر استفادہ بھی کریں اور ہمت افزائی بھی فرمائیں۔

اسحاق جلیس ندوی
مدیر تعمیر حیات ندوہ لکھنؤ
(از رجسٹر معاینہ ص ۱۱)

۱۳۹۹ھ ۔ تکمیل قرأت سبعہ

قرأت سبعہ کی تعلیم سال گذشتہ سے شروع ہو چکی ہے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے امسال نو طلبہ نے اس کی تکمیل کی جامعہ کے شعبۂ تجوید کے صدر جناب قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری کے استاذ جناب قاری محمد کامل صاحب کو اس موقع پر خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ طلبہ کی رغبت میں اضافہ کرنے کیلئے جامعہ کے طلبہ کا ایک انعامی مقابلہ بھی رکھا گیا تھا جس میں متعدد طلبہ نے دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا تھا اور بڑا کامیاب رہا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس فن کو مرکز توجہ بنادے۔ (روداد ۹۹ھ ص ۳-۴)

شرکاء امتحان

امتحان سالانہ میں مختلف درجات کے شریک ہونے والے طلبہ کی تعداد حسب ذیل ہے۔

درجات عربیہ میں ایک سو اسی ۱۸۰، درجات فارسی و اردو میں ایک سو تئیس ۱۲۳، درجات تجوید میں دو سو نوے ۲۹۰، درجات حفظ و ناظرہ میں ایک سو پینتالیس ۱۴۵، شعبۂ گھڑی سازی میں چودہ ۱۴، شعبۂ خیاطی میں تیس ۳۰، شعبۂ جلد سازی میں سترہ ۱۷، شعبۂ وائرفٹنگ میں بارہ ۱۲، شعبۂ کتابت میں ایک سو چودہ ۱۱۴، شعبۂ انگریزی میں پچیس ۲۵۔ (ایضاً ص ۲)

فارغین

عالم فاضل کی سند حاصل کرنے والے اکیس ۲۱، قرأت سبعہ کی تکمیل کرنے والے نو ۹، روایت حفص مکمل کرنے والے سات ۷، حفظ قرآن پورا کرنے والے انتیس ۲۹، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے اکیس ۲۱۔ (ایضاً ص ۳-۴)۔

مدرسین

مولوی موسیٰ احمد جی بسم اللہ مدرس فارسی اور مولوی یوسف بوریات مدرس حفظ رجب ۹۹ھ میں الگ کئے گئے، مولوی عثمان غنی تیلاڑوی درجہ اردو میں اور مولوی رشید احمد موٹا ڈابھیلی اور مولوی احمد بزرگ سملکی درجہ حفظ میں مدرس مقرر ہوئے (ایضاً ضمیمہ ص ۳۵-۳۶)۔

دارالافتاء

اس سال ہند و بیرون ہند سے آنے والے نو سو چوالیس ۹۴۴ سوالات کے جوابات دارالافتاء سے ارسال کئے گئے، افتاء کے درجہ سے اس سال بھی ایک طالب علم نے کورس مکمل کرکے سند حاصل کی۔ اب تک جامعہ کے دارالافتاء سے تین عالموں نے سند حاصل کی ان کے نام یہ ہیں (۱) مفتی عبداللہ ولی کاوی فاضل جامعہ ۱۳۹۷ھ میں (۲) مفتی موسیٰ اسماعیل بدات بلیشوری فاضل فلاح دارین ترکیسر ۱۳۹۸ھ میں (۳) مفتی یوسف محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی فاضل جامعہ ۱۳۹۹ھ میں۔ (ایضاً ص ۴)۔

اضافۂ تنخواہ

مجلس شوریٰ منعقدہ ماہ محرم ۱۳۹۹ھ نے تنخواہوں کے سلسلہ میں غور و فکر کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے جمادی الاولیٰ ۹۹ھ میں ہونے والی مجلس شوریٰ میں اپنی رپورٹ پیش کی جس کے پیش نظر پورے عملہ کی تنخواہوں میں معقول اضافہ ہوا اور مدرسین کے مختلف طبقات قائم کرکے ان کیلئے اسکیل بنادیا گیا نیز ہر سال تنخواہوں میں اضافہ کا دستور بنادیا گیا۔ اصل تنخواہ پر ۳۰ فیصد گرانی الاؤنس بھی دیا جارہا ہے۔ (ایضاً ص ۶)

ضروریات جامعہ

اس عنوان کے تحت گذشتہ سال کی طرح امسال بھی کتبخانہ کی تعمیر کیلئے ہمدردان جامعہ سے اپیل کی گئی۔

سالانہ جلسہ

۵ رشعبان ۱۳۹۹ھ یکم جون ۱۹۷۹ء یکشنبہ کو مسجد جامعہ میں سالانہ جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا جس میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہ نظام الدین دہلی اور مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی استاذ حدیث و ادب دارالعلوم دیوبند نے شرکت فرمائی۔

(ایضاً ص ۳)

آمد بزرگانِ ملت

قاری محمد کامل صاحب مرادآبادی مدرس قراءت و تجوید مدرسہ شاہی مرادآباد جو ختم قراءت سبعہ اور مسابقۂ قراءت میں شرکت کیلئے جامعہ تشریف لائے تھے رجسٹر معاینہ میں اپنے تأثرات ان الفاظ میں تحریر فرمائے۔

نقل معاینہ

قاری محمد کامل صاحب

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جنوبی ہند کی عظیم اور مرکزی درسگاہ ہے اساطین علم وفن حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفسر قرآن امروہوی، عارف باللہ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی وغیرہ نے یہاں عرصہ تک قال اللہ قال الرسول کے نغمہ جانفزا سے اس خطۂ گجرات کو گونجائے رکھا اور علم وفن کی آبیاری کی۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ حضرت مہتمم صاحب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی دعوت پر طویل مدت کے بعد دوسری مرتبہ حاضری کا موقع ملا یہاں کے طلبہ، اساتذہ اور ذمہ دارانِ مدرسہ سے بار بار ملاقات رہی مدرسہ کا نظم وضبط نظام تعلیم و تربیت طلبہ کے اخلاق و کردار اساتذہ کی آپس کی محبت و رواداری حضرت مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب کی جد وجہد اور اس معذوری و بیماری میں جامعہ کی ہمہ جہتی ترقی کیلئے ان کا قابلِ تقلید مجاہدہ میں نے پانچ روزہ قیام میں غور وفکر سے دیکھا اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہے کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے ان خصائص میں ہندوستان کی عظیم تر اسلامی درسگاہ ہے۔

مجھے ختم سبعہ کی طلبہ کی مسجد میں اور درجۂ قراءت و تجوید کے طلبہ کے مسابقۂ قراءت میں بھی شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور یہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ اس

شعبہ نے اپنے قابل معزز استاذ عزیزم مولانا قاری احمد اللہ صاحب کی محنت اور جد وجہد سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

اس دور میں جب کہ فن قراءت اور تجوید عام طور پر لوگوں کی عدم توجہ کا شکار ہے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اس شعبہ کے ساتھ یہ اہتمام دوسرے مدارس عربیہ کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو مزید ترقیات سے نوازے اور ذمہ دارانِ مدرسہ، اساتذہ اور طلبہ سب کو حسن توفیق بخشے۔

والسلام

احقر محمد کامل مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد (یوپی)
۱۴ر جمادی الثانیہ سنہ ۹۹ھ ۱۱ر مئی سنہ ۷۹ء پنجشنبہ

(از رجسٹر معاینہ ص ۱۸۱)

اسی سال شیخ وقت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہٗ خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ورودِ مسعود ہوا تھا۔ آپ کے تأثرات ملاحظہ ہوں۔

نقل معاینہ

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد الحمد و الصلوٰۃ!

احقر علاقۂ گجرات میں عرصہ سے بلایا جا رہا تھا۔ تقریباً تین سال سے لیکن بتقدیر ایزدی باب و دانہ ۲۳ ر جمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ یوم دوشنبہ دعوت کھروڈ پر تعمیری بنیادی مسجد و مدرسہ حاضری ہو کر مضافات میں حاضری ہوتی رہی کہ سب مقامات کی فرمائشیں تھیں، اسی فرمائش پر ڈھابیل (ڈابھیل) محترم جناب مولانا سعید صاحب بزرگ کی فرمائش پر حاضری ہوئی مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں حاضری کی سعادت کا موقع عنایت فرمایا۔ گو مدرسہ کے دیکھنے کا موقع نہ ہوا کہ متعدد مقامات کا سفر تھا لیکن

جملہ طلبہ کی زیارت سے مدرسہ کا ماحول سامنے آگیا۔ طلباء کی سادگی کیا ہے جیسا کہ طلباء کیلئے زیب ہے، اور صفائی جیسا کہ اسلامی تعلیم صفائی باطن کے ساتھ صفائی ظاہر کی ہے مشاہد ہو کر دل مسرور ہوا نیز ان میں نظام اور طریق نظام میں اتباع اساتذہ دیکھ کر علم کا اثر سکون کا معلوم ہوا۔ احقر کی معروضات کو نہایت سکون و سکوت کے ساتھ بغور دھیان لگانا یہ مثبت تھا کہ تقریر اساتذہ بغور سماعت فرماتے ہوں گے کہ حصول علم میں خاص مؤثر ہے ان فی ذالک لذکری لمن کان لہ قلب اور یہ سب شاہد تھا اساتذہ کی نگرانی اور تعلیم کا۔ اور شاہد تھا محترم جناب مہتمم صاحب کے انتخاب اساتذہ کا اور یہ شہادت تھی مہتمم صاحب کے مفکرانہ اور مدبرانہ مزاج لطیف کی۔ یہ سب دیکھ کر دل میں ایک خاص فرحت و نشاط تھا۔ اپنے بعض احباب سے اس کا ذکر بھی کیا۔ مجموعی حالت نہایت امید افزا، اللہ تعالیٰ مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ظاہری و باطنی علمی روحانی تعلیمی تحویلی تعمیری اخلاقی ترقی سے مزید در مزید نوازیں۔

والسلام
احقر محمد مسیح اللہ عفی عنہ
۲۹ یا ۳۰/ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۹۹ھ یکشنبہ
(از رجسٹر معاینہ ص ۱۴۲)

حادثات

وفات مولانا حمد اللہ صاحب لکھنوی

اس سال جامعہ کے استاذ حدیث مولانا حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی کی وفات حسرت آیات کا واقعہ جامعہ کیلئے بڑا صبر آزما پیش آیا۔ یہ واقعہ ۲۷/ صفر سنہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷/ جنوری سنہ ۷۹ء شنبہ کو پیش آیا۔

مولانا مرحوم گیارہ سال سے جامعہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے خلوص طبع

ٹھوس استعداد کے مالک تھے طلبہ کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت مشفقانہ اور ہمدردانہ تھا، جامعہ کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتے تھے خوش مزاج مرنجاں مرنج انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے مولانا ڈابھیل کے قبرستان آدم پیر میں لائبریری کے پیچھے برگد کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہیں۔

(روداد سنہ ۹۹ھ ص ۹)

آپ کی بیوہ اور صغیر السن بچوں کیلئے مہتمم جامعہ نے اصحاب خیر کی توجہ سے لاجپور میں مستقل مکان کا انتظام کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

وفات مولانا عبدالرحیم بورسدی

گجرات کے ایک دینی ادارہ "اصلاح المسلمین" کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ کے سابق رکن مولانا عبدالرحیم بورسدی صاحب بھی انتقال فرما گئے۔ مولانا مرحوم بہت سادہ اور جفاکش انسان تھے دینی مدارس کا قیام دور افتادہ علاقوں میں مکاتب کا انتظام اور تعمیر مساجد آپ کا مشن تھا۔ اگر سواری نہ ملتی تو پیدل ہی طویل طویل سفر کر لیتے تھے، بڑی مشقت برداشت کرتے، کاٹھیاوار اور کھیڑا کے ایسے علاقوں میں جہاں کسی عالم کا گذر نہ ہوتا تھا خود جاتے اور لوگوں کو مکاتب و مدارس کے قیام پر آمادہ کرتے۔ آخر عمر میں فالج کے حملہ سے معذور ہو گئے تھے اس کے باوجود بہت سی جگہوں کا سفر کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر بلند مقامات عطا فرمائے۔

مولانا محمد اسماعیل نانا صاحب اور جناب ایم اے عمر صاحب جنوبی افریقہ میں جامعہ کے خصوصی معاون اور مخلص بھی انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی قبروں کو نور سے بھر دے (ایضاً ص ۹-۱۰)

سنہ ۱۴۰۰ھ

داخلہ ۱۱/ شوال سنہ ۹۹ھ ۴/ ستمبر سنہ ۷۹ء سے شروع ہوا، طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو آٹھ ۵۰۸ رہی جن میں امدادی چار سو انسٹھ ۴۵۹ اور غیر امدادی انچاس ۴۹ تھے۔ ۱۲/ شوال سے تعلیم شروع ہو گئی۔

سالانہ امتحان

حسب دستور تعلیمی سال پورا ہوا، ۲۳/ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ سے سالانہ امتحان شروع ہوکر ۵/ شعبان کو ختم ہوا، سالانہ امتحان میں شریک ہونے والے طلبہ کی تفصیل حسب ذیل ہے درجات عربیہ میں ۱۸۶، فارسی اور اردو میں ۱۱۷، تجوید میں ۲۸۶، حفظ وناظرہ میں ۱۳۶، گھڑی سازی میں ۱۵، خیاطی میں ۲۸، جلد سازی میں ۱۸، واٹر فٹنگ میں ۱۰، خوشنویسی میں ۱۱، انگریزی میں ۲۹ ۔

سالانہ جلسہ

۸/ شعبان سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲/ جون سنہ ۱۹۸۰ء یکشنبہ کو مسجد جامعہ میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا مہمانان خصوصی فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا سید عابد علی وجدی حسینی مدظلہٗ جلسہ کی زینت بنے۔ ان مہمانان خصوصی اور شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی (ایضاً ص ۲-۳)۔

فارغین

دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے دس ۱۰، روایت حفص کی سند حاصل کرنے والے سات ۷، حافظ ہونے والے بیس ۲۰، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے پندرہ ۱۵، قرأت عشرہ صغیرہ کی تکمیل کرنے والے چھ ۶۔

خدمات دارالافتاء

اس سال گیارہ سو تینتیس (۱۱۳۳) سوالات کے جوابات جامعہ کے دارالافتاء سے روانہ ہوئے نیز دو عالم مفتی ہوئے۔ مولوی ہاشم احمد بھوجا جنوبی افریقہ فاضل جامعہ حسینیہ راندیر، مولوی شبیر احمد ماکڑا بھوریہ فاضل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (ایضاً ص ۶)۔

سالانہ خرچ

قیام وطعام اور بجلی پانی پر چار لاکھ سرسٹھ ہزار چھ سو سولہ (۴,۶۷,۶۱۶) روپئے عمارتوں کی مرمت اور رنگائی وغیرہ پر چونتیس ہزار نو سو آٹھ (۳۴,۹۰۸) روپئے خرچ ہوئے (ایضاً ص ۱۱)۔

اضافۂ تنخواہ

اس سال گرانی الاؤنس کو جو تیس ۳۰ فیصد تھا بڑھا کر پچاس ۵۰ فیصد کر دیا گیا۔

مدرسین

درجہ حفظ میں مولوی فرید احمد رشید احمد ناناسملکی کا ماہ شوال میں تقرر ہوا۔ (ایضاً ص ۲۵)

ورود علماء ندوہ

۱۸/ محرم سنہ ۱۴۰۰ھ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متعدد علماء تشریف لائے جامعہ کو دیکھنے کے بعد مندرجہ ذیل معاینہ تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۱۰/ دسمبر سنہ ۷۹ء یوم دوشنبہ کو محترم مولانا محمد رابع صاحب مولانا محمد مرتضیٰ صاحب اور عزیزی مولوی عبد اللہ حسنی کے ساتھ ڈابھیل کے مشہور دارالعلوم میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ مہتمم صاحب شیخ الحدیث صاحب، مولانا ابوبکر صاحب کے ساتھ مدرسہ کو تفصیلی طور پر دیکھنے کا موقع ملا۔ الحمد للہ دارالعلوم کے متعلق جملہ شعبہ جات میں ترقی اور ذمہ داری سے فرائض کے انجام دہی کا جذبہ پایا، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو علمی انتظامی طور پر مزید ترقی دے اور اس کا جو وقار واشتہار پورے ہندوستان میں ہے وہ قائم رہے بلکہ اس میں اضافہ ہو۔

ابو العرفان ندوی، مرتضیٰ، محمد رابع، عبد اللہ
۱۰/ دسمبر سنہ ۷۹ء ۱۸/ محرم سنہ ۱۴۰۰ھ

حادثات

اس سال حضرت مولانا ابو الوفاء شاہجہاں پوری کی وفات ہوئی جو مسلمانان ہند کیلئے ایک بڑا حادثہ ہے۔ مرحوم اپنے وقت کے بہترین خطیب، سیرت کے پرجوش مقرر اور زبردست مناظر تھے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے مقدمۂ بہاولپور میں جو قادیانیوں کے خلاف ایک مشہور مقدمہ تھا علماء دیوبند کے وکیل تھے جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کو خصوصی تعلق تھا، جامعہ کے جلسوں میں متعدد بار مہمان خصوصی کے طور پر مدعو رہے۔ آخری چند سالوں میں فالج کا حملہ ہوجانے کی وجہ سے

تقریر نہیں فرما سکتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات دین و ملت کو قبول فرما کر بلند درجات سے نوازے۔

جامعہ کے ایک فاضل اور سابق استاذ مولانا غلام اللہ خاں صاحب شیخ التفسیر کا حادثۂ وفات بھی جامعہ کیلئے ایک صدمہ ہے (جو ۲۶؍رجب سنہ ۱۴۰۰ھ کو پیش آیا) مرحوم سنہ ۵۰ھ میں جامعہ سے فارغ ہوئے تھے، علامہ کشمیری وغیرہ کے شاگرد تھے۔ سالانہ امتحان میں دورۂ حدیث کی ہر کتاب میں پچاس ۵۰ نمبر حاصل کئے تھے فراغت کے بعد ایک سال مدرس بھی رہے اپنے استاذ مولانا حسین علی نقشبندی مجددی کے طرز پر طلبہ کو قرآن مجید کا درس دیتے تھے پاکستان میں آپ کی بڑی خدمات ہیں کئی ادارے اور تصنیفات یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے[1]۔

اسی طرح جامعہ کے ایک اور فاضل اور سابق استاذ مولانا ابراہیم چیتامن صاحب (گودھروی) بھی راہیٔ ملک بقاء ہوئے، علیحدگی کے بعد بھی جامعہ سے برابر تعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرما کر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جامعہ کے ایک قدیم خادم ابراہیم کفلیتوی (عرف ماما) کا بھی اسی سال انتقال ہوا علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے اب تک جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ جامعہ کے ساتھ قلبی تعلق تھا باوجودیکہ جامعہ کی طرف سے پنشن مل چکی تھی لیکن ممکنہ طاقت تک برابر کام کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرما کر سایۂ عاطفت میں جگہ دے۔

جامعہ کیلئے ایک بڑا حادثہ الحاج جناب محمد منتی صاحب (جنوبی افریقہ) کی وفات بھی ہے۔ حاجی صاحب مرحوم بہت دیندار اور متشرع آدمی تھے ہر سال بیسیوں مدارس عربیہ، سیکڑوں علماء، طلبہ اور بیواؤں کی مدد فرماتے تھے گجرات کا شاید ہی کوئی بڑا مدرسہ ایسا ہو جہاں ان کی امدادی رقوم نہ پہنچتی رہی ہوں۔ ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے تمام مدارس کی برابر مدد کرتے رہتے تھے، جامعہ کے ساتھ حاجی صاحب مرحوم کا تعلق خصوصی تھا، شروع ہی سے جامعہ کی برابر خیر خواہی اور امداد فرماتے رہے ہر سال ایک بڑی رقم تو بھیجتے ہی تھے خصوصی مواقع پر بھی دل کھول کر مدد فرماتے تھے جامعہ میں طلبہ کیلئے پلنگ اور کھانے کیلئے اسٹیل کے برتن آپ ہی کی طرف سے دیئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی ان تمام خدمات کو قبول فرما کر اپنی آغوش رحمت میں مقام خاص عطا کرے۔ (روداد سنہ ۱۴۰۰ھ ص ۸)

سنہ ۱۴۰۱ھ

اس سال داخلہ ۱۲؍شوال سنہ ۱۴۰۰ھ سے شروع ہوا۔ ۱۳؍شوال سے تعلیم شروع ہو گئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو ستائیس ۵۲۷ رہی۔ بیرونی طلبہ جو دار الاقامہ میں رہتے ہیں چار سو ستاون ۴۵۷ اور مقامی ستّر رہے۔

شرکاءِ امتحان

دیگر سالوں کی طرح اس سال بھی تعلیم و امتحان کا نظام رہا سالانہ امتحان میں جو ۲۹؍رجب سنہ ۱۴۰۱ھ ۲۴؍مئی سنہ ۱۹۸۱ء سے شروع ہو کر ۸؍شعبان سنہ ۱۴۰۱ھ ۱۱؍جون سنہ ۸۱ء تک جاری رہا مندرجہ ذیل تعداد میں طلبہ نے شرکت کی۔ درجات عربیہ میں دو سو آٹھ ۲۰۸، درجات فارسی و اردو میں چھیانوے ۹۶ درجات حفظ و ناظرہ میں ایک سو ساٹھ ۱۶۰، تجوید میں تین سو ۳۰۰، گھڑی سازی میں پندرہ ۱۵، خیاطی میں پچیس ۲۵، جلد سازی میں بارہ ۱۲، وائرفٹنگ میں بارہ ۱۲، انگریزی میں اکتیس ۳۱۔

فارغین

مفتی ایک ۱، عالم اکیس ۲۱، قراءات عشرۂ کبیرہ کی تکمیل کرنے والے آٹھ ۸، روایت حفص کی تکمیل کرنے والے نو ۹، حفاظ انیس ۱۹، ناظرہ ختم کرنے والے اکیس ۲۱۔

فتاویٰ

دار الافتاء سے اس سال ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) فتاویٰ صادر ہوئے، ماہنامہ تبلیغ اور زبانی جوابات اس کے سوا ہیں۔ دار الافتاء سے مولوی شبیر علی اسماعیل ویسٹ انڈیزی (فاضل سبیل الرشاد بنگلور) نے ماہر فقہ کی سند حاصل کی۔

سالانہ جلسہ

۱۱؍شعبان سنہ ۱۴۰۱ھ ۱۴؍جون یکشنبہ کو جامعہ کی مسجد میں شاندار سالانہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا اسعد صاحب دامت برکاتہم

---

[1] تفصیلی حالات تاریخ کے آخر میں ملاحظہ ہوں۔

صدر جمعیۃ العلماء ہند اور مفتی مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری استاذ حدیث دار العلوم دیوبند نے شرکت فرمائی شیخ الجامعہ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اور ان خصوصی مہمانوں نے فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔

(روداد ۱۴۰۱ھ ص ۳ تا ۶)

سالانہ خرچ

تعمیر اور مرمت و رنگائی پر تین لاکھ نوے ہزار پانچ سو پانچ (۳/۹۰/۵۰۵) روپئے اور دیگر ضروریات پر اکتیس ہزار پانچ سو پچاس (۳۱/۵۵۰) روپئے خرچ ہوئے۔

(ایضاً ص ۹)

مدرسین شوال ۱۴۰۱ھ میں قاری شبیر احمد مٹواری کا درجۂ قراءت میں، حافظ مولوی شبیر احمد بھوریوی کا درجۂ حفظ میں تقرر ہوا، احمد میاں کاتب صاحب رجب ۱۴۰۱ھ سے الگ ہوئے (ایضاً ص ۲۶-۲۷)۔

شعبۂ قراءت کی ترقی

اور

لجنۃ القراء کی تشکیل

شعبۂ تجوید میں قراءات سبعہ و عشرہ کی تعلیم کا جو سلسلہ گذشتہ کئی سالوں سے چل رہا ہے الحمد للہ وہ برابر ترقی کرتا رہا، دور حاضر میں اس کے پڑھنے اور پڑھانے کا رواج تقریباً ختم ہوگیا ہے حالانکہ اہمیت کے لحاظ سے دوسرے فنون سے یہ فن کچھ کم نہیں، اس کی ترویج اور طلبہ میں اس کا شوق و ذوق پیدا کرنے کیلئے ایک انجمن ”لجنۃ القراء“ کے نام سے قائم کی گئی۔

سال میں اس لجنہ کی طرف سے تین مقابلے بھی رکھے جاتے ہیں ایک سہ ماہی دوسرا ششماہی تیسرا سالانہ۔ سہ ماہی مسابقہ طلبہ ہی کی نگرانی میں ہوتا ہے، ششماہی مسابقہ اساتذہ کی نگرانی میں اور سالانہ مسابقہ باہر سے ممتحن کو دعوت دے کر ارباب انتظام کی نگرانی میں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جو طالب علم سہ ماہی اور ششماہی مسابقوں میں اچھے نمبرات حاصل کرتا ہے اس کو سالانہ مسابقہ میں شریک ہونے کا موقع دیا جاتا ہے، اس مسابقہ میں طلبہ کی ہمت افزائی کیلئے انعامات بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔

اس سال سالانہ مسابقہ مولانا ابوالحسن صاحب شیخ الحدیث دار العلوم ماٹلی والا بھروچ کی صدارت میں ہوا تھا جس میں جناب قاری انیس احمد صاحب فیض آبادی صدر مدرس شعبۂ تجوید فلاح دارین ترکیسر اور مولانا قاری فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدرس حدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل نے حَکَم کے فرائض انجام دئے، تجوید و قراءت کی اس پر بہار رونق پر شعبۂ تجوید کے صدر جناب قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری قابل مبارکباد ہیں (ایضاً ص ۲ تا ۴)۔

ایک اہم اقدام

تخصص فی الحدیث کی ابتداء کا فیصلہ

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ (نصاب افتاء) کا سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے، ایک مدت سے درجۂ تخصص فی الحدیث کے کھولنے کی دلی آرزو تھی اس کیلئے کسی ماہر فن حدیث کی سرپرستی اور نگرانی ضروری تھی، عالم اسلام کے مایہ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی سے خط وکتابت کی، موصوف نے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا اور اس کا نصاب بھی تیار فرماکر

ارسال فرمادیا ، کچھ وقت نکال کر موصوف خود ہی جامعہ تشریف لائیں گے اور اساتذہ کو اس کے طریق کار سے متعلق ہدایات دیں گے ، نصاب کی کتابیں فراہم کرکے انشاء اللہ آئندہ سال سے اس کی ابتداء کردی جائے گی ، کسی بھی مدرسہ کا فاضل جو اعلیٰ نمبر سے کامیاب ہوا ہو داخلہ حاصل کرسکتا ہے قیام وطعام کی تمام سہولتوں کے ساتھ وظیفہ بھی دیا جائے گا ۔

(روداد ۱۴۰۰ھ ص۸)

شعبۂ تحریر وتقریر

تقریر میں مہارت پیدا کرنے کیلئے ہر شب جمعہ میں طلبہ ایک استاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی کی نگرانی میں مختلف شعبوں میں منقسم ہو کر تقریر کرتے ہیں ۔ خاص خاص مواقع پر عام اجلاس کا اہتمام بھی کرتے ہیں ۔ اس کا سالانہ اجلاس شروع رجب میں منعقد ہوا جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد رضا اجمیری مدظلہٗ شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر تشریف لائے تھے ، طلبہ نے اپنے شاندار پروگرام سے حاضرین کے دل جیت لئے اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے ۔ (روداد ۱۴۰۱ھ ص۸)

تعمیرات

درجۂ حفظ کے طلبہ کے قیام کیلئے ایک مستقل نئی عمارت کی تعمیر کی منظوری مجلس شوریٰ نے گذشتہ سال دیدی تھی ، چنانچہ اس سال اس کی تعمیر شروع ہو گئی ۔ سنگ بنیاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ شیخ محمد المجذوب اور پھر اس کے کچھ ماہ بعد حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ کے مبارک ہاتھوں رکھا گیا ۔

شیخ محمد المجذوب نے جامعہ کے معاینہ کے بعد درج ذیل الفاظ میں اپنے تأثرات قلمبند فرمائے ۔

نقل مُعائنہ شیخ محمّد مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔ بمناسبة زيارتى للجامعة الاسلامية

(تعليم الدين) فى قرية دابهيل التابعة سورت يسرنى ان اعلن سرورى من هذه الزيارة لما وجدت فى القائمين على هذا المعهد و فى تنظيماته و فى ادارته ما من شانه ان يبعث الآمال بجيل صالح لاعلاء كلمة الله لا فى منطقته وحدها بل على اوسع مدى من هذه القارة ان شاء الله ۔ و مازادنى اعجابا ما لمسته من حسن التربية فى اولٰئك الطلبة الذين يحيون المسجد حتى فى صلوة الفجر ۔

و الله المسئول ان يوفقهم وايانا الى المزيد من طاعته و التوفيق الى مرضاته فى خدمة الاسلام والمسلمين و الحمد لله رب العالمين و صلى الله وسلم على صفوته من خلقه الصادق الامين ۔

محمد المجذوب

المحاضر بالجامعة الاسلامية

بالمدينة المنورة

السبت ٢٦/ ٢/ ١٤٠١هـ ٢/ ١/ ١٩٨١م

(از رجسٹر معاینہ ص۱۸۵)

نقل معاینہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم !

امابعد ! جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل حاضری کا موقع ملا اور کئی روز ٹھہرنا ہوا ، مسجد ماشاء اللہ نمازیوں سے آباد ہے ، امام صاحب بہت اچھے موجود ہیں نماز فجر سے پہلے طلبہ کی بڑی تعداد تلاوت میں مشغول رہتی ہے دیگر اوقات میں بھی بکثرت طلبہ تلاوت کرتے ہیں ، درسگاہیں پُر ہیں ، دارالاقامہ میں قیام طلبہ کا انتظام

بہت عمدہ ہے، مطبخ میں سب کیلئے کھانا پکتا ہے، وعظ و تقریر سکھانے کا بھی نظم ہے، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، جلالین شریف کے اسباق میں بھی بیٹھنے کا موقع ملا، حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث ہیں، جو اپنے اوصاف عالیہ میں ممتاز مقام کے مالک ہیں، عملۂ ادارہ کو ان پر پورا اعتماد حاصل ہے یہ جامعہ کی خوش نصیبی ہے، طلبہ عامۃً اساتذہ کے گرویدہ ہیں ان کو اپنا مربی و محسن تصور کرتے ہیں، ان کی خدمت و اطاعت کو ذخیرۂ سعادت سمجھتے ہیں، اساتذہ سب ہی ہم مسلک ہیں اور باہمی مشورہ سے جامعہ کی خدمت و ترقی میں لگے ہوئے ہیں جنکی وجہ سے جامعہ خلفشار سے محفوظ ہے۔ فالحمد للہ اللہ تعالیٰ اس گلشن علم دین کو سرسبز و شاداب رکھے بار آور فرمائے۔ دینی علوم و اعمال و اخلاق کی حفاظت و اشاعت کا ذریعہ بنائے، فتنوں کے دفعیہ کیلئے اس کی پوری نصرت فرمائے، ہر قسم کی ترقیات سے نوازے، حضرت مہتمم صاحب ہمہ تن جامعہ کی ترقی اور بہبود میں لگے ہوئے ہیں، اساتذہ اور طلبہ کے آداب و حقوق کی پوری رعایت فرماتے ہیں۔ اللہ پاک ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور عمر میں ترقی دے۔ آمین

احقر محمود غفرلہٗ ۳/۶/۱۴۰۱ھ مطابق ۹/۴/۱۹۸۱ء پنجشنبہ

(از رجسٹر معاینہ جلد ثانی صـ۳)

سنہ ۱۴۰۲ھ

۱۵/ شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۶/ اگست ۱۹۸۱ء کو مدرسہ کھلا، داخلہ مکمل ہونے کے بعد ۱۸/ شوال بروز بدھ سے تعلیم شروع ہوگئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو پچاس ۵۵۰ تھی، دار الاقامہ میں رہنے والے چار سو پچاس ۴۵۰، مقامی سو ۱۰۰۔

شرکاء امتحان

گذشتہ سالوں کی طرح ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی امتحانات ہوتے رہے، سالانہ امتحان میں شرکاء کی تعداد یہ تھی، عربی کے درجات میں دو سو چار ۲۰۴، فارسی اور اردو میں ایک سو پانچ ۱۰۵، تجوید و قراءت میں دو سو ستانوے ۲۹۷، حفظ و ناظرہ میں ایک سو ترسٹھ ۱۶۳، گھڑی سازی میں تیرہ ۱۳، سلائی میں بیس ۲۰، جلد سازی میں گیارہ ۱۱، وائرفٹنگ میں آٹھ ۸، انگریزی میں پینتیس ۳۵۔

فارغین

مفتی پانچ ۵، عالم پچیس ۲۵، قراءت عشرہ صغیرہ میں دس ۱۰، قراءت سبعہ میں دس ۱۰، تجوید حفص میں سات ۷، حافظ قرآن پندرہ ۱۵، ناظرہ ختم قرآن کرنے والے پچیس ۲۵۔

سالانہ جلسہ

سالانہ امتحان ۳/ شعبان ۱۴۰۲ھ ۲۷/ مئی ۱۹۸۲ء کو ختم ہو کر سالانہ جلسہ بروز اتوار مسجد جامعہ میں منعقد ہوا، حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی تقریریں ہوئیں۔ ان کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی گئی۔

(روداد ۱۴۰۲ھ صـ۴،۳)

فتاویٰ

پورے سال میں دار الافتاء سے سات سو اکیس ۷۲۱ سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پانچ فضلاء جامعہ نے افتاء کا نصاب پورا کر کے سند حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں مولوی محمد احمد قاضی ویسٹ انڈیزی، مولوی ہاشم ابراہیم جناح بھٹی، مولوی اسماعیل ابراہیم منشی خانپوری، مولوی جمال الدین سالار راجستھانی، مولوی عبد الصمد ابراہیم ڈیسائی جنوبی افریقہ۔ (از دار الافتاء)

مدرسین

رجب ۱۴۰۲ھ میں مولوی عبد الاول صاحب سامرودی اور ذی الحجہ میں مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری جامعہ سے الگ ہوئے۔

مدینہ یونیورسٹی سے الحاق

ایک بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ جامعہ کی سند کو مدینہ یونیورسٹی نے تسلیم کر لیا ہے، اب جامعہ کے کسی فارغ کو الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ میں داخلہ مل سکتا ہے گذشتہ سال مدینہ یونیورسٹی کے استاذ شیخ محمد المجذوب تشریف لائے تھے ان کی توجہ سے یہ مشکل کام انجام پایا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

(روداد ۱۴۰۱ھ صـ۸)

بیرونی طلبہ کیلئے کھانے کا مخصوص نظم

دوسرے ممالک سے آئے ہوئے طلبہ ایک مدت سے یہ چاہتے تھے

کر ان کو علیحدہ اپنے کھانے کا نظم کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس سال مجلس شوریٰ نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ مدرسہ سے ان کو اناج تیل مسالہ وغیرہ قیمت خرید پر دیا جاتا ہے برتن اور ایک مستقل کمرہ بھی دیدیا گیا ہے، اس مطبخ میں کوئی ہندوستانی طالب علم بھی شریک ہونا چاہے تو ہو سکتا ہے (ایضاً صـ) خوراکی فیس بقدر خرچ لی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تشریف آوری

جامعہ میں علمی اور روحانی فضا قائم کرنے اور طلبہ میں علمی قابلیت اور بھی روحانیت پیدا کرنے کیلئے ایسی شخصیتوں کو دعوت دی جاتی ہے جن کے فیض صحبت سے اساتذہ اور طلبہ میں ان کمالات کو حاصل کرنے کا شوق بیدار ہو، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ اس سال جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۰۲ھ میں تشریف لائے، گجرات کے مختلف مدارس اور گاؤں کا دورہ بھی فرمایا، جامعہ میں عصر کے بعد کی مجلس سے اساتذہ اور طلبہ نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ۸ر جمادی الثانیہ مطابق ۳ر اپریل سنہ ۸۲ء کو رات میں قراءت کے پروگرام کے بعد جلسۂ عام بھی رکھا گیا جس سے بستی کے لوگ بھی لطف اندوز ہوئے۔

(روداد سنہ ۱۴۰۲ھ ص۶ و رجسٹر سرکلر)

حضرت مفتی صاحب کی آمد پر عجیب روحانی فضا قائم ہو جاتی ہے علمی تذکرے ذکر کے حلقے سے دلوں کی دنیا میں بہار آجاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو تادیر قائم رکھے۔

حادثات

وفات حافظ ابراہیم سلّو

حافظ مولوی ابراہیم سلّو ڈابھیلی مدرس حفظ نے ۹ر صفر سنہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۷ر دسمبر سنہ ۱۹۸۱ء کو کینسر کی بیماری میں

انتقال فرمایا۔ جامعہ ہی میں تعلیم حاصل کی تھی اور تقریباً بارہ سال سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات دینیہ قبول فرما کر رحمت خاص سے نوازے۔

اسی ماہ جامعہ کے ایک ملازم جناب اسماعیل منصور نے بھی ۲۷ر صفر سنہ ۱۴۰۲ھ ۲۵ر دسمبر سنہ ۱۹۸۱ء کو انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرمائے۔

وفات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ کا اس سال کا سب سے بڑا صدمہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخ المشائخ برکۃ العصر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات ہے، آپ کی وفات سے جامعہ ایک عظیم محسن اور مربی سے محروم ہوگیا۔ یہ ناقابل تلافی واقعہ ۲۹ر رجب سنہ ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ر مئی سنہ ۱۹۸۲ء مدینہ منورہ میں پیش آیا۔

حضرت اقدس کی ہستی پورے عالم کیلئے برکت اور رحمت تھی، حضرت کی ولادت ۱۱ر رمضان سنہ ۱۳۱۵ھ مطابق سنہ ۱۸۹۷ء کو کاندھلہ میں ہوئی، آپ کا خاندان صدیوں سے علم وعمل کا گہوارہ رہا ہے، بڑے بڑے عالم، ولی اور بزرگ اس زمین سے اٹھے ہیں جنھوں نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ایک عالم کو اپنے فیض سے نوازا ہے ایسے عالی خاندان میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ سنہ ۱۳۱۸ھ میں آپ نے والد بزرگوار مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے ساتھ گنگوہ تشریف لائے، وہاں قطب عالم عالم ربانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وشفقت سے مالا مال ہوئے، حضرت اقدس کی وفات ۸ر جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۲۳ھ تک والد صاحب کے ساتھ گنگوہ رہے، اب عمر شریف ۱۳ برس کی ہو چکی تھی، حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد تدریس کیلئے والد صاحب کا سہارنپور آنا ہوا، آپ بھی والد صاحب کے ساتھ سہارنپور تشریف لائے، والد صاحب نے تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی، یہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارنپوری کی شفقتیں اور محبتیں خوب خوب

نصیب ہوئیں، والد صاحب کے انتقال (جو ۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کو ہوا) کے بعد تو پورے طور پر آپ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی تربیت، اور سرپرستی میں آگئے۔ حضرۃ الاستاذ نے بھی آپ کو اپنا بیٹا جیسا بنا لیا، دن بدن اس تعلق میں اضافہ ہوتا گیا، بذل المجہود شرح ابو داؤد شریف کی تالیف میں آپ نے اپنے استاذ کے کام کو اپنا کام بنا لیا، اور بھرپور مدد کی، استاذ کو بھی اپنے اس شاگرد پر پورا اعتماد ہو گیا، خلافت کی دولت سے نوازا، آپؒ نے اس خلافت کا حق اس طرح ادا کیا کہ عرب و عجم دونوں کو اپنے ارشادات، مکتوبات اور تصنیفات سے علمی و روحانی فیض پہنچایا آپ کے علم و عمل سے ایسی روشنی پھیلی کہ ایک دنیا اس سے منور ہو گئی، اللہ تعالیٰ کے ہزاروں بندوں کو روحانیت کا مقام عطا فرمایا، لاکھوں انسانوں کو گمراہی کی ظلمت سے نکال کر نور ہدایت سے آشنا کیا، آپ کو ہر وقت پوری امت کا فکر رہتا خاص طور سے دینی اداروں سے قلبی تعلق تھا، ان کی کامیابی اور ترقی سے دل خوش ہوتا، جامعۂ ڈابھیل سے خصوصی قلبی تعلق تھا، آپ کی دعائیں اور توجہات ہر وقت جامعہ کو حاصل تھیں آپ کے مشورہ سے رمضان المبارک میں جامعہ کی مسجد میں اعتکاف کا سلسلہ جاری ہوا، اور آپ کے اعتکاف سہارنپور کے طریقہ پر یہاں بھی نظم کیا جاتا ہے۔ آپ کی وفات سے جہاں تمام دینی اداروں کو نقصان پہنچا جامعۂ ڈابھیل کو بھی ایک بہت بڑا نقصان لاحق ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

(روداد ۱۴۰۳ھ ص ۶،۷)

سنہ ۱۴۰۳ھ

یہ سال بھی گذشتہ سالوں کی طرح تعلیمی مراحل طے کرتا ہوا اختتام پذیر ہوا۔

سالانہ جلسہ

۸/ شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۲/ مئی ۱۹۸۳ء بروز یکشنبہ جامعہ کی مسجد میں منعقد ہوا جس میں مولانا سید اسعد مدنی، مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری (خلیفہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری و حضرت شیخ الحدیث

مولانا زکریا کاندھلوی) حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی اور مناظر اسلام امیر شریعت اڑیسہ مولانا سید محمد اسماعیل کٹکی دامت برکاتہم جلوہ افروز تھے، جن کے مواعظ حسنہ سے حاضرین جلسہ خوب مستفید ہوئے۔

فارغین

دارالافتاء سے سند افتاء حاصل کرنے والے چار ۴، دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے سترہ ۱۷، حافظ قرآن اٹھائیس ۲۸، ناظرہ قرآن ختم کرنے والے سات ۷۔

مدرسین

مولانا شوکت علی اعظمی مدرس حدیث شعبان ۱۴۰۳ھ سے الگ کئے گئے، قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری صدر شعبہ تجوید ۱۴۰۲ھ کے اخیر میں جامعہ سے الگ ہو کر دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہو گئے تھے، لیکن پھر شوال ۱۴۰۳ھ سے جامعہ واپس آگئے، مولانا ولی اللہ آچھوڑی مدرس فارسی رمضان سے الگ ہوئے، مولانا واجد حسین صاحب مدظلہ مدرس حدیث۔ مولوی موسیٰ کچھولوی فارسی میں قاری محمد حنیف نزدلوی۔ قاری اسماعیل متالا سملکی قاری عبد الرحمن بزرگ سملکی درجۂ تجوید میں شوال سے مدرس مقرر ہوئے، مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیل معین المفتی بھی شوال سے مقرر ہوئے

سالانہ خرچ

طلبہ کے قیام و طعام، بجلی، پانی، تنخواہ مدرسین و ملازمین پر نو لاکھ چھیاسٹھ ہزار سات سو پچاس روپے، اور تعمیرات پر تین لاکھ چوالیس ہزار چھ سو روپے خرچ ہوئے

(روداد ۱۴۰۳ھ ص ۱۰)

دارالافتاء

جامعہ کے دارالافتاء سے اس سال سات سو چودہ ۷۱۴ سوالات کے جوابات دئے گئے علاوہ ان فتاوی کے جو ماہنامہ تبلیغ (گجراتی) میں اشاعت کے لئے دئے جاتے ہیں۔ اس سال دارالافتاء سے چار ۴ علماء کو مفتی کی سند دی گئی ان کے نام یہ ہیں، (۱) مولوی اسماعیل ابراہیم بھانا ساردوی فاضل جامعہ (۲) مولوی یعقوب محمد مفتی افریقی فاضل جامعہ (۳) مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیل فاضل جامعہ (۴) مولوی ارشد ابراہیم اونا فاضل دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ ان کا سالانہ امتحان حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ کی نگرانی میں سہارنپور مظاہر العلوم میں ہوا جب تک مفتی صاحب دیوبند تھے وہاں بھیجا جاتا تھا اب جب کہ مفتی صاحب سہارنپور میں ہیں طلبہ کو

ہارپور بھیجا جاتا ہے۔

شعبۂ تحریر و تقریر

اس سال طلبہ نے اپنا سالانہ اجلاس جمادی الاخریٰ کے اخیر میں منعقد کیا جس میں بطور مہمان خصوصی حضرت مولانا سید احمد ہاشمی ممبر پارلیمنٹ و سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند مدعو تھے آپ نے طلبہ کا پروگرام سننے کے بعد رجسٹر معاینہ میں اپنے اچھے تاثرات ظاہر فرمائے۔

گجرات کا تبلیغی اجتماع

یہ پورے صوبۂ گجرات کا اجتماع ۲۸/۲۹/۳۰/ جنوری سنہ ۱۹۸۳ء مطابق ۱۲/۱۳/۱۴/۱۵/ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ کو جامعہ کے وسیع میدان میں منعقد ہوا، جہاں سورت کے تبلیغی ذمہ داروں نے پنڈال نصب کرایا تھا، زمین ہموار کرنے میں جامعہ نے پورا تعاون کیا۔ مشورہ جامعہ کے دار الطعام (ڈائننگ ہال) میں ہوتا تھا جس میں صوبہ گجرات اور بمبئی کے تبلیغی ذمہ دار حضرات دوسرے صوبوں کے مخصوص ذمہ داروں کے ساتھ مشغول مشورہ رہا کرتے تھے، اس فکر کے ساتھ کہ اصلاح و عمل کی یہ دعوت کس طرح ایک ایک مسلمان تک پہونچ جائے۔ نظام الدین دہلی سے مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی دامت برکاتہم تشریف لائے تھے، اجتماع قابل دید تھا دو دن تک یہ روح پرور منظر ایمان و عمل میں تازگی اور زیادتی کا سبب بنا رہا، تقریباً سو جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں ڈابھیل جیسی چھوٹی سی بستی سے بھی ستر اسی افراد اللہ کے راستہ میں چالیس دن کیلئے نکلے[1]۔

ایک دو روز قبل ہی سے اساتذہ اور طلبہ بھی اجتماع کی محنت میں لگ گئے تھے اجتماع کو کامیاب بنانے کیلئے اساتذہ اور طلبہ نے بھی بڑے شوق و ذوق اور ولولہ اور جوش کے ساتھ کام کیا، پہلے ہی مشورہ کے ذریعہ کام کو تقسیم کر دیا گیا تھا، مخصوصین کو کھانا کھلانے پر اساتذہ اور طلبہ ہی مامور تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی مدظلہٗ مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری مدظلہٗ (جو اجتماع میں شرکت کیلئے تشریف لائے تھے) اور گجرات کے تبلیغی کام کے سب سے بڑے ذمہ دار محترم جناب قاضی عبد الوہاب صاحب مدظلہٗ اور دیگر ذمہ داران تبلیغ نے

---

[1] افسوس کہ آپ راہیٔ ملک بقا ہو گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ان کے نظم و ضبط اور ڈسپلن کی تعریف کی اور مسرت کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ اہل علم طبقہ کو اس کام کی طرف خصوصی توجہ کی توفیق عطا فرما کر امت میں ہدایت کو عام فرمائیں، اور اس کے ذریعہ علماء اور عوام میں مضبوط رشتہ قائم فرمائیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہٗ کا دورۂ گجرات

یہ بات ایک امر مسلّم ہے کہ بزرگوں اور اصحاب دل کی صحبت سے قلوب میں نورانیت اور ایمان میں جلاء پیدا ہوتا ہے۔ اصحاب علم کی صحبت علمی ذوق کو مہمیز کا کام دیتی ہے اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کی یہ کوشش رہتی ہے کہ علماء و صلحاء بار بار تشریف لاتے رہیں تاکہ جامعہ میں روحانیت کی فضاء زندہ اور ترقی پذیر رہے بزرگوں کی توجہ اور دعا سے ہر طرح کے ہنگاموں اور فتنوں سے حفاظت رہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ (جو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں اور علم ظاہری و باطنی کا ایک بہترین مجموعہ) سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ ہر سال جامعہ میں پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ یوم کیلئے تشریف لائیں تاکہ جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ استفادہ کریں اور قرب و جوار کے مدارس عربیہ بھی آپ کے فیض سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت موصوف نے اس درخواست کو قبول فرما لیا اور تین سال سے برابر تشریف لا کر اپنے فیوض و برکات سے جامعہ کی فضاء کو منور و معطر فرماتے ہیں۔ اساتذہ اور طلبہ بڑے شوق سے حضرت کی مجالس میں حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے اس دورہ سے جنوبی گجرات کے مدارس بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ عاطفت کو جامعہ پر تادیر قائم رکھے۔ آمین۔

حضرت کی تشریف آوری اجتماع سے کچھ دن قبل ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ میں ہوئی تھی۔ جدید دار الطلبہ جس کا سنگ بنیاد آپ نے رکھا تھا اس کے افتتاح میں بھی آپ شریک ہوئے۔

جدید دار الطلبہ کا افتتاح

درجہ حفظ کے طلبہ کے قیام کیلئے جو عمارت زیر تعمیر تھی اس سال بحمدہ تعالیٰ مکمل ہوئی تبلیغی اجتماع

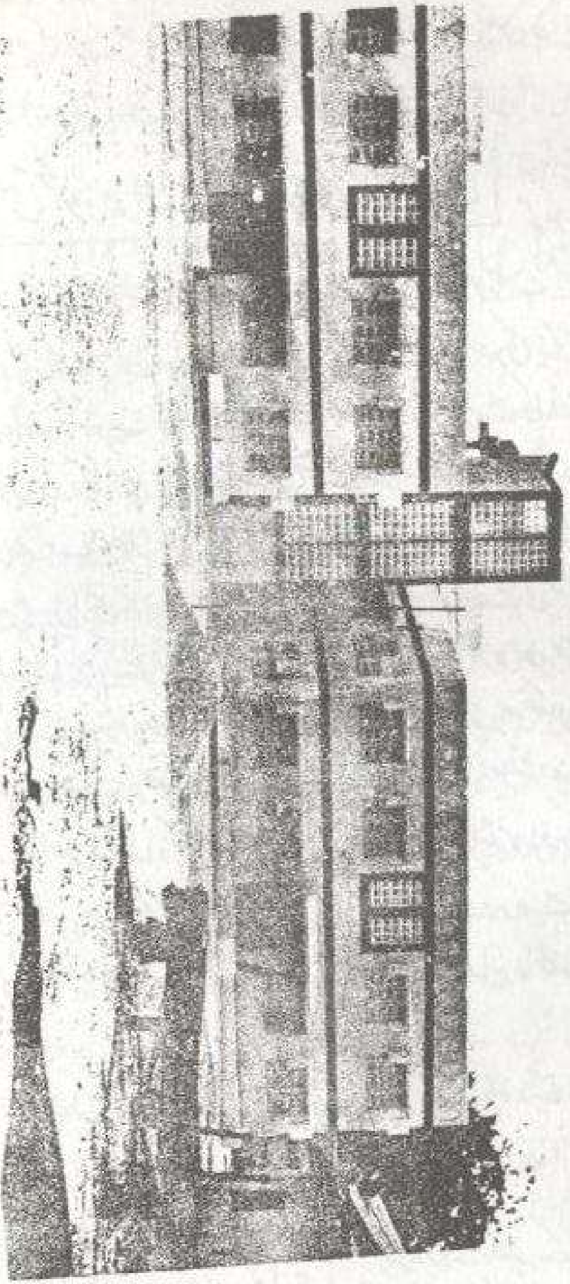

جدید دار الاقامہ برائے طلبۂ حفظ قرآن
[illegible] سال تکمیل ۱۴۰۴ھ

کے روح پرور موقعہ پر اس کا افتتاح ہوا، حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری، مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی دامت برکاتہم نیز دیگر اکابر علماء و تبلیغی ارکان نے اس عمارت کے ایک کمرہ میں دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ اس کی تعمیر میں حصہ لینے والوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ ان کے ایمان اور جان و مال میں برکت عطا فرمائے۔ انشاء اللہ آئندہ تعلیمی سال شوال سے اس میں طلبۂ حفظ کی رہائش شروع ہو جائے گی۔ دار الاساتذہ اور کتب خانہ کیلئے بھی فکر جاری ہے دعا فرمائیں۔ (روداد ۱۴۰۳ھ ص۵)۔

مسلسلات کا ختم

اس سال مفتی صاحب مدظلہ نے اپنے قیام ڈابھیل کے دوران جمعہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء کو مسلسلات ختم کرائی جس میں جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ جنوبی گجرات کے دیگر مدارس عربیہ کے طلبۂ حدیث نے بھی شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھے۔ (ایضاً)

دیگر اعیان و اکابر کی تشریف آوری

تبلیغی اجتماع اور سالانہ جلسوں کے مواقع پر جن اکابر کی آمد کا ذکر ہوا ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے بھی جامعہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم کا شرف بخشا۔

مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی مدظلہ، ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند، مشہور واعظ خوش بیان حضرت مولانا قاری عبد المجید ندیم صاحب پاکستانی مدظلہ، حضرت مولانا رشید الدین صاحب مدظلہ، مولانا شیخ محمود صاحب کوکنی مدظلہ، (قدیم فاضل جامعہ تلمیذ حضرت انور شاہ کشمیری) مولانا عبد القدوس رومی مفتی آگرہ (سابق استاذ جامعہ)۔

صوبہ آندھرا پردیش کے اقلیتی کمیشن کا ایک وفد صدر کمیشن جناب آصف پاشا کی قیادت میں جامعہ پہونچا اس وفد کے ساتھ گجرات اقلیتی کمیشن کے صدر جناب عبد الرؤف

ولی اللہ صاحب اور دیگر ارکان مثلاً جناب ارشاد مرزا اور نائب وزیر مملکت جناب محمد حسین بلوچ صاحبان بھی تھے۔ یہ تمام حضرات جامعہ دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے، جامعہ کے قدیم فیض یافتہ صوبہ گجرات کے نائب وزیر مملکت جناب مولوی محمد سورتی صاحب بھی جامعہ تشریف لائے، طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے کچھ سیاسی مشورے بھی دئے۔

نقول معاینہ جات

نقل معائنہ اقلیتی کمیشن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

میں اور میرے ساتھی ممبر اقلیتی کمیشن آندھرا پردیش کو اس ادارہ کی دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہم سب کو اس ادارہ کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور ہماری دعائیں ہیں کہ یہ ادارہ اور ترقی کرے، ہندوستان میں اس قسم کے ادارے بہت ضروری کیونکہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم ان اداروں کے توسط سے ہی ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ادارہ بہت پھولے پھلے۔

آصف پاشا صدر اقلیتی کمیشن آندھرا پردیش

۳۱/۷/۸۲ء

نقل معاینہ مولانا محمد سُورتی صاحب

نائب وزیر مملکت گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

آج مورخہ ۲/اگست ۸۲ء بروز سنیچر شام کے وقت اپنے مادر علمی جامعہ

اسلامیہ ڈابھیل سملک کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، برسوں کے بعد پرانی یادیں تازہ ہوگئیں اپنے اساتذہ سے ملاقات کا موقع ملا، جامعۂ ڈابھیل اپنی پرانی روایات اور خصوصیات کا حامل ہے، اور اس نے اپنی پرانی تاریخی خصوصیت کو برقرار ہی نہیں بلکہ ان قدروں کو آگے بڑھانے کی سعی ہے۔ میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس گلشن نبوی کو اور مزید ترقی عطا کرے اور یہاں سے دین وملت کے ماہر کے ساتھ ساتھ قوم و ملت کے رہبر بھی پیدا ہوں۔ فقط

بندہ محمد سورتی غفرلہٗ

نقل معائنہ

مولانا محمد اسماعیل صاحب کٹکی مدظلہٗ

امیر شریعت اڑیسہ وصدر جمعیۃ العلماء اڑیسہ

الحمد للہ علی احسانہ والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ۔ امابعد! جمعیۃ العلماء ہند کے چوبیسویں سالانہ اجلاس کے موقع پر بمبئی آنا ہوا، بہت دیرینہ تمنا تھی کہ ڈابھیل کے جامعہ کو دیکھوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب احقر شرح جامی وغیرہ پڑھ رہا تھا اسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کا ایک جزو اہم اس سے جدا ہوکر ڈابھیل پہونچا وہ وقت آج بھی اچھی طرح یاد ہے جب کہ اسپیشل ٹرین میں سوار ہوکر دارالعلوم کے اساتذۂ کرام جن میں بحرالعلوم حضرت انورشاہ کشمیری اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے اساتذۂ کرام رحمہم اللہ اجمعین ڈابھیل کیلئے چل پڑے۔

اس وقت احقر اگرچہ بہت چھوٹی عمر کا تھا مگر خیال یہ تھا کہ دارالعلوم اب ختم ہوگیا خداوند قدوس کی حکمتوں کو بھلا کون جان سکتا ہے۔ اس کو منظور تھا کہ ایک ثانی

دارالعلوم مغرب میں قائم ہو جہاں عموماً مسلمان اوہام پرستی اور شرک وبدعات میں مبتلا ہیں اور وہ علاقہ سنت کی روشنی سے عموماً محروم ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ادھر حکیم الامت حضرت تھانوی نے حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کو ڈھاکہ سے ان کی تمام شرائط کو تسلیم کرکے بلوایا کہ دارالعلوم کی مسند شیخ الحدیثی کو نوازا جاسکے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ الحدیثی کے ایام میں دارالعلوم نے بہ ہمہ وجوہ ایسی ترقی کی کہ اس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔

خلاصہ یہ کہ ان ہی وجوہات کی بناء پر جامعۂ ڈابھیل کو دیکھنے کی ایک دیرینہ خواہش تھی جو آج پوری ہوئی اس ناکارہ کے ذہن میں عربی مدارس اور اس کے طلباء کے سلسلہ میں شروع سے ایک ذہنی خاکہ رہا ہے مگر اس تخیل کو کسی جگہ بھی موجود نہ پاکر ایک مایوسی تھی اور سمجھ رہا تھا کہ شاید یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، مگر میری خوش قسمتی پر مجھے ناز ہے کہ صد شکر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری تمناؤں کو عملی شکل میں جامعۂ ڈابھیل میں دکھلا دیا یہاں کی تعلیم وتربیت نظم وضبط، تلاوت وجماعت قیام وطعام کا انتظام اساتذہ کی شفقت اور طلباء کی عقیدت کہاں تک بیان کروں

ع زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اس کو دیکھنے کے بعد دل باغ باغ ہوگیا اور بے ساختہ حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مہتمم مدرسہ کی عملی قابلیت کو نہ صرف داد دیا بلکہ خداوند قدوس سے عاجزانہ ایک سیدکی یہ دعا ہے کہ رب العزت ان کے سایہ کو اس ادارہ پر تا دیر قائم رکھے اور ان کو شفائے کلی عطا فرمائے کہ وہ مزید تندہی سے اس ادارہ میں چار چاند لگا سکیں۔

وما ہو علی اللہ بعزیز۔ فقط والسلام۔

ناکارۂ خلائق احقر محمد اسماعیل عفی عنہ
صدر جمعیۃ العلماء و امیر شریعت اڑیسہ
مورخہ ۱۹؍ جنوری ۱۹۸۳ء

نقل معاینہ

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی

دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

احقر کو اس سے پہلے بھی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے یہ اپنی خوش نصیبی ہے کہ دوبارہ حاضری کا شرف ملا۔ یہ جامعہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے ملک اور بیرون ملک میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ گجرات کے اکثر مدارس اسی جامعہ کی دین ہیں۔

اس جامعہ سے نکلنے والے طلبہ دنیا کے گوشے گوشے میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت اقدس استاذ محترم مفتی محمود حسن صاحب نے جامعہ کا آنکھوں دیکھا حال اپنے معاینہ میں تحریر فرمایا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس جامعہ کو دیکھ کر دینی مدارس کے اراکین کو سبق لینا چاہیئے۔

اللہ پاک اس ادارہ کو اور تمام دینی اداروں کو وہاں رہنے والے طلبہ اور اساتذہ کو ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔

احقر صدیق احمد عفی عنہ
خادم جامعہ عربیہ ہتھورا
ضلع باندہ، یوپی

نقل معائنہ

سید مولانا عبد المجید ندیم صاحب

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت وجماعت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحمدہ تعالیٰ زندگی بڑے حسین موڑ پر آگئی کہ آج بتاریخ ۱۴/۴/۸۳ء جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی جلوہ ریزیوں کا نظارہ کر رہا ہوں، اس کی وہ درسگاہیں دیکھنے کی سعادت ہوئی جن میں محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، محقق دوراں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، زین العلماء سید محمد یوسف بنوری اور بادشاہ اقلیم وحکمت حضرت مولانا بدر عالم نور اللہ مرقدہم مسند تدریس پر قرآن وحدیث کے رموز ومعانی سمجھایا کرتے تھے جن کے نقوش پا کی تازگی وتابانی آج بھی عیاں ہے، حضرت مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ (مہتمم جامعہ جو انہی اسلاف کی علمی وعملی یادوں کے امین ہیں) کے ساتھ چند لمحات گذارنے کا شرف حاصل ہوا جو میری زندگی کا متاع عزیز ہیں۔

حضرت موصوف کی باتوں میں شیخ بنوری کی بیکراں شفقت کا رنگ نمایاں پایا، بعد عشاء جامعہ کی مسجد میں ایک نہایت باوقار جلسہ سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قرآن وانسانیت کے موضوع پر اظہار خیال کیا حق تعالیٰ کے حضور کس زبان سے شکر بجالاؤں کہ اس نے مجھے محض اپنے لطف وکرم سے اس مخزن علم وحکمت کے مشاہدہ کی سعادت سے نوازا اللہ تعالیٰ اس گلشن کو ہمیشہ آباد رکھے اور اس کی مہک سے عالم اسلام معطر ہو۔ آمین ثم آمین

دعاگو سید عبد المجید ندیم

وارد حال جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ۱۴/۳/۸۳ء

حادثات

وفات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

۶/شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷/جولائی ۱۹۸۳ء یوم دوشنبہ کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب طاب اللہ ثراہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کا حادثۂ وفات پیش آیا، آپ حضرت نانوتویؒ کے پوتے مہتمم دار العلوم دیوبند حافظ محمد احمد صاحبؒ کے فرزند ارجمند، حضرت شیخ الہندؒ کے مرید باصفا، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ علامہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید، دار العلوم دیوبند کے اٹھاون سالہ خادم، کاروان علم و فضل کے سالار، میدان خطابت کے شہسوار، مسلک دیوبند کے بہترین ترجمان تھے آپ تقریباً سو کتابوں کے مصنف بھی تھے، آپ کی وفات پورے عالم اسلام اور خصوصاً جماعت دیوبند کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کئی بار تشریف لائے تھے۔ اس جامعہ کو "دار العلوم ثانی" کے نام سے موسوم فرماتے، آپ نے یہاں مسلسلات کا درس بھی دیا تھا عوام وخواص کو خطاب بھی کیا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو قبول فرما کر جنت میں بلند مقام عطا کرے۔

وفات مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حادثہ جو اسی کے لگ بھگ پیش آیا وہ مولانا شمس الحق افغانیؒ سابق استاذ

وشیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل کا واقعۂ رحلت ہے، آپ ضلع پشاور صوبہ سرحد پاکستان کے ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے علماء سرحد وافغانستان سے فنون کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، علامہ کشمیری وغیرہ سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ آپ نے شدھی تحریک کے خلاف دارالعلوم کے پچاس مبلغین کی قیادت کرتے ہوئے بڑا کام کیا تھا، آریوں کو مناظروں میں شکست فاش دی۔ اس تبلیغی کوشش سے ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد سے بچالیا، آپ صوبہ قلات کے وزیر تعلیم بھی رہے۔ اس شعبہ میں بھی آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ "معین القضاۃ و المفتیین" بزبان عربی آپ کی مشہور تصنیف ہے جس نے عرب وعجم کے علماء سے خراج تحسین حاصل کی، جامعہ ڈابھیل میں دوسال سنہ ۱۳۶۴ھ سے سنہ ۱۳۶۶ھ تک شیخ الحدیث رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت ورحمت سے نواز کر اعلیٰ مقام نصیب کرے۔

سنہ ۱۴۰۴ھ

۱۲؍ شوال سنہ ۱۴۰۳ھ سے مدرسہ کھلا اور ۱۵؍ شوال سنہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۶؍ جولائی سنہ ۸۳ء سے تمام درجات کی تعلیم شروع ہوگئی طلبہ کی مجموعی تعداد پانچ سو گیارہ تھی۔

سالانہ جلسہ

حسب دستور تعلیم جاری رہ کر ۸؍ شعبان سنہ ۱۴۰۴ھ کو سالانہ امتحان ختم ہوا، سالانہ جلسہ ۱۱؍ شعبان سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۳؍ مئی سنہ ۱۹۸۴ء کو زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی منعقد ہوا، جس میں مہمانان خصوصی حضرت مولانا معین الدین صاحب مدظلہم شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد، حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ صدر جمعیۃ العلماء ہند اور حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقشبندی مدظلہ (پاکستان) نے شرکت فرمائی اور اپنے مواعظ سے حاضرین کو استفادہ کا موقع عنایت فرمایا، نیز فضلاء کی دستار بندی فرمائی۔

فارغین

افتاء کی سند حاصل کرنے والے دو ۲، عالم فاضل کی سند حاصل کرنے والے تیس ۳۰، حفظ قرآن ختم کرنے والے اٹھائیس ۲۸، ناظرہ ختم کرنے والے دس ۱۰ رہے، قراءت سبعہ کی تکمیل کرنے والے آٹھ ۸، اور حفص کی تکمیل کرنے والے بھی آٹھ ۸۔

مدرسین

۶؍ شوال سنہ ۱۴۰۴ھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی راہی ملک بقاء ہوئے، ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۴ھ کے اواخر میں مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری مدظلہ شیخ الحدیث کے منصب پر مقرر ہوئے۔

سالانہ خرچ

قیام وطعام، روشنی، پانی وغیرہ پر دس لاکھ اکیاون ہزار دو سو تہتر (۱۰،۵۱،۲۷۳) روپے اور تعمیر ومرمت پر چار لاکھ چالیس ہزار (۴،۴۰،۰۰۰) روپے خرچ ہوئے۔

لجنۃ القراء کا سالانہ جلسہ

شعبۂ تجوید کی انجمن "لجنۃ القراء" کا سالانہ جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا قاری امیر علی صاحب مدظلہ (ناظم تعلیمات وصدر شعبۂ تجوید مدرسہ حیات العلوم مرادآباد) رجب سنہ ۱۴۰۴ھ میں منعقد ہوا جس میں حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ نے بھی شرکت فرمائی۔

شعبۂ تحریر وتقریر کا سالانہ جلسہ

انجمن جمعیۃ الطلبہ کا سالانہ جلسہ بھی رجب سنہ ۱۴۰۴ھ میں منعقد ہوا جس میں مختلف موضوعات پر طلبہ نے تقریریں کیں، اس جلسہ میں حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم اور محترم مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری زیدمجدہم (استاذ الادب ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور محترم مولانا عبداللہ صاحب مدظلہم مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر نے شرکت فرمائی۔

فتاویٰ

اس سال جامعہ کے دارالافتاء سے سات سو چوّن (۷۵۴) سوالات کے جوابات دئے گئے۔ مولوی شبیر احمد دیولوی اور مولوی الیاس احمد دیولوی فضلاء جامعہ نے دارالافتاء سے سند افتاء حاصل کی۔

تعمیرات

قدیم دارالاقامہ (مغربی جانب کی سفالہ پوش لائن) اس سال توڑ دی گئی جس سے جامعہ کا درمیانی صحن مزید وسیع ہوگیا۔ دارالاقامہ کے ملبہ سے ایک جدید دارالاساتذہ مدرسہ کی زمین کے مغربی حصہ میں بنگلے کے پیچھے زیر تعمیر ہے، اکثر کام ہوچکا ہے، اس میں بارہ اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکیں گے۔

اعیان واکابر کی تشریف آوری

سالانہ جلسہ کے موقع پر جو اکابر تشریف لائے تھے ان کے علاوہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مدظلہٗ، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہٗ، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ، حضرت مولانا وحیدالزمان صاحب کیرانوی مدظلہٗ، مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری (شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو) نے درمیان سال میں اپنے ورود مسعود سے جامعہ کو نوازا، جامعہ کی ترقیات سے خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

جامعہ کی جنوبی افریقہ کمیٹی کے صدر جناب الحاج موسیٰ بڈھانیہ صاحب اور اس کے فعال رکن الحاج ابراہیم ماکڑا صاحب بھی تشریف لائے تھے جو جامعہ دیکھ کر مسرور ہوئے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب مدظلہٗ نے اس سال بھی اپنے دورہ سے نوازا، ایک ماہ کے قریب قیام رہا، جنوبی مدارس کا دورہ بھی فرمایا، اساتذہ اور طلبہ نے خوب خوب استفادہ کیا۔ جزاہ اللہ خیراً۔

وفیات

وفات مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی

مولانا ابراہیم سنجالوی جامعہ کے اولین فضلاء میں تھے س۴۷ھ میں فراغت کے فوراً بعد افریقہ چلے گئے تھے وہاں علماء کے سرخیل سمجھے جاتے تھے، اخیر تک افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے لوگوں کو آپ کے فتاویٰ پر کافی اعتماد تھا، وہاں علم کی اشاعت کا بھی بڑا کام کیا، آپ کی وفات سے جنوبی افریقہ میں کافی خلاء پیدا ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

وفات مولانا اسماعیل گارڈی

آپ بھی جامعہ کے قدیم فاضل تھے س۴۸ھ میں فارغ ہوئے، سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے، علمی استعداد بہت اچھی تھی، آپ کے والد صاحب جناب حاجی یوسف گارڈی نے جامعہ کے ابتدائی دور میں جامعہ کی ترقی میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا جس کی تفصیل اس تاریخ کے شروع میں گذر چکی ہے آپ نے بھی اس سلسلہ میں جامعہ کو فراموش نہیں کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

وفات حاجی احمد منگیرا صاحب

جامعہ کے خصوصی معاون و محسن جناب حاجی احمد منگیرا صاحب ڈابھیل کی وفات سے بھی جامعہ کو صدمہ پہنچا ہے، مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، طبیعت میں یکسوئی، مزاج میں سخاوت تھی، جامعہ کے بڑے خیر خواہ تھے، غریب طلبہ کی موقعہ بموقعہ مختلف قسم کی امداد کرتے رہتے تھے، آخری عمر میں جنوبی افریقہ اپنے صاحبزادوں کے پاس چلے گئے تھے وہیں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

یہاں تک سنہ وار جامعہ کے حالات مکمل ہوئے۔

فضل الرحمٰن اعظمی
محرم ۱۴۰۵ھ

مجلس علمی ڈابھیل

علماء دیوبند کا قافلہ جب ڈابھیل پہنچا تو اس کے ساتھ علمی و تحقیقی ذوق، علم کی اشاعت کا شوق بھی یہاں منتقل ہوا، چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے زیر سرپرستی ایک مجلس علمی جامعہ کے احاطہ میں قائم ہوئی، جس کے ارکان بیشتر جامعہ کے اساتذہ ہی تھے۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مجلس وجود میں آئی، اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ کتب دینیہ جو اب تک منصۂ شہود پر نہیں آسکی ہیں یا گوشۂ خمول میں پڑی ہوئی ہیں ان کی اشاعت کی جائے۔ حسن اتفاق سے مالی تعاون کیلئے اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد بن موسیٰ سملکی ثم افریقی کو اس مجلس سے منسلک کر دیا، بلکہ یہ مجلس اور اس کی ساری خدمات آں موصوف ہی کی سخاوت اور کشادہ دلی کا زندہ ثبوت ہیں، آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لے کر علامہ کشمیری وغیرہ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، پھر شاہ صاحب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اس قافلہ علمی کے یہاں لانے میں آپ اور آپ کے والد صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے جیسا کہ تاریخ کے ابتدائی احوال سے معلوم ہوا، مولانا محمد بن موسیٰ میاں کو شاہ صاحب سے شیفتگی کے درجہ کی عقیدت تھی، شاہ صاحب کے منشاء اور خواہش کو پورا کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ آخر تک شاہ صاحب کی ایسی خدمت کی کہ شاید و باید۔ بلکہ شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کی اولاد کی خدمت بھی برابر کرتے رہے۔

اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مجلس علمی شاہ صاحب کے ہی علمی آثر کی ایک تابندہ یادگار ہے اس مجلس کے ذریعہ دیگر اہم تصنیفات کے ساتھ علامہ کشمیری کی تالیفات کی خوب اشاعت ہوئی، اس کا دفتر جامعہ کے احاطہ میں قائم تھا، علامہ کشمیری کے داماد مولانا سیّد احمد رضا بجنوری مدظلہٗ اس کے ناظم تھے کئی سال تک یہاں مقیم رہے، جامعہ میں کچھ اسباق بھی للہ پڑھایا کرتے تھے، مولانا محمد یوسف بنوری بھی تدریس کے ساتھ مجلس علمی کا کام کرتے تھے، شوال ۱۳۵۶ھ میں یہ دونوں حضرات مجلس علمی کی طرف سے حج کرتے ہوئے قاہرہ پہنچے جہاں ایک سال سے زیادہ قیام رہا ۵۸ھ میں واپسی ہوئی مصر کے زمانۂ قیام میں مولانا بنوری نے عربی مجلات میں مقالات لکھ کر علماءِ ہند اور ان کی خدمات جلیلہ کا تعارف کرایا، فیض الباری اور نصب الرایہ کی طباعت کا کام انجام پایا۔

۱۳۵۶ھ میں مولانا محمد یوسف کاملپوری یہاں مجلس علمی کے رکن کی حیثیت سے قیام پذیر تھے، مقامات کی جماعت کی انشاء ان کے سپرد تھی، آپ بھی زبردست ادیب تھے، مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کے سفر افریقہ سے واپسی پر خیر مقدمی قصیدہ عربی میں لکھا تھا، مولانا سراج احمد صاحب رشیدیؒ کے وصال پر مرثیہ بھی لکھا تھا، اس تاریخ کے اخیر میں یہ تمام اشعار دیکھے جاسکتے ہیں، شاہ صاحب کا مرثیہ اور آپ پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا:

(ملاحظہ ہو نفحۃ العنبر ص ۲۱۶ و ص ۲۱۵)

۵۲ھ اور ۵۴ھ میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی نے مجلس علمی کیلئے علامہ کشمیری کی تقاریر بخاری کو بہت ہی جانفشانی سے مرتب کیا، تدریس کا کام صرف نصف وقت میں کرتے تھے اور نصف تنخواہ بھی لیتے تھے۔

ادھر آخر میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی تصحیح و تعلیق سے مسند حمیدی دو جلدوں میں اور مصنف عبد الرزاق گیارہ جلدوں میں اور سنن سعید بن منصور کا کچھ حصہ دو جلدوں میں شائع کرکے مجلس علمی ڈابھیل نے

علامہ کشمیری کی دیرینہ دلی تمنا پوری کردی، عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دنیا کے اہم علمی اداروں میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی مطبوعات کی ایک فہرست مختصر تعارف کے ساتھ پیش خدمت ہے:-

۱۔ نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ

چار ضخیم جلدوں میں ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی اس کی تصحیح اور تعلیق کا کام مجلس علمی نے مولانا عبد العزیز پنجابی بہالوی سے کرایا جو "اطراف البخاری" کے مصنف ہیں شاہ صاحب ان کے علم پر اعتماد کرتے تھے، مگر ان سے یہ کام صرف کتاب الحج تک ہوسکا۔ بعد میں یہ کام مولانا محمد یوسف کاملپوری (فاضل جامعہ) نے مکمل کیا۔ اس کی تفصیل مقدمۂ نصب الرایہ ص ۶۱ و ۶۲ میں ملاحظہ ہو۔

کتاب کے شروع میں مولانا محمد یوسف بنوری کے قلم سے مقدمہ بھی ہے جس میں نصب الرایہ کا اختصاص، محدث زیلعی کا علمی مقام اور صاحب ہدایہ کا تذکرہ اور شروح وحواشی کا تعارف درج ہے۔ پھر علامہ محقق محمد زاہد الکوثری کے قلم سے بہت ہی قیمتی معلومات پر مشتمل "مقدمہ" بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب پچاس سال کے بعد دیدہ زیب ہوکر منظر عام پر آئی۔

۲۔ فیض الباری تقریر بخاری علامہ کشمیری

یہ بھی چار جلدوں میں علامہ کشمیری رح جیسے بحر العلوم کی تقاریر بخاری کا ایک مجموعہ ہے۔ مرتب تقریر مولانا بدر عالم میرٹھی کے قلم سے اس کا حاشیہ "البدر الساری" اس کی زینت کو دوبالا کر رہا ہے۔ یہ مجموعہ بڑے بڑے محدثین اور محققین کی طرف سے خراج تحسین حاصل کرچکا ہے۔ اور مجلس علمی نے اس نادر ذخیرہ کو شائع کرکے شاہ صاحب کے علوم سے استفادہ کو پورے عالم کے لئے عام کردیا ہے۔ شروع میں مرتب تقریر مولانا میرٹھی اور مولانا محمد یوسف بنوری کے قلم سے مقدمہ بھی شامل ہے۔

۳۔ مشکلات القرآن

علامہ کشمیری نے قرآن کی آیات سے متعلق جو خاص نکات اور تحقیقات اپنی بیاض میں تحریر فرمائی تھیں۔ ان ہی

سے یہ کتاب تیار ہوئی۔ مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ نے مجلس علمی قائم ہونے کے بعد علامہ کی حیات میں اس کی تبییض کرتے، کتب تفسیر سے اس کے حوالے نکالتے اور علامہ کو دکھاتے تھے۔ یہ کام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ علامہ کشمیری نے دوسرے رسائل لکھنے شروع کر دیے اور مولانا بجنوری ان کی تبییض میں مشغول ہو گئے اس لئے یہ کام ملتوی ہو گیا اور پھر شاہ صاحب کا وصال بھی ہو گیا۔ ۱۳۵۶ھ میں شاہ صاحب کے انتقال کے چار سال بعد ان کی بیاض خاص سے یہ کتاب تیار کر کے لیتھو پر چھاپ کر شائع ہوئی۔ شروع میں مولانا یوسف بنوری مدرس جامعہ و رکن خاص مجلس علمی کے قلم سے "یتیمۃ البیان" کے نام سے بہت ہی مفید فصیح و بلیغ عربی زبان میں ایک مقدمہ بھی ہے۔ یہ کتاب دوبارہ بھی مجلس علمی نے ٹائپ سے شائع کر دی ہے۔

۴- اکفار الملحدین

کسی کی تکفیر کے متعلق شرعی ضابطہ کی تحقیق و تنقیح کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ بہت سے علماء کے نزدیک بھی واضح نہیں تھا۔ اس لئے قادیانیوں کی تکفیر میں ان کو تامل تھا۔ شاہ صاحب نے یہ بات علماء اور محققین کے کلام سے ثابت کر دی کہ ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کا منکر کافر ہے۔ علماء کی عبارتیں اس پر متفق ہیں۔ اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے۔ ۱۳۴۳ھ سے قبل یہ کتاب تیار ہو گئی تھی۔ بڑے بڑے علماء نے اس پر تقریظات لکھیں۔ حضرت شاہ صاحب کی نظر ثانی کے بعد مجلس علمی ڈابھیل نے ۵۰ھ میں اس کو دوبارہ شائع کیا۔

۵- نیل الفرقدین

رفع یدین کے مسئلہ پر بہت منصفانہ کلام ہے۔ صرف ایک مہینہ کے قریب مدت میں شاہ صاحب نے قیام ڈابھیل کے زمانہ میں ۵۰ھ میں یہ رسالہ مرتب فرمایا اور اسی سال مجلس علمی نے شائع کیا۔

۶- بسط الیدین

یہ نیل الفرقدین پر تعلیق ہے جو شاہ صاحب نے ۵۱ھ میں نیل الفرقدین کے حاشیہ پر تحریر فرمائی تھی، مجلس علمی نے اس کو رسالہ کی شکل میں اسی سال شائع کر دیا۔

۷- عقیدۃ الاسلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور اخیر زمانہ میں نزول من السماء کے عقیدہ کو قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور اقوال علماء سے شاہ صاحب نے اس طرح ثابت فرمایا کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ یہ کتاب ۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی تھی۔ ۵۰ھ میں شائع بھی ہو چکی تھی۔ دوبارہ ۸۰ھ میں کراچی پاکستان سے شائع ہوئی جس پر مولانا محمد یوسف بنوری کا وسیع مقدمہ بھی ہے۔

۸- تحیۃ الاسلام

عقیدۃ الاسلام کا حاشیہ ہے جس میں قرآن کی بلاغت و اعجاز اور توفی کے معنی پر تفصیلی بحث ہے۔ رسالہ کے اخیر میں ایک چھوٹا رسالہ ”ایناس باتیان ایاس“ حضرت الیاس علیہ السلام سے متعلق ہے۔ یہ تحیۃ الاسلام رسالہ ۵۱ھ میں لکھا گیا اور اسی سال شائع بھی ہوا۔ بعد میں مجلس علمی نے پاکستان سے عقیدۃ الاسلام اور تحیۃ الاسلام کو یکجا کر کے مولانا محمد یوسف بنوری کے مقدمہ کے ساتھ ٹائپ سے شائع کیا۔

۹- التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

یہ ایک رسالہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخیر زمانہ میں نازل ہونے سے متعلق احادیث مرفوعہ اور آثار کو جمع کیا گیا ہے۔ پچھتر مرفوع حدیثیں اور ۲۶ر آثار اس کتاب میں آئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان احادیث کو منتخب کرنے کے لئے پوری مسند احمد دوبارہ دیکھی تھی دیگر حدیث کی جتنی کتابیں مل سکیں ان کا مطالعہ کر کے حدیثوں کو جمع کیا، علامہ شوکانی نے بھی اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا تھا مگر اس میں صرف ۲۹ حدیثیں جمع کر سکے تھے۔ مفتی شفیع صاحب نے اس رسالہ پر مقدمہ بھی لکھا ہے۔ بلکہ وہی اس رسالہ کے مرتب بھی ہیں۔ حلب کے مشہور عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ تلمیذ رشید علامہ محمد زاہد کوثری کی تحقیق و تعلیق کے بعد ۸۵ھ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے دوبارہ شائع کیا ہے۔ شیخ عبد الفتاح نے مرفوع احادیث اور آثار صحابہ پر کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔

۱۰- فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب

قراءت خلف الامام کے مسئلہ پر بہت جامع رسالہ ہے۔

حدیث عبادہ رضؓ پر تمام پہلو سے سیر حاصل بحث ہے۔ فصاعداً کی تفسیر پر ایسا کلام ہے جو کہیں نہیں ملے گا۔ سیبویہ کے حوالے سے امام بخاری نے ایسا مطلب تحریر کیا تھا جو احناف کے خلاف تھا اس کا جواب علامہ عینی نے بھی نہیں دیا تھا۔ احناف پر ایک قرض تھا شاہ صاحب کی عبقری شخصیت نے اس مسئلہ کو بے نقاب کیا۔ یہ بحث بہت دقیق ہے۔ ۱۳۳۱ھ میں یہ تصنیف مکمل ہوئی۔ اس موضوع پر شاہ صاحب نے ایک رسالہ فارسی میں بنام "خاتمۃ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب" تصنیف فرمایا تھا جو دیوبند سے طبع ہوا تھا۔

۱۱۔ ضرب الخاتم علی حدوث العالم

تقریباً چار سو اشعار پر مشتمل عربی میں ایک رسالہ ہے جس کا موضوع ہے حدوث عالم اور وجود باری تعالیٰ۔ یہ بھی اپنے موضوع پر بے نظیر اور انوکھا رسالہ ہے ۱۳۴۵ھ میں لکھا گیا۔

۱۲۔ کشف الستر محشی

وتر کے مسئلہ پر ائمہ کے مذاہب و دلائل اور وتر کی حقیقت پر بہت محققانہ رسالہ ہے۔ امت میں اس مسئلہ میں اختلاف کے اسباب بھی مذکور ہیں۔ ضمناً دوسرے نفیس مسائل بھی آ گئے ہیں ۱۳۴۹ھ میں یہ رسالہ لکھا گیا اور ۱۳۵۳ھ میں مجلس علمی نے شائع کیا۔

۱۳۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم

یہ گویا ضرب الخاتم کی شرح ہے نثر میں ہے۔ اس کو اس انداز میں لکھا گیا ہے کہ سمجھنا آسان ہو۔ ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا اور اسی سال مجلس علمی نے شائع کیا۔

۱۴۔ خاتم النبیین

ختم نبوت کے موضوع پر فارسی میں ایک رسالہ ہے۔ اس موضوع پر دوسری کتابیں خود شاہ صاحب کی شائع ہو چکی تھیں۔ اس رسالے سے مقصود موضوع کے بعض مخفی گوشوں کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ شاہ صاحب کی آخری تصنیف ہے جو مرض وفات میں قلم سے نکلی ہے۔ شاہ صاحب اسے اپنے

لئے زاد آخرت فرماتے تھے، آپ کا ارادہ تھا کہ اسے اپنے مصارف سے طبع کرا کر باشندگان وطن میں تقسیم کریں گے، اہل کشمیر کی رعایت سے فارسی میں لکھی تھی لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۵۱ھ کے اخیر میں یہ تالیف شروع ہوئی۔ وفات سے چند روز قبل تسوید سے فراغت ہوئی تھی۔ تبییض سے قبل پیام اجل آ پہونچا۔ مجلس علمی نے مرحوم کے ورثاء سے طلب کر کے ۱۳۵۳ھ میں شائع کیا۔

۱۵۔ نفحۃ العنبر من ھدی الشیخ الانور

مولانا یوسف صاحب بنوری رکن مجلس علمی و استاذ جامعہ اسلامیہ کے قلم بلاغت رقم سے علامہ کشمیری کے حالات و کمالات، اخلاق و شمائل درج ہوئے ہیں۔ ۵۴ھ میں چند ماہ میں ڈابھیل میں لکھی گئی۔ اس کتاب کو پڑھ کر شیخ محمد زاہد کوثری نے فرمایا تھا "ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کے شیخ میرے سامنے کھڑے ہیں" بڑے بڑے علماء نے اس کتاب کی زبان و بیان کی تعریف کی ہے۔ آخر میں عربی قصیدے بھی ہیں۔ مجلس علمی نے ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء میں شائع کیا۔ دوسری بار مجلس علمی کراچی پاکستان نے ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء میں اضافہ کے ساتھ شائع کیا۔

۱۶۔ بغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب

استقبال قبلہ کے موضوع پر مولانا بنوری کے قلم سے بہت ہی جامع اور حاوی تصنیف ہے۔ تقریباً سو کتابوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب تیار ہوئی ہے۔ اکابر علماء نے اس پر تقریظات لکھی ہیں۔ ۱۳۵۳ھ میں اس کی تبییض سے فراغت ہوئی۔ اور ۵۷ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

۱۷۔ العرف الشذی تقریر ترمذی علامہ انور شاہ کشمیری

یہ کتاب دیوبند سے طبع ہو چکی تھی۔ شاہ صاحب کی درس ترمذی کی تقریر ہے جسکو آپکے ایک شاگرد مولانا محمد چراغ پنجابی نے جمع کیا تھا۔ نہ شاہ صاحب کے قلم سے ہے نہ آپ نے نظر ثانی فرمائی تھی۔ مجلس علمی نے دوبارہ

اس کو اصلاح و اضافہ کے بعد شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ مولانا بنوری نے اس کے بہت سے حصہ پر کام بھی کر لیا تھا۔ لیکن ابھی طباعت کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حالات بدل گئے تقسیم ہند کے بعد مولانا یوسف بنوری رح پاکستان منتقل ہو گئے، وہاں مجلس علمی کا دفتر بھی قائم ہوا، کافی عرصہ گذرنے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ العرف الشذی کو شائع کرنا زمانہ کے مزاج کے مطابق نہیں ہوگا اس لئے اس کو ایک مستقل تصنیف کا رنگ دیا گیا۔ عرف شذی کی اصلاح کے بعد علامہ کشمیری کے آثار السنن[1] للنیموی کے اوپر تعلیق اور حاشیہ کی مدد سے اضافہ کر کے معارف السنن کے نام سے ترمذی کی شرح لکھی گئی، کام تو پرانا ہی تھا لیکن

---

[1] علامہ شوق نیموی کی آثار السنن احناف کے لئے کس قدر مفید کتاب ہے اہل علم جانتے ہیں شاہ صاحب نے اس کے حاشیہ اور بین السطور کو تعلیقات سے پر کر دیا ہے۔ مجلس علمی نے اس کا فوٹو لیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "الاتحاف لمذہب الاحناف" اگر اس کے حوالوں کی تخریج کی جائے تو کئی جزوں میں ایک کتاب بن جائے۔ خاص حدیث پر کام کرنے والے محدثین کو اس کے نسخے دئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے اپنی اس تعلیق کا تذکرہ نیل الفرقدین میں کیا ہے لکھا ہے کہ شیخ مرحوم تالیف کے وقت اس کتاب کا کچھ کچھ حصہ میرے پاس بھیجتے تھے حتی کہ میں ان کا اس میں ساتھی تھا اور بعد میں میں نے بہت سی چیزیں اس میں بڑھائی ہیں ص۵۶ القول الحسن میں ابن النیموی نے اگرچہ اس سے انکار کیا ہے لیکن شاہ صاحب کی تحریر ملنے کے بعد انکار ممکن نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آثار السنن کی تالیف مکمل ہو چکی ہو پھر بھی مزید تحقیق و تفتیش جاری رہی ہو۔ طباعت تک مصنفین اپنی تالیفات پر کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

نیا رنگ دیا گیا۔ پہلی جلد ۱۳۸۳ھ میں کراچی سے شائع ہوئی اور چھٹیں جلد تک پہونچ کر رک گئی اس آخری جلد کے اخیر میں مولانا بنوری نے ادوار تالیف معارف السنن کے نام سے جو تفصیل لکھی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کام ڈابھیل ہی میں ہوا۔ اسلوب کی تجدید اور چھٹیں جلد کا کچھ کام کراچی میں ہوا۔ یہ شرح شاہ صاحب کے علوم کا مستند اور معتبر ذخیرہ ہے۔ شاہ صاحب نے اختلافی مسائل پر جو رسائل لکھے تھے ان کا خلاصہ بھی تشریح کے ساتھ اس شرح میں آگیا ہے۔ اس شرح نے شروح کی فہرست میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ اہل نظر علماء نے اس کی بہت داد دی ہے، بہت سی شرحوں سے بے نیاز کر دینے والی یہ شرح ہے۔

۱۹،۱۸- الروح فی القرآن - اور خوارق عادات

روح کی حقیقت پر علامہ شبیر احمد عثمانی رح کا اردو میں ایک رسالہ ہے۔ بہت عمدہ اور فائق۔ مجلس علمی نے اسے ۱۳۵۰ھ میں شائع کیا شعبان ۵۰ھ ہی میں ڈابھیل میں مولانا نے لکھا تھا۔ مولانا کا ایک دوسرا اردو رسالہ خوارق عادات بھی مجلس نے شائع کیا تھا جس میں معجزات اور نظام الٰہی پر بہت اچھی بحث ہے۔

۲۰- سیرت رسول کریم بنام نور البصر فی سیرۃ خیر البشر

مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی استاذ جامعہ اسلامیہ نے حضرت شاہ صاحب کے حکم سے سیرت نبویہ کے موضوع پر یہ کتاب تحریر فرمائی تھی، متعدد بڑے علماء نے اس کو اوسط درجہ کے طلبہ کے لئے داخل درس کرنے کی سفارش کی تھی۔ ۲۷۸ صفحات پر مشتمل ہے مجلس علمی نے اسے ۵۰ھ میں شائع کیا تھا۔ اب نایاب ہے۔

۲۱- معارف مدنیہ

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے اعتکاف میں جو معارف کھولے تھے ان کو بیان فرمایا ہے۔ مکتوبات کی طرح یہ بھی فارسی میں ہے۔

۲۲- حق الیقین

علامہ محمود تبریزی شستری کا فارسی رسالہ ہے جس میں اسرار و حقائق کا بیان ہے۔

۲۳- زاد الفقیر

علامہ محقق ابن الہمام کا مسائل صلوٰۃ پر ایک رسالہ ہے۔ بہت مرتب اور ایسی جزئیات پر مشتمل جس سے بڑی بڑی کتابیں بھی خالی ہیں۔ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کا اس پر بہترین حاشیہ بھی ہے جس کا نام ہے "مستزاد الحقیر"۔

۲۴- خزائن الاسرار

علامہ کشمیری نے دمیری کی کتاب الحیوان سے اقتباسات جمع کئے ہیں پھر اس پر اپنی طرف سے فوائد بھی تحریر فرمائے ہیں۔ سنہ ۵۴ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ انتخاب کا کام بیس پچیس سال قبل کشمیر میں کیا تھا۔

۲۵- البدور البازغہ

یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کے طرز پر ایک تصنیف ہے یہ کتاب مخطوطہ اور نادر تھی۔ مجلس علمی نے دار العلوم دیوبند اور مکہ مکرمہ میں مولانا عبید اللہ دیوبندی کے پاس سے حاصل کر کے شائع کیا۔ اس کا موضوع بھی وہی اسرار شریعت اور حکومت الٰہیہ کی تشکیل ہے۔ عالم عربی کی رہنمائی کے لئے مجلس کا یہ کام بہت عظیم تھا۔ سنہ ۵۴ھ میں شائع ہوئی۔

۲۶- الخیر الکثیر

یہ بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معارف و حقائق کے موضوع پر ایک تصنیف ہے اور شاہ صاحب کی دیگر تصانیف سے فائق ہے۔ شریعت اور طریقت کی جامع ہے، کتاب نایاب تھی بہت کوشش کے بعد مجلس کو کئی مسخ شدہ نسخے ملے ان میں آپس میں اختلاف بھی تھا، مولانا عبید اللہ دیوبندی نے اپنا وہ نسخہ جب ارسال کیا جو ماسکو (روس) کے نسخہ سے منقول ہے تو مجلس نے اسی کو شائع کیا۔ اختلاف کے وقت اسی نسخہ پر اعتماد کیا۔ سنہ ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی۔

۲۷- التفہیمات الالٰہیہ

یہ بھی محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس میں مسائل اجتہادیہ میں ائمہ کے مابین اختلاف کا منشا اور اس مسئلہ میں صحیح راستہ سمجھایا گیا ہے۔ کتاب و سنت میں نص نہ ملنے کے وقت رائے صحیح معلوم کرنے کے لئے ائمہ اربعہ کا طریقہ ہی عمدہ طریقہ ہے۔ اہل علم کو قیمتی نصیحتیں بھی ہیں۔ سنہ ۱۳۵۵ھ (سنہ ۱۹۳۶ء) میں یہ کتاب شائع ہوئی۔

۲۸- ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

مسئلہ خلافت، خلفاء راشدین کی خلافت کی حقیقت، ان کا علمی مقام، ان کے اجتہاد اور استنباط کی شرعی حیثیت وغیرہ مضامین پر کتاب و سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں بہترین کتاب ہے اس سے قبل اس موضوع پر ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابوں میں سب سے اچھی اور بہتر ہے تو غلط نہیں ہوگا، کتاب فارسی میں تھی اور مطبوع تھی مگر نایاب تھی۔ مجلس علمی نے اس کی تعریب کرا کر شائع کیا۔

یہ اٹھائیس کتابوں کے نام مختصر تعارف کے ساتھ اس فہرست سے ماخوذ ہیں جو مجلس علمی نے کتابچہ کی شکل میں عربی میں شائع کی تھی تقسیم ہند کے بعد کراچی پاکستان میں بھی مجلس علمی کی شاخ قائم ہوئی۔ مالی تعاون کرنے والے مولانا محمد بن موسیٰ میاں کے اولاد و احفاد جوہانسبرگ جنوبی افریقہ رہتے ہیں اس لئے وہاں بھی اس کا دفتر قائم ہے اس وقت مولانا محمد میاں مرحوم کے صاحبزادہ مولانا ابراہیم میاں اس کے روح رواں ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے جو علمی خدمات انجام پائیں ان کے علاوہ ہندوستان سے بھی بعض بہت ہی عظیم کتابوں پر تحقیق و تعلیق کا کام انجام پایا جس کو مجلس علمی نے شائع کیا۔

المسند للحمیدی

یہ کتاب دو جلدوں میں امام بخاری کے شیخ الحمیدی کی تصنیف ہے وقت کے مشہور محدث استاذنا المعظم علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی متعنا اللہ بطول بقائہ نے اس کو ایڈٹ کیا اور اس پر مقدمہ لکھا ہے۔ مجلس علمی نے اس کو شائع کیا۔ سنہ ۱۳۸۲ھ سے سنہ ۱۳۸۳ھ تک طباعت مکمل ہوئی۔

سنن سعید بن منصور

محدث سعید بن منصور خراسانی مکی متوفی سنہ ۲۲۷ھ کی سنن کی جلد ثالث کی دو قسمیں ڈاکٹر حمید اللہ کو ترکی میں ملیں انھوں نے مجلس علمی کو عنایت فرمائیں۔ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن کی تحقیق و تعلیق کے بعد ۱۳۸۷ھ

مطابق ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئیں۔

المصنف لعبد الرزاق

امام بخاری کے شیخ محدث عبد الرزاق متوفی کی عظیم تصنیف ہے مصنف ابن ابی شیبہ کی طرح بہت ہی حاوی اور جامع حدیث کا ایک مجموعہ ہے جس میں احادیث مرفوعہ کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے فتاوی بھی بڑی تعداد میں مذکور ہیں فقہ حنفی کے لئے ایک مفید ذخیرہ ہے کئی صدیوں سے نایاب تھا۔ علامہ کشمیری اس کے طباعت کی تمنا کرتے تھے۔ محدث اعظمی نے کئی برسوں کی عرق ریزی کے بعد اس کو طباعت کے قابل بنایا۔ مجلس علمی نے بیروت میں معیاری طباعت سے آراستہ کرکے گیارہ جلدوں میں شائع کیا۔ ۱۳۹۰ھ سے ۱۳۹۲ھ تک میں طباعت مکمل ہوئی اس کتاب کی اشاعت سے اسلامی کتب خانہ میں ایک قیمتی اضافہ ہوا، مجلس علمی کا یہ کارنامہ اور محدث جلیل کی یہ علمی خدمت اہل علم کو ہمیشہ یاد رہے گی۔

آج بھی جامعہ کا ایک کمرہ مجلس کا کتب خانہ ہے۔ اور مولانا محمد شفیع میاں صاحب مدظلہ اس کے ناظم ہیں۔

جامعہ کا نصاب تعلیم

کچھ نصاب تعلیم کے متعلق

جامعہ کا نصاب تعلیم درس نظامی (جو ہندوستان کا مشہور ترین اور مفید ترین نصاب ہے) کے مطابق ہے۔ جامعہ کے ضابطہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کا نصاب دار العلوم دیوبند کے نصاب سے اصولی طور پر مطابق ہوگا۔ اس نصاب کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس میں جمود ہے صحیح نہیں دار العلوم دیوبند کی طرح جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کے نصاب میں بھی ترمیم واصلاح کا کام برابر ہوتا رہا۔ جیسے جیسے نئی نئی تصنیفات منصۂ شہود پر آتی گئیں اور زمانہ کے لحاظ سے مفید ثابت ہوئیں جامعہ نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی۔

ابتدائی دور میں منقولات کی مکمل اور محقق تعلیم کے ساتھ معقولات اعلیٰ کی تعلیم بھی ہوتی تھی جیسا کہ اس تاریخ میں پیش کردہ تقسیم اسباق سے ظاہر ہے۔ لیکن اب کم ہوتے ہوتے منطق کی آخری کتاب قطبی (فقط حصۂ تصدیقات) اور فلسفہ میں ہدیہ سعیدیہ رہ گئی ہے۔ فلسفہ میں بھی جدید اسلوب پر ترتیب دی ہوئی کتاب معین الحکمت داخل نصاب ہے۔

۱۳۵۲ھ میں مولانا ناظم ندوی اور ۱۳۵۳ھ میں مولانا یوسف بنوریؒ کا تقرر ہوا۔ یہ دونوں عربی جدید کے قادر الکلام اور صاحب قلم ادیب تھے۔ مولانا بنوری قدیم و جدید کے بہترین مجموعہ تھے۔ نثر نگاری کے ساتھ بہترین اشعار بھی کہتے تھے۔ اس تاریخ میں ان کے قصائد مذکور ہیں۔ مولانا ناظم ندوی کے ذمہ خاص طور سے ادب ہی کی کتابیں تھیں تاکہ طلبہ میں ادبی ذوق بیدار ہو۔ مختصر المعانی سے قبل سفینۃ البلغاء اور البلاغۃ الواضحہ علم معانی کی جدید کتابیں ۱۳۵۵ھ سے داخل نصاب ہیں۔ نفحۃ العرب مؤلفہ مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب، مختارات، قصص النبیین للاطفال، القراءۃ الراشدہ مصنفہ مولانا

ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور القراءۃ الواضحہ مصنفہ مولانا وحید الزماں کیرانوی مدظلہ داخلِ نصاب کی گئیں، دروس التاریخ الاسلامی اور النحو الواضح جدید تصنیفات کو بھی جگہ دی گئی۔ مشکوٰۃ الآثار اور آثار السنن للنیموی جدید انتخابات حدیث بھی لئے گئے۔ کتاب النحو اور تیسیر المنطق بھی قبول کی گئیں۔

۱۳۹۶ھ میں ماہر تدریس علماء کی ایک میٹنگ بلائی گئی جس نے نصاب میں تھوڑی ترمیم کی اور اس بات پر خاص زور دیا گیا کہ طلبہ میں قرآن وحدیث سے شغف پیدا ہو اور ابتداء ہی سے قرآن وحدیث کے الفاظ زبان زد ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے مفتاح القرآن مصنفہ مولانا محفوظ الرحمٰن نامی بہرائچی کے پانچوں حصے نصاب میں لئے گئے جو درجۂ عربی ثانیہ تک مکمل ہو جاتے ہیں۔ درجۂ عربی ثالثہ سے ترجمۂ قرآن شروع کیا گیا جو عربی پنجم میں پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح عربی سوم سے احادیث کا انتخاب مشکوٰۃ الآثار مرتبہ مولانا محمد میاں پڑھایا جاتا ہے عربی چہارم وپنجم میں ریاض الصالحین للنووی مع آثار السنن للنیموی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح آداب واخلاق اور احکام کی بہت سی حدیثیں طلبہ کے سامنے عربی ششم سے پہلے آجاتی ہیں۔

پھر عربی ششم میں پوری جلالین مع الفوز الکبیر اور مشکوٰۃ المصابیح مکمل مع شرح نخبۃ الفکر بڑی سہولت اور بصیرت کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ طلبہ کے لئے یہ مضامین بالکل نئے نہیں رہتے۔ دورۂ حدیث تو حدیث کے لئے مخصوص ہے ہی جن میں تفسیری روایتیں بھی آتی ہیں۔ اس نصاب کے پڑھنے کے بعد قرآن وحدیث سے خصوصی تعلق پیدا ہو جانا ایک امر لازم ہے بس ضرورت ذوق وشوق اور محنت ومطالعہ کی رہ جاتی ہے جو طالبعلم کا اپنا کام ہے۔

جامعہ کا نصاب تعلیم

مجوزہ ۲۵ رجمادی الاخری سنہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۳ رجون سنہ ۱۹۷۷ء

سال اول اردو دینیات	اردو عربی قاعدہ۔ اردو کی پہلی۔ تعلیم الاسلام اول دوم۔ رسول عربی خلافت راشدہ اول دوم۔ بہشتی ثمر اول دوم۔ املاء۔ تجوید (تصحیح حروف مشق: از سورۃ الزلزال تا الناس مع سورۃ الفاتحہ۔
سال دوم فارسی اول	سیرت خاتم الانبیاء، آمدن سی لفظی، تیسیر المبتدی، رہبر فارسی۔ مصدر فیوض جدید، حکایات لطیف، کریما، پندنامہ، املاء، خوشنویسی تجوید (معرفۃ التجوید مشق از سورۃ الفجر تا الزلزال۔
سال سوم فارسی دوم	تاریخ اسلام (مولانا عاشق الٰہی میرٹھی) مکمل، مفتاح القواعد، گلستاں (باب پنجم وششم کے علاوہ) مالابد منہ مکمل، بوستاں تا باب ششم، مفتاح القرآن اول، خوشنویسی، املاء (فارسی اردو) تجوید فیض العزیز، مشق از سورۃ نبأ تا الفجر۔
سال چہارم عربی اولیٰ	کتاب الصرف، میزان ومنشعب، کتاب النحو، شرح مائۃ عامل، عربی صفوۃ المصادر القراءۃ الواضحہ اول وثانی، مفتاح القرآن دوم سوم، املاء اردو عربی، خوشنویسی تجوید ضیاء القرأت، مشق پارہ عمّ ترتیلاً۔

سال پنجم عربی دوم	ہدایۃ النحو (کامل) بعدہٗ کافیہ بحث اسم (کافیہ پڑھانے میں شرح جامی کا مطالعہ کیا جائے)، القراءۃ الواضحۃ ثالث معہ املاء (عربی اردو) تیسیر المنطق بعدہٗ مرقاۃ، مفتاح القرآن چہارم پنجم (منتخبات) تجوید فوائد مکیہ جامع الوقف، مشق منزل واحد حدراً، ترتیل، متفرقات۔
سال ششم عربی سوم	کنز الدقائق (کامل) اصول الشاشی (کامل) بعدہٗ دروس التاریخ الاسلامی اول دوم، نفحۃ العرب بعدہٗ مشکوٰۃ الآثار، شرح ابن عقیل (کامل) شرح تہذیب (تا ضابطہ) بعدہٗ ترجمہ قرآن از شوریٰ تا ختم قرآن، تجوید، مقدمہ جزریہ، خلاصۃ البیان، مشق از منزل ثانی تا ختم قرآن حدراً متفرقات ترتیلاً۔
سال ہفتم عربی چہارم	شرح وقایہ اول وثانی تا کتاب العتاق، نور الانوار (تا قیاس ضروری، اس کے بعد جتنا ہوسکے) ترجمہ قرآن مجید از اول تا سورۂ یوسف، سفینۃ البلغاء معہ قطبی تصدیقات، معین الحکمت بعدہٗ ہدیہ سعیدیہ تا نباتات مقامات حریری (دس مقامات) معہ ریاض الصالحین اول۔
سال ہشتم عربی پنجم	ہدایہ اولین کامل معہ سراجی تا ذوی الارحام۔ ترجمۂ قرآن مجید از سورۂ یوسف تا شوریٰ، مختصر المعانی تا ختم فن ثانی، شرح عقائد نسفی کامل معہ حسامی باب القیاس، آثار السنن اول ثانی معہ ریاض الصالحین ثانی۔
سال نہم عربی ششم	جلالین شریف کامل معہ الفوز الکبیر، ہدایہ اخیرین کامل مشکوٰۃ المصابیح کامل معہ شرح نخبۃ الفکر۔
سال دہم دورۂ حدیث	بخاری شریف کامل، ترمذی شریف کامل معہ شمائل ترمذی، ابوداؤد شریف کامل، مسلم شریف کامل، طحاوی شریف جلد اول، مؤطا امام محمد کامل، مؤطا امام مالک تا صوم، نسائی شریف کتاب الصلوۃ ختم، ابن ماجہ شریف تا ختم طہارت۔

دورۂ حدیث سے فارغ ہونے پر فاضل کی سند دی جائے گی، اس کے بعد تخصص اور تکمیل کے درجات میں سے کسی درجہ میں داخلہ چاہیں تو شرائط پورے ہونے پر داخلہ مل سکتا ہے

تخصص کے درجات یہ ہیں:

۱- تخصص فی الفقہ والافتاء یہ شعبہ حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ کی سرپرستی میں چل رہا ہے

داخلہ کے شرائط: (۱) اس میں اسی طالب علم کو داخلہ ملے گا جو درس نظامی سے فارغ ہو اور خصوصاً ہدایہ میں اعلیٰ نمبرات حاصل کئے ہوں۔

(۲) جس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے وہاں کے نمبرات داخلہ فارم کے ساتھ بھیجنا ہوگا، اس کے باوجود داخلہ کے وقت خصوصی جانچ بھی کی جائے گی۔

(۳) مدرسہ کے تمام قوانین کی پابندی ضروری ہوگی۔

(۴) صفائی باطن کے لئے ذکر واشغال بھی کرنا ہوگا۔

اس شعبہ کی تکمیل کے بعد ماہر الفقہ کی سند دی جاسکے گی۔

مدت تعلیم اگرچہ ایک سال ہی ہے، لیکن سال گزرنے کے بعد اضافہ کی ضرورت معلوم ہو اور طالب علم خود مزید مشق وتمرین کی ضرورت محسوس کرے تو ایک سال بڑھایا جاسکتا ہے۔

اس شعبہ کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ صاحب استعداد طالب علم اپنی استعداد کو پختہ کرسکے اور علم فقہ وفتاوی کے ساتھ اچھی خاصی مناسبت پیدا ہوجائے، کتابوں سے مسائل معلوم کرنے کا سلیقہ آجائے۔

نصاب تعلیم دارالافتاء

مدت ایک سال

۱- برائے تدریس

۱- شرح عقود رسم المفتی
۲- الاشباہ والنظائر (فن اول)
۳- مقدمۂ در مختار
۴- نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف

۲- برائے مطالعۂ خصوصی

۱- فصل فی المفتی والمستفتی از کتاب القضاء من البحر الرائق
۲- مقدمۂ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ (مولانا عبد الحیٔ لکھنوی)
۳- النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر (" " ")
۴- کتاب الجامع من الجواہر المضیئۃ
۵- فرق باطلہ کی تردید میں لکھی گئی کتابیں

۳- تمرین ومشق فتویٰ نویسی

۴- تکرار کتب فقہ
کسی بھی فقہ کی کتاب کی طلباء کو تکرار کرانا۔

۲- تخصص فی الحدیث:- اس کے سرپرست محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی اطال اللہ بقاءہ ہیں، آپ ہی نے تخصص کے لئے یہ نصاب مرتب فرمایا ہے۔

نصاب تخصص فی الحدیث

۱- علوم الحدیث (مقدمہ) لابن الصلاح۔

۲- التقیید والایضاح للحافظ العراقی
۳- شرح البخاری للنووی القدر المطبوع منہ
۴- مقدمہ فتح الباری للحافظ ابن حجر
۵- مشکل الآثار للطحاوی۔ ہر چہار جلد
۶- شرح معانی الآثار للطحاوی اول
۷- قواعد فی علوم الحدیث (مولانا ظفر احمد تھانوی مع حاشیہ عبد الفتاح ابوغدہ)
۸- غریب الحدیث لابی عبید
۹- فتح المغیث (شرح الفیۃ الحدیث للعراقی) للسخاوی
۱۰- فتح الباری مع مراجعۃ عمدۃ القاری للعینی وفیض الباری لانور شاہ الکشمیری
۱۱- المقاصد الحسنۃ للسخاوی
۱۲- نصب الرایہ للزیلعی الحافظ کامل

طریق دراسہ

۱- علوم الحدیث لابن الصلاح (مقدمۂ ابن الصلاح) کسی استاذ کے پاس پڑھ کر قواعد فی علوم الحدیث کا مطالعہ از خود۔
۲- شرح معانی الآثار درساً اس طرح کہ طالب علم ہر بحث کو فتح الباری اور عینی میں نکال کر پڑھے۔
۳- فتح المغیث کا مطالعہ از خود کرے۔
۴- مشکل الآثار کا خود مطالعہ کرے اس کو ختم کرنے کے بعد شرح بخاری للنووی کا مطالعہ کرے۔
۵- ہفتہ میں ایک دن فتح الباری یا مشکل الآثار کی کوئی بحث پڑھ کر استاذ کو سنائے بیان خود کرے۔

درجۂ قراءت

جامعہ میں تجوید کا بالکل شروع دور سے ہی اہتمام چلا آرہا ہے، ہر دور میں مجود قراء رکھے جاتے رہے ہیں۔ اس وقت چار قراء کام کر رہے ہیں، درجات حفظ کے طلبہ کے علاوہ اردو دینیات سے لے کر سال ششم عربی سوم تک تجوید پڑھنا لازم

ہے۔ عربی سوم تک تجوید کی کتابیں مکمل ہوجاتی ہیں۔ محنتی طلبہ اس وقت تک حدر سنا کر روایۃ حفص ؒ کی سند حاصل کر لیتے ہیں۔ جو طلبہ سند نہیں حاصل کر پاتے وہ بھی اتنا علم تو تجوید کا حاصل کر ہی لیتے ہیں کہ تلاوت صحیح کر سکیں اور نماز صحیح پڑھ سکیں۔

اس کے بعد تکمیل قراوت کے لئے طلبہ کو اختیار ہوتا ہے جو شوقین طلبہ قراءت سبعہ اور عشرہ پڑھنا چاہیں جامعہ اس کا انتظام کرتا ہے۔ جامعہ نے اس سلسلہ میں بہت فراخ دلی سے کام لیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ یا کسی اور ادارہ کا فاضل صرف تجوید یا قراوت کے لئے داخلہ لینا چاہے تو اس کو بھی دیگر طلبہ کی طرح قیام وطعام کی ساری سہولتیں دیتا ہے۔ باذوق طلبہ اس سہولت سے برابر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

نصاب درجۂ قراوت سبعہ متواترہ

۱- تیسیر للعلامہ الدانی
۲- حرز الامانی للشاطبی فی القراوات السبع
۳- عقیلۃ الاتراب للشاطبی فی الرسم
۴- پورے قرآن کا اجراء بطریق جمع حرفی، کچھ حصہ جمع عطفی اور کچھ جمع وقفی۔

قراوت عشرہ صغیرہ وکبیرہ

۱- الدرۃ المضیئۃ للعلامۃ الجزری
۲- الوجوہ المسفرہ للشمس المتولی
۳- ثلاثہ متممہ کا اجراء
۴- طیبۃ النشر فی القراءات العشر
۵- اس طریق کے مطابق اجراء

درجات حفظ

درجۂ حفظ میں اس وقت سات اساتذہ کام کر رہے ہیں ہر استاذ کے پاس کم وبیش بیس طلبہ ہوتے ہیں۔ حفظ کے تمام طلبہ کو درجۂ تجوید میں

جا کر تجوید سیکھنا بھی لازم ہے۔ درجات حفظ میں بھی تصحیح مخارج وصفات کا کافی اہتمام کیا جاتا ہے اسی لئے اب درجۂ حفظ میں انہی اساتذہ کا تقرر عمل میں آتا ہے جو قاری بھی ہوں درجات حفظ کا ہر ماہ امتحان بھی ہوتا ہے تاکہ پڑھا ہوا یاد رہے۔ قرآن ختم ہونے پر آخری امتحان پورے قرآن کا دینا ہوتا ہے۔ حفظ میں پختگی کے لئے یہ ضابطہ ہے کہ مغرب کے بعد سے عشاء کی اذان تک اور پھر صبح سے ایک گھنٹہ قبل اٹھ کر نماز صبح کے قریب تک اساتذہ کی نگرانی میں سبق یاد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس اہتمام کی وجہ سے ہر سال جامعہ سے اچھے حفاظ کی ایک بڑی تعداد تیار ہو کر نکلتی ہے۔ اس درجہ میں داخلہ کے لئے رمضان ہی سے درخواست دینا ضروری ہوتا ہے اس کے باوجود بہت سے طلبہ کو واپس جانا پڑتا ہے گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ نہیں مل پاتا۔

دیگر درجات

زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فضلاء جامعہ کو کچھ ایسے ہنر کی بھی ضرورت ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے معیشت کو مضبوط کر سکیں۔ قلت تنخواہ کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ معاشی اعتبار سے خوش حال ہو کر ہی دین کی بے لوث خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ جامعہ میں مندرجہ ذیل درجات کھولے گئے ہیں درجۂ انگریزی، درجۂ سلائی، درجۂ جلد سازی، درجۂ گھڑی سازی، درجۂ وائرفٹنگ۔ لیکن یہ مقصود نہیں ہیں محض رفع ضرورت کے لئے ہیں اس لئے ان کو دونوں میقاتوں کے وقفہ میں رکھا گیا ہے، اور اختیاری ہیں۔ جن طلبہ کو مستقبل میں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہو وہ اس کو سیکھ سکتے ہیں، ان کے لئے الگ سے اساتذہ مقرر ہیں، اور باقاعدہ امتحانات بھی ہوتے ہیں۔

جامعہ میں داخلہ کے قواعد

۱- داخلہ کے وقت طالب علم کی عمر بارہ ۱۲ سال ہونا ضروری ہے اس سے کم عمر کے طلبہ کو داخلہ نہیں مل سکے گا۔

۲- حفظ میں داخلہ کے لئے ۱۵ر رمضان تک جوابی لفافہ کے ساتھ درخواست آجانی چاہئے، دوسرے درجات میں داخلہ مدرسہ کھلنے کے وقت ہو سکتا ہے۔ داخلہ کے وقت سرپرست اور والی کا ساتھ آنا ضروری ہے۔

۳- داخلہ کے وقت ۱۵ روپئے پیشگی جمع کرنا ہوگا، آخر سال میں یہ رقم واپس مل جائے گی لیکن طالب علم سال کے درمیان میں بغیر اجازت بھاگ گیا تو یہ رقم ضبط ہو سکتی ہے۔

۴- جن مدارس سے ہمارا معاہدہ ہے ان کا کوئی طالب علم اگر جامعہ میں داخلہ چاہتا ہے تو اس مدرسہ کے ناظم کی طرف سے اجازت نامہ لانا بھی ضروری ہے بغیر اس کے داخلہ نہیں ملے گا۔

۵- تمام طلبہ کو مدرسہ کا یونیفارم، سفید کرتا، پائجامہ، ٹوپی پہننا ضروری ہے۔

۶- تمام طلبہ کو اسلامی طریقہ کے مطابق رہنا ضروری ہے، پنج وقتہ نماز باجماعت اور درس کی حاضری اشد ضروری ہے۔

۷- مدرسہ کے تمام مدرسین اور ملازمین کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرنا ہوگا، کوئی شکایت ہو تو مہتمم صاحب سے عرض کرے۔

۸- جامعہ کی ہر چیز اپنی سمجھ کر اس کی حفاظت ضروری ہے، نقصان کرنے کی صورت میں تاوان دینا ہوگا۔

۹- جامعہ کے باہر کسی پروگرام میں حصہ نہیں لے سکتے، مہتمم صاحب کی اجازت ضروری ہے۔

۱۰- ہر جمعرات کو انجمن کے اجلاس میں تقریر سیکھنا بھی ضروری ہے، غیر حاضری کی موجب سزا ہوگی۔

۱۱- مقررہ تعطیلات کے سوا اگر کسی کو گھر جانا ہو یا گھر والے بلانا چاہیں تو مہتمم صاحب سے درخواست کریں، درخواست کو قبول یا رد کرنے کا حق مہتمم صاحب کو ہوگا۔

۱۲- نوٹس بورڈ کے ذریعہ جو اعلان شائع کیا جائے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، کسی ضابطہ کی خلاف ورزی پر مہتمم صاحب کو پورا اختیار حاصل ہوگا۔

جامعہ کے شب و روز کا نظام عمل

صبح صادق کے بعد اول وقت میں اذان فجر ہوتی ہے، سوپروائزر صاحب تمام طلبہ کو اٹھا دیتے ہیں، نماز صبح سے قبل ہی بہت سے طلبہ جامعہ کی مسجد میں آکر مصروف تلاوت ہو جاتے ہیں، اس منظر سے آنے والے مہمان اور اکابر بہت متأثر ہوتے ہیں، نماز صبح کے بعد تمام طلبہ کو مسجد میں بیٹھ کر پندرہ منٹ تلاوت کرنا ضروری ہے اس کے بعد تمام طلبہ دار الطعام (ڈائننگ ہال) چلے جاتے ہیں جہاں ان کے چائے ناشتہ کا انتظام مکمل رہتا ہے، ناشتہ سے فارغ ہو کر ضروریات سے فارغ ہو کر درسگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں مدرسہ کا وقت شروع ہونے سے قبل ہی اکثر طلبہ درسگاہ پہنچ جاتے ہیں صبح تعلیم کا وقت پورے سال چار گھنٹے رہتا ہے۔ اوقات موسم کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں چار گھنٹے پورے ہونے کے بعد چھٹی ہوتی ہے تو طلبہ سیدھے دار الطعام پہنچ جاتے ہیں جہاں کھانا دسترخوان پر تیار رہتا ہے، زمین پر بٹھا کر کھانا کھلایا جاتا ہے کھانے سے فارغ ہو کر جو طلبہ درجات انگریزی، جلد سازی، گھڑی سازی، سلائی، وائرفٹنگ میں داخل ہیں وہ اپنے اپنے درجات میں چلے جاتے ہیں۔ بقیہ طلبہ ضروریات سے فارغ ہو کر دار الاقامہ میں آرام کرتے ہیں یا خارجی مطالعہ کرتے ہیں۔ درجات صنائع مذکورہ کے طلبہ بھی اپنے درجوں سے فارغ ہو کر آرام کر لیتے ہیں، دوپہر کے بعد مدرسہ کا وقت دو گھنٹہ رہتا ہے، وقت شروع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل ظہر کی اذان ہوتی ہے، اس کے آدھ گھنٹہ کے بعد جماعت ہو جاتی ہے، طلبہ ضروریات سے فارغ ہو کر درسگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں، چھٹی

کے بعد عصر کی اذان ہوتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں فضائل و آداب کی تعلیم ہوتی ہے، مسجد سے طلبہ دار الطعام چلے جاتے ہیں وہاں کھانا حاضر رہتا ہے فارغ ہو کر اپنی ضروریات کے لئے گاؤں میں جا سکتے ہیں سیر و تفریح اور مناسب کھیل کود کی بھی اجازت ہے مغرب کا وقت ہونے سے قبل گھنٹی بجا دی جاتی ہے تاکہ تمام طلبہ مدرسہ کی مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کریں، سنن و نوافل سے فارغ ہو کر فوراً حفظ کے تمام طلبہ کو مسجد میں اور دیگر درجات کے طلبہ کو اپنے اپنے درجات میں حاضر ہو کر سبق یاد کرنا اور بحث و تکرار کرنا لازمی ہے، ان تمام طلبہ کی نگرانی کے لئے اساتذہ مقرر ہیں جو سستی کرنے والے طلبہ اور دیر سے آنے والوں کو سرزنش کرتے ہیں عشاء کی نماز سے آدھ گھنٹہ قبل اذان ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی چھٹی ہو جاتی ہے۔ اس آدھ گھنٹہ کے وقفہ میں طلبہ تجوید کی مشق کرتے ہیں بعض مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں بعض تلاوت کرتے ہیں، عشاء کی نماز کے بعد سنت و وتر سے فارغ ہو کر یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے۔ پھر اجتماعی دعا ہوتی ہے، اس کے بعد حفظ کے طلبہ کی فرصت ہوتی ہے تاکہ وہ جلد سو جائیں، لیکن بقیہ درجات کے طلبہ کو درسگاہوں میں حاضر ہو کر پڑھائی میں مشغول ہونا ضروری ہوتا ہے اس وقت بھی اساتذہ نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ پر فرصت ہو جاتی ہے، اس کے بعد طلبہ کو اختیار ہوتا ہے چاہے پڑھیں یا سو جائیں۔ اخیر شب میں صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل صرف حفظ کے طلبہ کو اٹھایا جاتا ہے، اسی لئے ان کے لئے الگ مستقل دار الاقامہ بنایا ہوا ہے، مسجد میں آ کر فجر کی نماز سے کچھ پہلے تک وہ سبق یاد کرنے میں مشغول رہتے ہیں، اس سہانے اور مبارک وقت میں سبق بہت اچھی طرح یاد ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی وجہ سے درجۂ حفظ کی تعلیم میں پختگی پیدا ہو گئی اس کام کے لئے دو اساتذہ خصوصی الاؤنس کے ساتھ مقرر ہیں۔

جمعرات کو دونوں وقت مدرسہ رہتا ہے اور حسب معمول پورے چھ گھنٹے تعلیم ہوتی ہے صرف جمعہ کو تعطیل رہتی ہے، طلبہ کو کسی ضرورت سے اگر شہر یا اپنے گھر یا کہیں اور جانا ہے تو جمعہ کو بھی رخصت لینا ضروری ہے۔

دیگر مختلف شعبہ جات

شعبۂ تحریر و تقریر

طلبۂ کرام کے اندر تقریر و تحریر کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے ابتداء ہی سے یہ شعبہ چلا آ رہا ہے اس لئے کہ اشاعت دین اور دعوت و تبلیغ کا کام بغیر اس کے نہیں ہو سکتا اس وقت بھی یہ معمول ہے کہ ہر جمعرات کو مختلف حصوں میں طلبہ منقسم ہو کر مختلف زبانوں میں تقریر کی مشق کرتے ہیں، فارسی اول سے لیکر دورۂ حدیث تک کے طلبہ کو اُردو انجمن میں شرکت کرنا ضروری ہے، ایک ہفتہ کے بعد باری آتی ہے اس لئے جس ہفتہ اُردو میں باری نہ ہو دوسری زبان والے طلبہ اپنی علاقائی زبان میں تقریر کی مشق کرتے ہیں۔ اس طرح انگریزی، فرنجی، اور دیگر زبانوں کے جلسے بھی ہوتے ہیں، عشاء کی نماز پنجشنبہ کو دیر سے ہوتی ہے، سال میں خاص خاص موقعوں پر اجلاس عام بھی ہوتا ہے۔ سیرت النبی کا جلسہ اور سالانہ جلسہ اہتمام سے ہوتا ہے، باہر سے علماء بھی بلائے جاتے ہیں۔

تحریری مشق کے لئے "الدین" کے نام سے جداری ماہانہ پرچہ بھی طلبہ نکالتے ہیں تاکہ تحریری بھی مشق ہو مولانا احمد حسن بھام سملکی بانیٔ جامعہ کے زمانہ میں گجراتی زبان میں ماہنامہ الدین باقاعدہ چھپ کر شائع ہوا کرتا تھا بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ طلبہ کا یہ الدین اسی کی یادگار ہے۔ اس سال مہتمم جامعہ مولانا محمد سعید بزرگ صاحب مدظلہ کی توجہ سے ایک سال کا مجموعہ مضامین زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ آئندہ بھی باقی رہے۔

انگریزی انجمن کے طلبہ بھی بزبان انگریزی اپنے مقالات شائع کرنے والے ہیں، خدا کرے طبع ہو کر لوگوں کے لئے مفید بن سکے اور اس سے طلبہ میں آگے بڑھنے کا شوق پیدا ہو۔

لجنۃ القراء

تجوید و قراءت پڑھنے والے طلبہ کی بھی ایک انجمن لجنۃ القراء کے نام سے قائم ہے اس کا جلسہ بھی تین ہفتہ میں ایک مرتبہ پنجشنبہ کو بعد نماز عشاء منعقد ہوتا ہے سہ ماہی اور ششماہی پروگرام بھی ہوتے ہیں۔ جو طلبہ اس کے پروگراموں میں نمایاں درجہ

حاصل کرتے ہیں ان کو سالانہ انعامی جلسۂ قرات میں شرکت کا موقع دیا جاتا ہے، سالانہ جلسۂ قرات بڑے اہتمام سے ہوتا ہے، اچھے مجودین کو دعوت دی جاتی ہے، ان کے نمبرات پر انعامات دئے جاتے ہیں۔

کتب خانہ

جامعہ کا اپنا ایک عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں مختلف علوم وفنون کی مختلف زبانوں میں تقریباً تیس ہزار کتابیں موجود ہیں، ان میں بعض کتب بہت نادر ہیں۔ مخطوطات کی بھی ایک اچھی تعداد ہے۔ ہر سال کتابوں میں کافی اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہ کتب خانہ اس اطراف میں جامعہ کی طرح بے نظیر اور وسیع کتب خانہ ہے۔ تین بڑے کمروں میں کتابیں رکھی جاتی ہیں، اس کے لئے ایک مستقل بلڈنگ کی تجویز بھی پاس ہو چکی ہے جلد ہی اس کی تعمیر شروع ہونے والی ہے، یہ عمارت جدید انداز پر بنے گی، اسکالراو محققین ومصنفین کے لئے استفادہ کی تمام سہولتیں انشاء اللہ فراہم کی جائیں گی۔ اس کے بعد کتبخانہ کی افادیت اور زیادہ ہو جائے گی۔

طلبہ کی لائبریری

ایک دوسرا کتب خانہ طلبہ کا اپنا خاص بھی ہے جس میں درسی کتابوں کی شروح کے علاوہ مختلف موضوعات پر طلبہ کی ضرورت کے مطابق کافی کتابیں موجود ہیں اس میں ہر سال توسیع ہوتی رہتی ہے، بہت سے ماہنامے مطالعہ کے لئے منگائے جاتے ہیں ان کو مجلد کر کے محفوظ بھی کر لیا جاتا ہے، حالات حاضرہ سے باخبر ہونے کے لئے مختلف زبانوں میں اخبارات بھی آتے ہیں، اس کتب خانہ کی بھی توسیع مزید زیر تجویز ہے۔

انگریزی بولنے والے طلبہ کے لئے الگ ایک کتبخانہ ہے جو افریقہ اور انگلینڈ کے طلبہ نے اپنے شوق سے کتابیں خرید کر تیار کیا ہے، اس میں بھی بقدر ضرورت کتابیں مہیا ہیں۔

تعطیلات

جامعہ میں تعطیل کلاں نصف شعبان سے قبل ہو جاتی ہے اور نصف شوال سے پہلے

تک یعنی دو ماہ رہتی ہے، پھر عید الاضحیٰ کے موقعہ پر ۱۰ - ۱۱ روز کی تعطیل ہوتی ہے، ان کے علاوہ تعطیلات بہت کم ہیں ۱۰/ محرم اور ۱۲/ ربیع الاول کو تعطیل ہوتی ہے یا پھر ۲۶/ جنوری اور ۱۵/ اگست کو۔ ان کے علاوہ کوئی تعطیل نہیں۔ اساتذہ کے لئے قانوناً فقط ۱۵ یا ۲۰ یوم کی رخصت ہے۔ نصاب کی تکمیل کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، ہر سال اساتذہ کو سرکلر کے ذریعہ اس کی تاکید کر دی جاتی ہے کہ کتابوں کے اسباق میں مقدار خواندگی ایسی مقرر کریں کہ سال کے اخیر تک مناسب رفتار کے ساتھ کتابیں ختم ہو جائیں۔ گھنٹے ساٹھ منٹ ہی کے ہوتے ہیں، درجات کے لئے درسگاہیں مقرر ہیں، اوپر کے درجات میں اساتذہ تبدیل ہوتے ہیں طلبہ اپنی جگہ پر رہتے ہیں، اس سے درسگاہ میں کوئی انتشار بھی نہیں ہوتا اور وقت کی بھی بچت ہوتی ہے۔

مجلس شوریٰ

جامعہ کا انتظام شروع ہی سے مجلس شوریٰ کے تحت چلتا ہے، ہر پانچ سال پر مجلس شوریٰ کے ارکان کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ ٹرسٹی صاحبان کا انتخاب سات سال پر ہوتا ہے۔ مجلس شوریٰ ہی مہتمم کا انتخاب بھی کرتی ہے، اور مہتمم مجلس شوریٰ کے فیصلوں کے مطابق عمل کرتا ہے، سال میں دو میٹنگ ضرور ہوا کرتی ہے۔ بوقت ضرورت کسی وقت بھی میٹنگ بلائی جا سکتی ہے۔ ارکان شوریٰ اور ٹرسٹی صاحبان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلے جو حضرات رکن شوریٰ یا ٹرسٹی رہ چکے ہیں

۱- الحاج مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی
۲- مولوی اسماعیل یوسف گارڈی صاحب ڈابھیلی
۳- الحاج مولانا علی محمد صاحب تراجوی
۴- مولانا صوفی محمد اسماعیل صاحب کفلیتوی
۵- جناب محمد سلیمان ہانس صاحب ڈابھیلی
۶- جناب احمد یعقوب جی صاحب ایکھلوایا ڈابھیلی
۷- جناب محمد ابراہیم پٹیل نانا صاحب سملکی
(سنہ ۵۰ء میں یہ حضرات رکن تھے)

●

۸- مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی
۹- الحاج مولانا اسماعیل یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی
۱۰- الحاج ابراہیم یوسف صاحب گارڈی ڈابھیلی
۱۱- عبد الحیٔ ہاشم موٹا صاحب ڈابھیلی
۱۲- جناب محمد سلیمان ہانس صاحب ڈابھیلی
۱۳- حکیم نظام الدین شہاب الدین صاحب
۱۴- محمود احمد ایکھلوایا صاحب
۱۵- محمد محمود چنارا صاحب
۱۶- سلیمان صالح جی ماکڑا صاحب
۱۷- اسماعیل یوسف واڑی صاحب

۱۸- حاجی فخر الدین صاحب نوساری
۱۹- حاجی رضی الدین صاحب متولی جامع مسجد نوساری
۲۰- محمود اسماعیل گارڈی صاحب ڈابھیلی
۲۱- پیرزادہ محی الدین صاحب ڈابھیلی
۲۲- احمد یعقوب جی موٹا صاحب ڈابھیلی
۲۳- محمود محمد بسم اللہ صاحب ڈابھیلی
یہ حضرات بورڈ کے زمانہ میں ——— مینیجمنٹ بورڈ کے ممبر تھے

●

۲۴- مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاری دہلی
۲۵- مولانا علی محمد صاحب تراجوی
۲۶- مولانا عبد الرحیم صادق صاحب راندیری
۲۷- مولانا محمود دیندار صاحب کھلوڑی
۲۸- مولانا عبد الحق ابراہیم میاں صاحب سملکی
۲۹- مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب مہتمم سملکی
۳۰- ابراہیم محمد نواب صاحب ڈابھیلی
۳۱- عبد الحیٔ ہاشم صاحب موٹا ڈابھیلی
۳۲- مولانا محمد شفیع ابراہیم میاں صاحب سملکی
یہ حضرات بورڈ ختم ہونے کے بعد نئی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے

●

۳۳- حاجی احمد موسیٰ نانا بھائی صاحب ڈابھیلی
۳۴- حاجی احمد حاجی یوسف بوٹا والا راندیری

۳۵- حاجی احمد موسیٰ صاحب لوا پوری
۳۶- حافظ یوسف محمد نانا صاحب سملکی
۳۷- رشید احمد محمد موٹا صاحب ڈابھیلی

مذکورہ بالا حضرات ٹرسٹی مقرر ہوئے

۳۸- مولانا عبد الصمد موسیٰ صاحب سورتی ایکھر ضلع بھروچ
۳۹- مولانا عبد الرحیم فیضو میاں صاحب بورسدی ضلع کھیڑا
۴۰- مولانا عبد الحی مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی
۴۱- جناب محمد محمود ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی
۴۲- حافظ محمد امین احمد بزرگ صاحب سملکی
۴۳- حافظ اسماعیل محمد ایکھلوایا صاحب ڈابھیلی
۴۴- مولانا موسیٰ آدم الیسات صاحب منوارڈی
۴۵- مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی
۴۶- احمد یعقوب جی صاحب تراجوی
۴۷- جناب محمد سلیمان منگیرا صاحب ڈابھیلی
۴۸- اسماعیل ابراہیم پٹیل صاحب کالا کاچھوی
۴۹- حافظ سلیمان ابراہیم اسحاق جی صاحب ڈابھیلی
۵۰- حافظ داؤد مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی
۵۱- حاجی شیخ محمود منیار صاحب (حافظ برادرس) سورت
۵۲- حاجی احمد منیار صاحب عالی پوری
۵۳- مولانا سید اسعد مدنی صاحب دیوبندی صدر جمعیۃ العلماء ہند
۵۴- مولانا احمد رضا اجمیری صاحب راندیری شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر
۵۵- مولانا سیف الدین عثمانی صاحب ڈابھیلی

۵۶- مولانا محمد ابراہیم اسحاق جی صاحب ڈابھیلی
۵۷- رشید احمد حسن سلو صاحب ڈابھیلی
۵۸- سلیمان ابراہیم نواب صاحب ڈابھیلی
۵۹- مولانا قمر الدین مولانا شمس الدین صاحبان بڑودوی
۶۰- مولانا یوسف عبد اللہ پٹیل دیولوی بھروچی

(بعد میں یہ حضرات اپنے وقت پر منتخب ہوئے)

موجودہ ارکانِ شوریٰ و ٹرسٹی صاحبان

۱- جناب مولانا سید اسعد مدنی صاحب دیوبند۔ صدر جمعیۃ علماء ہند
۲- جناب مولانا محمد رضا اجمیری صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر
۳- جناب مولانا عبد الصمد موسیٰ صاحب سورتی (بھروچ)
۴- جناب مولانا قمر الدین شمس الدین صاحب بڑودوی
۵- جناب مولانا محمد سعید احمد بزرگ صاحب سملکی مہتمم جامعہ
۶- جناب حافظ محمد امین احمد نانا صاحب سملکی
۷- جناب رشید احمد حسن سلو صاحب ڈابھیلی
۸- جناب سلیمان ابراہیم نواب صاحب ڈابھیلی
۹- جناب مولوی یوسف عبد اللہ پٹیل صاحب دیولوی (بھروچ)

ٹرسٹی صاحبان

۱۰- جناب مولانا محمد شفیع میاں صاحب سملکی
۱۱- جناب حاجی شیخ محمود حافظ عمر منیار صاحب سورت

۱۲- جناب حاجی احمد الیف مینار صاحب عالی پوری

۱۳- جناب محمد سلیمان منگیرا صاحب ڈابھیلی

۱۴- جناب رشید احمد محمود موٹا صاحب ڈابھیلی

(یہ ٹرسٹی حضرات بھی مجلس شوریٰ میں شمار ہوتے ہیں)

جنوبی افریقہ کی کمیٹی

بانیٔ جامعہ نے جب سرمایہ کی فراہمی کیلئے افریقہ کا سفر اختیار فرمایا تھا اس وقت جنوبی افریقہ میں ڈابھیل وسملک اور اس کے اطراف کے تقریباً تیس گاؤں کے باشندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی اس کا نام ہے "ڈابھیل مدرسہ ٹرسٹ" وہاں جامعہ کی املاک کا انتظام اسی ٹرسٹ کے زیرِ نگرانی ہے اس کمیٹی کے ارکان اس وقت مندرجہ ذیل حضرات ہیں:-

۱- جناب حاجی محمد سلیمان منشی صاحب صدر

۲- جناب حاجی موسیٰ بڈھانیا صاحب سکریٹری

۳- جناب حاجی ابراہیم ماکڑا صاحب

۴- جناب مولانا عبد القادر ملک پوری صاحب

۵- جناب مولانا محمد ایوب صاحب کاچھوی

۶- جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب سورتی

۷- جناب حاجی احمد یوسف پانڈور صاحب

۸- جناب حاجی محمد سعید نواب صاحب

۹- جناب حاجی محمد سعید کاچھلیا صاحب

پانچ سال پر ان کا بھی انتخاب ہوتا ہے، انتخاب کے لئے تیس گاؤں کے نمائندے جمع ہوجاتے ہیں۔ ان گاؤں کے نام یہ ہیں:-

۱- ڈابھیل ۲- کالاکاچھا ۳- لاجپور ۴- بجم پور ۵- تراج ۶- ماکھنگہ
۷- باردولی ۸- نوساری ۹- نصیرپور ۱۰- ممکولی ۱۱- سملک

۱۲- نیلاڑا ۱۳- آسنا ۱۴- سچین ۱۵- کچھولی (نزد ڈابھیل)
۱۶- حاجی پور ۱۷- تاڑیا ۱۸- واکانیر ۱۹- بھٹئی ۲۰- واڑا گام
۲۱- ولیمہ ۲۲- کفلیتہ ۲۳- اکلیرا ۲۴- سامرود ۲۵- اٹاروا
۲۶- بلیشور ۲۷- خیرگام ۲۸- ملدھرا ۲۹- مانک پور ۳۰- بلک پور-

(جنوبی افریقہ سے شائع شدہ رپورٹ سے یہ نام لئے گئے ہیں)

شخصیات

اربابِ اہتمام

و

اکابر شیوخِ حدیث

مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمۃ اللہ علیہ

(فاضل مدرسہ امینیہ دہلی و بانیٔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت تقریباً ۱۲۹۶ھ ——— وفات محرم ۱۳۳۷ھ

آپ کے والد سملک کے باشندہ زراعت پیشہ بستی کے پٹیل (چودھری) تھے اپنے اثر و وجاہت کی وجہ سے معزز اور معروف تھے، ذی حوصلہ اور باہمت شخص تھے نیک خیال اور نیک کردار ہونے کی وجہ سے احباب واقران میں ممتاز تھے، انتظامی صلاحیت کی وجہ سے اختلافی اور نزاعی مسئلوں میں لوگوں کی توجہ کا مرکز، انتہائی مہمان نواز اور علماء کے قدر دان تھے، اکثر علماء اور مشائخ کا قیام آپ کے یہاں ہوتا تھا، کئی صاحبزادوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے احمد نامی یہ مولود مسعود عطا فرمایا۔ جس کی ہمت بلند اور دلِ دردمند کی برکت سے صرف یہی موضع نہیں بلکہ پورا صوبۂ گجرات علم کی روشنی سے آشنا اور بدعت وجہالت کی اندھیریوں سے گریزاں ہوا۔

تعلیم ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی۔ قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی اردو کتابیں مکتب میں پڑھنے کے بعد مدرسہ اسلامیہ کٹھور (ضلع سورت) میں مولانا عبد الحق ہزاروی سے فارسی اور ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھیں اسی زمانہ میں اس علاقہ کے مشہور عارف باللہ حضرت صوفی شاہ سلیمان[1] لاجپوری کے مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی ان کے صاحبزادہ

---

[1] صوفی شاہ سلیمان صاحب کی ولادت لاجپور میں (جو ڈابھیل سے ۶ میل کی مسافت پر واقع ہے) ہوئی، تاریخ ولادت معلوم نہیں، لیکن تاریخی واقعات سے اتنا متعین ہے کہ ۱۸۰۲ء (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۹ پر)

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۹ کا) سے قبل ہوئی، ناظرہ حفظ اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد (حافظ احمد بن دیوان) سے پائی، فارسی اور عربی کی تعلیم ریاست سچین کے قاضی حضرت فقیر اللہ سے حاصل بچپن ہی سے یاد الٰہی کا شوق تھا، اذکار و اشغال اور مجاہدہ و مراقبہ کا اعلیٰ مقام نصیب تھا، صوفی صاحب کو مولانا شاہ نظام الدین (خلیفہ مولانا جان محمد مفتی مکہ و شیخ حرم) سے چاروں طریقوں میں اجازت و خلافت حاصل تھی. شاہ نظام الدین کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت موسیٰ جی ترکیسری بھی تھے صوفی صاحب سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے، صوفی صاحب کی تعظیم کرتے تھے اور صوفی صاحب کو گیروا رنگ کا کپڑا پہننے کی وجہ سے جوگی بابا کہا کرتے تھے۔

صوفی صاحب کو حاجی وارث علی شاہ اور مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بھی خلافت حاصل تھی، آپ کی ذات سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی کاٹھیاوار کے علاقہ میں آپ سے بہت سے لوگوں کو فیض پہونچا، آپ کے زمانہ میں صوفیوں کا ایک فرقہ "بھگت" نامی وحدۃ الوجود کا قائل تھا لیکن جہالت کی وجہ سے خود کو نماز اور شریعت سے برتر سمجھتا تھا. صوفی صاحب کے ہاتھ پر ان کو توبہ کی توفیق ہوئی. مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کی قیام گاہ پر آپ نے مناظرہ بھی کیا تھا، رنگون کے سفر میں وہاں مقیم گجرات کے تجار کی اصلاح کی بہت سے لوگوں نے سودی پیشہ ترک کیا۔ لوگوں کی اصلاح، امر بالمعروف، نہی عن المنکر آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا اسکے نشیب و فراز اور موقع و محل سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے مفید خدمات انجام دے گئے۔ آپکی اور مولانا لیاقت علی صاحب کی مساعی سے نواب سچین ابراہیم صاحب کے دور میں خلافت راشدہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ اس ریاست میں قائم ہوگیا تھا، احکام شریعت کا نفاذ ہوتا تھا شرعی قانون کے مطابق مقدمات کا فیصلہ ہوتا، حدیں جاری ہوتی تھیں، بدمعاشوں اور نشہ بازوں کو درے لگائے جاتے تھے۔

آپ نے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۶ ماہ سورت کے قلعہ میں قید رہے، یہ خلوت معارف اور تقرب میں مزید ترقی کا باعث بنی، رہائی کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے حدود حرم شروع ہوتے ہی پاپیادہ ہوگئے (بقیہ حاشیہ ص۲۷۰ پر)

استاذ العلماء حضرت مولانا صوفی احمدؒ میاں لاجپوری نے تجدید کی اور باقاعدہ درس نظامی کے طرز پر تعلیم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اطراف و جوانب کے طلبہ اکٹھا ہونا شروع ہوئے. مولانا احمد حسن بھام بھی لاجپور چلے آئے اور عربی کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تعلیم شروع کی۔ مسلسل چار سال میں صرف و نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق اور مشکوۃ شریف کی تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۱۸ھ میں دہلی چلے گئے اور مدرسہ حسین بخش میں داخل ہوئے سال بھر دہلی میں قیام کرنے کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور میں دو سال گذارے پھر دہلی آئے اور مدرسہ عبدالرب

(بقیہ حاشیہ ص۲۶۹ کا) وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑتے ہی حواس باختہ ہوگئے اور تمام شب ایک ہی جگہ بیٹھے رہ گئے صبح کو رفقاء کی مدد سے طواف کیا۔ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ سہ شنبہ کو انتقال فرمایا. سورت اسٹیشن کے قریب صوفی باغ کی مسجد سے متصل مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حاشیہ صفحہ ہذا۔ لہ آپ صوفی صاحب مذکور کے صاحبزادہ ہیں، ولادت ۹ر ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ کو ہوئی گجراتی اور اردو کی تعلیم لاجپور کے اسکول میں حاصل کی، ابتدائی فارسی والد بزرگوار سے پڑھی پھر والد صاحب کے ساتھ ۱۸۹۰ء میں رنگون تشریف لے گئے وہاں مولانا سلطان احمد پنجابی (تلمیذ قاسم العلوم) سے عربی ادب کی کچھ کتابیں پڑھیں، بعدہٗ تکمیل کیلئے دہلی تشریف لائے حدیث و تفسیر مولانا رحیم بخش دہلوی سے، معقولات وغیرہ مولانا محمد اسحاق صاحب (تلمیذ مولانا عبدالحق خیرآبادی) سے حاصل کیا۔

۲۰ر سال کی عمر میں فارغ ہوکر ۱۳۱۳ھ میں لاجپور آئے اور اسی سال مطابق ۱۸۹۵ء میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو از سر نو جاری کیا. ضلع سورت کے اکثر علماء آپ سے مستفید ہوئے مولانا احمد حسن بھام سملکی (بانی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا احمد بزرگ سملکی (سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) مولانا احمد درویش سملکی (مدرس سابق جامعہ مذکور) مولوی حاجی ابراہیم میاں سملکی مولوی ابراہیم پٹیل کفلیتوی مولانا محمد یوسف لاجپوری مولانا مرغوب احمد لاجپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (بقیہ حاشیہ ص۲۷۱ پر)۔

میں داخلہ لیا، پھر مدرسہ امینیہ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور وطن آ گئے کچھ عرصہ تک شہر سورت میں تراوادیا بارڈیہ سیٹھ کے مدرسہ میں مدرس اول رہے اس کے بعد ملازمت چھوڑ کر سملک آ گئے اور شعبان ۱۳۲۶ھ میں سملک کی مسجد میں تعلیم الدین کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جو آگے چل کر جامعہ اسلامیہ کے ساتھ مشہور ہوا۔ مدرسہ کا افتتاح ایک بڑے مجمع میں اپنے استاذ مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری کے دست مبارک سے کرایا۔ شروع میں آپ کے ساتھ صرف ایک اور مدرس تھے جو قرآن شریف پڑھاتے تھے لیکن مولانا نے جس دردمندی اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اس کام کو شروع کیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ مدرسہ برابر ترقی کرتا رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ طلبہ کی کثرت ہوتی گئی اور مدرسین وملازمین بڑھتے گئے۔

مولانا کی زندگی اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وقف تھی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر لمحہ اسلام ومسلمانوں کی فلاح وبہبود کی آپ کو دھن لگی رہتی تھی۔ آپ کی ہر ہر ادا میں اسلام کی خدمت کا اثر نمایاں تھا بلکہ آپ کی شکل وصورت ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کسی چیز کا عشق غالب ہے۔ اور وہ چیز تھی " دین اور علوم کی خدمت تھی۔

اس لئے مولانا مدرسہ کی ترقی اور افادیت کی وسعت کیلئے برابر فکرمند رہے، اور اس کیلئے جو صورت بھی ہو سکتی تھی اس کے عمل میں لانے سے دریغ نہ کرتے تھے، مولانا نے کلام بلاغت نظام کی اہمیت کا اندازہ کیا اور اس کو صحیح پڑھنے کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایک ماہر فن قاری کا تقرر کیا تاکہ قرآن کو صحیح پڑھنے کا رواج ہو۔

صنعت کتابت کی ضرورت محتاج بیان نہیں آپ نے اس کیلئے کانپور سے ایک تجربہ کار خوشنویس کو بلا کر درجۂ کتابت قائم کیا، تعلیم وتعلم کی زبان اردو تھی اس سے پورے طور پر اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب کہ اردو بولنے اور سمجھنے پر قدرت ہو اس لئے آپ نے مدرسہ کے اندر اردو میں گفتگو کرنا لازم قرار دیا۔ اگر کسی طالب علم کو گجراتی میں بات کرتے سن لیتے تو سخت ناراض ہوئے بلکہ بعض وقت سزا بھی دیتے۔

اسلام کی تعلیم کو عام کرنے اور عوام تک پہونچانے کیلئے ایک ماہوار رسالہ "الدین" کے نام سے جاری کیا جس میں علمی، مذہبی، تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کرتے۔ اس رسالہ نے دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں، کتابت وطباعت کی مشکلات کے پیش نظر اپنا

(حاشیہ صفحہ ۲۷ کا) مولانا کو زمانۂ طالب علمی ہی سے تصنیف وتالیف کا شوق تھا، آپکی تصنیفات میں ذخیرۃ العلوم کو بہت شہرت حاصل ہے کسی نئی روشنی کے شیدائی نے یہ کہہ دیا تھا کہ "عربی میں علوم ہی کیا ہیں" اس کے جواب میں آپ نے یہ کتاب شروع کی تھی جو ردیف دال تک پہونچ سکی۔ اس میں ایک سوانیس ۱۱۹ علم وفن کا تعارف کرایا گیا ہے اور ہر فن کی مشہور تصنیفات کی نشاندہی کی گئی ہے اگر یہ کتاب پوری ہو جاتی تو اردو تالیفات میں اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہوتی۔ اس کے علاوہ عقد النفیس کا ترجمہ مع اضافہ بنام "ہدیۃ الجلیس" تصنیف فرمائی جس میں تصوف کے چھ قاعدوں کو بہت ہی بسط کے ساتھ آیات و احادیث سے ثابت فرمایا۔

بہت سی کتابوں کے شرح وتحشیہ کا کام شروع کیا تھا، اصول حدیث میں نخبۃ الفکر اصول فقہ میں مسلم الثبوت، صرف میں شافیہ، نحو میں کافیہ اور الفیہ، معانی میں تلخیص حکمت میں فارابی کی فصوص الحکم، منطق میں بوعلی سینا کی منظوم عیون المسائل، ہیئت میں تصریح، کلام میں قصیدۂ بدء الامالی کی شرحیں نہایت بسط سے لکھیں تصوف میں لوائح جامی وجواہر الحقائق، مناظرہ میں رشیدیہ، ریاضی میں خلاصۃ الحساب، حکمت میں ہدیہ سعیدیہ، منطق میں شرح تہذیب، عروض وقوافی میں عروض المفتاح، تہذیب اخلاق میں بدایۃ الہدایہ کی شرحیں بھی لکھیں مگر ان میں سے صرف بعض تصنیفات زیور طبع سے آراستہ ہو سکیں۔

آپ ہی کے ہاتھ سے مولانا احمد حسن بھام نے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک کا افتتاح فرمایا تھا آپکو صرف ۳۳ سال کی عمر مستعار مل سکی۔ ۷؍ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴؍ اگست ۱۹۰۹ء شنبہ کو رحلت فرمائی۔ ادخلہ الحق فی جنۃ تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ دار العلوم ربیع الاول ۱۳۴۳ھ ص ۴۵)

پریس قائم کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پورا فرمادیا اور "مسلم الیکٹرک پریس" کے نام سے سورت میں پہلا اسلامی پریس قائم ہوگیا۔ افسوس کہ مولانا کی متحرک زندگی کے ساتھ ہی یہ دونوں سلسلے بھی رخصت ہوگئے۔

مولانا ہمہ تن دین کی خدمت میں مشغول تھے مدرسہ بھی برابر ترقی پذیر تھا تا آنکہ اس کی ضرورت محسوس فرمائی کہ مدرسہ کیلئے کوئی مستقل اور وسیع عمارت چاہئے تاکہ خدمت دین کا یہ سلسلہ اور تعلیمات اسلام کا یہ قلعہ وسیع اور زیادہ سے زیادہ مفید ہوسکے در اصل مولانا کے ذہن میں ایک جامعہ کا تصور تھا اور اسی کے شایان شان آپ کو زمین کی تلاش تھی اس زمانہ کے نوساری کے نائب صوبہ دار مولانا محمد علی (جوہر) مرحوم کا بھی مشورہ یہی تھا کہ گاؤں سے باہر کوئی وسیع زمین حاصل کرنی چاہئے چنانچہ دونوں نے ڈابھیل و سملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر دیکھا بڑی جد وجہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل ایک وسیع قطعۂ زمین خریدا جہاں پر آج جامعہ قائم ہے۔

سب سے پہلے آپ نے اس زمین پر مسجد تعمیر کرائی، دار الطلبہ اور درسگاہوں کیلئے سرمایہ کی ضرورت تھی آپ نے مقامی حضرات اور ان اصحاب خیر کے مشورہ سے جو جنوبی افریقہ میں تجارت کرتے تھے افریقہ کا سفر کیا، وہاں پہونچ کر مسلمانوں میں جو کچھ نا اتفاقی تھی اپنی حسن تدبیر سے اس کو دور فرمایا، اور اصلاح ذات البین کے بعد جو چندہ کی اپیل کی تو ہر ایک نے دست اعانت بڑھایا اور تعمیر کیلئے ایک گرانقدر رقم جمع ہوگئی

انتقال

وطن واپسی کا قصد ہی فرمارہے تھے کہ وہاں "انفلوئنزا" کی وبا پھیل گئی جس میں مدرسہ کے بہت سے بہی خواہاں اور خود مولانا کے برادر بزرگ جناب ابراہیم بجام صاحب بھی انتقال کرگئے۔ اس سے آپ کو بے حد اور ناقابل برداشت صدمہ پہونچا بالآخر آپ پر بھی اس مرض کا شدید حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہوسکے اور ۱۰ محرم ۱۳۳۷ھ بروز پنجشنبہ واصل بحق ہوگئے اور جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ کا ایک شہر) میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس عظیم المرتبت پیشوا کی رحلت سے اہل افریقہ تو بیخود اور مجسم غم والم بن ہی گئے

ڈابھیل و سملک میں جب تار سے یہ خبر آئی تو گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اور موت العالم موت العالم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اس طرح جو آفتاب علم و ہدایت ڈابھیل و سملک سے طلوع ہوا تھا افریقہ میں جاکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ کل شیء ہالک الا وجہہ

(منقول از روداد جامعہ وماہنامہ دار العلوم محرم ۱۳۷۳ھ)

مولانا احمد بزرگؒ

(فاضل دار العلوم دیوبند، ومہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت غالباً ۱۲۹۸ھ —— وفات ۱۳۷۱ھ

والد صاحب کا نام ابراہیم عرف نانا تھا، بیر کے لقب سے مشہور تھے، سملک کے باشندہ زراعت پیشہ علماء و صلحاء کے ہم نشین، صوم و صلوٰۃ کے پابند بہت معمولی پڑھے لکھے تھے۔ بزرگوں سے عقیدت و محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صالح ولد سے نوازا جس کا نام احمد رکھا گیا۔

مولانا احمد بچپن ہی سے اپنی نیک فطرتی کی وجہ سے بزرگ کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

تعلیم

قرآن شریف ناظرہ اور اردو گاؤں کے مکتب میں پڑھنے کے بعد فارسی مولوی سید امیر میاں سملکی مقیم نوساری سے پڑھ رہے تھے کہ لاجپور میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کا دورِ جدید مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری کے ہاتھوں شروع ہوا۔

اطراف کے دیگر طلبہ کے ساتھ مولانا احمد بزرگ بھی وہاں پہونچے ۱۳۱۴ھ کا زمانہ تھا، گلستان بوستاں پڑھنے کے بعد محرم ۱۳۱۵ھ میں ۱۴ طلبہ نے میزان شروع کی اس جماعت میں مولانا بزرگ کے ساتھ مولانا احمد حسن بھام سملکی، مولانا احمد درویش سملکی، حاجی ابراہیم میاں سملکی، مولانا یوسف لاجپوری، مولانا مرغوب احمد لاجپوری بھی شریک تھے، چار سال تک یہ تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ ہدایہ، نورالانوار اور مشکوٰۃ تک تعلیم ہوسکی پھر مدرسہ میں تعطل پیدا ہوگیا مگر اساتذہ کے علمی ذوق نے طلبہ میں تحصیلِ علم کا ایک جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اس لئے طلبہ نے مختلف علمی مراکز کا قصد کیا، مولانا احمد بزرگ دہلی پہونچے ایک سال وہاں رہ کر دیوبند چلے گئے ۱۳۱۸ھ میں دارالعلوم میں داخل ہوئے، چار پانچ سال تعلیم لیکر ۱۳۲۱ھ میں فارغ ہوئے[1] علوم وفنون کی جملہ کتابیں اس زمانہ کے اساتذہ مفتی اعظم مولانا عزیزالرحمٰن صاحبؒ، مولانا حافظ احمد صاحب صدر مہتمم، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نائب مہتمم، مولانا غلام رسول صاحب سے اور دورۂ حدیث حضرت شیخ الہند سے پڑھا، تکمیل کیلئے ایک سال مزید رہے اور ۱۳۲۲ھ میں سند حاصل کی۔

۱۳۲۲ھ کے اخیر میں قطب وقت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں ۸، ۹ ماہ تک ذکر وشغل، مجاہدہ وریاضت میں مشغول رہے تا آنکہ ۸ رجمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو آپ کی موجودگی میں وصال ہوا۔ اس نسبت سے تذکرۃ الرشید مصنفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی میں بار بار آپ کا ذکر آیا ہے۔ مولانا احمد بزرگ کے متعدد خواب اس میں مذکور ہیں۔ ان خوابوں سے شیخ کے ساتھ انتہائی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

اب بادلِ ناخواستہ واپس گھر تشریف لائے ورنہ آپ نے طے کرلیا تھا کہ علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بغیر گھر نہیں جاؤں گا، دورانِ تعلیم والد ماجد کا انتقال ہوگیا، اس کی اطلاع دی گئی اور بلایا بھی گیا کہ اب گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنیوالا نہیں رہا تھا لیکن آپ نے

---

[1] تاریخ دارالعلوم دیوبند ۹۶/۲

اس حادثۂ فاجعہ کو بھی وطن سے دور ہی رہ کر برداشت کرلیا۔ دو چھوٹی بہنیں تھیں جن کی بعض رشتہ داروں نے کفالت اور پرورش کی۔

حضرت گنگوہی کی تلقین کے مطابق برابر ذکر وشغل جاری رکھا، کبھی کبھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی تھی، معمولات کے بہت پابند تھے، سفر ہو یا حضر تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوتی۔ بعد میں آپ نے کلام پاک حفظ بھی کرلیا تھا تہجد میں قرآن جہر پڑھنے کا معمول تھا اور اس کے بعد ذکر جہری کا۔ جب قرآن ختم ہوتا بہت اہتمام سے اچھا کھانا پکواتے اور گھر والوں کو کھلاتے۔ ۱۳۶۹ھ میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے ڈابھیل سملک کے ایک مجمع عام میں آپ کو خلافت سے نوازا اور لوگوں کی اصلاح وارشاد کی ہدایت فرمائی۔

گنگوہ سے آنے کے بعد گھر ہی پر بچوں کو پڑھاتے رہے، کچھ دنوں راندیر میں بھی تعلیم دی پھر جنوبی افریقہ چلے گئے تین چار سال وہاں رہے۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا جو بڑا جلسۂ دستار بندی ہوا تھا اس وقت آپ افریقہ ہی تھے، آپ کی دستار جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) بھیجی گئی تھی، پھر وطن واپس ہوئے تو مولانا احمد حسن بھام نے مدرسہ تعلیم الدین کا جو ۱۳۲۶ھ میں قائم ہوچکا تھا صدر مدرس بنایا۔[1] ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۷ء میں مولانا حکیم محمد ابراہیم راندیری کی فرمائش اور طلبی پر رنگون تشریف لے گئے، اور سورتی جامع مسجد رنگون میں مفتی مقرر ہوئے، تین سالہ قیام میں افتاء، وعظ اور درس قرآن کے ذریعہ فیض پہونچایا۔

اسی زمانہ میں مبلغ قادیانیت خواجہ کمال الدین کی آمد سے رنگون میں فتنۂ قادیانیت[2] نے

---

[1] محرم ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ تعلیم الدین میں مدرس اول تھے۔ رسالہ الدین ماہ محرم ۱۳۳۳ھ ص ۱۲۔

[2] رد قادیانیت پر آپ نے ایک کتاب "صیحۂ رنگون بر پیروان دجال زبون" تحریر فرماکر شائع کی جس میں مناظرہ کی تفصیل بھی مذکور ہے۔

سر اٹھایا تو مولانا نے اس کو کچلنے کیلئے خوب خوب کام کیا، امام اہل سنت مولانا عبد الشکور لکھنوی مدافعت کیلئے تشریف لائے تو کتب تفسیر کے حوالوں کی تلاش اور مالی سرمایہ کی فراہمی کا سہرا آپ ہی کے سر رہا، تعزیہ داری کے خلاف بھی آپ نے وہاں دیرپا خدمات انجام دیں اور اس بدعت کو مٹا کر ہی دم لیا۔

ادھر مولانا احمد حسن بھامؒ کا افریقہ میں ۱۳۳۷ھ میں انتقال ہوگیا تو لوگوں نے اہتمام کیلئے کسی ایسے عالم کی ضرورت شدت سے محسوس کی جو انتظامی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ حاجی یوسف میاں سملکی نے جامعہ کی عربی درسگاہ کی تکمیل کے بعد افتتاح کیلئے جو جلسہ بلایا تھا اسی جلسہ میں قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری نے مولانا احمد بزرگ کا نام اہتمام کیلئے پیش فرمایا اور تمام حاضرین نے اس کی تائید کی۔

۲۲ شعبان ۱۳۳۹ھ کو رنگون سے بلا کر مہتمم بنایا گیا، آپ نے ایک اسلامی ادارہ کی خدمت کو افتاء کی خدمت پر ترجیح دی، کیوں کہ ایک ادارہ سے سیکڑوں مفتی تیار ہو سکتے ہیں۔

آپ نے خلوص وللّٰہیت اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ ۱۳۶۱ھ تک ۲۲ سال اہتمام کیا، آپ ہی کے زمانہ میں یہ مدرسہ ایک جامعہ بنا، تعمیری و تعلیمی اعتبار سے عظیم مدارس میں شمار ہونے لگا۔

۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے ساتھی جب دار العلوم سے علیحدہ ہوئے تو آپ نے بستی کے باہمت اور اہل خیر حضرات کے مشورہ سے ڈابھیل آنے کی دعوت دی تشریف لانے پر ان کی خدمت کا حق ادا کیا ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں ایک کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی وہ سب اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی بدولت پورا کر دیا۔

چار سال کی مدت میں ۵۰ - ۵۵ کمرے طلبہ کی رہائش کیلئے تیار ہوگئے، اساتذہ کی رہائش کیلئے دار الاساتذہ بن گیا ۵۰ھ میں انور بلڈنگ تیار ہوگئی جس میں کتب خانہ کے علاوہ دس درسگاہیں اور متعدد کمرے ہیں۔ اس طرح آپ کا دورِ اہتمام جامعہ اسلامیہ کی پوری تاریخ میں ایک روشن باب ہے جسے ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔

مولانا کو قوم کے اصلاح کی بہت فکر تھی، تعلیم کے ذریعہ جامعہ سے جو خدمت انجام پا رہی تھی اس کے علاوہ اس بات کا بھی اہتمام فرماتے تھے کہ اساتذۂ جامعہ کے مواعظ و ملفوظات سے عام لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ اس کے لئے مختلف مقامات پر کسی مناسبت سے پروگرام طے کرتے۔ آنے جانے کیلئے سواری کا انتظام کرتے۔ اس طرح سے بہت سی بدعتیں مٹیں۔ لوگوں کو دین کی طرف توجہ ہوئی۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے جامعہ میں بھیجنے لگے۔

دردمندی اور خیر خواہی کا کچھ اندازہ ایک روداد کے چند جملوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں :-

"ان عام اثرات کے سوا جس میں ہر فرد گجرات شریک ہے جامعہ کے دوسرے علمی اثرات ہیں جن سے ابھی تک میری قوم میری تمنا کے مطابق متاثر نہیں ہو سکی ہے میں اپنی قوم کا شکوہ کروں گا اور ضرور کروں گا کہ اس نے میری بہت مدد کی مگر ابھی میری وہ امداد نہیں کی جس کا میں طالب ہوں، میں چاہتا ہوں کہ گجرات کا بچہ بچہ جس طرح گجراتی پڑھنے پر مجبور ہے اسی طرح اپنی دینی تعلیم کی تحصیل کی طرف مائل ہو جائے اور ہر قبیلہ اور ہر گھر ایسا نظر آئے کہ اس کا چھوٹا اور بڑا اپنی دینی ضروریات میں مستغنی ہو" (روداد ۵۶ھ ص ۲۷)۔

آپ کے سفر افریقہ کے موقع پر مولانا عثمانیؒ نے ایک الوداعی تقریر فرمائی تھی جس میں آپ کے تین اوصاف بیان فرمائے تھے "مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں جن سے میں بہت متاثر ہوں۔ ایک قلت تکلف و تواضع، یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے یہ اصل میں صحابۂ کرام کا وصف خاص تھا۔ کانوا اعمقهم علماً واقلهم تكلفاً وابرهم قلوباً. دوسرا وصف اخلاص ہے جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے، تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء و ابقاء کا جو قلبی شغف و شوق ہے وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے الخ"

(روداد ۵۵ھ مختصراً)

مولانا مرغوب احمد لاجپوری نے لکھا ہے۔ مولانا احمد بزرگ سیدھے سادے بھولے بھالے بزرگ تھے تکلف و تصنع مطلق نہیں تھا لباس موٹا پہنتے تھے کفایت شعار تھے، فضول خرچی سے محترز تھے، جو سامنے آیا کھالیا، لذیذ اور اچھے کھانے بھی خوب شوق سے سیر ہوکر کھاتے، قویٰ بہت مضبوط تھے، چالاکی عیاری بناوٹ اور اظہار شان سے کوسوں دور تھے۔

باوجود سادگی کے چہرے پر بزرگی اور علم کا رعب تھا، طلبہ دیکھتے ہی راستہ صاف کردیتے صبح کو گھر سے آتے تو مدرسہ کی رقوم ایک تھیلی میں رکھ کر لاتے جو ہاتھ میں ہوتی اگر طلبہ کو سرزنش کی ضرورت ہوتی تو کبھی تھیلی ہی کو استعمال کرلیتے۔ انتظام کی اچھی صلاحیت تھی۔

علمی صلاحیت بھی بہت خوب تھی، علم فرائض میں بہت اچھی مہارت تھی۔ سراجی اکثر خود ہی پڑھاتے تھے، افتاء میں بھی مہارت تھی، امانت داری اور دیانت داری کی وجہ سے افریقہ کے تجار بہت اعتماد کرتے تھے۔ مقیمین افریقہ کی املاک کا انتظام جو بمبئی میں تھیں خود ہی کرتے تھے، حساب کتاب بہت صاف رکھتے تھے، خدا ترسی کا وصف نمایاں تھا۔

رؤیائے صادقہ بہت ہوتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منامی بکثرت ہوا کرتی تھی، اپنی بیاض میں ۳۵ واقعات زیارت کے تاریخ کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایک دفعہ بخاری شریف کے درس میں آنکھ جھپک گئی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی۔ اس کو آپ نے وہیں بخاری کے صفحہ پر تحریر فرمالیا۔

اخیر زمانہ میں فرماتے تھے کہ اب مجھ کو خواب کی بھی ضرورت نہیں، جب مراقبہ کرتا ہوں زیارت کرلیتا ہوں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تین حج نصیب ہوئے سنہ ۱۳۶۸ھ میں حج کے بعد روضۂ اقدس سے واپسی کے وقت

بہت گریہ طاری ہوا، خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی فرمائی کہ احمد آئندہ سال بھی ہماری زیارت کروگے چنانچہ سنہ ۱۳۶۹ھ میں بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اس دفعہ زیارت کے وقت بہت کچھ فیض حاصل ہوا۔

حقیقت میں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور کامل محبت تھی اسی لئے سنت کا بہت اہتمام فرماتے تھے اخیر زمانہ میں جب کہ مدرسہ سے الگ ہوچکے تھے تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو دیکھا کہ حضرت جوتیاں دیکھ رہے ہیں۔ مقصد تو یہ تھا کہ وقت سفر قریب ہے لیکن پوچھنے پر اس کی تعبیر یہ بتائی کہ شاید مدینہ منورہ کی زیارت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے چند ہی دن کے بعد انتقال ہوگیا۔ سملک کے قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ

(مفتیٔ گجرات و مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

ولادت سنہ ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء —— وفات ۲۴ اپریل سنہ ۱۹۵۹ء شوال سنہ ۱۳۷۸ھ

سنہ ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء میں ڈابھیل میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں ہوئی، دس سال کی عمر میں حافظ ابراہیم سلیمان (واجہ) سے قرآن شریف حفظ کرلیا۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم کیلئے مدرسہ تعلیم الدین میں داخل ہوئے۔ پھر کٹھور (ضلع سورت) کے مدرسہ میں داخل ہوکر مولانا عبدالحق اور مولانا مبین الحق وغیرہ سے عربی کی تعلیم حاصل کی، تکمیل کیلئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دوران تعلیم میں شادی کی وجہ سے وطن واپس آگئے تقریباً ڈیڑھ سال تعلیمی انقطاع رہا۔ بعد ازاں مدرسہ امینیہ دہلی میں رہ کر حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی سے

فتویٰ نویسی کی مشق کی ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر دورۂ حدیث کی تکمیل کی[1] یہ زمانہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ صدارت کا تھا۔ مولانا احمد بزرگ صاحب سے بھی تلمذ کا شرف حاصل تھا۔

فراغت کے بعد وطن واپس ہوئے تو ابتداءً مدرسہ تعلیم الدین میں درجۂ عربی اولیٰ کے مدرس بنائے گئے تدریس کے ساتھ ساتھ اہل بدعت اور اہل حدیث کے پھیلائے ہوئے طوفان کا بھی مقابلہ کرتے رہے پھر جناب حاجی یوسف گارڈی کی دعوت پر جنوبی افریقہ کے مشہور شہر جوہانسبرگ چلے گئے، وہاں شہرت بھی مل گئی تھی مگر وہ ماحول آپ کی طبیعت کے موافق نہیں تھا اس لئے تقریباً تین برس میں واپس آگئے پھر نہیں گئے، واپسی کے دو ماہ بعد ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں مدرسہ تعلیم الدین میں جو ابھی ایک معمولی مدرسہ کی حیثیت میں تھا مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں سورتی جامع مسجد برما میں مفتی بن کر برما تشریف لے گئے۔ وہاں افتاء کی خدمت کے ساتھ مولانا احمد اشرف راندیری کی معیت میں جمعیۃ العلماء برما کی بنیاد ڈالی۔ اس جمعیۃ نے برما میں بہترین دینی اصلاحی اور قومی خدمات انجام دیں مختلف اطراف میں مبلغین بھیجے گئے، کئی دینی مدارس قائم کئے گئے اس اصلاحی پروگرام کے مصارف کیلئے مفتی صاحب نے دوکانوں پر چندہ کیلئے بکس رکھوا دئے تھے۔ اسی آمدنی سے تمام شعبے چلتے رہے، جمعیۃ العلماء دہلی کیلئے بھی وہاں سے گراں قدر رقم ہر سال ارسال کرتے رہے۔

قیامِ برما کے دوران رعشہ کا مرض لاحق ہوا، جس سے گردن ہلا کرتی تھی، وہاں کافی علاج ومعالجہ کے باوجود نفع نہیں ہوا تو وطن واپس آگئے، وطن میں بھی ڈاکٹروں کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو بغرض علاج دہلی تشریف لے گئے وہاں سے بحمد اللہ صحت یاب ہوکر ڈابھیل تشریف لائے۔ پھر دوبارہ رنگون جانا ہوا وہاں شاہ رنگون کی سلور جوبلی کے موقع پر متولی مسجد سے چراغاں کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا۔ اس لئے مانڈلے

---

[1] تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۱/۲

چلے گئے، وہاں تھوڑا عرصہ قیام کرکے وطن واپس آگئے[1]

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے منصب افتاء پر

رنگون و برما سے واپسی پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں (جو اب جامعہ بن چکا تھا اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے چلے جانے سے افتاء کی جگہ خالی تھی) منصبِ افتاء کے اوپر یکم ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء کو آپ کا تقرر ہوا[2]، پھر سنہ ۶۱ھ میں مولانا احمد بزرگ رحؒ کے مستعفی ہونے پر عہدۂ افتاء کے ساتھ عہدۂ اہتمام قبول کرنے کیلئے جب کہا گیا تو ابتداءً مفتی صاحب نے صاف صاف انکار کردیا مگر جب اصرار بڑھا اور انکار مشکل ہوگیا تو بالآخر استاذِ محترم مولانا احمد بزرگ رحؒ سے بات کرنے کے بعد قبول فرمالیا اور سنہ ۱۳۷۱ھ تک گیارہ سال اس ذمہ داری کو نبھایا[3]

شعبان سنہ ۷۱ھ میں آپ نے عہدۂ اہتمام سے استعفاء دیدیا۔ اس کی وجہ مفتی صاحب کے زمانہ کی رپورٹ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہتمام پر غیر ضروری پابندیاں تھیں۔ مہتمم کو اتنے اختیارات نہیں حاصل تھے کہ وہ مدرسہ کو خوش اسلوبی سے چلا سکے اس کی کچھ تفصیل ہم نے ان سالوں کے حالات میں صفحات گذشتہ میں تحریر کی ہے۔

اہتمام سے علیحدگی کے باوجود منصب افتاء پر آپ برابر جلوہ افروز رہے، سنہ ۸۷ھ تک آپ کا نام بحیثیت مفتی روداد میں درج ہے۔

خدمات

آپ جب سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتی مقرر ہوئے افتاء کے ساتھ اہم کتب کا درس بھی دیتے رہے مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی رحؒ کے زیر تربیت افتاء نویسی کی مشق کرنے سے آپ کو افتاء سے کافی مناسبت ہوگئی تھی مفتی کا لفظ آپ کے نام کا جز بن گیا تھا اور مفتی گجرات کا خطاب بھی آپ کو عطا کیا گیا زندگی کے آخری لمحات تک اس کام سے متعلق رہے اس میں آپ کو بڑی شہرت حاصل

---

[1] ماہنامہ دارالعلوم فروری سنہ ۱۹۶۴ء [2] روداد جامعہ سنہ ۵۴ھ ص ۳۲ [3] ماہنامہ دارالعلوم فروری سنہ ۱۹۶۴ء ملخصاً۔

ہوئی ، لوگوں کو آپ کے فتاوی پر کامل اعتماد تھا ، جواب کا اعتبار پیدا کرنے کیلئے عام طور پر کتب فقہ کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تھی ۔

افتاء کی ابتداء قیام رنگون سنہ ۱۹۲۶ء مطابق سنہ ۱۳۴۳ھ سے ہوئی اور اسی وقت سے آپ کے فتاوی افادیت کو عام کرنے کیلئے ایک ہفتہ واری گجراتی اخبار "مسلم گجرات" میں شائع ہونے لگے ، آپ کے تعلقات زیادہ اہل گجرات ہی سے تھے اس لئے سوالات گجراتی زبان میں ہوا کرتے تھے تو لامحالہ جوابات بھی گجراتی میں ہوتے تھے ، لیکن جب کبھی سوال اردو میں ہوتا تو جواب بھی اردو ہی میں دیتے ۔

جب سے آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مفتی مقرر ہوئے ، جامعہ میں آئے ہوئے سوالات کے جوابات تو لکھتے ہی تھے ، ساتھ ہی "مسلم گجرات" کے ایڈیٹر کے پاس جو سوالات آتے اس کے جوابات بھی لکھتے رہتے اور یہ فتاوی مسلم گجرات میں شائع ہوتے رہتے اس طرح مذکورہ اخبار میں چار ہزار فتاوی شائع ہوئے ان میں سے بائیس سو فتاوی پر مشتمل تین جلدیں زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکی ہیں ۔ بقیہ فتاوی بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو شائع ہو جائیں گے ۔ مسلم گجرات کے علاوہ ماہنامہ "الاصلاح" اور ماہنامہ "تبلیغ" میں آپ کے فتاوی شائع ہوتے تھے ۔

وفات تک تینتیس ۳۳ سال کی مدت میں کل فتاوی کی تعداد ۵۰ ہزار ہوتی ہے ۔ آپ کے فتاوی پر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء نے بھی اطمینان ظاہر فرمایا ہے ۔ ایک دفعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ نے آپ کا فتوی دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس آدمی کے فتاوی سے تفقہ کی بو آرہی ہے ۔

اخلاق و عادات

مفتی صاحب طبیعت کے سادہ ، مخلص اور بڑے مہمان نواز تھے تقوی اور پرہیزگاری آپ کے چہرہ سے عیاں تھی ، ہر ملنے والا ان کی ان صفات سے متأثر ہوتا تھا ۔ حکیم جناب لطیف محمد خاں بھوپالی نے جمادی الاخری سنہ ۱۳۷۶ھ میں جامعہ کی زیارت کی تھی تو مفتی صاحب کے بارے میں رجسٹر معائنہ میں لکھا تھا یہاں کے جناب مفتی صاحب انتہائی مخلص بزرگ اور مدرسہ نیز اہل وطن کے لئے ایک اخلاقی علمی اور روحانی طبیب ہیں ۔ صـ ۱۳۵

۱۸ رمضان سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ ر اپریل سنہ ۱۹۵۶ء کو مفتی ضیاء الحق دہلوی نے بھی مفتی صاحب سے ملاقات کے بعد یہ الفاظ لکھے تھے " آپ کے اخلاق اور خلوص نے مجھے گرویدہ کر لیا " رجسٹر معائنہ صـ ۱۳۸ ۔

مہمان نواز ایسے تھے کہ کسی آنے والے کیلئے خواہ وہ متعارف ہو یا نہ ہو بغیر کھانا کھائے ہوئے ان کے گھر سے جانا مشکل تھا ، تہجد اور اپنے دیگر معمولات کے پابند تھے ، روزانہ ایک منزل قرآن کی تلاوت کا معمول تھا ۔

اصلاح ذات البین

دینی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ اصلاح ذات البین کی شریعت اسلام میں کتنی اہمیت ہے مفتی صاحب اپنے اثر و رسوخ سے یہ کار خیر بھی انجام دیتے تھے اطراف کے گاؤں میں کہیں جھگڑا ہوتا خواہ دو شخصوں کا انفرادی ہو یا دو جماعتوں کا تو مفتی صاحب بیچ میں پڑ کر صلح کرانے اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے ۔ بہت سے واقعات میں کامیاب بھی ہوگئے اور دو متصادم جماعتوں کو تباہی سے بچالیا ۔

آپ کے اندر استغناء کی صفت بھی تھی ، ایک دفعہ ایسے وقت میں جبکہ آپ کو تنگی تھی برما کے ایک شخص نے چار ہزار کی رقم پیش کی تو کسی مصلحت کے پیش نظر بڑے استغناء سے آپ نے اسے واپس کر دیا ۔

شوال سنہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ ر اپریل سنہ ۱۹۵۹ء کو شب میں آپ کا وصال ہوا ، وفات کے وقت عمر شریف ۶۱ برس کی تھی ۔ ڈابھیل کے قبرستان میں تالاب کے کنارے آپ کا مزار مولانا سراج احمد رشیدی ؒ کے پہلو میں ہے ۔

مولانا مرغوب احمد لاجپوری ؒ

(فاضل مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی)

ولادت ۳/ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۳/ ستمبر ۱۸۸۳ء

وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۶/ جون ۱۹۶۲ء

۳/ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ بروز پنجشنبہ لاجپور میں ولادت ہوئی۔ نام احمد میاں رکھا گیا، مرغوب احمد تاریخی نام ہے، اردو اور گجراتی کی تعلیم لاجپور کے اردو اسکول میں ہوئی، حفظ شروع کیا لیکن پورا نہ ہو سکا، ابتدائی فارسی حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے حاصل کی پھر آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا صوفی احمد میاں سے فارسی کی تکمیل کے بعد ۱۳۱۵ھ میں عربی شروع کی ۱۳۱۹ھ کے اختتام تک مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھ لی، مدرسہ میں تعطل ہو جانے کی وجہ سے ۱۳۱۹ھ میں کانپور گئے اور جامع العلوم میں داخلہ لیا، ۱۳۲۰ھ میں طاعون کی وجہ سے دہلی چلے گئے، رمضان دہلی میں گزارنے کے بعد شوال میں دیوبند پہنچے، حضرت شیخ الہند کو شرح جامی وغیرہ کا امتحان دیا، مشکوٰۃ، جلالین کی جماعت میں داخلہ ہوا، مولانا شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم درس تھے، مگر صحت کی خرابی کے باعث دیوبند چھوڑنا پڑا، دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں بعض سورتی احباب کے پاس کچھ دن قیام کیا تو وہاں کا ماحول پسند آیا، اور وہیں رہ گئے، مولانا عبدالعلی تلمیذ قاسم العلوم سے جو مدرسہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے زیادہ متاثر ہوئے ۱۳۲۲ھ میں فراغت حاصل کی، مولانا عبدالعلی صاحب کو آپ کی صلاحیت پر بہت اعتماد تھا، مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی نے کسی علمی کام کیلئے ایک عالم کی ضرورت

ظاہر فرمائی تو مولانا مرغوب احمد صاحب کو بھیج دیا، مولانا مجددی نے آپ کے کام کو پسند کیا اور دعائیں دیں۔

پھر قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی کی خدمت میں تجوید کی تحصیل کیلئے حاضر ہوئے لیکن بڑے بھائی نے تار دے کر گھر بلا لیا۔ ۱۳۲۴ھ میں ایک شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا تو وہاں علامہ شیخ حسین یمنی قاضی و محدث شہر سے بھی استفادہ کیا۔

۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو از سر نو جاری فرمایا، عربی فارسی کے ساتھ اردو اور گجراتی تعلیم کا بھی انتظام کیا، لیکن ۱۳۳۲ھ کے بعد حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے مدرسہ پھر بند ہو گیا۔

سفر رنگون

۱۹۱۵ء/۱۳۳۴ھ میں مولانا ابراہیم راندیری کے اصرار سے رنگون کا سفر کیا، مدرسہ تعلیم الدین معلّمیہ کا افتتاح کیا، عربی فارسی کے مدرس اور مفتی مدرسہ مقرر ہوئے ۱۹۱۹ء/۱۳۳۸ھ تک وہاں رہے، بڑے بھائی افریقہ چلے گئے، گھر کوئی مرد نہ رہا، اس لئے وطن واپس آ گئے، ۱۹۲۳ء/۱۳۴۲ھ تک گھر ہی رہے، مدرسہ معلّمیہ میں انحطاط کی وجہ سے ناظم مدرسہ نے پھر رنگون آنے کیلئے اصرار کیا، مولانا کو جامع مسجد لاجپور کی جدید تعمیر کے لئے سرمایہ کی ضرورت بھی تھی جس کی فراہمی رنگون میں خاطر خواہ ہو سکتی تھی اس لئے آپ نے ۲۵ء/۴۴ھ میں دوبارہ رنگون کا سفر کیا، سال ڈیڑھ سال قیام کے بعد واپس آ کر مسجد کی تعمیر شروع کر دی، اہل قریہ اور نواب سچین ابراہیم خاں صاحب نیز اصحاب خیر کی امداد بھی حاصل ہوئی ۲۷ء/۴۶ھ میں ۳۲ ہزار کی لاگت سے شاندار جامع مسجد تیار ہو گئی، متعلقات مسجد کا کچھ کام رہ گیا تھا، سہ بارہ سفر رنگون سے اس کی تکمیل بھی ہو گئی۔

رویائے صادقہ

آپ کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منامی بھی حاصل ہوتی رہی۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو خواب میں دیکھا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بار بار دیکھا، ان سب خوابوں کو تاریخ اور تفصیل کے ساتھ تحدیثاً بالنعمۃ کے عنوان سے اپنی بیاض میں تحریر

فرمایا ہے۔

مسجد کی تعمیر کے بعد یہ خدشہ تھا کہ معلوم نہیں یہ کام عند اللہ مقبول ہوا یا نہیں، یہی فکر سوار تھی کہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ بروز شنبہ سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مسجد کے برآمدے میں دوگانہ ادا فرما رہے ہیں اس سے دل کو اطمینان ہوا کہ ان شاء اللہ یہ عمل مقبول ہے۔

ضیافت وسخاوت مولانا انتہائی مہمان نواز اور سخی واقع ہوئے تھے۔ علماء کرام اور مدارس کے متعلقین میں سے کوئی لاجپور آتا تو مولانا ہی کا مہمان ہوتا، علماء دیوبند جو ڈابھیل آئے تھے کبھی کبھی لاجپور وارد ہوتے تو مولانا کے گھر علمی مجلس قائم ہو جاتی۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام بھی چند ماہ آپ سے متعلق رہا، مطالعہ کے ساتھ تحریر کا ذوق بھی بہت عمدہ تھا کئی کتابوں کے مصنف ہیں، بہت سے علماء گجرات کا تذکرہ لکھ کر ماہنامہ دارالعلوم میں شائع کرایا۔ یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق جون ۱۹۶۲ء میں انتقال ہوا لاجپور ہی میں آسودۂ خواب ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً کاملۃً۔

مولانا محمد سعید بزرگ سملکی صاحب مدظلہٗ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہٗ مولانا احمد بزرگ سملکی سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک کے فرزند ارجمند ہیں، مولانا احمد بزرگؒ کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے۔

مولانا محمد سعید مدظلہٗ ۱۹۱۶ء (۱۳۳۵ھ) کو سملک میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے زیر تربیت تعلیمی مراحل طے کئے، شروع سے اخیر تک تمام تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک میں ہوئی، جامعہ اسلامیہ کے فاضل اور نامور اساتذہ مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبدالقدیر کیمبل پوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا سید محمد یوسف بنوری سے آپ نے اکتساب فیض کیا، بخاری شریف مولانا عبدالرحمٰن امروہی شاگرد رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے پڑھی۔ ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء) میں فراغت ہوئی۔

شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب کہ آپ ہدایہ کے طالب علم تھے اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے اگرچہ حضرت تھانویؒ طلبہ کو بیعت نہیں کرتے تھے لیکن مولانا احمد بزرگؒ کی سفارش پر خلاف معمول آپ کو بیعت سے سرفراز فرمالیا۔

فراغت کے بعد مختلف دینی و ملی خدمات انجام دیتے رہے، سملک مسجد کی تولیت سنبھالی، ۱۹۴۷ء میں باعزیمت لوگوں کے تعاون سے سملک میں دنیوی تعلیم کیلئے اسکول قائم کیا اور اسی میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، مجلس خدام الدین سملک کی تاسیس میں بھی آپ کا اہم رول رہا ہے، آپ اس کے خزانچی بھی رہ چکے ہیں۔

۱۹۵۳ء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ایماء پر دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے اور اب تک اس کی رکنیت کا شرف حاصل ہے۔

۱۹۵۴ء میں جمعیۃ العلماء ضلع سورت کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۴ء) میں حضرت شیخ الاسلام اور مولانا یوسف صاحب کاندھلوی امیر تبلیغ کی معیت میں حج کا پرلطف سفر کیا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ نے اصلاحی تعلق پہلے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبل پوری خلیفۂ حضرت تھانویؒ سے قائم کیا۔ اس کے بعد حضرت مدنیؒ سے متعلق ہو گئے، حضرت مدنیؒ کے ساتھ آپ کا تعلق بہت خصوصی تھا

رجب ۱۳۷۹ھ جنوری ۱۹۶۰ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا عہدۂ اہتمام آپ کے سپرد کیا گیا۔ اس کی تفصیل اسی تاریخ میں "جامعہ کے دور ثالث" کے زیر عنوان گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جامعہ بعض ناگفتنی اسباب کی وجہ سے کلکٹر کے زیر انتظام چلا گیا تھا۔ مہتمم کو

انتظام کرنے میں کافی دشواریاں درپیش تھیں، ایک پیسہ بھی کلکٹر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ ہوسکتا تھا، مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب مہتمم تھے وہ باہر تشریف لے جانے والے تھے اس لئے انھوں نے ایک رات سملک وڈابھیل کے معزز حضرات کو جمع کیا جن میں مولانا محمد سعید کے خسر حاجی ابراہیم میاں صاحب بھی تھے اور مولانا بزرگ کے گھر پہونچے اور اہتمام قبول کرنے کیلئے کافی دباؤ ڈالا۔

آپ نے اپنے خیرخواہوں اور ہمدردوں سے مشورہ کے بعد اہتمام کو قبول فرمالیا اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر جامعہ کو ترقی دینے کی پوری کوشش کی۔ شدہ شدہ جامعہ گورنمنٹ کے تسلط سے آزاد ہوا حالت یہاں تک پہونچ چکی تھی کہ چار سال سے مدرسہ کی رپورٹ بھی نہیں شائع ہوسکی تھی تقریباً بیس سال سے کسی تعمیر و مرمت کا ذکر روداد میں نہیں ملتا، بعض قدیم عمارتیں مرمت کی سخت محتاج تھیں، جو عمارتیں تھیں یا تو مولانا احمد حسن بھام کے دور کی بنی ہوئی تھیں یا پھر مولانا احمد بزرگ کے زمانہ کی۔

مولانا بزرگ مدظلہ نے زمام اہتمام سنبھالتے ہی جامعہ کے انتظام پر کنٹرول کرلیا، لوگوں نے بھرپور تعاون بھی دیا، تعلیم کا معیار بلند کیا، قدیم درسگاہ کی مرمت کرائی۔ لائن کے حجروں کے پتھر جو ٹوٹ چکے تھے تبدیل کرائے، طلبہ کے ناشتہ کا انتظام کیا۔ ایک جگہ بٹھا کر تمام طلبہ کو کھلانے کا نظم کیا، طلبہ کیلئے چارپائی کا انتظام کیا، طلبہ کی رہائش کیلئے شاندار دارالاقامہ تیرہ لاکھ کے صرفہ سے تعمیر کرایا جس میں مطبخ، مال گودام اور ڈائننگ ہال بھی ہے مسجد جو مولانا احمد حسن بھامؒ کے زمانہ کی بنی ہوئی تھی ناکافی اور بوسیدہ ہورہی تھی اس کو شہید کرکے آٹھ لاکھ کے خرچ سے بے نظیر اور شاندار مسجد تعمیر کرائی جو ہر وارد و صادر کو دعوت نظارہ پیش کرتی ہے، دارالقرآن کے نام سے حفظ و قرأت کیلئے ایک عمارت بارہ کمروں پر مشتمل تعمیر کرائی۔ دارالاساتذہ جس کے اوپر پانی کی ٹنکی بھی ہے جس میں نو اساتذہ رہ سکتے ہیں اسی طرح جدید دارالاقامہ طلبۂ درجۂ حفظ کی رہائش کیلئے یہ

دونوں عمارتیں ابھی چند سال قبل تیار ہوئی ہیں۔ مغربی جانب کی قدیم لائن توڑ کر اس کے ملبہ سے ایک مزید دارالاساتذہ زیر تعمیر ہے جس میں بارہ اساتذہ اہل وعیال کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ آئندہ کتب خانہ کیلئے ایک عالی شان عمارت بھی تعمیر ہونے والی ہے۔

اس وقت جامعہ میں جو عمارات موجود ہیں ان میں قدیم عربی درس گاہ مولانا احمد حسن بھام رح نے جو چندہ افریقہ جاکر فراہم کیا تھا اس سے تعمیر شدہ ہے انور بلڈنگ مولانا احمد بزرگ رح کے عہد کی یادگار ہے۔ بنگلہ (قدیم دارالاساتذہ) بھی مولانا بزرگ رح ہی کے دور کی یادگار ہے اسی طرح شمالی جانب کی لائن بھی ان کے علاوہ جتنی عمارات ہیں وہ سب مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ کی بے لوث خدمات کا نتیجہ ہیں، کتب خانہ کی توسیع اور معیار تنخواہ کی بلندی بھی آپ کی وسیع الظرفی کا بیّن ثبوت ہیں۔ آپ کے پچیس سالہ دور اہتمام میں جامعہ ترقی کے اعلیٰ منازل طے کرچکا ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

ابھی چند سال ہوئے آپ نے ایک ادارہ معین المدرسین کے نام سے قائم کیا ہے جس کا مقصد مکاتب اور مدارس کے قلیل تنخواہ پانے والے اساتذہ کا مالی تعاون ہے۔ اس ادارہ سے بھی وسیع خدمات انجام پارہی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور نیز دیگر اداروں کو آپ کے توسط سے کافی مدد پہنچتی ہے جنوبی افریقہ اور دیگر ممالک کے اصحاب خیر کو آپ پر کامل اعتماد ہے۔

آپ دارالعلوم کے رکن شوریٰ ہونے کے ساتھ جمعیۃ العلماء ہند صوبہ گجرات کے نائب صدر، انجمن اصلاح المسلمین صوبہ گجرات کے صدر، دینی تعلیمی بورڈ ضلع سورت و بلساڑ کے صدر اور مرکزی جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں، دیگر بہت سے دینی اداروں سے بھی آپ کو رکنیت کا تعلق رہ چکا ہے۔

آپ نے متعدد عرب اور غیر عرب ممالک کا سفر بھی کیا ہے مثلاً حجاز مقدس، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، جدہ، بحرین، جنوبی افریقہ دو مرتبہ، انگلینڈ، ری یونین،

مورشش وغیرہ تین بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ یاب ہو چکے ہیں۔

جامعہ کی یہ تاریخ آپ کی خدمات کی تفصیل پیش کرتی ہے، آپ ہی کی ہمت افزائی پر ناچیز کو اس تاریخ کے مرتب کرنے کی ہمت ہوئی اور ان شاء اللہ آپ کی توجہات سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئے گی۔ ابھی آپ نے طلبہ کے مضامین کا مجموعہ طبع کرا کر شائع کیا ہے۔ اس سے قبل علامہ شبیر احمد عثمانی رح کی تقریر بخاری مولانا حبیب الرحمن اعظمی مد ظلہ محدث وقت کی نظر ثانی کے بعد شائع کرا چکے ہیں، آپ پاؤں سے کافی معذور ہو چکے ہیں۔ اٹھا کر کرسی پر بٹھایا جاتا ہے پھر وہ کرسی کھینچی جاتی ہے اس کے باوجود روزانہ جامعہ تشریف لاتے ہیں، آپ نے اپنی زندگی کو جامعہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن قبول سے نوازے۔ اور جامعہ کے سر پر آپ کا سایہ عافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء ———— وفات ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء

۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ[1] مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننہیال میں بمقام دودھوان جو کہ ورنوے بجانب شمال مغرب تقریباً چھ کوس پر ہے پیدا ہوئے ۴½ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ رح سے قرآن شریف شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن شریف کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحب (صوفی پورہ) سے فارسی و عربی میں تعلیم حاصل کی اور ابھی آپ کی عمر ۱۳، ۱۴ سال ہی کی تھی کہ ۱۳۰۵ھ میں شوق تعلیم نے لولاب کے مرغزاروں اور

---

[1] کذا فی الاصل وفی نفحۃ العنبر علی زنۃ لبنان بالواو بین بینہما دال ص۱ ۱۲ مرتب

سبزہ زاروں پر غریب الوطنی کی علمی زندگی کو ترجیح دی۔ چنانچہ تین سال تک آپ ضلع ہزارہ کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر جب علوم و فنون کی پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو ہندوستان کے مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کی شہرت سن کر آپ بھی ۱۳۰۷ھ[1] یا ۱۳۰۸ھ میں بعمر ۱۶، ۱۷ سال ہزارہ سے دیوبند کی طرف روانہ ہو گئے۔ دیوبند میں آپ نے ۴ چار سال رہ کر وہاں کے مشاہیر مشائخ وقت و یکتائے روزگار علماء سے فیوض علمیہ و باطنیہ کا بدرجۂ اتم استفادہ کیا اور ۲۰، ۲۱ سال کی عمر میں نمایاں شہرت و عزت کے ساتھ سند فراغ حاصل کیا، جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قدوۃ العلماء مولانا الحاج محمود حسن (شیخ الہند) نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا الحاج الحافظ خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب امرتسری مہاجر مدنی رح، حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی رح دیوبند سے فارغ ہو کر آپ قطب الارشاد حضرت مولانا الحاج رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور وہاں سے سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کئے اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ عالیہ امینیہ دہلی کے مدرس اول رہے۔

دہلی میں بارہ تیرہ سال قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوریوں کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے اور ۱۳۲۳ھ[2] میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، سفر حجاز میں طرابلس بصرہ اور مصر و شام وغیرہ کے جلیل القدر علماء نے آپ کی بہت عزت کی اور سب نے آپ کی خداداد و بے نظیر

---

[1] تاریخ دارالعلوم میں ہے کہ آپ ۱۳۱۰ھ میں داخل ہوئے، ۱۳۱۴ھ میں فارغ ہوئے ص۲۷۳ اس وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی ۱۲ مرتب۔

[2] مفتی کفایت اللہ رح کی ایک تحریر میں ہے کہ آپ نے ۱۳۲۵ھ میں حج فرمایا ۱۲ مرتب۔

لیاقت وقابلیت کو دیکھ کر سندات حدیث عطا فرمائیں۔ جن میں آپ کا نام "الشیخ محمد انور بن المولوی محمد معظم شاہ الکشمیری" لکھا گیا۔

سفر حجاز[1] سے واپس آکر خواجگان بارہ مولا خصوصاً خواجہ عبدالصمد ککرو کے اصرار پر آپ نے بارہ مولا میں فیض عام مدرسہ کی بُنیاد ڈالی، اور تقریباً تین سال تک آپ یہاں خلق اللہ کو فیضیاب کرتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے جلسۂ دستار بندی کی تقریب پر مدعو کیا گیا، اور آپ دیوبند تشریف لائے۔ دارالعلوم دیوبند سے استفادۂ علوم وفنون کیا تھا۔ وہیں سے سندِ فراغ حاصل کی تھی اب اسی دارالعلوم میں مدرس[2] مقرر ہو گئے۔ سنن ابوداؤد شریف اور صحیح مسلم شریف کا درس ایک عرصہ تک بلا کسی تنخواہ کے دیتے رہے۔

چند سال کے بعد آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کی وجہ سے پھر کشمیر جانا پڑا لیکن دارالعلوم کی طرف سے واپسی کا شدید تقاضا ہوا اس لئے جلد ہی واپس تشریف لائے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ جو آپ کے بہت زیادہ شفیق استاذ تھے اور ساتھ ہی آپ کا بہت زیادہ احترام بھی کرتے تھے وہ اکثر آپ کے دیوبند میں مستقل قیام کی تجاویز سوچا کرتے تھے چنانچہ سب سے پہلے آپ نے حضرت شاہ صاحب موصوف کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ اور پھر اتباعاً للسنۃ نکاح کی تاکید فرمائی یہ ۱۳۳۶ھ کا واقعہ ہے جبکہ آپ کی عمر شریف ۴۴ سال کی تھی۔

بظاہر شاہ صاحب کو مجرد ہی رہنا پسند تھا اور آپ شادی کیلئے بالکل تیار نہیں تھے لیکن بسبب اتباع سُنّت نبوی اور اپنے مشفق استاذ کے ارشاد واصرار پر

---

[1] دوسرے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ پہلے قائم کیا تھا بعد میں حج کو گئے تھے ۱۲ تاریخ دارالعلوم دیوبند نفحۃ العنبر نقش دوام وغیرہ ۱۲ مرتب۔

[2] تاریخ دارالعلوم میں ہے کہ ۱۳۲۷ھ میں آپ دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۳۳ھ میں صدر مدرس اور جانشین شیخ الہند بنائے گئے ص ۲۳۱ ۱۲ (مرتب)

رضامندی ظاہر فرمائی اور جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم کے حسن انتظام سے گنگوہ کے ایک اعلیٰ وشریف خاندان میں آپ کی شادی ہوگئی اس سے پہلے آپ دارالعلوم میں حسبۃً للہ درس دیتے تھے اور شادی کے بعد بسبب حوائج اہل وعیال آپ نے نہایت قلیل تنخواہ قبول فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے سلسلہ میں آپ کو بیشتر ہندوستان کے اکثر مقامات میں جانا پڑا ہے اور جہاں جہاں آپ تشریف لے گئے وہاں سے دارالعلوم کی امداد واعانت میں غیر معمولی کامیابی ہوئی ایک مرتبہ دارالعلوم کا وفد نواب خواجہ سر سلیم اللہ بہادر نواب آف ڈھاکہ کی خدمت میں گیا، حضرت شاہ صاحب رئیس الوفد تھے اور آپ نے نواب صاحب کو عربی زبان میں نہایت فصیح وبلیغ اڈریس دیا جس سے نواب صاحب مرحوم پر بہت گہرا اثر ہوا اور وفد مذکور نہایت کامیاب واپس ہوا وھکذا۔

۱۳۴۵ھ تک آپ دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت صدر مدرس[1] وجانشین شیخ الہند درس حدیث دیتے رہے اس کے بعد جب منتظمین سے بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو آپ نے دارالعلوم سے قطع تعلق فرمالیا اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت سے تعلق وابستہ کرلیا۔

۱۳۵۱ھ تک آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس حدیث دیتے رہے اور ۲ صفر ۱۳۵۲ھ کو بعارضۂ بواسیر بمقام دیوبند رحلت فرمائی۔ نوّر اللہ مرقدہٗ وبرّد مضجعہٗ ورحمہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت آخر عمر تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے جو زیادہ تر آپ کی ہی وجہ سے پھلا پھولا ہے قلبی شغف رکھتے تھے، اور اس کی ترقی وکامیابی کیلئے ساعی رہے، زمانۂ قیام جامعہ اسلامیہ میں آپ سے جو کچھ علمی فیضان ہوا اس سے نہ صرف دور دراز کے طلبہ

---

[1] بلکہ رجب ۱۳۴۶ھ تک۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۳/۱ و ص ۲۴۳/۱ ۱۲ مرتب

آپ سے فیضیاب ہوئے بلکہ خطۂ گجرات تمام ہی فیوض ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہوا۔[1]

(از روداد اُردو ۱۳۵۱ھ ص۱۱ تا ۱۴)

آپ نے متعدد بہت اہم اور نادر کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل کتب و رسائل ڈابھیل میں تصنیف فرمائے ہیں۔ تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ ۱۳۵۱ھ کی تصنیف ہے۔ (نفحۃ العنبر ص۱۱۴) نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین۔ یہ ۱۳۵۰ھ کی تصنیف ہے (ملاحظہ ہو اس کا مقدمہ) اسی طرح بسط الیدین لنیل الفرقدین بھی ڈابھیل کی تصنیف ہے۔ ۱۳۵۱ھ میں مکمل ہوا (ملاحظہ ہو کتاب کا دیباچہ)۔

وتر کے مسئلہ پر بے نظیر کتاب کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر۔ یہ بھی ڈابھیل کے زمانہ کی تصنیف ہے (نفحۃ العنبر ص۱۲۲)۔ مرقاۃ الطارم لحدوث العالم۔ یہ رسالہ بھی ۱۳۵۱ھ میں لکھا گیا۔

آپ کی تقریر بخاری فیض الباری کے نام سے چار جلدوں میں جامعہ اسلامیہ ہی کے احاطہ میں مرتب ہوئی اس کا حاشیہ البدر الساری یہیں لکھا گیا۔ اس کی طباعت، اسی طرح علامہ کے دوسرے رسائل کی طباعت بھی مجلس علمی ڈابھیل کی جانب سے ہوئی۔

مشکلات القرآن۔ قرآن کے مشکل مقامات کا حل علامہ کشمیری کی بیاض سے مرتب کرکے شائع کرنے کا کام بھی ڈابھیل ہی سے انجام پایا۔

شاہ صاحب کے علوم کی اشاعت تصنیفات کے ذریعہ سے بھی یہاں سے خوب ہوئی۔ پانچ سال کی مدت میں ۱۴۴۲ طلبہ نے صحیح بخاری پڑھ کر جامعہ اسلامیہ سے فراغت

---

[1] ہم نے روداد سے "مختصر سوانح" کے نام سے جو کچھ لکھا گیا تھا نقل کر دیا، کچھ باتوں میں تاریخی اختلاف بھی ممکن ہے، قدیم تحریر ہونے کی وجہ سے ہم نے من وعن شائع کر دیا کہ کسی محقق کو یہ تحریر کام آسکتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

حاصل کی اور ملک کے مختلف اطراف میں پھیل کر اشاعت علم اور تبلیغ دین میں مشغول ہوگئے۔[1]

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۵ء ——— وفات صفر ۱۳۶۹ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء

ولادت ۷ر محرم ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۵ء کو مولانا کی پیدائش بریلی کے علاقہ میں ہوئی اس وقت آپ کے والد ماجد وہاں کے ڈپٹی انسپکٹر تھے، نام "فضل اللہ" رکھا گیا، لیکن دوسرا نام شبیر احمد جو غالباً عشرۂ محرم میں پیدائش کی مناسبت سے رکھا گیا، زیادہ مشہور رہا۔

تعلیم ۱۳۱۲ھ میں دار العلوم کے درجۂ قرآن کے استاذ حافظ محمد عظیم صاحب کے سامنے بسم اللہ ہوئی، قرآن مجید کے ساتھ اردو کی کچھ کتابیں بھی پڑھیں۔ ۱۳۱۴ھ میں منشی منظور احمد دیوبندی مدرس فارسی سے فارسی شروع کی۔ بعد ازاں فارسی کی اوپر کی کتابیں مولانا محمد یٰسین صاحب (والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب) سے پڑھیں۔ ۱۳۱۹ھ میں دار العلوم میں عربی کی تعلیم شروع کی اور ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۸ء میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔ اور امتحان میں سب سے اعلیٰ نمبر کا امتیاز حاصل کیا۔

---

[1] روداد میں علامہ کے علمی و عملی کمالات پر بھی چھ صفحے لکھے گئے ہیں ہم نے شہرت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا۔ اس کیلئے نفحۃ العنبر، حیات انور، اور نقش دوام وغیرہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

فراغت کے بعد چند ماہ دارالعلوم میں درس دیا پھر مدرسہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس ہو کر تشریف لے گئے۔ شوال ۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم میں علیا کے مدرس مقرر ہوئے، اسی سال اپنا مکان وغیرہ فروخت کر کے آپ نے حج کیا۔ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء سے مسلم شریف آپ کے زیر درس رہی، آپ کے درس مسلم کو بہت شہرت حاصل ہوئی، یہ درس ۴۳ھ تک قائم رہا۔ ۴۳ھ میں شاہ حجاز سلطان بن عبدالعزیز بن سعود کی دعوت پر جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے اور وہاں عربی میں زبردست تقریریں کیں، واپسی پر کچھ عرصہ صحت خراب رہی اور غالباً اسی سال آنکھ کا آپریشن بھی ہوا اس لئے اس سال ۱۳۴۴-۴۵ھ میں مسلم کا درس نہ دے سکے جس کو دورۂ حدیث کے طلبہ نے اپنا بہت بڑا خسارہ محسوس کیا۔ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۸ء) میں علامہ انور شاہ صاحب کے ساتھ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو اپنی تشریف آوری سے نوازا۔

پانچ سال تک یہاں مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ ۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں علامہ انور شاہ صاحب کے انتقال کے بعد جامعہ کے شیخ الحدیث بنائے گئے۔ اور ۱۳۵۸ھ تک مسلسل بخاری کا درس دیتے رہے، اور مولانا نے باقاعدہ بخاری کا درس یہیں دیا ہے۔ ۵۹ھ میں بھی ایک ماہ کیلئے اخیر میں تشریف لائے۔ پھر ۶۲ھ میں تشریف لائے اور ۶۴ھ تک رہے۔ اسی دوران ۵۴ھ سے دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم بھی رہے، ۶۲ھ میں اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔

مولانا جمعیۃ العلماء ہند کے صف اول کے لوگوں میں تھے لیکن ملک کے تقسیم ہونے سے چند سال قبل متحدہ قومیت اور کانگریس کے ساتھ جمعیت کے تعاون کے مسئلہ پر جمعیۃ سے اختلاف ہوا اور وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۶۵ھ میں جمعیۃ علماء اسلام کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے۔ تقسیم ہند سے قبل ۸؍رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق ۶؍اگست ۱۹۴۷ء کو کراچی کیلئے روانہ ہو گئے۔ ۱۴؍اگست ۴۷ء کو جشن آزادی میں شرکت کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ ۸؍دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور کے وزیر اعظم کی درخواست پر جامعہ عباسیہ بہاولپور کے افتتاح کیلئے تشریف لے گئے، مختصر سی علالت کے بعد بہاولپور ہی میں ۱۳؍دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱؍صفر ۱۳۶۹ھ بروز شنبہ گیارہ بجکر چالیس منٹ پر یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا۔ عمر شریف ۶۴ سال ایک ماہ بارہ یوم کی تھی۔ جنازہ بہاولپور سے کراچی لایا گیا اور قیام گاہ واقع محمد علی روڈ کے قریب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(ماخوذ از تجلیات عثمانی و مقالہ مولانا عتیق عثمانی و تاریخ دارالعلوم دیوبند)

فضائل و کمالات

علم و فضل، فہم و فراست، تدبر اور اصابت رائے کے لحاظ سے علامہ عثمانی کا شمار ہندوستان کے چند مخصوص علماء میں ہوتا تھا۔ وہ زبان و قلم دونوں کے یکساں شہسوار تھے، اردو کے بلند پایہ ادیب اور بڑی سحر انگیز خطابت کے مالک تھے، فصاحت و بلاغت، عام فہم دلائل، پر اثر تشبیہات، انداز بیان اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے ان کی تقریر و تحریر دونوں منفرد تھیں۔ حالات حاضرہ پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے اس لئے ان کی تقریر و تحریر عوام و خواص دونوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ عظیم الشان جلسوں میں ان کی فصیح و بلیغ عالمانہ تقریروں کی یاد آج بھی اہل ذوق کے دلوں میں موجود ہے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۹۹/۲)

سیاسی و ملی خدمات

تحریک خلافت کے آغاز میں حضرت شیخ الہند جب مالٹا سے رہا ہو کر ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء میں تشریف لائے تو ان کے آخری لمحۂ حیات تک مولانا عثمانی ہی ان کی زبان و قلم رہے، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تاسیسی اجلاس علی گڈھ اور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دہلی وغیرہ میں جو خطبے اور پیغامات پڑھے گئے حضرت شیخ الہند کی علالت اور غیر معمولی ضعف و نقاہت کی وجہ سے ان کے حکم سے مولانا عثمانی ہی کے قلم سے لکھے ہوئے تھے اور مولانا ہی ان کے پڑھنے والے ہوتے تھے۔

آپ نے بہت سے مفید اور وسیع معلومات پر مشتمل مقالات اور رسالے تحریر فرمائے الاسلام[1]، العقل والنقل[2]، الدار الآخرة[3]، اعجاز القرآن[4]، الشہاب[5]، معارف القرآن[6]، تحقیق خطبہ جمعہ[7]، سجود الشمس[8]، حجاب شرعی[9]، خوارق عادات[10]، الروح فی القرآن[11]، ہدیہ سنیہ[12]، قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے[13] وغیرہ اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

لیکن آپ کی تصنیفات میں حضرت شیخ الہند کے ترجمہ پر تفسیری فوائد اور صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم نے علمی دنیا میں آپ کو لازوال شہرت عطا کی اور عالم اسلام کی مسلم شخصیتوں نے ان کے حق میں تعریفی کلمات کہے۔

فوائد کی تاریخ تصنیف

حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمہ مکمل کرنے کے بعد سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے فوائد لکھ لئے تھے۔ بقیہ فوائد مولانا عثمانی کے قلم سے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے فوائد مولانا نے قیام ڈابھیل کے زمانہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اتنی بات تو بالکل قطعی اور یقینی ہے کہ سورۂ یونس سے اخیر قرآن تک کے فوائد ۱۳۴۹ھ سے ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ تک کے عرصہ میں لکھے گئے ہیں۔ کیونکہ سورۂ یونس کی آیت فالیوم ننجیك ببدنك لتكون لمن خلفك آية کے فوائد ۴۹ھ میں لکھے ہیں۔ جب بندہ یہ سطریں لکھ رہا ہے یوم عاشوراء ۱۳۴۹ھ ہے اور ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کو فوائد کی تکمیل ہو گئی جیسا کہ اختتام پر تحریر فرمایا ہے۔ الٰہی آج عرفہ کے مبارک دن.... تیرے کلام پاک کی ایک مختصر سی خدمت جو محض تیرے فضل و اعانت سے اختتام پذیر ہوئی ہے[1] ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ[2] مولانا انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں "اب گیارہویں پارے سے پہلے کی تفسیر کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا نے یہ تفسیر ۱۳۴۷ھ کے ابتدائی حصہ سے شروع کی ہو گی یا ۱۳۴۶ھ کے آخری حصہ سے۔ اس اثناء میں آں مفسر ڈابھیل میں مقیم تھے مفسر نے سورۂ فرقان کی آیت وهو الذی مرج البحرين هذا عذب فرات کے فوائد میں قیام ڈابھیل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی قبولیت بخشی کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے جس کی تفصیل "تجلیات عثمانی" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ علماء عصر بلکہ اکابر میں اس کی

اہمیت کا اندازہ لگانے کیلئے صرف یہی واقعہ کافی ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرض وفات میں جب مولانا عثمانی ان کی عیادت و زیارت کیلئے حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا میں نے اپنا تمام کتب خانہ وقف کر دیا ہے۔ صرف دو چیزیں جو مجھے زیادہ محبوب ہیں اپنے پاس رکھ لی ہیں۔ آپ کے حواشی والا قرآن مجید اور دوسری کتاب "جمع الفوائد"۔

فتح الملہم

فتح الملہم کی پہلی جلد ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء میں طبع ہوئی، دوسری جلد ۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء میں اور تیسری ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء میں یہ تمام مدت مولانا کے قیام ڈابھیل ہی کی ہے۔ لیکن اس کی تصنیف کا سلسلہ بہت پہلے سے شروع تھا۔ مولانا انوار الحسن شیر کوٹی کی تحقیق کے مطابق حضرت شیخ الہند کے سفر حجاز کے بعد جب مستقل طور پر مسلم کا درس آپ سے متعلق ہوا اسی وقت سے اس کی تصنیف کا سلسلہ شروع فرمایا۔ مگر جیسا کہ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے۔ بعض موانع کی وجہ سے یہ کام تسلسل کے ساتھ جاری نہیں رہ سکا۔

ڈابھیل قیام کے زمانہ میں بھی اس کی تالیف کا سلسلہ اخیر تک جاری رہا، جامعہ کی متعدد رودادوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ۱۳۵۱ھ کی روداد میں ہے کہ جب شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا اور آپ سے شیخ الحدیث کی ذمہ داری قبول کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے پہلے فتح الملہم کی تصنیف کا عذر کیا ص۴۱ اسی طرح ۵۳ھ اور ۵۴ھ اور ۵۵ھ کی رودادوں میں ہے کہ علامہ عثمانی پورے انہماک سے مشغلۂ تدریس اور فتح الملہم کی تالیف میں مشغول ہیں۔

اس کے علاوہ داخلی قرائن بھی اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کا بہت سا حصہ یہیں لکھا گیا، تیسری جلد تو درکنار پہلی اور دوسری جلدوں میں بھی اس کی شہادت موجود ہے۔ فتح الملہم جلد اول میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو قدس سرہٗ لکھا ہے (ص۴۲۵) جس سے ظاہر ہے کہ یہ حصہ ان کی وفات کے بعد لکھا ہے۔ مولانا سہارنپوریؒ کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا ہے۔ مولانا عثمانی ۴۶ھ کے اخیر میں یہاں آ گئے تھے۔

جلد ثانی میں کشف الستر کا حوالہ ص۲۹ پر ہے۔ اسی طرح نیل الفرقدین کا حوالہ بھی ص۱۲ پر ہے یہ دونوں کتابیں شاہ صاحب کی ڈابھیل کی تصنیفات میں سے ہیں۔ کمامر۔

تقریر بخاری

علامہ عثمانی نے باقاعدہ بخاری صرف ڈابھیل ہی میں پڑھائی شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ۵۲ھ میں پہلی بار پڑھائی اس سال مولانا عبدالوحید صدیقی صاحب فاضل جامعہ نے جو دورۂ حدیث میں شریک تھے بڑے اہتمام سے علامہ کی تقریر قلم بند کی بعد میں علامہ نے اس پر نظر ثانی بھی فرمائی۔ اس کی نقل بھی اپنے لئے کرالی۔ اس تقریر کو شائع کرنے کا شرف بھی ہندوستان میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو حاصل ہوا، جلد اول شائع ہو چکی ہے، جلد ثانی زیر ترتیب ہے۔ اسی تقریر کو کافی اضافہ کے ساتھ فضل الباری کے نام سے مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب نے پاکستان سے شائع کیا ہے اس کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

علامہ کے علوم وفیوض کو جامعہ ڈابھیل سے خوب شائع ذائع ہونیکا موقع ملا یقیناً یہ جامعہ کی ایک ایسی خدمت ہے جس پر اس کو فخر کا حق حاصل ہے۔

حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ

ولادت تقریباً ۱۲۸۴ھ ـــــــ وفات ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

مولانا موصوف نسباً سید تھے، عنفوان شباب ہی میں آپ کو آخرت دنیا سے پیاری ہوگئی تھی، اور اسی لئے اپنے اکابر خاندان کے برخلاف آپ نے علم عربی شروع کیا، اور فارغ ہو کر میرٹھ، سردھنہ وغیرہ میں مدرس رہے کچھ عرصہ بعد آپ کی قابلیت کا اطراف میں شہرہ ہوگیا۔ اور ارباب حل وعقد دیوبند نے آپ کو دارالعلوم کی خدمت کیلئے بلالیا۔ یہاں پہونچ کر آپ نے جمعیۃ الانصار کے فرائض کے ساتھ ساتھ خدمتِ درس کو بھی انجام دیا اور رسالہ القاسم کو بھی بڑے زمانہ تک نہایت دانشمندی ولیاقت کے ساتھ ذمہ دارانہ چلایا، آپ فطری طور پر طباع وذکی تھے، شاعریت کا بھی آپ کو اچھا مذاق تھا فن طب میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا اور دیگر مذاہب سے مناظرہ کرنے میں بھی آپ کو کافی دستگاہ تھی، تقریر وتحریر میں آپ ماہر تھے لیکن ان سب مشاغل میں پیارا مشغلہ آپ کا درس حدیث ہی تھا اسی لئے ایک قابل طبیب ہو کر بھی آپ نے اس فن سے دلچسپی نہیں لی۔ ضمناً کسی کا اگر لوجہ اللہ علاج کر دیا تو یہ اور بات ہے، دیوبند کے طویل قیام سے لے کر ڈابھیل کی آخری ساعت حیات تک آپ حدیث ہی کی تعلیم میں مشغول رہے، علم ظاہری کے ساتھ آپ قطب دوراں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے مریدین باصفا میں سے تھے، اور تقریباً بیس سال سے زیادہ کے تربیت یافتہ تھے، حضرتؒ سے آپ کو والہانہ تعلق تھا اور اسی لئے بدعت سے آپ کو خاص تنفر تھا، نئی روشنی کے دشمن، قدیم روش کے حامی، با اخلاق اور بے انتہا با مروت، غریب پرور، اور نہایت سخی بزرگ تھے۔ یہ کہنا مبالغہ سے خالی ہے کہ اس دور میں آپ مجسم تبرک تھے۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا اور ٹھیک یوم النحر جمعہ کے دن قبیل العصر جبکہ دنیا اپنی قربانی کی خوشیاں منارہی تھی آپ راہ حق میں اپنی تقریباً بہتر ۷۲ سالہ جان قربان کر رہے تھے، جو حالات اس مرض میں عیادت کرنیوالے دیکھتے تھے وہ جانیوالے کیلئے بشارت اور رہنے والے کیلئے قابل رشک تھے، آخری حال میں جب دماغ پر سرسامی کیفیت نے غلبہ کیا تو اس بے اختیاری کے حال میں بھی جو کچھ زبان سے نکل رہا تھا وہ احادیث کی تقریر اور اسانید ابوداؤد کا حل تھا۔ آخر کار جو زبان صحت میں یادِ حق سے ہر وقت تر رہتی تھی حیات کے آخری لمحات تک اپنے کام میں مشغول رہی اور جب تک جسم میں حرکت رہی برابر چلا کی اور جب جسم نے حس وحرکت سے جواب دیا تو وہ بھی اپنے خالق کا نام لیکر ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(روداد اردو ۵۶ھ ص۱۶-۱۷)

ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ سے وفات تک جامعہ کی خدمت کی اور بالآخر ہمیشہ کیلئے سرزمین ڈابھیل میں تالاب کے کنارے مولسری کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہوئے۔ آپکی قبر سے متصل مولانا مفتی اسمٰعیل بسم اللہؒ کی بھی قبر ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن امروہی رحمہ اللہ

ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ——— وفات ۱۳۶۷ھ

آپ کا سال ولادت تقریباً ۱۲۷۷ھ ہے، بمبئی میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ میں قرآن شریف حفظ کیا، ابتدائی تعلیم بھی مکہ مکرمہ میں پائی، حضرت مولانا احمد حسن امروہی سے تحصیل علوم کی۔ آخر میں دیوبند آکر تفسیر وحدیث کے کچھ اسباق حضرت نانوتوی سے پڑھے، ان دونوں بزرگوں کے علمی فیوض سے ان کے تفسیر وحدیث کے اسباق میں متکلمانہ رنگ غالب تھا، دوران درس ان کی ذات ہر علم وفن خصوصاً علم کلام وعقائد میں یگانۂ روزگار تھی اکثر وبیشتر حضرت نانوتویؒ کے علوم ومعارف کے حوالے دیتے تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے آخری شاگردوں میں سے تھے، تفسیر میں ان کو خاص کمال تھا، مدرسہ شاہی مراد آباد، بمبئی، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور مدرسہ جامعہ اسلامیہ امروہہ میں ساٹھ سال تک علوم دینیہ کی خدمت میں گزارے، اس لئے ان کے فیض یافتگان کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔

۱۳۶۳ھ میں کچھ عرصہ کیلئے دارالعلوم دیوبند میں بھی تفسیر وحدیث کے اسباق پڑھائے، آخر میں جامعہ اسلامیہ امروہہ کے شیخ الحدیث والتفسیر ہو گئے تھے حدیث و فقہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر آپ کا ایک حاشیہ ہے، مطول اور مختصر المعانی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے اجازت بیعت حاصل تھی۔ ۹۰ سال کی عمر میں ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ کو واصل بحق ہوئے، اپنے استاذ حضرت مولانا احمد حسن امروہی کے پہلو میں آسودۂ خواب ہیں۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۵/۲)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ۱۳۵۳ھ میں تشریف لائے، اور ۱۳۶۲ھ تک رہے، ۱۳۵۹ھ سے اخیر تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ

(رحمۃ اللہ علیہ)

ولادت ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء ——— وفات ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء

ولادت شہر بدایوں (جہاں آپ کے والد صاحب پولیس آفیسر کی حیثیت سے ملازم تھے) آپ کی ولادت ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب بہت ہی با اخلاق اور بات اور وعدے کے پکے تھے، کبھی رشوت نہیں لی، چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے بعد میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی سے تجدید بیعت کر لی تھی، اخیر عمر میں روزانہ اسّی ہزار مرتبہ اللہ کا ذکر کرتے تھے، تہجد کے پابند دیانت دار امانت دار تھے۔

ابتدائی تعلیم مولانا بدر عالم صاحب نے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسکول میں انگریزی تعلیم تقریباً میٹرک تک حاصل کی، ایک روز الہ آباد کی ایک مسجد میں نماز جمعہ کیلئے تشریف لے گئے وہاں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ تھا، اس کا ایسا اثر ہوا کہ آپ نے انگریزی کو چھوڑ کر عربی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت عمر شریف گیارہ سال تھی والد صاحب نے بہت سختی اور تادیب کی لیکن یہ اپنے ارادہ سے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر والد صاحب سمجھ گئے کہ یہ کوئی راز الٰہی ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سارا واقعہ لکھ دیا۔

حضرت سہارنپوری نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں خوشی سے اجازت دیجئے۔

گیارہ سال کی عمر میں سہارنپور پہونچ گئے، حضرت سہارنپوری کی نگرانی میں انہی کی مسجد کے ایک حجرے میں قیام پذیر ہوگئے، اور مدرسہ مظاہر العلوم میں آٹھ سال تعلیم حاصل کی۔ انیس ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳۳۶ھ میں فارغ ہوکر اسی مدرسہ میں معین مدرس ہوگئے، دو سال درس دینے کے بعد دیوبند حضرت علامہ انورشاہ کشمیری کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ ۱۳۳۹ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوکر شاہ صاحب سے بخاری اور ترمذی پڑھی، آپ کے افادات نوٹ بھی کئے۔

۱۳۴۰ھ میں دارالعلوم میں مدرس مقرر کئے گئے، وہاں سے ۱۳۴۶ھ کے اخیر میں علامہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل تشریف لائے۔ یہاں علیا کے مدرس ہونے کے باوجود علامہ کے درس بخاری میں چار سال تک طلبہ کی صف میں بیٹھ کر شرکت کی، قیام بھی بنگلہ[1] میں اس طرح تھا کہ دونوں کے کمرے ایک ساتھ تھے، بیچ میں دروازہ بھی تھا مگر استاد کا ادب اس درجہ تھا کہ کبھی استاد نے اپنے اس شاگرد کے ہنسنے کی آواز نہیں سُنی، شاہ صاحبؒ نے اپنے ہاتھ سے حدیث کی سند خاص عطا فرمائی۔

تصنیف وتالیف

اسی دوران محقق ابن الہمام کی کتاب "زاد الفقیر" پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام "عتاد الحقیر" ہے۔ رد قادیانیت کے موضوع پر ایک رسالہ "آواز حق" کے نام سے بھی تصنیف فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب کے انتقال کے بعد تقریر بخاری کی ترتیب کا کام آپ ہی کے سپرد ہوا۔ آپ نے ۱۳۳۹ھ میں شاہ صاحب سے بخاری پڑھی تھی لیکن اس کے بعد بھی سماعت کیا کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے ۱۳۴۲ھ میں جو اپنے ہاتھ سے لکھ کر سند عطا کی تھی وہ مقدمۂ فیض الباری ص۴۶ پر درج ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ سے تین مرتبہ تین سالوں میں مولوی بدر عالم نے قراءت اور سماعت کی۔ حاشیہ میں مولانا بدر عالم رح لکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کم از کم سات سال تک میں شاہ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرتا رہا (ص۴۴) اس طرح دس سال کے اندر مختلف تقریریں شاہ صاحب کی نوٹ کی تھیں، فیض الباری کی ترتیب میں ان کو ملاکر ایک کردیا ملاحظہ ہو مقدمۂ فیض ص۶۹۔ پھر بھی یہ خواہش تھی کہ شاہ صاحب کے دوسرے تلامذہ نے جو تقریریں نوٹ کی ہیں ان سے بھی استفادہ کرلیتا تو بہتر ہوتا تاکہ مجھ سے جو بات سُننے سے رہ گئی ہو اس کی تلافی ہوجائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مولانا عبدالقدیر کامل پوری اور مولانا عبدالعزیز کامل پوری (جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے فاضل اور مدرس بھی رہے ہیں) کی ضبط کی ہوئی تقریریں حاصل ہوگئیں۔ ان دونوں حضرات نے تین مرتبہ صحیح بخاری شاہ صاحب سے پڑھی تھی ص۶۹۔

مولانا میرٹھیؒ نے فیض الباری کی چار جلدیں رات دن کی محنت سے صرف دو سال ۱۳۵۳ھ و ۱۳۵۴ھ میں مرتب کیں۔ ان سالوں میں نصف وقت پڑھاتے تھے اور نصف تنخواہ بھی لیتے تھے۔ اتفاق سے ان دنوں بیمار بھی تھے، ٹی بی کے انجکشن بھی لگ رہے تھے۔ تقریر کی ترتیب کے ساتھ "البدر الساری" کے نام سے حاشیہ بھی تحریر فرمایا جس میں علم حدیث کے بہت سے فوائد آگئے۔

اس کتاب کو اور ساتھ ہی نصب الرایہ وغیرہ دیگر کتب کو شائع کرنے کیلئے مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا سید احمد رضا بجنوری قاہرہ تشریف لے گئے، شوال ۱۳۵۶ھ میں یہاں سے روانہ ہوئے، پہلے حج کو گئے، حج سے فارغ ہوکر صفر ۱۳۵۷ھ کو قاہرہ پہنچے، ۱۳۵۸ھ میں واپس ہوئے۔

مولانا بدر عالم صاحب ۱۳۴۶ھ سے برابر جامعہ کے استاذ رہے، ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ ترمذی شریف بھی پڑھائی، ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ میں یہاں سے علیحدہ ہوئے، اور بھاولنگر تشریف لے گئے، یہاں ایک معمولی مدرسہ تھا اس کو ترقی دی، اب وہ ایک شاندار بڑا مدرسہ ہے جس سے شہر کے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ وہاں صرف ایک سال قیام رہا۔

---

[1] جامعہ ڈابھیل کا قدیم دارالاساتذہ۔

بھاول نگر سے دہلی ندوۃ المصنفین تشریف لائے جس کو آپ کے رفقاء مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نے قائم کیا تھا وہاں آپ کو ترجمان السنۃ کی تالیف کا کام سپرد ہوا آپ نے پہلی جلد تیار کردی ؁۴۶ء میں شائع بھی ہوگئی، تقسیم ہند ؁۴۷ء کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے۔ پاکستان کیلئے ایک بڑے دینی ادارے کی ضرورت تھی، علامہ شبیر احمد عثمانی رحؒ نے یہ کام مولانا بدر عالم کے سپرد کیا آپ نے "ٹنڈو الہ یار" میں یہ علمی مرکز قائم کیا اور چیدہ علماء اس کے لئے جمع کرلئے۔ آج پاکستان کے بڑے مدارس میں اس کا شمار ہے۔

ترجمان السنۃ کا کام بھی باوجود تصنیفی دشواریوں کے جاری رہا۔ دوسری جلد ؁۴۸ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان سے جلد ہی ہجرت فرماکر دیار حبیب مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً تشریف لے گئے، وہاں پر بھی ترجمان السنۃ کا کام برابر جاری رہا۔ ؁۵۳ھ میں حج سے واپسی کے وقت کار کو حادثہ پیش آیا جس میں شہادت کی انگلی شہید ہوگئی، سر میں زخم آئے۔ داہنی ہاتھ میں بہت چوٹ آئی، بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا، اس واقعہ کے بعد سے ضعف بہت ہوگیا تھا، لیکن تصنیفی مشغلہ برابر جاری تھا، تیسری جلد بھی ؁۵۶ء میں تیار ہوکر شائع ہوگئی، اخیر کے چار پانچ سال تو بالکل بستر علالت پر ہی گذرے۔ چوتھی جلد کا کام بھی جاری رہا یہ جلد بہت اہم اور معجزہ جیسے معرکۃ الآراء مسئلہ سے متعلق ہے، بستر پر پڑنے سے پہلے اس کا مقدمہ جو ۳۰۰ صفحے سے زیادہ پر پھیلا ہوا ہے ترتیب دے چکے تھے، یہ مقدمہ ہی اس جلد کی جان ہے، کتاب کا بقیہ حصہ کا مواد بھی تیار ہوگیا تھا، بستر علالت پر پڑے پڑے ان کو ترتیب دلوایا اور وفات سے قبل طباعت کے لئے حاجی حافظ فرید الدین احمد صاحب کو مسودہ عطا فرما دیا تھا، ہاں یہ صحیح ہے کہ انتہائی معذوری کی وجہ سے اس جلد پر باقاعدہ نظر ثانی نہیں ہوسکی۔ بہرحال ؁۶۷ء میں یہ جلد پہلے کراچی سے شائع ہوئی۔ پھر کچھ اضافہ اور تصحیح کے بعد ؁۶۸ء میں ندوۃ المصنفین دہلی سے منظر عام پر آئی، فیض الباری اور ترجمان السنۃ آپ کی شاہکار تالیفات ہیں، علماء کرام کی نگاہ میں ان کی بڑی وقعت ہے اور بڑی عرق ریزی اور محنت سے مولانا نے ان

کو ترتیب دیا ہے، ان کے علاوہ آپ نے مختلف رسالے تصنیف فرماکر شائع کئے۔ "آواز حق" کا ذکر گذر چکا ہے۔ "خلاصۃ زبدۃ المناسک" حج سے متعلق ایک رسالہ اردو، انگریزی اور گجراتی میں شائع ہوچکا ہے، الحزب الاعظم کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔

نزول مسیح پر ایک رسالہ جو دراصل ترجمان السنۃ جلد ۴ ہی کا ایک حصہ ہے۔ الگ سے شائع کیا، اس کا بھی انگریزی ترجمہ چھپ چکا ہے۔ قیام دارالعلوم کے زمانہ میں اسی موضوع پر "الجواب الفصیح لمنکر حیوۃ المسیح" بھی تصنیف فرمائی تھی، "جواہر الحکم" کے نام سے تین حصے اصلاح عام کیلئے اخیر عمر میں املاء کرائے۔

سلسلۂ بیعت

پہلے آپ قدوۃ السالکین مولانا مفتی اعظم شاہ عزیز الرحمٰن عثمانی رحؒ سے بیعت ہوئے مفتی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفۂ اجل مولانا قاری محمد اسحاق میرٹھی رحؒ سے متعلق ہوکر خلافت حاصل کی، مولانا بدر عالم جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں گجرات کے جو حضرات جنوبی افریقہ میں سکونت پذیر ہیں ان کا مولانا کی طرف خاص رجوع ہوا، اور بہت سے بندگان خدا آپ کے دامن سے وابستہ ہوکر فیضیاب ہوئے، مولانا عشق نبوی سے سرشار تھے جب تک مسجد نبوی میں جانے کے قابل تھے روزانہ آٹھ گھنٹے پورے ادب واحترام کے ساتھ وہیں گذارتے، نہ کسی سے وہاں بات کرتے نہ نشست بدلتے۔

وفات

۵ رجب ؁۸۵ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ؁۶۵ء شب جمعہ میں آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں امہات المومنین کے قدموں میں جگہ ملی، اس کی آپکو بہت تمنا تھی فرماتے ہیں ——

ہاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ — اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے دل میں عمر کی بھی — ہوجائے گر نصیب غلام غلام کو

مولانا مرحوم کا جامعہ سے بہت طویل اور گہرا تعلق تھا[1]، انکے حالات برابر معلوم کرتے رہتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

---

[1] یہ پورا مضمون، مقدمہ فیض الباری، تاریخ دارالعلوم اور ترجمان السنۃ جلد چہارم کے مقدمہ سے ماخوذ ہے ۱۲ فضل الرحمٰن اعظمی۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۱ء ——— وفات یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ۲/ اگست ۱۹۶۲ء

آپ ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۱ء میں اپنے وطن سیوہارہ ضلع بجنور کے محلہ مولویاں میں پیدا ہوئے، اصل نام معز الدین تھا حفظ الرحمٰن (الف کے عدد کے ساتھ) آپ کا تاریخی نام ہے۔ آپ ایک زمیندار تعلیم یافتہ گھرانہ کے فرد تھے مکتبی تعلیم اپنے گھر ہی حاصل کی، عربی کی کچھ ابتدائی کتابیں مدرسہ شاہی مرادآباد میں پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ فیض عام سیوہارہ میں داخل ہوئے اور وہیں درس نظامی کی تکمیل کی۔

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص۱۹۹)

مولانا بہت ذکی اور ذہین تھے۔ اپنی جماعت میں ہمیشہ ممتاز اور نمایاں رہتے، اس لئے اساتذہ کی توجہ کا مرکز تھے، تقریر سے دل چسپی اور اس کی تیاری کا ذوق و شوق زمانہ طالب علمی ہی سے تھا، ہفتہ وار مجلس میں بلاناغہ سیرت کے کسی خاص موضوع پر تیاری کرکے تقریر کرتے اور اساتذہ سے داد تحسین حاصل کرتے (ایضاً)۔

فیض عام سے فراغت کے بعد ۱۳۴۱ھ میں دارالعلوم میں داخلہ لیا، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، ایک سال فنون پڑھ کر ۱۳۴۲ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے، پھر ایک سال بیرامیٹ (مدارس) میں درس و تدریس اور تبلیغی خدمات انجام دیں، وہیں سے آپ

کا تصنیفی جوہر بھی کھلا، دو مختصر رسالے (۱) "حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان" (۲) "مالابار میں اسلام" تصنیف فرمائے وہاں جو مشاہرہ ملتا تھا اس کو جمع کرکے حج و زیارت سے بہرہ مند ہوگئے، حج سے واپسی پر ۱۳۴۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوگئے۔

(ایضاً ص۸۹ و تاریخ دارالعلوم دیوبند ص۱۴۸/۲)

ڈابھیل میں ورود

۱۳۴۶ھ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ جب اپنے رفقاء کے ساتھ ڈابھیل تشریف لائے تو ساتھ ہی مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی یہاں آئے، اور تین سال یہاں رہے ۴۹ھ کی جامعہ کی روداد میں آپ کا نام ہے۔ ۵۰ھ کی روداد میں تذکرہ نہیں، علیحدگی کے باب میں کوئی رپورٹ بھی نہیں، مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے بھی لکھا ہے کہ کم و بیش تین سال ڈابھیل میں قیام رہا۔

(الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص۱۲۵)

جامعہ میں آپ کی خدمات

مولانا نے جامعہ میں درس و تدریس، ڈابھیل کے اطراف و جوانب میں وعظ و تقریر کے علاوہ ایک تصنیف بھی قیام ڈابھیل کی یادگار چھوڑی ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ایماء پر اپنے پیارے موضوع سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب ۳۵۰ صفحات پر مشتمل تحریر فرمائی اس کا نام "نور البصر فی سیرۃ خیر البشر" ہے، سیرت رسول کریم کے نام سے مشہور ہے۔ اس تالیف کا مقصد اسکولوں اور کالجوں کی نصابی ضرورت کو پورا کرنا تھا، پہلا ایڈیشن جب شائع ہوا تو حضرت استاذ کی خدمت میں پیش کرکے رائے گرامی حاصل کی، علامہ کشمیری نے مندرجہ ذیل لفظوں میں تحسین فرمائی۔

"نور البصر فی سیرۃ خیر البشر" مولفہ جناب مستطاب مولانا مولوی حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی دام عزہٗ احقر کے اصرار پر تالیف ہوئی ہے، احقر کا خیال تھا کہ کوئی متوسط سیرۃ النبی تالیف ہو کہ مدارس عربیہ اور مدارس قومیہ کے طلبہ بسہولت مستفید ہوسکیں، اور حدیث شریف کے مشتغلین کو اجمالی بصیرت نصیب ہو اور کتب معتبرہ سے

ماخوذ ہو اور اہل حق اور سلف کے طریقہ پر ہو، بحمد اللہ یہ مختصر کتاب ایسی ہی واقع ہوئی ہے، حق تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر نصیب کرے اور ان کی خدمات بارگاہ خداوندی اور بارگاہ نبوت میں قبول ہو۔" آمین

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ[1] (ایضاً ص۱۷)

تحریک آزادی میں سرگرمی کا آغاز

مولانا کی سیاسی سرگرمی کا آغاز ڈابھیل ہی سے ہوا۔ الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر میں ہے مولانا مرحوم کی قومی جماعتی سرگرمیوں کا آغاز یوں تو ۱۹۱۹ء ہی سے ہو گیا تھا، ۲۲ء میں گرفتار بھی ہوئے تھے لیکن کانگریس کے پلیٹ فارم سے مولانا مرحوم کی سرگرمیوں کا آغاز زیادہ تر ڈابھیل ہی کے قیام سے شروع ہوا، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے معلوم ہوا کہ انہی دنوں جب گاندھی جی نے (۱۹۲۹ء ۱۳۴۸ھ میں) ڈانڈی مارچ کی تحریک شروع کی اور نمک پر محصول کے بائیکاٹ کا پروگرام پیش کیا تو مولانا مرحوم اور مفتی صاحب گاندھی جی سے ملے اور تحریک میں اپنے پورے تعاون کی پیش کش کی جس سے گاندھی جی بہت متاثر ہوئے۔

ان ہی دنوں باڑدولی (ضلع سورت) میں سردار پٹیل نے کانگریس کے کارکنوں کا ایک بڑا اجتماع کیا تھا جہاں یہ طے کیا گیا کہ عدم ادائیگی ٹیکس کی بناء پر پبلک کی جو جائدادیں برٹش حکومت ضبط کر کے نیلام کر رہی ہے عوام کو ان کے خریدنے سے باز رکھنے اور نیلام کے بائیکاٹ کی ترغیب دی جائے، اسی موقع پر مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے اسلامی نقطۂ نظر سے اپنا مشہور فتویٰ صادر کیا تھا۔ جس میں ضبط شدہ جائدادوں کو نیلام میں خریدنے کی شرعی ممانعت کا حکم تھا، کیوں کہ برٹش حکومت کی طرف سے جائدادوں کی ضبطی ایک صریح ظلم تھا اور ضبط شدہ جائدادوں کا خرید نا شرعاً ظلم و عدوان کی تائید کے حکم میں آتا تھا۔

مفتی صاحب کا یہ فتویٰ سورت کے مشہور پریس "مسلم گجرات" میں چھپا تھا اس کی پاداش میں فتویٰ کے ساتھ پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔ ان دونوں بزرگوں کی سیاسی سرگرمی سے اس وقت جامعۂ ڈابھیل کے منتظمین کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی تھی۔ ان حضرات نے بھی اس کو محسوس کیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تو جیل ہی جا چکے تھے، مفتی صاحب بھی مستعفی ہو کر وطن واپس ہو گئے، رہائی کے بعد پھر مولانا ڈابھیل واپس نہیں گئے۔ (ایضاً ص۸۹-۹۰)۔

جامعہ ڈابھیل سے انقطاع اور جیل سے رہائی کے بعد مولانا نے ۱۹۳۰ء ۱۳۴۹ھ میں جمعیۃ العلماء کے اس معرکۃ الآراء اجلاس میں شرکت کی جہاں سے آپ کے قائدانہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ علی برادران کی رائے کے خلاف مولانا نے یہ نظریہ بڑی قوت اور زور استدلال کے ساتھ پیش کیا کہ جمعیۃ العلماء کو آزادئ وطن کے حصول کیلئے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ غیر مشروط تعاون کرنا چاہئے، چنانچہ مولانا سید عطاء اللہ بخاریؒ نے اپنی ولولہ انگیز تقریر سے اس کی تائید کی اور بالآخر اجلاس کا یہی فیصلہ قرار پایا۔ امروہہ کے اس اجلاس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی جیسے اکابر بھی شریک تھے۔ (ایضاً ص۹ و ص۱۲۵)

۱۹۳۲ء میں آل انڈیا کانگریس پارٹی کا سالانہ جلسہ دہلی میں گھنٹہ گھر کے سامنے خلاف قانون قرار دیا گیا تھا اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی گرفتار ہوئے تھے اسی وقت ڈسٹرکٹ جیل دہلی میں "البلاغ المبین فی مکاتیب سید المرسلین" تصنیف فرمائی تھی، کتاب تقریباً تین سو صفحات کی ہے، اب نایاب ہے۔

(ایضاً ص۱۲۷، ص۱۲۶، ص۲۰۷)
(و تاریخ دار العلوم ص۱۴۹/۲)

---

[1] یہ سال شاہ صاحب کے قیام ڈابھیل کا ہے ۱۲۔

۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کی دعوت پر کلکتہ تشریف لے گئے، اس انجمن کے سرپرست مولانا ابوالکلام آزاد تھے، ڈھائی سال وہاں قیام رہا، درس قرآن حکیم خاص شغل تھا، روزانہ صبح اور بعد العشاء درس ہوتا، نئے اور دل نشیں انداز میں قرآن حکیم کے مطالب و معارف کے بیان میں جو امتیاز حاصل تھا اس کی شہرت دور دور تک پھیلی اور اخیر تک باقی رہی (ایضاً ص ۹۰)۔

خرابی صحت کے باعث کلکتہ سے واپس ہو گئے، کچھ عرصہ امروہہ میں مقیم رہے وہاں دو دینی مدرسوں کے اہتمام و نگرانی کی خدمت انجام دیتے تھے، پھر جب ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں ندوۃ المصنفین کی بنیاد ڈالی گئی تو مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے ساتھ آپ بھی دہلی چلے آئے۔

(ایضاً ص ۹۰)

آپ اب تک اگرچہ کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے جیسا کہ اوپر چار کتابوں کا ذکر ہو چکا ہے لیکن اس ادارہ کے قیام کے بعد آپ کے قلم حقیقت رقم سے ایسی تحقیقی اور علمی معیار کی علمی کتابیں شائع ہوئیں جنھوں نے خود مولانا اور اس ادارہ کو بام شہرت پر پہونچا دیا۔

۱۹۳۲ء ہی میں آپ جمعیۃ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہو گئے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ کا تیرہواں سالانہ اجلاس حضرت مدنیؒ کی صدارت میں لاہور میں منعقد ہوا تھا، اس میں مولانا آزادؒ اور مفتی کفایت اللہؒ بھی تھے اسی اجلاس میں آپ کی خدمات کے پیش نظر آپ کو "مجاہد ملت" کا خطاب دیا گیا نیز جمعیۃ کا ناظم عمومی (جنرل سکریٹری) منتخب کیا گیا۔ زندگی کے آخری لمحات تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔ ۴۲ء میں دفتر ندوۃ المصنفین دہلی سے گرفتار کئے گئے۔ تقریباً دو سال تک نظر بند رہ کر ۴۴ء میں رہا ہوئے اور پھر اپنے مشاغل میں لگ گئے، ۱۹۴۶ء میں دستور ساز اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔

(ایضاً ص ۹۱، ص ۹۲، ص ۱۱۹، ص ۳۱۲)

۱۹۳۸ء / ۱۳۵۷ھ سے ۱۹۴۶ء / ۱۳۶۵ھ تک مولانا سیاسی سرگرمیوں، قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے رہے، یہ مولانا کا خاص تصنیفی دور ہے، اس میں مولانا کے

قلم سے کئی نادرۂ روزگار، بلند پایہ تصنیفات وجود میں آئیں جن کی بدولت مولانا کا شمار صف اول کے مصنفین و محققین میں ہونے لگا۔ قصص القرآن (چار جلد) اسلام کا اقتصادی نظام، اخلاق و فلسفۂ اخلاق۔ یہ تینوں ضخیم کتابیں جو ادبی چاشنی، بہترین طرز نگارش، تحقیق و مطالعہ کی کدوکاوش کی وجہ سے ہر قاری سے داد و تحسین حاصل کر لیتی ہیں — اسی دور کی یادگار ہیں (ایضاً ص ۱۴۷) اگر مولانا کو امن و سکون کے ساتھ شور و ہنگامہ سے یکسو ہو کر تصنیف و تالیف کا طویل زمانہ میسر آتا تو پھر بات ہی کچھ اور ہوتی۔

۱۵ راگست ۱۹۴۷ء وہ تاریخ ہے جب طویل جد و جہد اور انتھک کوششوں، ہر طرح کی جانی و مالی قربانیوں کے بعد تحریک آزادی منزل مقصود کو پہونچی، ہندوستان آزاد ہوا، خوشی کے ترانوں سے ملک کی فضا گونج اٹھی، مسرت کے شادیانے ہر طرف سنائی دینے لگے لیکن آہ کسے معلوم تھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد فسادات کا ایک طوفان ملک پر مسلط ہونے والا ہے، اور مسلمانوں پر قیامت صغریٰ کا ایک منظر گذر جانے والا ہے۔

۲۵ راگست کو مولانا اپنی پیاری بیٹی خالدہ کی تشویشناک حالت کی خبر سن کر سیوہارہ تشریف لے گئے، بالآخر تپ دق کی بیماری میں وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

ابھی غم کے آنسو خشک بھی نہیں ہو سکے تھے کہ مولانا کے کان میں ان فسادات کی خبر پڑ گئی، گھر والوں کو سوگوار چھوڑ کر دہلی پہونچ گئے، اور پھر دلی اور اس کے اطراف میں مسلمانوں کی حفاظت، ان کو بسانے، دلاسا دینے اور ان کے قدم کو ہندوستان میں جمانے کیلئے جو کچھ کیا ہے، اس کا اندازہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اس ایک جملہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

"فسادات کے زمانہ میں دہلی کے اندر مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کے بدلے میں اپنی پوری عمر کے اذکار و اشغال نثار کرنے کو تیار ہوں۔" انتہیٰ معناہ۔ (ایضاً ص ۲۴۷)

ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کے بعد جہاں فسادات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا، وہیں مسلمانوں کے بہت سے قومی و ملی مسائل تھے جن کو حل کرنے کیلئے مولانا جیسے کسی

متحرک و فعال اور جری و مؤثر شخصیت کی مسلمانوں کو ضرورت تھی۔ ۴۷ء سے لیکر وفات ۶۲ء تک مولانا انہی گتھیوں کے سلجھانے میں مصروف رہے، مولانا کی زندگی کا یہ دور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، مولانا زین العابدین میرٹھی کے یہ جملے کیا خوب ہیں لکھتے ہیں۔

انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد تو مولانا ایک شعلۂ جوالہ بنے ہوئے ہندوستان کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک ناچتے پھرتے تھے ملی زندگی کا کون سا گوشہ ایسا تھا جہاں مولانا مصروف عمل نہ ہوں، مسلم یونیورسٹی میں مولانا یونیورسٹی کے بنیادی مقاصد کے تحفظ کیلئے اپنی جان لڑا رہے تھے، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اس کی انتظامی گتھیوں کو سلجھانے میں اپنی اصابت رائے کے جوہر دکھا رہے تھے، دارالعلوم دیوبند کو سخت سے سخت مشکلات کے بھنور سے نکالنے میں اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا رہے تھے۔ حج کمیٹی میں حجاج کو آرام و آسائش پہنچانے کیلئے سرگرم عمل تھے، اصلاح اوقاف کیلئے وقف بورڈوں میں مولانا کی رہنمائی نشانِ منزل تھی، انجمن ترقی اردو کیلئے مولانا کی قیادت خضر راہ تھی، اور پارلیمنٹ کے ایوان میں آپ کا نعرۂ حق ملت کے دکھے ہوئے دلوں کیلئے سرمایۂ سکون تھا۔ (الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر ص ۱۰)۔

خود جامعہ اسلامیہ ڈابھیل آپسی اختلاف کے باعث حکومت کے قبضہ میں جا چکا تھا ایک جھاڑو کی خریداری کیلئے بھی گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑتی تھی، انتظام بالکل مفلوج ہو چکا تھا۔ ترقی کجا جامعہ کا بقا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ حضرت مدنیؒ کے ساتھ مولانا نے بھی اس کو آزاد کرانے میں اہم رول ادا کیا، نئے دستور کو منظور کرانا اور پرانے ایکٹ کو ختم کرانا بہت ہی اہم کام تھا۔ اس کے لئے صدر جمہوریہ کے دستخط کی ضرورت تھی ـــ مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی مساعی سے یہ کام انجام پایا۔ جامعہ کے آزاد ہونے کے بعد جو مجلس شوریٰ بنی مولانا مرحوم نے بھی اس کی رکنیت قبول فرمائی تھی، لیکن افسوس کہ اس کی کسی میٹنگ میں شریک نہ ہو سکے۔

مجاہد ملت ملک و ملت کی خدمت میں جاں سپر تھے، مسلمانوں پر فسادات کے جو

آئے دن پہاڑ ٹوٹتے انکی آنکھوں نے دیکھے، خاک و خون میں آلودہ لاشوں کو دیکھنا جلی ہوئی مسلم بستیوں سے گذرنا، مظلوموں کی آہ و بکا سننا ان کی زندگی کا معمول بن گیا تھا ظاہر ہے کہ جسم و صحت پر ان کا اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ بالآخر یہ غم و الم کینسر کی شکل میں نمودار ہوا، ہر طرح کے اعلیٰ سے اعلیٰ علاج و معالجہ اور امریکہ لے جانے کے باوجود جس منزل سے سبھی کو گذرنا ہے اس کا وقت آگیا، اور ۲ر اگست ۶۲ء مطابق یکم ربیع الاول ۸۲ھ کو صبح ۳½ بجے بارگاہِ عالی سے تقرب کی مخصوص ساعتوں میں وقت اور تاریخ کے طوفانوں سے کھیلنے والی پاکیزہ روح نے اس دیار فنا کو خیر باد کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دل کو سکون روح کو آرام آگیا
موت آگئی کہ دوست کا پیغام آگیا

آپ کا مزار مقدس مہندیاں میں سلسلۂ ولی اللّٰہی کے اکابر و محدثین کے پہلو میں ہے۔[1]

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۱۹ھ ـــــــ وفات شعبان ۱۴۰۴ھ

آپ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی کے خلف الصدق ہیں ۱۳۱۹ھ میں دیوبند میں تولد ہوئے۔ تاریخی نام ظفر الحق تھا۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا، شروع سے

---

[1] الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر میں اگرچہ مولانا کی زندگی کے تقریباً تمام ہی سوانح آگئے ہیں تاہم آپ کی زندگی اتنی بصیرت افروز اور قابل تقلید ہے کہ باقاعدہ آپ کی سیرت مرتب کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

اخیر تک تمام تعلیم دار العلوم ہی میں ہوئی ۱۳۴۱ھ میں علامہ کشمیری اور دیگر اساتذۂ حدیث سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے، ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۶ھ تک دار العلوم میں معین المدرس رہے، ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے، تدریس اور افتاء کی پانچ سال خدمت انجام دی، ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں یہاں سے الگ ہوئے۔

۱۹۲۹ء / ۱۳۴۸ھ میں جب گاندھی جی نے ڈانڈی مارچ شروع کیا اور نمک پر محصول کے بائیکاٹ کا پروگرام پیش کیا تھا اس وقت مفتی صاحب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی معیت میں گاندھی سے ڈابھیل کے قریب ایک گاؤں دھاسن میں ملے تھے اور اپنا تعاون پیش کیا تھا۔ نیز یہ اسلامی نظریہ بھی پیش کیا تھا کہ نمک پر پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب تو جلد ہی ۴۹ھ میں سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے جامعہ سے الگ ہوگئے لیکن مفتی صاحب جامعہ سے منسلک رہے تا آنکہ مفتی صاحب نے جب اپنا وہ فتویٰ صادر فرمایا جس میں عدم ادائیگی ٹیکس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے نیلام کی جانے والی جائیدادوں کی خریداری کے عدم جواز کو بیان کیا گیا تھا تو حکومت کی طرف سے جامعہ کے اندر مداخلت کا خطرہ لاحق ہوگیا تھا اس سلسلہ میں مفتی صاحب اور انتظامیہ میں اختلاف پیدا ہوگیا اور یہی اختلاف علیحدگی کا سبب بنا۔

یہاں سے الگ ہو کر آپ کلکتہ تشریف لے گئے وہاں پانچ سال تک تفسیر، افتاء اور تبلیغ کی خدمات انجام دیں۔ وہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی، ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں مفتی صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ ندوۃ المصنفین کی قرول باغ دہلی میں بنیاد ڈالی اس ادارہ سے اسلامی علوم کی گراں قدر خدمات انجام پائیں، اب تک سو سے متجاوز مختلف علوم وفنون پر ایسی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر رہی ہیں۔ اسی ادارہ سے ایک بلند پایہ مجلہ "برہان" بھی نکلتا ہے جو علمی طبقہ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے، مفتی صاحب شروع سے اخیر تک اس کے روح رواں رہے ہیں۔ ۴۷ء کے ہنگامہ میں لٹنے کے بعد یہ ادارہ مفتی صاحب ہی کی بلند ہمتی کے طفیل اپنا وجود قائم رکھ سکا، بلکہ مزید ترقی کی۔

مفتی صاحب جمعیۃ العلماء ہند کے کاموں میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ برابر شریک رہے، ان کے انتقال کے بعد ورکنگ صدر بھی منتخب ہوئے، لیکن تادیر اس پر قائم نہ رہ سکے بلکہ جمعیۃ سے اپنا تعلق ہی ختم کر لیا، پھر مجلس مشاورت بنائی اور اخیر تک اس کے صدر رہے۔

قومی خدمات کی وجہ سے حکومت کی نگاہ میں بھی مفتی صاحب کی بڑی وقعت تھی آپ کا شمار ملک کے ممتاز اہل علم میں ہوتا تھا بہت سے علمی اور دینی اداروں کے ممبر اور مشیر رہے، ایک عرصہ سے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے بھی ممبر تھے، ۱۳۶۸ھ سے دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر منتخب ہوئے اور آخری دم تک باقی رہے، حالیہ بحران میں آپ مجلس شوریٰ کے برخلاف قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ کے ہمنوا تھے۔

مرحوم دار المصنفین اعظم گڈھ کے سیمینار فروری ۸۴ء سے واپس آرہے تھے کہ راستہ ہی میں فالج کا حملہ ہوا، چند یوم لکھنؤ میں زیر علاج رہ کر دہلی آگئے۔ اس وقت سے صاحب فراش تھے، ادھر چند مہینوں سے کینسر کا موذی مرض بھی لاحق ہوگیا تھا، حکومت وقت کی زیر نگرانی علاج معالجہ کے باوجود یہی مرض جان لیوا ثابت ہوا، اور ۱۲ر مئی ۸۴ء مطابق ۱۰ر شعبان ۱۴۰۴ھ کو روح نے قفس عنصری کا ساتھ چھوڑ دیا۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(از تاریخ دار العلوم دیوبند ۱۴۶/۲ و ماہنامہ دار العلوم مئی ۱۹۸۴ء)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدظلہٗ

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۸ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد بسلسلۂ سرکاری ملازمت قیام پذیر ہوگئے تھے، آبائی وطن بچھرایوں ضلع مراد آباد اور ننہال سیوہارہ ضلع بجنور ہے، ابتداء سے لیکر کافیہ قدوری تک کی تعلیم گھر پر مستقل اتالیق رکھ کر ہوئی، پھر مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں ایک سال پڑھا، بعدہٗ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۴ھ میں فارغ ہوئے، پھر اورنٹیل کالج لاہور سے مولوی فاضل کیا، ذی الحجہ ۴۶ھ میں علامہ کشمیری کے ساتھ جامعہ ڈابھیل آئے دو سال رہے۔ ۴۸ھ کی رپورٹ میں آپ کا نام درج ہے اس کے بعد ذکر نہیں، اس کے بعد دہلی جاکر مدرسہ عالیہ فتحپوری میں السنۂ شرقیہ کے استاذ مقرر ہوئے، اسی دوران سینٹ اسٹیفن کالج سے ایم اے کیا اور شمس العلماء مولانا عبدالرحمٰن کی جگہ اسٹیفن کالج میں لکچرار مقرر ہوئے پھر ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل بنائے گئے۔

۱۹۵۸ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ دینیات کے صدر منتخب ہوئے، مولانا نے اپنے زمانہ میں علمی اور انتظامی دونوں حیثیتوں سے اس شعبہ کو ترقی دی اور دوسرے اعلیٰ معیاری شعبوں کے برابر اس کو پہنچانے کی کوشش کی اور اب دینیات کا یہ شعبہ دوسرے شعبوں کی طرح معیاری بن چکا ہے، دینیات میں پی ایچ ڈی کے شعبہ کا اجراء بھی آپ کی جد وجہد کا نتیجہ ہے۔

اس عہدے کی مدت پوری کرنے کے بعد تحقیقات علمیہ تغلق آباد نئی دلی میں علمی کاموں میں مصروف رہے، اس وقت شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کے آپ صدر ہیں اور زیادہ تر آپ کا قیام دیوبند رہتا ہے۔

مولانا موصوف ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے بلند پایہ علمی ودینی ماہنامہ برہان کے

مدیر ہیں، آپ کے رشحات قلم بڑے مدلل پُرمغز اور فکر انگیز ہوتے ہیں، اور قدیم وجدید دونوں حلقوں میں بڑے شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ قدیم وجدید کا بہترین مجموعہ ہیں، آپ کئی بلند پایہ اور محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "اسلام میں غلاموں کی حقیقت، غلامانِ اسلام، وحی الٰہی، فہم قرآن، مسلمانوں کا عروج وزوال، مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ناقد، صدیق اکبر اور عثمان" معرکۃ آرا تصانیف ہیں۔ برہان کے ہزاروں صفحات پر نظرات ومقالات میں آپ نے قلم کے موتی بکھیرے ہیں۔ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ایک کامیاب مقرر بھی ہیں۔

کنیڈا کی مشہور آفاق میکگل یونیورسٹی میں وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے آپ جاچکے ہیں ایشیا، روس، افریقہ اور یورپ کے مختلف ملکوں کے دورے کرچکے ہیں۔ بہت سے بین الاقوامی سیمناروں میں بھی شرکت کی ہے، ان کی صدارت بھی کی ہے، موتمر عالم اسلامی قاہرہ میں بھی شریک ہوچکے ہیں، بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں، ۱۳۸۲ھ سے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں، حالیہ بحران میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانیؒ کے ساتھ گہرے روابط کے باوجود آپ کی رائے مجلس شوریٰ کی حمایت میں رہی ہے بلکہ آپ کی وجہ سے مجلس شوریٰ کو بہت تقویت حاصل ہوئی ہے، یہ آپ کے اصابت فکر کی ایک روشن دلیل ہے۔

اَطَالَ اللّٰہُ بَقَاءَہٗ۔

(از تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۵۴/۲ وبرہان اگست ۸۴ء)

حضرت علامہ شمس الحق افغانی

رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۷ر رمضان ۱۳۱۹ھ کو قصبہ ترنگ زئی پشاور (سرحد) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مولانا غلام حیدر "مولانا عبد الحلیم لکھنوی" کے شاگرد علوم دینیہ کے ماہر اور صاحب طرز شاعر تھے، مولانا غلام کے دادا مولانا اسعد اللہ صاحب مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ تھے ان کے ساتھ جہاد میں شہید بھی ہوئے۔

ابتدائی تعلیم مولانا شمس الحق صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، ۲۸ر جولائی ۱۹۰۹ء کو پرائمری اسکول میں داخل ہوئے ۱۹۱۳ء میں فارغ ہوئے، بعد ازاں سرحد و افغانستان کے مختلف مشاہیر علماء سے فنون کی تکمیل کی ۱۹۲۰ء میں علامہ کشمیری کی خدمت میں دار العلوم دیوبند حاضر ہوئے۔ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں سند فراغ حاصل کی، اس کے علاوہ دار العلوم دیوبند ہی میں علم طب کی بھی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، واپس ہندوستان آئے تو یہاں شدھی تحریک زوروں پر تھی، دار العلوم دیوبند سے پچاس مبلغین مولانا افغانی کی قیادت میں راجپوتانہ بھیجے گئے، تبلیغ کا مرکز آریہ سماج کے خلاف شہر آگرہ میں قائم کیا گیا، یہ کوشش بہت کامیاب رہی، ہزاروں مسلمانوں کو ارتداد سے بچا لیا گیا، ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، آریہ سماج کے مختلف مناظرین کو شکست فاش ہوئی، پنڈت رام چندر، دلیپ سنگھ اور خود شردھانند کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد کم و بیش ایک سال تک دار العلوم کے کتب خانہ میں نادر کتب کے مطالعہ میں مصروف رہے۔

صوفیانہ مسلک سلسلۂ قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ میں مختلف شیوخ سے مجاز بیعت تھے۔

تدریسی خدمات آپ مندرجہ ذیل مدارس میں صدر مدرس رہے، مظہر العلوم کھڈہ کراچی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء، مدرسہ ارشاد العلوم قتب علی خان لاڑکانہ سندھ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء، مدرسہ دار الرشاد جھنڈہ سندھ ــــــ، مدرسہ دار الفیوض ہاشمیہ سجاول سندھ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دار العلوم دیوبند میں استاذ حدیث و تفسیر مقرر ہوئے، ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں صوبہ قلات کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ کچھ مدت بعد مستعفی ہوگئے ۱۳۶۲ھ میں ڈابھیل تشریف لائے سالانہ جلسہ میں وعظ ہوا۔ شوال سے شیخ الحدیث مقرر ہوئے ۱۳۶۶ھ تک رہے (روداد جامعہ ۱۲ مرتب)۔

تقسیم ہند ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء سے اپنے وطن پاکستان چلے گئے، وہاں دوبارہ وزیر معارف قلات بنائے گئے، آپ کی وزارت تعلیم کے زمانہ میں تمام تنازعات کا جلد از جلد قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ ہونے لگا، ۱۹۵۵ء میں صرف اس لئے اس عہدہ سے مستعفی ہوگئے کہ شرعی فیصلے کے بعد ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں اپیل کی گنجائش باقی رکھی گئی تھی، جس کے ارکان شرعی قانون کی پوری واقفیت نہ رکھتے تھے، اس کو علم دین کے وقار کے خلاف سمجھا اور اتنی بڑی تنخواہ کو ٹھکرا دیا۔

تصنیفات

۱۔ معین القضاۃ والمفتیین۔ عربی زبان میں، یہ کتاب بہت مقبول ہوئی، جمعیۃ العلماء ہند نے قرارداد کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا جو اخبار الجمعیۃ میں شائع ہوئی۔ افغانستان، ترکی، عراق، مصر، لبنان، اور شام کے علماء نے طلب کی اور بغداد میں اس کی ایجنسی قائم ہوئی۔

۲۔ شرعی ضابطۂ دیوانی مرار دوملک کے ممتاز قانون داں اے۔ کے بروہی نے بیحد پسند کیا، ۳۔ علوم القرآن (اردو) یہ کتاب ایم اے اسلامیات کے نصاب میں داخل ہے۔

۴۔ ترقی اور اسلام ۵۔ شوسلزم اور اسلام ۶۔ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا موازنہ اسلام سے ۷۔ اسلام دین فطرت ہے ۸۔ عالم گیر مذہب ہے ۹۔ عالمی مشکلات اور ان کا

قرآنی حل ۱۰- مدارس کا معاشرہ پر اثر ۱۱- معدن السرور فی فتوی بہاول پور۔ ۱۲- متنازعہ مسائل کا حقیقی حل ۱۳- آئینۂ آریہ۔ یہ کتاب نایاب ہے ۱۴- تصوف اور تعمیر کردار ۱۵- اسلامی جہاد ۱۶- کمیونزم اور اسلام ۱۷- احکام القرآن ۱۸- مفردات القرآن ۱۹- مشکلات القرآن ۲۰- حقیقت زمان و مکان۔

ان کے علاوہ علمی و تحقیقی مضامین بھی پاکستان کے جرائد و مجلات میں شائع ہوتے رہے۔ (ماخوذ از الرشید دار العلوم نمبر)۔

مولانا یوسف بنوریؒ (جلال آبادی)

رحمۃ اللہ علیہ

فاضل جامعہ و شیخ جامعہ ڈابھیل

ولادت ۱۳۲۶ھ ———— وفات ۱۳۹۷ھ

پیدائش ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء بروز جمعرات بوقت سحر ضلع مردان میں رشکئی اسٹیشن کے قریب مہابت آباد نامی بستی میں پیدا ہوئے، آپ کے جداعلیٰ سید آدم بنوری خلیفہ مجدد الف ثانی ضلع انبالہ کے ایک گاؤں "بنور" میں اقامت پذیر تھے اسی نسبت سے آپ بنوری کی نسبت سے مشہور ہوئے[1]۔

ابتدائی تعلیم قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی، امیر حبیب اللہ خاں کے دور میں کابل (دار الحکومت افغانستان)

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر صـ۵۲

کے ایک مکتب میں صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر متوسطات کی تعلیم پشاور اور کابل کے اساتذہ سے حاصل کی، ان میں مولانا عبد القدیر افغانی اور شیخ محمد صالح وغیرہ مشہور ہیں۔ مولانا عبد القدیر جلال آباد (افغانستان) میں محکمۂ شرعیہ کے قاضی مرافعہ تھے[1]۔

شاید مولانا عبد القدیر سے تحصیل کیلئے جلال آباد رہنا ہوا ہو، اسی لئے یہاں جلال آبادی سے مشہور تھے۔ روداد میں بھی جلال آبادی لکھا ہے اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے جو اجازت نامہ عطا فرمایا ہے اس میں بھی جلال آبادی ہی لکھا ہے۔ ورنہ جلال آبادی کہے جانے کی اس کے سوا کوئی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

اسی زمانۂ تعلیم میں امیر امان اللہ خاں کے ایک وزیر نے جو عربی جدید سے شغف رکھتے تھے آپ کی ذہانت دیکھ کر جدید مصری ادباء کی کچھ کتابیں ہدیہ کی تھیں۔ غالباً انہی کے مطالعہ کا اثر ہوا کہ آپ ابتداء ہی سے اچھی شستہ اور سلیس عربی لکھا کرتے تھے[2]۔

اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے[3]، چھتہ کی مسجد میں رہتے تھے، ۱۳۴۵ھ اور ۱۳۴۶ھ دو سال دار العلوم میں تعلیم حاصل کی، علامہ کشمیریؒ سے انتہا درجہ کی عقیدت تھی، اسی[4] دوران عربی میں ایک طویل خط حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں لکھا جس میں یہ درخواست تھی کہ مجھے اپنا خادم بنالیں، شاہ صاحب نے وہ خط پڑھ کر پوچھا کہ ادب کہاں پڑھا ہے؟ عرض کیا "کہیں نہیں" فرمایا بس آپ کو حاجت نہیں آتنا کافی ہے[5]۔

جامعہ ڈابھیل میں ۱۳۴۶ھ کے اخیر میں علامہ کشمیری اپنے رفقاء کے ساتھ جب ڈابھیل تشریف لائے تو بہت سے طلبہ کے ساتھ مولانا بنوری

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر صـ۵۲ [2] ایضاً صـ۲۵ [3] تاریخ دار العلوم میں یہ جو لکھا ہے کہ دار العلوم میں کبھی داخلہ نہیں لیا صـ۱۹۳ج۲ یہ خلاف واقعہ ہے ۱۲ ف [4] بینات صـ۱۱ میں ہے کہ یہ واقعہ فراغت سے بعد کا ہے ۱۲ [5] بینات صـ۲۶

بھی ڈابھیل آئے، اسی سال شعبان ۴۷ھ میں فارغ ہوئے یہ پہلی جماعت تھی جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے فارغ ہوئی، بخاری کا کچھ حصہ علامہ کشمیری نے اور کچھ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے پڑھایا تھا، آپ اپنی جماعت میں سب سے زیادہ نمبر لائے اکثر کتابوں میں کل نمبر پچاس سے بھی زیادہ نمبر حاصل کئے[1]

فراغت کے بعد اپنے وطن پشاور چلے گئے وہاں چار سال رہے اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے صدر کی حیثیت سے دینی اور سیاسی خدمات انجام دیتے رہے، نیز مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی میں تدریس کا کام بھی کیا۔ اسی دوران ۱۹۳۰ء میں ایک ماہ کی تیاری سے پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا[2]

جامعہ اسلامیہ میں

علامہ انور شاہ کے انتقال کے بعد جب جامعہ کو لائق استاذ کی ضرورت پڑی تو نظر انتخاب مولانا بنوری پر پڑی، مجلس علمی کو بھی "العرف الشذی" کی تصحیح وتخریج اور دیگر علمی کاموں کیلئے مولانا کی ضرورت تھی، کیوں کہ آپ علامہ کشمیری کے رنگ میں (باوجود قلیل مدت تک ساتھ رہنے کے) رنگ گئے تھے، اس سے پہلے "ضرب الخاتم" کے حوالے "اسفار اربعہ" سے نکال چکے تھے، جس پر شاہ صاحب نے تعریف بھی فرمائی تھی۔

مولانا شوال ۵۳ھ سے جامعہ میں تشریف فرما ہوئے، ساتھ ہی مجلس علمی کے رکن بھی تھے، ۶۱ھ تک مسلسل مدرس رہے، درمیان میں ۵۶ھ و ۵۷ھ میں مجلس علمی کے کام سے حجاز اور مصر کا سفر بھی کیا، نصب الرایہ اور فیض الباری بھی چھپوائی، ان سالوں میں بھی برابر روداد میں آپ کا نام شائع ہوتا رہا، شوال ۶۱ھ میں آپ مدرس نہیں رہے اور کئی سالوں تک نہیں رہے (اس لئے کہ روداد میں نام نہیں ہے)۔

پھر ۶۷ھ میں صدر مدرس بن کر جامعہ آئے اور دو سال صدر مدرس رہے، اس کے بعد ۱۹۵۱ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدر عالم کے اصرار سے ہجرت کر کے پاکستان

---

[1] روداد جامعہ ۴۷ھ ص ۱۲ [2] بینات ص ۵۳۔

تشریف لے گئے۔ ۶۱ھ سے ۶۷ھ تک مولانا کہاں رہے، اس کی تحقیق کہیں ملی نہیں غالباً تدریس سے دست بردار ہو کر صرف مجلس علمی کے کام میں مشغول ہو گئے تھے۔

جامعہ میں مولانا کی خدمات

اس عرصہ میں تدریس کے سوا جس میں آپ نے کافی شہرت حاصل کی متعدد تصنیفی خدمات انجام دیں، ۱۳۵۴ھ میں چند مہینے میں "نفحۃ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور" تحریر فرمائی۔ ایک عرب عالم نے اس کو پڑھ کر کہا "قرأتُ کتابکَ فسجدتُ لبیانکَ"۔

"بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب" اس کی تصنیف سے جمادی الاولیٰ ۵۳ھ میں فارغ ہوئے۔ یہ قاہرہ سے ۱۳۵۷ھ میں طبع ہوئی جب کہ فیض الباری اور نصب الرایہ شائع ہوئیں۔ یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن یہ ۱۹۳۶ء ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا۔

مقدمہ فیض الباری، مقدمہ نصب الرایہ قیام مصر کے دوران تحریر فرمایا، قاہرہ میں قیام کے دوران متعدد مقالات بھی لکھے تھے جو وہاں ماہانہ پرچوں میں شائع ہوئے جن میں علماء ہند اور ان کی خدمات کا تعارف کرایا، یہ وہ زمانہ تھا جب عرب ہندوستان سے ناواقف تھے۔ متعدد قصائد بھی مولانا نے قاہرہ اور ڈابھیل کے قیام کے زمانہ میں تحریر فرمائے تھے جن پر اہل علم نے خوب داد دی[1]

تالیف معارف السنن

معارف السنن جلد ۶ کے اخیر میں مولانا نے خود ادوار تالیف معارف السنن کے عنوان سے اس کے تالیف کی تفصیل تحریر فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

"ابتداءً جب کام شروع ہوا تو تدریس کی مشغولیت بھی تھی، اور کتابوں کی کمی بھی،

---

[1] مولانا کے مقالات وقصائد کا مجموعہ پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

پھر آئندہ چل کر کتابوں کا کچھ ذخیرہ بھی ہوا تو دوسری طرف معاشی بدحالی نے اطمینان کا سانس نہیں لینے دیا، بہرحال سات سال کے عرصہ میں (درمیان میں انقطاع کیساتھ) کتاب الحج تک یہ کام ہوسکا[1]۔ اس میں "العرف الشذی" کی غلطیوں کی اصلاح بھی کی گئی اور استدراک واضافہ بھی۔ پھر پاکستان آنا ہوا اور یہ کام آگے نہیں بڑھ سکا ــــ جو کام ہوا تھا وہ موجودہ زمانہ کے ذوق کے مطابق نہ تھا اس لئے زمانہ کے مذاق کے مطابق پھر سے اس کو ترتیب دیا اور اس کا نام معارف السنن رکھا[2]

(معارف السنن ص۶۶۷/۶)

لیکن طباعت کی نوبت بہت بعد میں آئی اس کیلئے اسباب بھی غیب سے نہایت حیرت انگیز طریقہ سے مہیا ہوئے ملاحظہ ہو معارف السنن ص۶۷۳/۶ و ص۶۷۴/۶۔

اس سے معلوم ہوا کہ معارف السنن کا اصل کام ڈابھیل ہی میں ہوا ہے اس کی جلدوں کے اخیر میں، جو تاریخ درج ہے وہ تالیف کی نہیں طباعت کی ہے۔

(معارف السنن ص۶۷۵/۶)

مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ، (جو مجلس علمی ڈابھیل کے اس وقت ناظم تھے) نے بھی لکھا ہے کہ چھٹی جلد کا کافی حصہ ڈابھیل میں لکھ چکے تھے انوار الباری ص۶/۱۴ مولانا یوسف صاحب نے لکھا ہے کہ کتاب الحج کا نصف سے زائد حصہ باقی تھا چھٹی جلد کی طباعت کے وقت وہ مکمل کیا گیا۔ معارف السنن ص۶۷۵/۶۔

---

[1] بینات مولانا یوسف نمبر میں ہے کہ العرف الشذی کی تصحیح کا کام مولانا نے اخیر تک کرلیا تھا، تصحیح شدہ نسخہ مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے ص۱۳۸۔

[2] بینات اشاعت خاص میں ہے کہ اصل مسودہ اس طرح تھا کہ عرف شذی کی عبارت قال سے لکھی تھی اور تصحیح واضافہ اقول سے پھر پاکستان آکر اپنے ایک شاگرد مولانا امین اللہ بہاولپوری سے اس کو ایک دوسرے میں داخل کرکے مربوط و مسلسل کردیا ص۱۳۸۔

چلے گئے، طبیعت کا میلان دینی اور مذہبی تعلیم کی طرف تھا، موضع ٹھٹھہ ضلع راولپنڈی میں مولانا احمد الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں نحو وصرف کی کتابیں پڑھیں، پھر انی ضلع گجرات کی مشہور درسگاہ میں پہونچ کر علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی، وہاں سے آپ واں بھچراں ضلع میانوالی میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کامل مولانا حسین علی کے پاس تشریف لائے اور موصوف سے تفسیر پڑھی اپنی ذہانت اور قابلیت سے چند ہفتوں میں استاذ کے منظور نظر شاگرد بن گئے، اسی زمانہ میں استاذ محترم کے تفسیری فوائد ونکات قلم بند کئے۔

سلسلۂ طریقت

استاذ مذکور مولانا حسین علیؒ سے بیعت ہوئے، انتقال کے بعد شیخ کے خلیفۂ اجل شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی سے روحانی تعلق قائم رکھا۔

علم حدیث کیلئے سفر

پھر آپ طویل سفر اختیار کرکے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے (یہاں علامہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سراج الدین رشیدی وغیرہ سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے صرف ایک سال ہی یہاں رہے اس سے قبل روداد میں نام نہیں ۱۲) آپ کے رفقاء کا کہنا ہے کہ آپ نے وہاں بھی اساتذہ کی نظر میں ممتاز مقام حاصل کرلیا تھا، (دورۂ حدیث کی تمام کتابوں میں پچاس نمبر حاصل کئے تھے ساتھیوں میں سب سے زیادہ نمبر موصوف کا ہی تھا۔ ملاحظہ ہو اردو روداد سنہ ۱۳۵۰ھ ص۱۷)۔

اسی دوران جامعہ اسلامیہ کے طلباء میں اپنے شیخ مولانا حسین علی کے طرز پر قرآن مجید کا درس دیتے رہے[1]، اسی دوران آپ دیوبند بھی گئے۔

---

[1] سنہ ۱۳۵۰ھ کی روداد میں مولوی غلام خان کا ذکر ہے، اس وقت ان کا نام یہی تھا، پھر شوال ۱۳۵۱ھ میں نہیں آئے، شاید فارغ ہونے کے بعد ایک سال رہے، اس لئے کہ شعبان سنہ ۱۳۵۰ھ میں فارغ ہوئے تنخواہ بھی صرف دس روپئے تھی، کھانا بذمہ مدرسہ ۱۲ (روداد اردو سنہ ۱۳۵۱ھ ص۴۸)۔

سفر پاکستان

جنوری ۱۹۵۱ء کو ہندوستان سے ہجرت کرکے پاکستان پہونچے اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار (حیدرآباد سندھ) میں شیخ التفسیر مقرر ہوئے[1]، وہاں تین برس رہے، پھر وہاں سے مستعفی ہوکر کراچی آ گئے اور محرم ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۳ء میں نیوٹاؤن میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھی اس کا نام شروع میں مدرسہ عربیہ تھا پھر مدرسہ عربیہ اسلامیہ ہوا بعد کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ ص۳۶۔ شروع میں فارغ التحصیل طلبہ کی تربیت کے لئے درجہ تکمیل کا افتتاح کیا بعد ازاں دورۂ حدیث کے درجہ کا اجراء کیا آگے چل کر درس نظامی کے تمام درجات قائم کرنے پڑے، اس طرح یہ جامعہ اوپر سے نیچے کی طرف بڑھتا گیا۔[2] اور پاکستان میں ایک عظیم اسلامی ادارہ شمار ہونے لگا، اس کی وسیع و عریض خدمات سے مولانا کے خلوص کا پتہ چلتا ہے (اس جامعہ کی پوری تفصیل اسی طرح مولانا کے تفصیلی حالات و کمالات "بینات مولانا یوسف نمبر" میں ملاحظہ فرمائیے)۔ مولانا اخیر تک اسی جامعہ سے متعلق رہے، اس کے بانی، اس کے شیخ، اس کے سرپرست اور سب کچھ تھے۔ یہاں بے شمار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا اور اعلیٰ قابلیت بہم پہنچائی۔ قیام پاکستان کے اس دور میں بھی آپ نے متعدد کتابوں پر مقدمات تصنیف فرمائے۔ اخیر میں ردِ مودودیت کی طرف متوجہ ہوئے تو اس پر بھی عربی میں کتابیں لکھ ڈالیں، ردِ قادیانیت میں جو خدمات آپ نے انجام دیں وہ مشہور زمانہ ہیں۔ بینات مولانا یوسف نمبر ص۳۱۵ اور اس کے مابعد میں اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

مولانا کی شخصیت اتنی جامع تھی کہ آپ کی تنہا ذات میں محدث، فقیہ، مفسر، اصولی، ادیب، متکلم، مصنف، محقق، صوفی، زاہد، متوکل سب کچھ نظر آتا ہے۔ آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ایک بے نظیر فرزند ہیں۔ علم و عرفان، معرفت و ایقان کا یہ آفتاب دل کے عارضہ میں تین دن مبتلا رہ کر ۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔[3]

---

[1] اسی وقت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری بھی پاکستان گئے تھے، اور اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے تھے۔ [2] بینات ص۵۳ و ص۲۳۶ [3] بینات ص۴۸۔

تدریس اور آپ کی یادگار درسگاہیں

تدریسی زندگی کا آغاز غالباً بھیرہ ضلع سرگودھا سے کیا، کئی سال وہاں قرآن و حدیث اور فنون کی تعلیم دیتے رہے۔ ۱۹۳۶ء یا ۱۹۳۷ء میں راولپنڈی ایک ہائی اسکول کے استاذ کی حیثیت سے تشریف لائے، اس وقت راولپنڈی میں مسلک دیوبند کی صرف دو مساجد تھیں چند ماہ میں آپ نے اپنے جوش خطابت سے ایک مقام پیدا کر لیا، چنانچہ آپ کو مسجد پرانا قلعہ کی خطابت پیش کی گئی اور پندرہ روپئے مشاہرہ مقرر ہوا مگر آپ نے اس کو ٹھکرا دیا اور فرمایا میں فی سبیل اللہ قرآن کی خدمت کروں گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پرانا قلعہ کی مسجد عوام و خواص کا مرکز بن گئی اور مسلک دیوبند کی بنیاد پڑ گئی، آج الحمدللہ اکثر مساجد اپنے مسلک کی ہیں۔

دارالعلوم تعلیم القرآن کی بناء

آپ نے ۱۹۴۰ء میں اسی مسجد میں دارالعلوم تعلیم القرآن کی بنیاد ڈالی اور عرصہ تک تفسیر و حدیث اور فنون کی تعلیم دیتے رہے، آزادی کے بعد یہ دارالعلوم راجہ بازار کی ایک متروکہ عمارت میں منتقل ہوا جو ایک سادھو کی تربیت گاہ تھی، اس کے متصل خالی زمین میں ایک وسیع جامع مسجد کی بنیاد رکھی، اور مسجد کے شمالی جانب تعلیم القرآن ہائی اسکول قائم کیا جس کو اسلامی تعلیم میں بنیادی حیثیت حاصل تھی، بعد میں قومی تحویل میں لے لیا گیا، دارالعلوم میں دورۂ حدیث تک درس نظامی کا انتظام ہے، دارالافتاء بھی قائم ہے۔

دارالعلوم حسینیہ دریہ

اس کے بعد اپنے آبائی گاؤں دریہ میں اپنی ذاتی اراضی تقریباً ۵ کنال پر ایک مسجد تعمیر کرائی اس کے ساتھ مدرسہ دارالعلوم حسینیہ قائم کیا، اسی عمارت میں گاؤں کا پرائمری اسکول بھی حکومت کی طرف سے قائم ہے لیکن آپ نے کبھی کرایہ نہیں لیا، اس کو بھی قوم کی خدمت سمجھا۔

مدرسہ اشاعت العلوم اٹک

بعد ازاں آبائی ضلع کے صدر مقام اٹک شہر میں اپنی جیب خاص سے پانچ کنال اراضی خریدی

(ماخوذ از ماہنامہ الرشید رمضان ۱۴۰۰ھ)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ

رحمۃ اللہ علیہ

متوفی شب ۱۲ رجب ۱۴۰۰ھ اپریل ۱۹۸۰ء

ولادت آپ کی ولادت چودہویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ، بیسویں صدی عیسوی کے پہلے عشرہ میں موضع دریہ[1] ضلع اٹک میں ایک زمیندار گھرانہ میں ہوئی، یہ گھرانہ قبیلہ اعوان سے تعلق رکھتا تھا (جامعہ کی روداد میں آپ کا نام غلام خاں کیمل پوری لکھا ہے ۱۲) آپ کا نام پہلے غلام خان تھا۔ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے آپ کا نام غلام اللہ خاں رکھا، والد کا نام فیروز خاں ہے جو علاقہ کے صاحب حیثیت اور بااثر شخص تھے۔

ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور اسکول کی تعلیم نویں جماعت تک گاؤں ہی میں حاصل کی اسکول کی تعلیم سے تنگ آکر والد صاحب کی مرضی کے خلاف گھر سے

---

[1] یہ موضع دریہ ضلع کے مشہور قصبہ حضرو سے قریب ہی واقع ہے۔ اسی قصبہ کے قریب بہبودی بھی واقع ہے جو مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کا وطن ہے۔ یہ علاقہ انیسویں صدی میں ضلع راولپنڈی میں تھا۔ اس کے بعد اس علاقہ کا ضلع اٹک مقرر ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں ایک انگریز کمشنر کیمبل نے آکر اٹک سے پندرہ ۱۵ میل کے فاصلہ پر نیا شہر کیمبل پور آباد کیا جو اب علاقہ کا ضلع ہے۔ اسی کیمبل پور کو کاملپور بھی کہتے ہیں ۱۲ (تجلیات رحمانی ص۱۴۵و۱۴۶)۔

ان میں مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو، مولانا وصی اللہ صاحب فتحپوری، مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، قطب الارشاد شیخ المحدثین حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے نام سرفہرست ہیں، حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہوکر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں معین مدرس کی حیثیت سے کام کیا اسی زمانہ میں مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی نے آپ سے تلمذ کیا، فراغت کے سال کسی ساتھی نے حسد کی وجہ سے زہر کھلا دیا تھا اگرچہ اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا تھا لیکن کسی کسی وقت صحت پر اس کے مضر اثرات ظاہر ہوجایا کرتے تھے اس لئے تبدیلی آب و ہوا کیلئے وطن چلے گئے وہاں ادری میں چند ماہ پڑھایا پھر مدرسہ قاسم العلوم ہرتا ضلع دیوریا میں چھ برس تک تعلیم دی، مشکوٰۃ تک پڑھایا، بیمار ہوکر گھر آگئے اور بزرگوں کے مشورہ پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل شوال ۱۳۶۳ھ میں تشریف لائے، یہاں فنون کے ساتھ دورۂ حدیث کی کتابیں بھی پڑھائیں ۱۳۶۵ھ میں اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے ایک سال کی رخصت لے کر گھر چلے گئے، وہاں احیاء العلوم میں دو سال مدرسی کی، پھر دوبارہ ۱۳۶۸ھ میں ڈابھیل آئے دو سال تک مسلم شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔ جب مولانا یوسف صاحب بنوری تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے تو بخاری جلد اول اور ترمذی آپ سے متعلق رہی اور ۱۳۷۲ھ تک آپ یہاں درس دیتے رہے۔

زمانۂ طالب علم میں مولانا الیاس صاحبؒ کے تبلیغی مشن سے متاثر ہوئے تھے، قیام ڈابھیل کے دوران مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی اور مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی صحبتوں سے اس میں اور جلاء پیدا ہوئی، آپ کی تقریر پرتاثیر اور انقلاب آفریں ہوا کرتی تھی، انہی دنوں ضلع کھیڑہ میں ارتداد کی

فضا قائم تھی۔ مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی خلیفہ حضرت شیخ الاسلام کے اصرار اور حالات کے تقاضے سے آپ نے ڈابھیل چھوڑ کر ماہ شوال ۷۲ھ مطابق ۱۴/جون ۱۹۵۳ء میں جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند ضلع کھیڑا کی مدرسی قبول کرلی، دن کو درس دیتے اور رات کو سنت کی ترویج واشاعت کیلئے دورے کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دیگر علماء کرام کی مساعی جمیلہ سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ ارتداد کا فتنہ دب گیا۔ شعبان ۱۳۷۹ھ فروری ۱۹۶۰ء تک آپ آنند رہے۔

۱۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء کو جب شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ عالم جاودانی کو رحلت فرماگئے، اور ان کی جگہ حضرت مولانا سید فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی دارالعلوم دیوبند کے مستقل شیخ الحدیث بنادئے گئے تو اکابر کے حکم اور اصرار پر استخارہ کے بعد آپ نے مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کی مدرسی قبول فرمالی اور ماہ شوال ۱۳۷۹ھ میں آپ شیخ الحدیث و صدرالمدرسین اور ناظم تعلیمات کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوکر تشریف فرما ہوئے ساتھ ہی ترجمۂ قرآن کی خدمت بھی آپ کے سپرد ہوئی، ۷/اپریل ۱۹۷۶ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے ایک جلسہ میں شرکت کیلئے جاتے ہوئے رکشہ کے ایکسیڈنٹ کا واقعہ پیش آیا جس سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی، اور بہت معذور ہوگئے اب تک حدیث کی خدمت برابر انجام دے رہے ہیں۔ معذوری کے بعد ۱۳۹۸ھ سے بلامعاوضہ حسبۃً للہ کام کر رہے ہیں۔

جزاہ اللہ خیرا وعافاہ

(ازمقدمۂ امدادالباری)

▲

اور وہاں ایک جامع مسجد اور مدرسہ جامعہ اشاعت اسلام کی بنیاد رکھی جو چند سالوں میں ہی مکمل ہوگیا اور اس ادارہ کے صحن میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا، اس ادارہ میں بھی ناظرہ، حفظ و تجوید اور مروجہ درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔

دورۂ تفسیر آپ دورۂ تفسیر اپنے شیخ مولانا حسین علی کے طرز پر ہر سال پڑھاتے تھے، آپ کے تلامذہ مشرق بعید، براعظم ایشیا، افریقہ اور تمام ممالک اسلامیہ میں کام کررہے ہیں، آپ کے دورۂ تفسیر میں پانچ سو فضلاء وعلماء، طلباء شریک ہوتے تھے، آپ کو دورۂ تفسیر سے اس قدر شغف تھا کہ فرماتے تھے یہ میرا سالانہ وظیفہ ہے۔

۱۳۹۹ھ میں حج کے موقع پر سعودی حکومت کی خصوصی دعوت پر پاکستان کی جانب سے حرم شریف میں ایک ماہ تک درس دیا جس کے تمام انتظامات وزارت امور مذہبیہ سعودیہ عربیہ نے کئے تھے، انگلینڈ بھی تشریف لے گئے تھے، تقریباً چالیس مقامات پر توحید وسنت کی اشاعت میں خطاب کیا۔ تحریک آزادی میں مجلس احرار اور جمعیۃ علماء ہند کی تائید کی تھی، قیام پاکستان کے بعد علماء حق کی ہر تحریک میں پیش پیش تھے، تینوں مارشل لاء میں گرفتار بھی ہوئے، نظام اسلام کی تحریک میں پاکستان بھر کے علماء کو سڑکوں پر لانے اور شامل جلوس کرنے کا سہرا آپ کے سر ہے۔ سب سے پہلے علماء کا جلوس آپ ہی کی قیادت میں دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی سے نکلا، سوشلزم اور کمیونزم کی بھی شدت سے تردید کی۔ مسلک میں اگرچہ شدت تھی لیکن اخلاق بہت اونچے تھے اس لئے فرقۂ بریلویہ کے لوگ بھی آپ کے ساتھ جمع ہوجاتے تھے۔

تصنیفات آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ۱۔ تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں میں، ۲۔ تفسیر بلغۃ الحیران وتفسیر بے نظیر، آپ کے شیخ کے فوائد کا مجموعہ، ۳۔ قرآن مجید پر حاشیہ لکھا اور شیخ الہند کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، ۴۔ جواہر التوحید مسئلہ علم غیب کی تحقیق میں، ۵۔ ماہنامہ تعلیم القرآن جاری فرمایا جس میں آپ کے متعدد تحقیقی وعلمی مضامین موجود ہیں۔

اپریل ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتہ میں عمرہ کیلئے تشریف لے گئے تھے، واپسی میں بحرین ہوتے ہوئے دوبئی پہونچے، ۲۶ رجب ۱۴۰۰ھ ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو عشاء کے بعد خطاب فرمانا تھا، اسٹیج پر تشریف لا چکے تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا جس میں تقریباً دس سال سے مبتلا تھے، فوراً ہسپتال لایا گیا، وہاں کے ۱۱½ بجے پاکستان کے ۱۲ بجے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ راولپنڈی لایا گیا، صبح آٹھ بجے لیاقت باغ میں جنازہ کی نماز ہوئی جس میں صدر جنرل ضیاء الحق کے علاوہ مرکزی وزراء و علماء اور طلباء نیز عوام کے ایک لاکھ ہجوم نے شرکت کی، وہاں سے اٹک لایا گیا، یہاں بھی نماز پڑھی گئی اور مدرسہ جامعہ اشاعت العلوم کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا۔

دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا اہتمام بڑے صاحبزادہ مولانا قاضی احسان الحق صاحب کو سپرد کر چکے تھے اور اٹک کے اشاعت العلوم کا اہتمام صاحبزادہ مولانا حسین علی کو۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ملخص از ماہنامہ الرشید رمضان ۱۴۰۰ھ بین القوسین اضافہ میرا ہے ۱۲
فضل الرحمٰن اعظمی

مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی مدظلہٗ

آپ کی ولادت قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ کے قریب ایک بستی "پورہ معروف" میں ۱۹۰۷ء میں ہوئی آپ نے شرح وقایہ تک کی تعلیم مدرسہ معروفیہ میں حاصل کی، پھر احیاء العلوم مبارکپور چلے گئے وہاں ایک سال سے زائد رہ کر سال کے باقی ایام دار العلوم مئو میں گذارے، اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور چلے گئے۔ ۱۹۲۸ء میں فراغت حاصل کی اور ۱۹۲۹ء میں فنون کی تکمیل کی، آپ نے جن اساتذہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ولادت ۱۳۱۹ھ
۱۹۰۱ء

وفات ۶ شوال ۱۴۰۴ھ مطابق ۶ جولائی ۱۹۸۴ء بروز جمعہ
بوقت پونے پانچ بجے صبح

ولادت ماہ شوال ۱۳۱۹ھ (مطابق ۱۹۰۱ء) میں آپ کی ولادت قصبہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ یوپی میں ہوئی، نام محمد ایوب رکھا گیا۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد ایوب بن محمد صابر بن احمد بن جیون بن روشن علی۔ یہ خاندان مئو سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بختیار گنج میں آباد تھا۔ مولانا کے والد صاحب وہاں سے منتقل ہو کر اپنے سسرال الہ داد پورہ مئو میں آکر رہنے لگے اور یہیں کے ہو گئے، مولانا کی ولادت اسی محلہ میں ہوئی۔

اس خاندان میں متعدد عالم اور صوفی گذرے ہیں، مثلاً مولانا عصمت اللہ، عبد الحکیم، مولانا صفی اللہ، مولانا محمد ظہیر صاحبان۔ نزہۃ الخواطر اور تذکرہ علماء ہذا الزمان مصنفہ یونس بگرامی میں ان حضرات کا تذکرہ موجود ہے، ان کے علاوہ مولانا محمد سلیم و مولانا سلامت اللہ و مولانا عطاء اللہ وغیرہم، خاندان کے علماء کا روحانی تعلق حضرت صوفی ولی محمد گھوسوی[1] نور اللہ مرقدہ

---

[1] گھوسی ضلع اعظم گڈھ میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

سے تھا۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم ناظرہ اور اردو کی گھر ہی پر ہوئی، پھر فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم محلہ اورنگ آباد مئو میں ایک چھوٹا سا مدرسہ حکیم مولانا شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے احاطہ میں تھا جس میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب اورنگ آبادی پڑھاتے تھے وہاں ہوئی، پھر مولانا عبدالغفار صاحب مئوی کی خدمت میں نوانگر ضلع بلیا جہاں وہ پڑھاتے تھے حاضر ہوئے، تقریباً سال بھر وہاں تعلیم لی۔ اس کے بعد مولانا امان اللہ صاحب (جو مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے) کے پاس مدرسہ مظہر العلوم بنارس حاضر ہوئے تقریباً دو سال وہاں تحصیل علم کیا۔ کافیہ، شرح جامی، کبریٰ، صغریٰ، میزان، منطق، شرح تہذیب وغیرہ ان سے پڑھی۔

اتنے مراحل طے کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا، وہاں کئی سال رہنا ہوا فنون اور درسیات کی اکثر کتابیں اساتذۂ دارالعلوم علامہ بلیاوی ؒ، مولانا اعزاز علی ؒ، مولانا عبدالسمیع ؒ اور مولانا رسول خان صاحب ؒ وغیرہم سے پڑھیں[1]۔ منطق و فلسفۂ قدیم کا زوال ہوچکا تھا مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ آبرو باقی تھی اس لئے اس کے پڑھنے کا شوق ہوا، اس وقت اس فن کے مشہور استاذ حضرت مولانا ماجد علی صاحب جونپوری تھے جو مینڈھو ضلع علیگڈھ میں پڑھاتے تھے اور اس فن کے شائقین کے مرجع بنے ہوئے تھے، مولانا بھی ان کی خدمت میں گئے اور کئی سال رہے منطق و فلسفہ کی مشہور و متداول کتابوں کے سوا کچھ مخصوص کتابیں بھی پڑھیں جو نایاب تھیں۔ مثلاً محقق طوسی کی شرح اشارات اور اس پر محاکمات، افق المبین میر باقر داماد کے کچھ اجزاء اور شیخ بوعلی سینا کی شفاء کے بعض اجزاء، اسوقت

---

[1] اسی زمانہ میں جب کہ آپ شرح وقایہ کے طالب علم تھے حضرت شیخ الہند ؒ کے درس ترمذی میں سامع کی حیثیت سے دیگر طلبہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے، حضرت شیخ الہند سفر حجاز کیلئے روانہ ہونے والے تھے، تبرکاً کتاب شروع کرائی تھی۔ (از افادات شیخ)

مولانا شریف حسن صاحب دیوبندی ؒ

ولادت ۱۹۲۰ء ۱۳۳۸ھ —— وفات ۱۳۹۷ھ

دیوبند کے رہنے والے تھے ۹؍ اگست ۱۹۲۰ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے اور یہیں حافظ عبدالخالق مرحوم سے قرآن شریف حفظ کیا، پھر تین سال تک فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بہٹ (ضلع سہارنپور) کے مدرسہ میں رہ کر پڑھیں بعدازاں دارالعلوم میں داخل ہوکر درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۸ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد شوال ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں صدر مدرس مقرر ہوئے، انھیں جملہ علوم و فنون میں کامل دستگاہ حاصل تھی، حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ کے فیض صحبت سے حدیث و افتاء سے خاص مناسبت پیدا ہوئی تقریباً ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے صدر مدرس بنائے گئے وہاں درس حدیث کے ساتھ افتاء کے فرائض بھی انجام دئے، ۱ سال کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے وہاں صحیح بخاری اور جامع ترمذی زیر درس رہی، ۱۳۸۳ھ میں انھیں دارالعلوم دیوبند میں بلالیا گیا علم حدیث سے خاص شغف تھا، حضرت مولانا فخرالدین احمد ؒ کے بعد بخاری شریف کے درس کو سنبھالنا ان کا بڑا علمی کارنامہ ہے۔ تادم واپسیں عملاً شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ان کی پوری زندگی درس و تدریس اور علوم دینیہ کے طلباء کی خدمت میں گذری، ان کا درس علمی مواد سے بھرپور ہوتا تھا، طلباء حدیث ان کے درس سے مطمئن ہوکر اٹھتے تھے، وفات سے چند گھنٹے قبل تک ان کا علمی فیضان جاری رہا۔

علم وتقویٰ اور فضائل اخلاق وشمائل میں علماء اکابر کی یادگار تھے وہ اپنے علمی تبحر اور علم حدیث سے خصوصی تعلق وشغف اور اپنی پاکیزہ نفسی کے باعث اپنے معاصرین میں ممتاز تھے ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے ظاہر وباطن دونوں پاک تھے طبیعت نہایت مرنجاں مرنج پائی تھی۔

۱۴ / ۱۵ / جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ کی درمیانی شب میں تقریباً ۵۹ سال کی عمر میں بعارضۂ قلب چند گھنٹوں کی مختصر علالت کے بعد واصل بحق ہوگئے۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

قبرستان قاسمی ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔

(از تاریخ دار العلوم دیوبند ص$\frac{۱۶۸}{۲}$)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں تشریف لائے، اور صدر مدرس کی جگہ بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق رہا، ۷۵ھ تک یہ منصب آپ کے سپرد رہا ۷۶ھ میں ایک دوسرے مدرس شیخ الحدیث رہے لیکن پھر ۷۷ھ میں ان کے چلے جانے کے بعد آپ صدر مدرس بنے اور ۱۳۸۳ھ تک رہے۔ بعد ازاں دار العلوم دیوبند میں مدرس حدیث بن کر تشریف لے گئے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو آپ کی خدمات حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا الحمد للہ اس وقت سے شعبان ۱۴۰۴ھ تک آپ کا فیض یہاں جاری رہا، بخاری شریف مکمل اور ترمذی شریف مکمل آپ سے متعلق رہی چند برسوں سے ضعف کی وجہ سے ترمذی شریف چھوڑ دی تھی صرف بخاری شریف کا درس دیتے تھے، اس بیس سالہ مدت میں آپ سے اکتساب فیض کرکے سیکڑوں علماء ہند وبیرون ہند میں دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مرض وفات

تعلیمی سال کے اختتام ماہ شعبان سے چند ماہ قبل بواسیر کی شکایت پیدا ہوئی، مختلف دوا علاج کے باوجود شکایت برابر جاری رہی، کئی بار زیادہ مقدار میں خون آیا جس نے ضعف پیدا ہوگیا پھر کچھ طاقت آگئی۔ ۱۱ / شعبان کو جلسہ کے بعد وطن تشریف لے گئے وہاں بھی علاج معالجہ کے باوجود شکایت باقی رہی، رمضان سے قبل بخار میں بھی مبتلا ہوئے جس سے ضعف اور بڑھ گیا، غذا بھی نہیں ہوتی تھی، شدتِ ضعف کی وجہ سے رمضان کے بعض روزے بھی نہیں رکھ سکے، اخیر رمضان میں بواسیر کا آپریشن کرا دیا گیا۔ اس سے افاقہ ضرور ہوا لیکن خون کا آنا بالکل بند نہیں ہوا تاہم حالت تشویشناک نہیں تھی، عید کے دن نماز عید کیلئے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک سینہ پر شدید درد ہوا، جس کی وجہ سے عید کی نماز کیلئے نہ جا سکے، ڈاکٹر بلائے گئے، جنھوں نے اس درد کو ریاحی درد تجویز کیا علاج جاری رہا، ڈابھیل آنے کی باتیں چل رہی تھیں انتظار تھا کہ طبیعت میں افاقہ ہو جائے تو سفر کیلئے ریزرویشن کرایا جائے۔ مولانا نے صاحبزادوں کو جمع کرکے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ صحت ہونے پر ڈابھیل جاؤں گا۔ بخاری شریف کی صرف جلد اول لوں گا، اور اب تنخواہ نہیں لوں گا، صاحبزادوں نے اس رائے کی تائید کی اور اس پر خوشی ظاہر کی، سینہ کا درد وقتاً فوقتاً ہو جایا کرتا تھا دو روز سے ملتا ۳ ½ بجے درد اٹھتا لیکن انجکشن اور دوا سے افاقہ ہو جاتا، ۲ / شوال جمعہ کو بھی اسی وقت درد شروع ہوا دوا کھلائی گئی لیکن قے ہوگئی انجکشن دیا گیا لیکن اس کا کوئی اثر ظاہر

یہ دونوں کتابیں مطبوعہ نہیں ملتی تھیں حضرت استاذ کے پاس کچھ اجزاء تھے طلبہ اس کو نقل کر کے پڑھتے تھے ۔

منطق وفلسفہ سے فراغت کے بعد لوٹ کر پھر دیوبند آگئے اور دورۂ حدیث پڑھا ابھی حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر تشریف نہیں لائے تھے ان کے جانشین حافظ العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ تھے ان سے صحیح بخاری پڑھی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے نسائی اور مسلم شریف، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ سے ابوداؤد، حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے مؤطاین پڑھی یہ ۱۳۳۸ھ کا واقعہ ہے ۔

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد فاضل لاہور کی تیاری میں لگ گئے جس کی اس زمانہ میں بڑی قدر وقیمت تھی ۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو کر آگئے، خلافت کا مسئلہ بڑے زوروں پر تھا، دہلی میں حضرت شیخ الہند کی صدارت میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس ہوا جس میں پانچ علماء شریک ہوئے اسی اجلاس میں ترک موالات کی تجویز پاس ہوئی انگریزوں اور بدیسی چیزوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا ۔ اس تحریک کی اہمیت کے پیشِ نظر فاضل لاہور کے امتحان کا ارادہ ترک کر کے تحریک میں شریک ہو گئے ۔

جب تحریک کا زور کم ہوا اور فضا اعتدال پر آئی تو خیال ہوا کہ کہیں تدریسی خدمت میں لگ جانا چاہئے، حسن اتفاق سے کلکتہ کے مضافات میں اکڑا مقام میں ایک مدرسہ "دارالعلوم قدسیہ" کے نام سے مشہور تھا اس میں صدر مدرس کی جگہ خالی تھی آپ کا تقرر صدر مدرسی کیلئے ہو گیا، فنون وغیرہ کی اونچی کتابیں حصہ میں آئیں عمر ابھی بہت کم تھی اچھی طرح داڑھی مونچھ بھی نہیں آئی تھی دوسرے اساتذہ بڑی عمر کے سفید ریش تھے زیادہ دنوں سے تدریس کا کام کر رہے تھے اس لئے وہاں صدر مدرسی کے عہدہ پر کامیاب ہونا ایک مشکل امر تھا، اضطراب اور پریشانی بھی لاحق ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے کتب بینی اور مطالعہ میں محنت کی ۔ کچھ ہی دنوں کے بعد اعتماد پیدا کر لیا اور مدرسین وطلبہ میں عزت ومحبت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے ۔ پانچ سال وہاں قیام رہا اس مدت

نہیں ہوا بالآخر وقت موعود قریب آگیا تو زبان پر کلمہ طیبہ کا ذکر خود جاری ہو گیا تقریباً پونے پانچ بجے (جو وہاں فجر کی جماعت کا وقت تھا) دین متین کا یہ پینسٹھ ۶۵ سالہ خادم ہمیشہ کیلئے آسودۂ خواب ہو گیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حادثہ کے بعد شہر میں لاؤڈ اسپیکر سے اعلان شروع ہو گیا تھوڑی دیر میں یہ خبر جاں گسل مئو شہر اور مضافات میں پھیل گئی، شہر میں ہڑتال رہی دوکانیں بند رہیں، نماز جمعہ کے بعد پونے دو بجے نماز جنازہ کا وقت مقرر تھا، شہر کے تمام علاقوں سے نماز جمعہ سے لوگ فارغ ہو کر شاہی جامع مسجد کٹرہ کے وسیع میدان میں جمع ہو گئے، پورا میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جگہ کی تنگ دامانی کی وجہ سے جامع مسجد میں بھی دور تک صفیں لگیں نماز جنازہ آپ کے رفیق قدیم محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہٗ نے پڑھائی اس کے بعد محلہ کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا ۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً وغفر لہ مغفرۃً تامۃً

۷ر شوال بروز شنبہ تار سے یہ خبر صاعقہ اثر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل پہونچی، جس نے بہت سے دلوں کو پژمردہ اور بے قرار کر دیا اطراف میں بھی خبر مشہور ہوئی بہت سی مساجد میں قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا ۔ جامعہ اس وقت بند تھا ۔ ۱۴ر شوال کو جامعہ کھلا ۔ داخلہ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد تعلیم شروع ہو گئی تو ۱۹ر شوال کو جامعہ میں بھی قرآن خوانی کی گئی ۔ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت ہوئی شیخ الجامعہ کے انتقال پر ملال پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا، ان کے حالات زندگی اور فضائل پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی گئی ۔ اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں شایانِ شان مقام عطا فرمائے اور ملتِ اسلامیہ خصوصاً جامعہ کو آپ کی وفات سے جو صدمہ لاحق ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کی بہترین صورتیں پیدا فرمائے، جلسہ کے بعد اس دن جامعہ میں تعطیل کر دی گئی ۔

مولانا عبدالجبار صاحب پشاوری (کوٹھوی)

(مدرس اول مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل)

ولادت اور ابتدائی تعلیم آپ کی ولادت سنہ ۱۳۰۰ھ کو موضع کوٹھہ تحصیل صوابی میں جناب مولانا شاہ حسین کے ہاں ہوئی تحصیل علم کے لئے ابتداءً علاقہ کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سے زروبی میں فارسی اور صرف ونحو کی کتابوں کے بعد نورالانوار، قطبی، میر قطبی، اور دیوان متنبی تک تعلیم حاصل کی

اعلیٰ تعلیم اور فراغت تعلیم کی تکمیل کے لئے ٹونک کے مدرسہ ناصریہ میں داخلہ لیا، مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کابل صدر مدرس مدرسہ ناصریہ سے کچھ کتابیں پڑھیں، مولانا موصوف جب مدرسہ فتحپوری تشریف لے گئے اور مولانا حیدر حسن خاں صاحب (جو نائب صدر تھے) یہ شیخ الحدیث مقرر ہوئے تو انہی سے صحاح ستہ پڑھ کر سند حاصل کی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری سے بیعت ہوئے

آغاز تدریس فراغت کے بعد چند سال نوساری صوبہ گجرات میں تدریس وخطابت کا کام انجام دیا، اسکے بعد وطن تشریف لے گئے اور پشاور ہی میں درس دینے لگے، اسی دوران مولانا یوسف بنوری نے آپ سے چند کتابیں پڑھیں اور مولانا حافظ محمد ادریس طوردی نے آپ سے تحریر سنبٹ اور شرح وقایہ کا درس لیا۔

مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مولانا پشاوری سنہ ۱۳۴۲ھ یا سنہ ۱۳۴۳ھ میں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں مدرس عربی اور صدر مدرس بنکر تشریف

لائے، آپ کے ذریعہ عربی کی تعلیم شروع ہوئی اور آپ کی کوشش سے مشکوۃ شریف اور جلالین شریف تک یہ سلسلہ پہنچا تھا کہ سنہ ۱۳۴۶ھ کے اواخر میں علماء دیوبند کا قافلہ علمی پہنچا جسکے سالار علامہ انور شاہ کشمیری تھے اور جنکی آمد سے یہ معمولی مدرسہ ایک شہرۂ آفاق جامعہ بن گیا۔

ان اکابر علماء کی موجودگی میں بھی مولانا پشاوری عربی کے ایک مدرس کی حیثیت سے کئی سال تشریف فرما رہے سنہ ۱۳۵۲ھ تک روئیداد میں آپ کا نام ملتا ہے، اس سال مندرجہ ذیل کتب آپ کے زیر درس رہیں، شرح وقایہ، قطبی، میر قطبی، شرح تہذیب، اصول الشاشی، نورالانوار، کافیہ شرح جامی، اس سال شیخ الحدیث علامہ شبیر احمد عثمانی تھے علامہ کشمیری کا انتقال ہو چکا تھا، شاہ صاحب کو آپ سے انتہائی محبت تھی، فرماتے تھے اس مدرسہ کو جو ترقی ملی وہ آپ کی کوششوں اور مسلسل جدوجہد کا ثمرہ ہے، مولانا اپنی تدریسی مشغولیتوں کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے درس بخاری شریف میں شرکت فرمایا کرتے تھے، سنہ ۱۳۴۹ھ کے سفر رنگون میں آپ کو علامہ کشمیری، علامہ عثمانی اور مولانا احمد بزرگ کے ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا تھا

تلامذہ اس طویل مدت تدریس میں آپ سے سینکڑوں طالبان علم نے استفادہ کیا ان میں مولانا موسیٰ بھیات نوساری، مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی ثم افریقی، مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی افریقی قابل ذکر ہیں۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں آپ کو زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا، ڈابھیل سے واپسی کے بعد آپ نے اپنے آبائی گاؤں کوٹھہ میں مولانا عبدالصمد عرف درگئی باباجی صاحب کے تعاون اور مشورے سے مدرسہ صوفیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور آخر تک حسبۃً للہ تدریس واہتمام کی خدمات انجام دیتے رہے

وفات ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۶ھ کو آپ کی روح قید تن سے آزاد ہوئی، نماز جنازہ میں عوام کے علاوہ گرد و نواح کے علماء بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے نماز جنازہ شیخ القرآن مولانا عبدالہادی صاحب منصوری نے پڑھائی اور قبر پر رقت انگیز خطاب فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث وبانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ نے فرمایا "مولانا مرحوم ہمارے علاقہ میں نمونۂ اسلاف تھے" رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

(ماخوذ از ماہنامہ الحق رجب سنہ ۱۴۰۴ھ اپریل سنہ ۱۹۸۴ء)

میں دو جماعتیں فارغ ہوئیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے اچھی مقبولیت حاصل ہوئی، آب و ہوا کی ناموافقت سے صحت خراب ہوگئی اور مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

وہاں سے الگ ہوکر دیوریا میں دو سال رہے۔ اس درمیان مئو (ضلع اعظم گڑھ) میں مفتاح العلوم کا قیام عمل میں آگیا تھا۔ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اور مولانا عبداللطیف نعمانیؒ درسی خدمتیں انجام دے رہے تھے ان حضرات کے اصرار پر دیوریا چھوڑکر مفتاح العلوم آگئے، اراکین مدرسہ نے انتظام واہتمام سنبھالنے پر مجبور کیا، بادل ناخواستہ قبول کرلیا اور تقریباً چونتیس ۳۴ برس تک مفتاح العلوم کی خدمت کی،

نظامت کے زمانہ میں چندہ کی فراہمی کے لئے مختلف اطراف کے اسفار بھی ہوتے رہے، وعظ وتقریر کے ذریعہ لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش بھی جاری رہی، مضامین اور مقالات بھی لکھے ایک مقالہ "فلسفۂ موت" کے نام سے بہت پسند کیا گیا، الجمعیۃ نے پھر ماہنامہ مولوی نے اسے شائع کیا۔ نظامت کے ساتھ ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مختصر المعانی تو گویا متعین تھی اس کے علاوہ کبھی ہدایہ اولین کبھی آخرین کبھی مشکوٰۃ کبھی جلالین زیر درس رہی۔

جامع مسجد مئو میں جمعہ کے بعد قرآن پاک کی تفسیر مدتوں بیان کی بیس ۲۰ سال کے عرصہ میں قرآن پاک ختم بھی کردیا، نظامت سے سبکدوش ہوکر سات ۷ سال مفتاح العلوم کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس بھی رہے، عوامی اصلاحی تحریک نظام الدین کی تبلیغی جماعت سے بھی منسلک رہے۔ امیر جماعت بن کر لوگوں کو اس کام سے روشناس کرایا، وہ زمانہ تبلیغی جماعت کا ابتدائی زمانہ تھا لوگوں کے کان اس طریق کار سے ناآشنا تھے آپ نے الترغیب والترہیب لابن حجرؒ کا ترجمہ اور تشریح بھی لکھی تھی لیکن مسودہ ایک سفر میں پورے بکس کے ساتھ چوری ہوگیا اس لئے اس کی طباعت نہیں ہوسکی۔

بعض ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے مفتاح العلوم سے الگ ہونا پڑا، اس کے بعد ڈیڑھ دو سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہے[1]۔

---

[1] یہ سارے حالات مولانا موصوف نے ماہ شعبان ۱۴۰۴ھ میں تحریر شدہ مجھے عنایت فرمائے تھے ۱۲ فضل

شیخ کے اوصاف وکمالات

شیخ موصوف حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ (خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ) سے متعلق تھے، معمولات کے بہت پابند تھے، عشاء کے بعد جلد سو جانے کا معمول تھا، صبح صادق سے پہلے اٹھ کر تہجد پڑھنا آپ کا دائمی معمول تھا، بیماری میں بھی تخلف اور ناغہ مشکل تھا، نماز باجماعت کا بہت اہتمام تھا گھٹنوں کے درد اور اٹھنے بیٹھنے کی تکلیف کے باوجود مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھتے اور فرض نماز کھڑے ہوکر پڑھتے حتیٰ کہ رمضان میں جب طبیعت مسجد جانے کے لائق ہوتی تو دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آتے، تہجد کے بعد صبح کی نماز تک جہراً ذکر کرتے۔ اسی وقت ذکر کرتے ہوئے دنیا سے رخصت بھی ہوئے۔

دلائل الخیرات اور دوسرے اوراد و وظائف کا معمول تھا جس کی سختی سے پابندی کرتے، ملنسار، خندہ جبیں، متواضع واقع ہوئے تھے، ہر چھوٹا بڑا بے تکلف ملتا اور مجلس میں بیٹھتا تھا، طبیعت میں ظرافت بھی تھی، خشک مزاج اور بدخلق نہیں تھے، اپنے چھوٹوں سے بھی احترام کے لہجہ میں گفتگو فرماتے، درس میں بڑی دلچسپی کا سامان ہوتا، طلبہ انداز بیان میں شگفتگی کی وجہ سے کشش محسوس کرتے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیقات والہانہ انداز میں بیان فرماتے، انداز بیان ایسا سہل تھا کہ ذکی اور غبی دونوں قسم کے طلبہ یکساں فائدہ اٹھاتے۔ اختلافی مسائل میں مسلک حنفی کی برتری واضح طور پر ظاہر فرمادیتے، چہرہ پر نورانیت کے ساتھ وقار بھی نمایاں تھا طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت فرماتے، شاگردوں کے ساتھ خط وکتابت کے ذریعہ تعلق رکھتے اور نیک مشوروں سے نوازتے، غالباً دو بار حج کی سعادت نصیب ہوئی، سال گذشتہ بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں آپ پر

قصائد
و
مراثی

نتیجۂ فکر از حضرت فضلی مشہدی
یکے از رفقاء حضرت مرحوم سملکی
(ماخوذ از تجوید مشہدی قدیم)

بر وفات حسرت آیات مولانا احمد حسن بہام سملکیؒ

ہے سبق آموز عبرت خیز دنیا کا چلن
بے زوال ولا فنا ہے ذات باری ذوالمنن

گل ہوئی وہ شمع صد افسوس ہیکہ جس کے سبب
بن گئی اندھیر خانہ دوستوں کی انجمن

نام تھا احمد حسن اور بہام تھا جن کا لقب
قوم کے پیچھے کھپایا جس نے اپنا جان و تن

خادم اہل وطن تھے مولوی احمد حسن
ماہر علم شریعت زینت بزم سخن

طالب علمانہ وہ ہندوستان میں پھرتے رہے
رہنمائی کیلئے ملتے تھے شیخ و برہمن

جب سیاحت سے تھکے ماندے ہوئے ہیں آپ تب
کانپور آخر ہوا ان کیلئے مثل وطن

بعد اس کے شہر دہلی میں رہے ہیں مدتوں
یعنی وہ دہلی جو واقع ہے بدریائے جمن

کتنی تکلیفیں اٹھائیں جستجوئے علم میں
منزلیں تحصیل کی بیشک ہیں ایسی ہی کٹھن

اپنی بستی کیلئے کی وقف ساری عمر کو
آپ حاصل کر چکے جس وقت کہ ہر علم و فن

از پئے تعلیم دیں تھے بانیٔ دار العلوم
موضع ڈابھیل سملک میں جو تھا خود کا وطن

منہمک تھے اس کی خاطر روز و شب حد سے سوا
عزم افریقہ کیا پھر چھوڑ کر فرزند و زن

جا بجا اس کے ہی ذکر و فکر میں مصروف تھے
راہ میں اس کے لئے کیا کیا سہے رنج و محن

سب سے یکساں گفتگو تھی سیٹھ ہو یا ہو فقیر
خیر خواہی سب کی تھی مد نظر سر و علن

قلب میں تھا درد علم دین کی ترویج کا
بچوں کی تعلیم کے رکھتے تھے سینہ میں لگن

سادگی سے تھے ملبس، تھے تصنع سے بری
ان کے جیسے اور کم دیکھے گئے اہل زمن

قوم کی وہ خدمتیں کی ہیں کہ جس کی شرح ہے ۔۔۔ واقعی سچ کہہ رہا ہوں بند ہے میرا دہن
انتقال پُر ملال صادق الاخلاص سے ۔۔۔ آج ثابت ہو گئی دنیا مجھے دار الحزن
حق کی مرضی یوں ہی تھی کیا کیجئے جز صبر کے ۔۔۔ سامنے تقدیر کے بیکار ہے سارا جتن
گیارہویں ماہ محرم روز پنجشنبہ کا تھا ۔۔۔ قبل مغرب چھپ گیا زیر زمیں ان کا بدن
یا الٰہی مغفرت کی چادریں ان پر چڑھا ۔۔۔ وقف اس کے واسطے کر اپنی رحمت کے چمن

مصرع تاریخ فضلی مشہدی نے یوں کہا
جنتی تھے مولوی عالم ہمہ احمد حسن
۱۳۳۷ھ

لہٗ ایضاً در فارسی

حسرت وصد حیف افسوس کز دار المحن ۔۔۔ راہیٔ ملک بقا شد مولوی احمد حسن
بود از قوم بواہیر بعام آمد عرف وے ۔۔۔ خیر خواہی کرد بہر قوم خود از جان و تن
بود نیک مرد نیک سیرت عالم و محنت گزیں ۔۔۔ سعی بیحد کرد در ترویج دین و علم و فن
فکر سال رحلتش چوں کرد فضلی مشہدی ۔۔۔ گفت ہاتف صبر کن غمگیں چرا باید شدن
اول یٰسین و آخر ہود خواں بہر ثواب ۔۔۔ تا روانش شاد گرداند خدائے ذو المنن
ہر دو ایں یا مصرع آئندہ ضم کن بہر سال ۔۔۔ یازدہ ماہ محرم فوت شد احمد حسن

یا اور دؔ کے عدد ۱۵ ۔۔۔ ۱۳۲۲ + ۱۵ = ۱۳۳۷ ۔۔۔ ۱۳۲۲

بشکریہ مولانا حکیم عبد الحئی صاحب کفلیتوی دامت عنایاتہٗ

هذه القصيدة في مدح قدوة العلماء الراسخين فقيد المثال في الزمن

مولانا احمد حسن السملكي مؤسس الجامعة الاسلامية

رزقه الله عيشة راضية في جنات عالية

از قاری محمد یامین سہارنپوری مدرس شعبۂ تجوید جامعہ اسلامیہ

۱- ايا عينُ جودي بالدموع السواجم ۔۔۔ على موت شيخ باهر المجد كارم
اے آنکھ شیخ مکرم کی موت پر اشک رواں بہا جنکی بزرگی ظاہر تھی

۲- حميد نشا في خدمة الدين مخلصاً ۔۔۔ فقام بجدٍّ ثم صدق العزائم
جو قابل تعریف مخلص خادم دین تھے ۔۔۔ محنت وجانفشانی سے خدمت دین کی

۳- منيف نبيل بارع متورّع ۔۔۔ حريص على الطاعات لله صارم
بزرگ مرتبہ شریف کامل پرہیزگار ۔۔۔ طاعت کے حریص اور اللہ کیطرف مائل تھے

۴- دُجى منكراتِ الشرع زالت بنوره ۔۔۔ فبسّط انوار العُلى والمكارم
انکے نور سے منکرات کی تاریکی دور ہوئی، اور انھوں نے بلندی اور شرافتوں کے نور کو عام کیا

۵- حمى الملة البيضاء في طول عمره ۔۔۔ ولم يألُ جهداً في احتمال العظائم
زندگی بھر حامل ملت بیضا و رہے بڑے بڑے کام کے انجام دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی

۶- سما بجمال ثم نفس شهامة ۔۔۔ وشيد اركان الهدى والمعالم
تیز فہمی اور جمال میں بلند مرتبہ تھے، ہدایت کے ارکان ونقوش راہ کو بلند کیا

ن- نسیم الصبا بلّغ الیه تأدّباً   تحیاتنا من کل برّ و آثم
اے بادِ صبا ادب کیساتھ ان تک   ہمارے سلام ہر نیک وبد کیطرف سے پہونچادے

س- سری فیضهٗ شرقاً وغرباً وکم لهٗ   من الخلق داعٍ مخلص الحبّ دائم
ان کا فیض مشرق ومغرب میں عام ہوا   بہت سی مخلوق ان سے سچی محبت کرنیوالی دعاگو ہے

م- مدی الدهر تبقیٰ باقیات مآثرا   ولاسیما للدین مثل الدعائم
ان کے دینی کارنامے ایک زمانہ تک   بلند ستون کے مانند باقی رہیں گے

ل- لوی جنبهٗ عن کل غِرّ مکابر   وصبّر من صافاه عند التزاحم
آپنے ہر ناتجربہ کار معاند سے روگردانی کی   جس نے محبت کی پریشانی کیوقت اس کو تسلی دی

ک- کذی منصب التجدید امضی عزیمة   فما خاف غیر الحق لومة لائم
ایک مجدد کی طرح ارادے میں پختہ   خدا کے سوا کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرے

ی- یهون علی عبد منیب مصمّم   امور صعاب لا مترام لرائم
ایسے باعزیمت مخلص بندے پر ایسے مشکل کام بھی آسان ہوجاتے ہیں جن کا قصد نہیں کیا جاتا

فذالک النبیل الشیخ احمد حسن لهٗ   ثناء جمیل حلّ کل الاقالم
وہ بزرگ مولانا احمد حسن ہیں   ان کی تعریف ہر جگہ کی جارہی ہے

(احمد حسن سنبھلی)

فجزاه رب العالمین بلطفه   جزاء یوفّی من لدن خیر راحم
رب العالمین ان کو اپنے فضل سے   اپنی شان کے مطابق پورا پورا بدلہ عطا فرمائے

واکرم مثواه من الخلد مرضیا   بجاه النبیّ المصطفیٰ ذی المراحم
ان کو راضی کرتے ہوئے جنت الخلد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معزز مقام عطا کرے

فصلّی علیه الله ربّی و سلّما   الی ما جلا الاشجان صدح الحمائم
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جبتک کبوتر شاخوں پر بولتے رہیں رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے

(منقول از روداد ۵۸ھ ص۹)

مرثیة الشیخ الاجل العارف باللّٰه

المفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندی رحمه اللّٰه

من الفاضل اللبیب مولانا محمد اُدریس الکاندهلوی
(نزیل حیدرآباد)

الا یا عینُ جودی بالدماء   فان الیوم یوم للبکاء
اے چشم آنسو بہا،   کہ یہ دن رونے کا دن ہے

اُصیب العلم والتقوی جمیعا   بموت الشیخ راس الاتقیاء
علم وتقویٰ دونوں پر بزرگوں کے سردار کی موت سے مصیبت آپڑی ہے

عزیز الرب ذی ورع و تقوی   فقیه وارث للانبیاء
عزیز الرحمٰن بزرگی اور تقویٰ والے   فقیہ اور وارث الانبیاء تھے

جنید العصر نعمان الاوان   فضیل الوقت تاج الاصفیاء
اپنے وقت کے جنید اور ابوحنیفہ تھے   بزرگوں کے سرتاج اور فضیل وقت تھے

ملاذ السالکین بلا ارتیاب   عماد المتقین بلا مراء
بلاشبہ راہ تصوف پر چلنے والوں کی جائے پناہ اور متقیوں کے سہارا تھے

فقیه لم یزل یفتی الاناما   ویهدیهم الی ربّ السماء
برابر افتاء کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کا راستہ بتاتے رہے

بارشاد التوکل و الیقین   و تعلیم المحبة و الوفاء
توکل و یقین کی تلقین اور محبت ووفاء کی تعلیم دیتے رہے

وتذکیر لاذکار الصباح   وتلقین لاوراد المساء
صبح و شام کے اوراد و وظائف یاد دلاتے رہے ۔

نہار کان یمضی فی الفتاوی   وجوف اللیل فی ذوق النجاء
دن سارا فتویٰ نویسی میں اور رات اللہ کی عبادت میں بسر کرتے تھے

فمن یهدی الانام سبیل رشد   وتفرید وخوف والرجاء
اب کون لوگوں کو ہدایت، توحید اور خوف و رجاء کا راستہ بتائے گا؟

ومن یهدی الانام طریق ذکر   واخلاص وصدق والحیاء
اور کون لوگوں کو ذکر و اخلاص اور صدق و حیاء کی تلقین کرے گا؟

انادی الصبر یاتینی البکاء   فابکی بالدموع وبالدماء
میں صبر کو آواز دے رہا ہوں، رونا آتا ہے، خون اور آنسو رو رہا ہوں ۔

شددت الرحل للسفر البعید   متی رجعاك قل للاصدقاء
آپ نے لمبے سفر کو اختیار کر لیا ہے،   ذرا فرمائیے تو کب لوٹیں گے ؟

لقد کفلتنا هجرا طویلا   وسرت بغیر وعد من لقاء
آپ نے طویل مفارقت کا بار ڈالا ہے، اور بغیر وعدۂ ملاقات کے چلے گئے ہیں ،

علیك سلام ربك یا عزیز   ورحمته علیك بلا انتهاء
اے عزیز الرحمٰن آپ پر بے انتہا پروردگار کی طرف سے رحمت و سلام عطا ہو ۔

(منقول از روداد سنہ ص ۱۹)

هذه عدة ابیات رثیت بها المفتی الاعظم للهند
المولوی الشیخ العارف بالله الحاج

عزیز الرحمن الدیوبندی

رحمه الله واثابه وارضاه

(از قاری محمد یامین سہارنپوری مدرس جامعہ)

قلبی تضجع اذ سمعت من الخبر   خبر الوفاة لسیدی المولی الابرّ
جب سے میں نے آقائی و مولائی کے وفات کی خبر سنی ہے میرا دل پھٹ گیا ہے ۔

بحر العلوم شریعة وطریقة   بمکارم قد زانه ربّ البشر
شریعت و طریقت کے آپ بحر العلوم تھے   اللہ پاک نے بڑی شرافتوں سے نوازا تھا ۔

عمّت فضائله فوافت کل ما   شرقت علیه الشمس من بحر وبر
آپ کے فضائل عام تھے ۔ بحر و بر سارے عالم میں پہونچے ہوئے تھے ۔

ما عاش الا فی المجادة والعلی   حتی مضی وشذ اشناه ستنتشر
بزرگی اور بلندی میں آپ نے زندگی بسر کی   اب چلے گئے ان کی خوبیاں مشہور ہوں گی

سبّاق اهل الخیر فی طاعاتهم   وله الکرامات المنیفات الغرر
عبادت میں آپ سب سے مقدم تھے   آپ کی کرامتیں بلند و مشہور ہیں

نور الهدایة قد بدا متهللاً   حتی استنار بنوره شهب اُخر
آپ نورِ ہدایت بن کر چمکے   آپ کے نور سے دوسرے ستارے روشن ہوئے

قطب الوریٰ شیخ المشائخ عارفاً   رأس الاماجد من به الدهر افتخر
آپ عارف باللہ شیخ المشائخ قطب عالم تھے   بزرگوں کے ایسے سردار جس پر زمانہ کو فخر ہے

اخلاقه كالروض ضاحكة وفي   سيماه نور حاكه نور القمر
آپ کے اخلاق باغ کیطرح شگفتہ تھے   آپکی پیشانی میں ماہتاب جیسا نور تھا

ما خاب قطُّ الآملون اذا اتوا   في اربهم الا وفازوا بالوطر
امید کرنے والے جب بھی آئے اپنی ضرورت پوری کی کبھی ناکام نہیں گئے ۔

اولاه مولانا العزيز بمنه   سمتا جميلا صار منه به السمر
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپکو ایسی عمدہ سیرت عطا فرمائی تھی جس کا ہمیشہ تذکرہ رہے گا ۔

هو في مكان لا يحاط لوصفه   من سيرة تسمو على طوق البشر
آپ کے مقام بلند کا پورا بیان نہیں ہوسکتا ، آپ کی سیرت (عام) انسان کے بس سے باہر ہے

سفحت دموعي حين رحلته كما   غيمُ السماء يروم صوبًا فانقطر
آپ کی وفات سے میرے آنسو   آسمان کی بارش کی طرح بہہ رہے ہیں

فسقى الله العالمين ضريحه   سحب الرضا كل العشايا والبكر
اللہ تعالیٰ آپ کی قبر مبارک پر ہر صبح وشام رضا کی بارش نازل کرے

وجزاه في خلد النعيم بلطفه   دار الرضاء وذاك نعم المستقر
اور اپنے فضل سے جنت الخلد میں آپ کو جگہ عطا فرمائے اور جنت بہتر ٹھکانہ ہے

ثم الصلوة على النبي و آله   ما تاخنتِ[1] الاطيار ساعات السحر
پھر درود وسلام ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک کہ پرندے سحر کے وقت چہچہاتے ہیں۔ یعنی ہمیشہ

وقال في الفارسية

صد دریغا کہ شیخ دوراں رفت   قبلۂ اہل دین و ایماں رفت

---

[1] كذا في الاصل واظنه صاخت.

قدسی النفس مرد حق آگاہ   آں ابرّ الرجال انساں رفت
ہم فقیہ و محدث و مفتی   چشمۂ فیض تشنہ کاماں رفت
سینہ اش از علوم گنجینہ   حاملِ نور صدر پاکاں رفت
مرجع اہل علم و فضل و ہدیٰ   مشعلِ راہِ اہل ایقاں رفت
مصدرِ حلم و معدن الطاف   کانِ جود و سخا و احساں رفت
ترک کردہ جہانِ فانی را   در جوارِ خدائے یزداں رفت
چوں کہ عمرش بذکر و شغل گذشت   دمِ آخر بذکر گویاں رفت
روح پاکش بدار خلد رسید   گو بہ عرقِ جبینِ ایماں رفت
ہرکہ ومہ فسردہ و گریاں   او بشوقِ وصال خنداں رفت
نام نامیش اَبْیَن از خورشید   زانکہ فیضش بجملہ انساں رفت
برزمیں شور و شیونے افتاد   مفتیٔ ہند عزیز رحماں رفت
جامعہ شد ز فقدِ او مُظلَم   رونقِ بزمِ اہل عرفاں رفت
سیرت طیبش حیات ما   گرچہ او در جنانِ رضواں رفت
باطنش بود ہمچو ظاہر خوب   حسرتا عارفِ خدا داں رفت
فیضِ او تا ابد بود باقی   کم از اہل صفا بدیں شاں رفت
داد حق در جوار لطفش جا   کاں بدار السلام مہماں رفت

(از روداد سنہ ۵۰ھ ص۲۰ و ص۲۱)

ہدیۂ تشکر و امتنان

(از مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی ناظم مدرسہ محمدیہ اندیریہ رنگون برما)

علامہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد بزرگ کو رنگون میں جو سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا اس میں یہ اشعار بھی تھے ۱۲ مرتب۔

مرحبا اے بلبل باغ کہن   از گل رعنا بگو با ما سخن
مرحبا اے قاصدِ طیّارِ ما   میدہی ہر دم خبر از یارِ ما
مرحبا اے نورِ مہر و ماہ ما   مرحبا علامہ انور شاہِ ما
منطق الطیر سلیمانی بیا   بانگ ہر مرغیکہ آید می سرا
الصلا گفتیم اے اہل رشاد   کیں زماں رضواں درِ جنت کشاد
ایہا العشاق السقیا لکم   انتم الباقون والبقیا لکم
ایہا السالون قوموا و اعشقوا   ذاک ریح یوسفٍ استنشقوا
مرحبا علامۂ شبیر ما   اے نشانِ عزت و توقیر ما
از تو جوشِ نعرۂ تکبیر ما   اے ز تو تفسیر بم و زیر ما
سوئے ساحل میفشاند بے خطر   موج موجش ہر زمانے صد گہر
مرحبا اے مولوی احمد بزرگ   کردۂ در علم دیں کار سترگ
ہیں بیا اے طالب دولت شتاب   کہ فتوحِ ایں زبان و فتح باب
ایکہ تو طالب نۂ تو ہم بیا   تا طلب یابی از اں یار وفا

(ایضاً صـ۵۷)

اکابر جامعہ کے رنگون تشریف لے جانے پر جناب حکیم اسماعیل احسن عیشؔ صاحب امروہوی نے جمعیۃ العلماء صوبہ برما کے جلسہ میں جو قصیدہ پڑھ کر سُنایا تھا وہ بتغیر یسیر درج ذیل ہے۔

یا حبذا جاءت شیوخ زمان   بمناهل الفیضان للعطشان
کیا خوب اپنے وقت کے شیوخ تشنگانِ علوم کیلئے سیرابی کا انتظام لے کر آئے۔

نزلوا بانواع الکرامة والهدیٰ   لشفاء قلب الهائم الولهان
حیران و پریشان قلب کی شفا کیلئے قسم قسم کی ہدایت و شرافت لے کر آئے۔

فهم فقیهٌ عالم متفطّن   متمتّع بمواهب الرحمٰن
ان میں ایک نہایت ذکی اور فقیہ عالم ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص بخششیں ہوئی ہیں۔

نور التقی متلألئٌ فی وجهه   یدعی بانور شاه فی البلدان
نورِ تقویٰ ان کے چہرہ پر نمایاں ہے   ان کو انور شاہ کہا جاتا ہے۔

بدرٌ منیرٌ فی سماء فضیلة   وجبینه کالشمس فی اللمعان
آسمان فضیلت میں وہ روشن چاند ہیں اور ان کی پیشانی آفتاب کی طرح چمکدار ہے۔

انفاسهٗ کنسائم من روضة   فیها سکون الخاطر اللهفان
جن کے سانس باغ کے بادِ نسیم کی طرح   قلب پریشان کیلئے موجب سکون ہیں۔

وحدیثه لسقیم آلام الجوی   راحٌ لراحة قلبه السکران
اور ان کی گفتگو عاشق علم کے،   مدہوش دل کیلئے باعث راحت ہے

متکلم شهم ذکیٌّ بارعٌ   طلق خطیب مصقع ببیان
وہ بہت ذہین چالاک سربرآوردہ متکلم اور فصیح اللسان عمدہ خطیب ہیں

و رفیقهٗ شبیر احمد ماجدا　　باعٌ له فی الوعظ بالقرآن
اور ان کے ساتھی علامہ شبیر احمد　　وعظ میں بے نظیر ہیں۔

قمر انار اللیل بعد ظلامه　　بضیائه ضاعت عقود جمان
وہ ایسے چاند ہیں جنھوں نے رات کو تاریکی کے بعد روشن کر دیا ہے، انکی ضیاء سے موتی کے ہار بھی چمک اٹھے ہیں

ویلوح فی سیماه ضوء کرامة　　هو سابق بالخیر و الاحسان
انکی جبین میں نور شرافت روشن ہے۔ وہ خیرات و حسن سلوک میں سبقت کرنے والے ہیں۔

شمس انارتنا بنور رشاده　　بدر افاد بجودة التبیان
ایسے آفتاب ہیں کہ نور ہدایت سے ہم کو منور کر دیا ہے اور ایسے چاند ہیں کہ خوش بیانی سے فائدہ پہونچایا ہے۔

علامة فاق الافاضل فی الوری　　بمعارف وحقائق و معان
علامہ بے نظیر ہیں　　حقائق و معارف کے بیان میں لاثانی ہیں

و رفیقه احمد بزرگ المحترم　　فاقت فضائله علی الاقران
اور ان کے ایک ساتھی مولانا احمد بزرگ ہیں جو اپنے ہمسروں میں سب سے افضل ہیں۔

ضوء السعادة ساطع فی وجهه　　متاضأضأ کسبائك العقیان
نور سعادت ان کے رخ میں روشن ہے، سونے کے ڈلے کی طرح ان کا چہرہ دمک رہا ہے

کسب المکارم من کرام زمانه　　فله العُلیٰ و لهٗ سمو مکان
اپنے وقت کے اکابر سے اکتساب فیض کیا اور مقام بلند پر فائز ہوئے۔

متفقهٌ متورعٌ متشرعٌ　　قد حل فی تقواه خیر مکان
فقیہ، متدین، پرہیزگار ہیں　　تقویٰ کے بہتر مقام پر پہونچے ہوئے ہیں

کم من لیالی قد سهرتُ تململاً　　مشتاق لقیا راجیَ السلوان
شوق ملاقات میں بہت سی راتیں بے خوابی اور پریشانی میں بسر کیں، امید تھی کہ ملاقات سے تسلی ہوگی

یا عصبة الامجاد منّوا بالندی　　عیش المشوق احق بالاحسان
اے گروہ بزرگاں بخشش اور احسان کرو　　یہ عاشق عیش احسان کا زیادہ مستحق ہے

دامت فضائلکم و دام نوالکم　　ما کشفت جنح الدجی القمران
آپ کے فضائل و عطایا برابر قائم رہیں　　جب تک شمس و قمر تاریکیوں کو دور کرتے رہیں

و سلامنا و تحیة من مصرنا　　ما هزت الاطیار غصن البان
ہمارا اور ہمارے شہر والوں کا سلام ہو　　جب تک پرندے بان کی ٹہنیوں کو ہلاتے رہیں

(ایضاً ص ۵۸)

اظہار حزن حزین

بر وصال شیخ الاسلام والمسلمین خاتمۃ الفقہاء والمحدثین امام العلماء والکاملین
حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب قدس سرہٗ

الموسوم باسم تاریخی
افکار غم باز
۵۲ ھ ۱۳

(از مخدومنا حضرت علامہ مولوی حافظ سید مہدی حسن صاحب آزاد مفتی راندیر، ضلع سورت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

کیوں یہ چشم تر ہے چہرہ زرد ہے　　لب پہ ہر دم کیوں یہ آہ سرد ہے
یہ جگر میں دل میں کیسا درد ہے　　کیوں سراپا رنج و غم ہر فرد ہے
نالہ و فریاد و زاری کس لئے
یہ جہاں کی اشکباری کس لئے

کیا کہوں کیوں چشم تر خونبار ہے   کیا بتاؤں کیوں جگر افگار ہے
کیوں یہ دل میں زخم دامن دار ہے   کیوں یہ سر وقف در و دیوار ہے

ساری دنیا ہے جہانِ رنج و غم
سارا عالم ہے بیابانِ رنج و غم

جس کو دیکھو یاس کی تصویر ہے   جس کو دیکھو رنج کی تعبیر ہے
جس کو دیکھو درد کی تفسیر ہے   جس کو دیکھو حزن کی تقریر ہے

ذرہ ذرہ ہے جہاں کا بحرِ غم
گوشہ گوشہ ہے زمانے کا الم

کوئی باچاک گریباں در خروش   کوئی گریاں ہے کوئی ششدر خموش
ہائے اس درجہ المناکی کا جوش   کھو گئے ہیں جس سے تاب و عقل و ہوش

یہ اثر ہے موت انور شاہ کا
غم یہ ہے اس بندۂ اللہ کا

ہوگئی اب کثرتِ غم ہوگئی   کاوشِ اندوہ پیہم ہوگئی
ساری دنیا وقفِ ماتم ہوگئی   "موت عالِم موت عالَم ہوگئی"

آہ وہ شیخِ حدیثِ مصطفیٰ
اس جہاں سے آج رخصت ہوگیا

رابطِ آیاتِ قرآن مجید   مشکلش را بود حلّال وحید
فتح اغلاق رموزش را کلید   برکن ستر از غوامض آں فرید

روز و شب صبح و مسا ایں کار بود
ذہن و فکرش حل کن دشوار بود

واقفِ احوال و اطوارِ نبی   عارفِ انوار و آثارِ نبی
حافظ اقوال و اخبارِ نبی   ساحلِ دریائے اسرارِ نبی

ترمذی وقت و بخاری عصر تھا
وہ حدیث مصطفیٰ کا قصر تھا

فقہ ابواب بخاری کا خبیر   راز دار شارح ابن منیر
فتح باری کے مضامین کا امیر   عمدة القاری کا وہ دست ظہیر

رونق ارشاد ساری اس کا قول
زینت سلک دراری اس کا قول

فیض جاری خیر جاری اس کے لفظ   غایت مقصود باری اس کے لفظ
حشو سے زائد سے عاری اس کے لفظ   صورت باد بہاری اس کے لفظ

لفظ اس کے بحر معنی موجزن
جن پہ قرباں تابش درِ عدن

نام نامی جس کا انور شاہ تھا   آسمان دین کا وہ مہر و ماہ تھا
حق شنو حق گو و حق آگاہ تھا   پیکر صدق و صفا واللہ تھا

یہ اسی کی موت کا ہے آج غم
یہ اسی کی موت کا ہے اب الم

بیہقی و مسلم دوراں وہ تھا   زیلعی و حاکم آواں وہ تھا
نخلبند گلشن نعماں وہ تھا   پاک باطن صاحب عرفاں وہ تھا

رومی و جامی غزالی دور تھا
باقر و طوسی جلالی غور تھا

عارف سبع مثانی اس کا دل   بحر زخار معانی اس کا دل
اور دریائے مبانی اس کا دل   راہ عشق حق میں فانی اس کا دل

اس کا دل اک باصفا آئینہ تھا
قلب اس کا علم کا گنجینہ تھا

رہبر راہِ شریعت بالیقیں   رہنمائے دین و ملت بالیقیں
ہادیِ طرزِ طریقت بالیقیں   مرشدِ عین حقیقت بالیقیں
صاحب عرفاں حقائق بر زباں
آہ آنکھوں سے ہوا اپنی نہاں
ہاں وہ تھا تصویر اخلاقِ نبی   ہاں وہ تھا تفسیر اخلاقِ نبی
ہاں وہ تھا تعبیر اخلاقِ نبی   ہاں وہ تھا تقریر اخلاقِ نبی
پیکرِ بوذر و تصویرِ بلال
صورت اصحاب اس کا حال وقال
متقی و پارسا بحر العلوم   فہم اس کا رہبرِ جملہ فہوم
علم اس کا ہند سے تا چین و روم   دافع امراض اوہام و ہموم
ذات اس کی نازش برنا و پیر
ساری دنیا کیلئے بدرِ منیر
نیک صورت نیک سیرت ذی وقار   نورِ حق اس کی جبیں سے آشکار
نازش اخلاف کا تھا وہ تھا مدار   اور وہ دور سلف کی یادگار
یاد دار دفتر ماضی و حال
عادۃً ممکن نہیں اس کی مثال
کثرت آشفتہ حالی ہو گئی   واقعی شئ بھی خیالی ہو گئی
ختم اب شیریں مقالی ہو گئی   مسند تحدیث خالی ہو گئی
وہ احادیثِ نبی کا رازداں
آہ رخصت ہو گیا سوئے جناں
ہے قیامت کا سماں اس کا وصال   انتقال اس کا جہاں کا انتقال
زندگی کا مٹ گیا دل سے خیال   موت نے اس کا کیا جینا محال

آہ موت جانشین شیخ ہند
آہ وہ موت امین شیخ ہند
کس سے پوچھیں جا کے تحویل حدیث   کس سے پوچھیں جا کے تعلیل حدیث
کس سے پوچھیں جا کے تفصیل حدیث   کس سے پوچھیں جا کے تاویل حدیث
آہ وہ رفع تعارض کا کفیل
آہ وہ دفع تناقض کا کفیل
اب بتائے کون ارسال روات   اب بتائے کون اعضال روات
اب بتائے کون احوالِ روات   اب بتائے کون اعلال روات
اٹھ گیا وہ باقرِ فن رجال
اٹھ گیا وہ ماہرِ فن رجال
آہ وہ کنز الدقائق اب کہاں   آہ وہ رمز الحقائق اب کہاں
وہ حصار نہرِ فائق اب کہاں   موجزن وہ بحر رائق اب کہاں
اب کہاں شرح طحاوی کا خبیر
اب کہاں وہ حافظ فتح القدیر
وہ مبصر وہ منقد اب کہاں   وہ مقنن وہ محدد اب کہاں
رنگ کا اپنے وہ موجد اب کہاں   وقت کا اپنے مجدد اب کہاں
اب کہاں وہ ہالے قاموس علوم
اب کہاں وہ ہالے ناموس علوم
بوعلی و باقر دوراں وہ تھا   رازی و شیرازی آواں وہ تھا
طوسی تحقیق حق کی جاں وہ تھا   خط کش برحکمت یوناں وہ تھا
اس کی تحقیقات "صدرا" تحلیہ
اس کی تدقیقات شمس بازغہ

وہ اصولی و فقیہ بے عدیل   وہ محدث وہ مفسر بے مثیل
وہ ادیب نغز گو بے قال و قیل   نحوی و صرفی و ہر رنگ خلیل
مالک تخت معانی و بیاںؒ
عبد قاہر اور سکا کی زماں
وہ فصیح و صاحب فکر جمیل   ناظم و ناثر بلیغ بے عدیل
حال جس کا تھا معارف کا کفیل   قال جس کا تھا حقائق کی سبیل
آج تربت میں وہ محو ہوش ہے
صورت شمع سحر خاموش ہے
فاضلان عصر میں وہ انتخاب   علم کا اس کے مقر ہر شیخ و شاب
ہے کہاں اس کے تبحر کا جواب   تھا مسلم نزد اہل اکتساب
بے نظیر و بے عدیل و بے مثال
اس کے فیض علم سے عالم نہال
شہسوار ملت اسلام تھا   راز دار ملت اسلام تھا
غم گسار ملت اسلام تھا   جاں نثار ملت اسلام تھا
ملت اسلام پر قرباں تھا وہ
شوکت اسلام کا خواہاں تھا وہ
قالع اصل شکوک کافرین   قاطع رگہائے زعم ملحدین
ہادم طرح و اساس مبطلین   خافض رایات قول مفسدین
صورت اذعان تھا ایقان تھا
وہ سراپا حجت و برہان تھا
اس کی ہر تعبیر تھی باطل شکن   اس کی ہر تفسیر تھی باطل شکن
اس کی ہر تحریر تھی باطل شکن   اس کی ہر تقریر تھی باطل شکن

اس کا ہر اک جملہ باطل سوز تھا
اس کا ہر اک لفظ دل افروز تھا
بہر رد قادیانی آں امام   خنجر خوں ریز و تیغ بے نیام
مثبت ختم نبوت لا کلام   مظہر تجہیل مرزا بالدوام
از پئے تردید او بستہ کمر
روز و شب صبح و مسا شام و سحر
مظہر امراض و اسقام و علل   در کلام میرزائے پر دغل
سد باب فتنہائے آں اضل   کرد انورشاہ از علم و عمل
خواہی گر آگاہی بر دجل لعین
بہر آں اکفار ملحد را ببین
حضرت عیسیٰ کی ثابت کی حیات   چرخ بر زندہ ہیں وہ والاصفات
رد کیا آیات سے قول ممات   پارہ پارہ کر دیا زعم وفات
یہ عقیدہ ملت اسلام کا
سارے عالم پر ہویدا کر دیا
دے دیا حق نے ید بیضاء اسے   اس زمانہ کا کیا موسیٰ اسے
رد مرزا میں ید طولیٰ اسے   اس کے رد ہی کا شغب بس تھا اسے
فتنۂ مرزا کا سد باب تھا
رات دن اس کے لئے بیتاب تھا
عقل و ہوش و فطنت و فہم و ذکا   جرأت و ہمت وفا صدق و صفا
بخشش و جود و رضا حلم و حیا   ورع و زہد و تقویٰ و رشد و غنا
تھے یہ سب اوصاف اس کی ذات میں
حاجت حجت نہیں اوصاف میں

غیر حق سے وہ غنی حاجات میں   کوہ صبر و ضبط وہ آفات میں
محو حق جلوات میں ، خلوات میں   غور و فکر دائمی آیات میں

اس کا دل آئینۂ علم و عمل
اس کا دل گنجینۂ علم و عمل

نائب ختم رسالت بالیقیں   وارث میراث ختم المرسلیں
آہ وہ گنجینۂ دین متیں   مخزن علم و عمل برہان دیں

آج وقف گردش افلاک ہے
آہ وہ مدفون زیر خاک ہے

خونفشاں ہے چشم انساں کی پلک   روتے ہیں اس کے لئے جن و ملک
اس کے غم میں مبتلا اہل فلک   حزن اس کا ہے زمیں سے عرش تک

ہے زمیں سے تا فلک اس کا ہی غم
ہے سماے تا سمک اس کا ہی غم

بر مزار انور عالی مقام   رحمت باشد خدایا بالدوام
باد روحش داخل دار السلام   در جوار مغفرت دارد قیام

ایں دعا از تو دل آزاد ہست
در گہت درگاہ عدل و داد ہست

قبر او از رحمت معمور باد   در نگاہ فضل تو منظور . باد
قلب او از دید تو مسرور باد   روح او از مغفرت مغفور باد

از تو آزاد حزیں است ایں دعا
جنت الفردوس کن اورا عطا

منقول از روداد ۵۱ھ از صـ ۲۶ تا صـ ۳۵

لامیۃ الرثاء

امام المتقین وقدوۃ العلماء الراسخین نعمان اوانه وبخاری زمانه شیخنا الاکبر
مولانا الشاہ السید محمد انور نور اللہ وجهه یوم القیامة ونضر ومتعنا بعلومه وبرکاته

از حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد ادریس کاندھلوی نزیل حیدرآباد

سلام علی علم الکتاب وسنة   وحفظ وضبط بعد شیخ مبجّل

کتاب اور سنت کے علم پر اور حفظ وضبط پر شیخ محترم کے بعد الوداعی اور رخصتی سلام

أُریدُ به نور الهدایة انوراً   کبدرٍ مُبینٍ فی دُجَی اللیلِ الیَل

شیخ محترم سے مولانا انور شاہ مراد ہیں جو بدر منیر کی طرح ہدایت کے نور تھے

فقد کان اعجازاً لدین نبیّنا   کمثل البخاری وکنحو ابنِ حنبل

مولانا انور شاہ بخاری اور احمد ابن حنبل کی طرح دین اسلام کا ایک معجزہ تھے ۔

وکان اماما حافظا و محدّثا   الیه انتهی شدّ المطایا و اَرحُلِ

امام اور حافظ حدیث اور محدث تھے ، طلب حدیث کے لئے سفر آپ پر ختم ہوگیا

وقد کان فردا حافظ العصر جامعا   معارف اعلام الهدی والتفضل

یکتائے زمانہ تھے علماء سابقین کے علوم ومعارف کے حاوی اور جامع تھے ۔

ولمّا اتانی نعیهٗ فاض عبرتی   علی النحر حتی بل دمعیّ محملی

جب آپ کی وفات کی خبر مجھ تک پہونچی تو بے اختیار میرے آنسو سینہ پر بہنے لگے حتی کہ میرے تلوار کے پرتلے کو تر کردیا

اذا شاهد الخلّان حزنی ولوعتی   یقولون لا تهلك اسیً وتجمّل

اگر احباب میرے حزن اور اضطراب کا مشاہدہ کریں تو کہیں کہ صبر جمیل اختیار کرو غم میں ہلاک مت ہو ۔

بکی عالم الاسلام طرا و اعولا   لخطب جلیل قد اناخ بمنزل

اس وقت پورا عالم اسلام چلا اٹھا اس لئے کہ عظیم الشان حادثہ نے منزل میں اونٹ لاکر بٹھایا ہے

بکاہ مقام الدرس والوعظ حاسرا   بکته نواحی الارض والفلک العلی

مقام درس اور وعظ بھی حسرت کے ساتھ آپ پر رویا اور اطراف زمین و آسمان بھی آپ پر روئے۔

بکی العلم والاتقان خلف سریرہ   اذا احملوا فی ضمن باک ومعول

جس وقت لوگوں نے آپ کا جنازہ اٹھایا تو رونے اور چیخنے والوں میں علم و حفظ بھی روتا ہوا جنازہ کے پیچھے جا رہا تھا

وقد غیبوا علما وحفظا وحکمة   عشیة هالوا الترب فی الجدث من علِ

جس وقت لوگوں نے قبر میں مٹی ڈالی تو گویا علم اور حفظ اور حکمت کو دفن کر دیا۔

وقد شق جیب العلم والحفظ والتقی   لفقد امام بالتقی متسربل

آج علم اور حفظ اور تقویٰ کا گریبان چاک ہے اسلئے کہ ایسا عالم جو تقویٰ کا لباس زیب تن کئے تھا آج دنیا سے اٹھ گیا

وایتم ارباب الکمال باسرهم   وخلّفهم فی کربة وتململ

اور تمام علماء کو یتیم بنا دیا، اور سب کو بے چینی اور اضطراب میں چھوڑ دیا۔

ولو کان دفن المیت فی الصدر ممکنا   دفنتک فی صدری و لم اتأمّل

اگر کسی میت کا سینہ میں دفن کرنا ممکن ہوتا تو اے شیخ میں بلا تأمل تم کو اپنے سینہ میں دفن کرتا۔

فانک کنز للعلوم رکازها   وادیت[ه] خمسا للفقیر باعجل

اسلئے کہ آپ تو علم کے کنز اور رکاز (خزینہ) ہیں اگر یہ کنز مجھے مل جاتا تو میں فوراً ہی اس کا خمس فقیر کو ادا کرتا۔

تخذت علی مثواک یا شیخ مسجدا   عکفت به کالراهب المتبتّل

اے شیخ تیری قبر پر ایک مسجد بناتا اور راہب کی طرح تیری قبر کا مجاور بن جاتا۔

ولکن نهانی عنه نهی نبیّنا   ولعن صریح منه لیس بمجمل

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت اور صریح لعنت نے مجھ کو روک دیا۔

[ه] فیه تلمیح الی قوله علیه السلام و فی الرکاز الخمس

وهذا حدیث فی الصحیحین اسندا   واخبار رویت فی الصحیح فحیهل

اور یہ حدیث بخاری مسلم میں مروی ہے اور جب صحیحین میں مروی ہو تو دوڑ کر قبول کرو

رواه ابوهریرة وصدیقة النسا   وحبر جلیل ذو اجتهاد مکمّل

اور اس حدیث کو ابوہریرہ اور صدیقہ عائشہ اور حبر امت مجتہد کامل عبداللہ بن عباس نے روایت کیا ہے

توفیت یاراس التقی وترکتنی   لفقدک اورویه بدمع مسلسل

اے سردار اتقیاء آپ تو گزر گئے اور مجھ کو اس لئے چھوڑ گئے کہ آپکی وفات کو مسلسل آنسوؤں سے روایت کروں

شرحت لنا الآثار اذ هی اشکلت   وفسرت آیات الکتاب المفصّل

آپ ہمارے لئے احادیث مشکلہ کی شرح اور آیات قرآنیہ کی تفسیر فرمایا کرتے تھے۔

وعطّرت افق الارض من عرفک الشذی   یباری شذاه روح مسک ومندل

تمام آفاق کو اپنی مہکتی ہوئی خوشبو سے معطّر کر دیا کہ جس کی مہک مشک اور مندل کا مقابلہ کرتی ہے

فیا ویح للفتیا اذا عنّ للوری   قضیة رجم الملحدین بجندل

ہائے افسوس اب اگر ملحدین کی سنگساری کا قضیہ پیش آئے تو کون رجم کا فتویٰ دے گا۔

فقد کان رمحا سمهریا مثقّفا   لقتل مسیح القادیان المخبّل

قادیان کے بدحواس مسیح جیسے کیلئے آپ ایک صاف سیدھا اور لچکدار نیزہ تھے۔

وابیض مصلولا لکل مسیلمة   وکل مناغ فی نبوّة مرسل

اور ہر مسیلمہ کے حق میں سونتی ہوئی تلوار اور ہر اس شخص کیلئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شریک و سہیم ہونا چاہے

ومن یدعی الارسال بعد نبیّنا   فقل ذاک دجال ولا تتأمّل

جو شخص بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو فوراً بلا تأمل اس کو دجال کہہ دو۔

ففیها احادیث تواتر نقلها   کما قال اهل الذکر ان شئت فاسئل

جیسا کہ احادیث متواتر سے ثابت ہے اگر چاہو تو اہل علم سے دریافت کر لو۔

فمن بعده یملی ارتجالا ویشرح   معانی آثار ویشفی لسؤّل

افسوس مولانا کے بعد کون شخص فی البدیہہ املاء کرائے گا اور احادیث کی شرح اور سائلین کی تشفی کرے گا

ومن للبخاری والتراجم بعدہ
واسناد تعلیق و وصل لمرسل

اور آپ کے بعد بخاری اور اس کے تراجم کے حل کا کفیل کون ہوگا، تعلیقات کو سند اور مرسل کو موصول کر کے کون دکھلائے گا۔

وقد صح عند الناس آثار حفظه
وقد حسنوھا جُلّ اھل التفضلِ

اور آپ کے حافظہ کی روایت کو تمام اہل علم نے حسن اور صحیح بتایا ہے۔

ولکن اری فیھا الغرابة واضحا
اقول کقول الترمذیّ المجلّل

لیکن مجھ کو یہ حدیث بدیہی طور پر غریب معلوم ہوتی ہے امام ترمذی کی طرح میں بھی یہ کہتا ہوں۔

حدیث غریب ما عرفناہ اسندا
سوی وجه شاہ الانور المتھلّل

ھذا حدیث غریب لا نعرفه الا من وجه مولانا السید انور شاہ رحمه اللہ

وفی الباب، عمن لا یُعدّ ویُحیصر
ولا خلف فیه للمحقّ و مبطل

آپ کے حفظ و ضبط کی بات غیر محصور راویوں سے مروی ہے کسی اہل حق یا اہل باطل کا اس میں اختلاف نہیں۔

کأن جبین الشیخ اذھی اسفرت
روایة اسفار الصباح لمُجتَل

شیخ کی پیشانی جب چمکتی تھی تو دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ گویا یہ اسفروا بالفجر والی روایت ہے۔

وفی ذالک ایماء لاسفار وجهه
اذا ما رأی المولی عیانا ویختلی[1]

اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ پیشانی اور یہ چہرہ پروردگار کے دیدار سے روشن ہوگا۔

وان تستطع ان لا تغلبّ فی الصلا
ۃ قبل طلوع الشمس یا صاحِ فافعل

جہاں تک ہو سکے طلوع آفتاب سے پہلے صبح کی نماز میں غفلت نہ کر (اشارہ ہے حدیث کی طرف)۔

وسبح بحمد اللہ قبل غروبھا
وصل دبلک الغفران ایضاً وھلّل

اور غروب آفتاب سے پہلے عصر کی نماز پڑھ اور ان دونوں وقتوں میں استغفار اور لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھو۔

ففی ذینک الوقتین من ھو اکرم
علی اللہ مولانا یراہ ویختلی

اس لئے کہ ان دونوں وقتوں میں اللہ کے محبوب بندے اس کے دیدار اور زیارت سے مشرف[3] ہوں گے۔

---

[1] من باب واسروا النجوی ۱۲ منه [2] اشارة الی ما روی فی سنن ابی داؤد وغیرہ ربه محلیا به ۱۲ منه

[3] یہ مضمون احمد اور ترمذی کی روایتوں میں آیا ہے ۱۲ منه۔

تجلّی لھم نور السمٰوات والثّری
فلا یمکن التخلیس یا صاحِ فاعقل

صبح کے وقت جبکہ نور السمٰوات والارض کی تجلی ہوگی اس وقت اسفار ہو گا غلس (تاریکی نہیں ہو سکتی

ھنالک تبیض الوجوہ و تسفر
کصبح وما الاصباح منک بامثل

اس وقت دیکھنے والوں کے چہرے صبح کی طرح روشن ہوں گے اور صبح ان سے زیادہ روشن نہیں ہوگی۔

علیک سلام اللہ یا قبر انور
ورحمته تتری کودق مجلّل

اے انور شاہؒ کی قبر تجھ پر اللہ کا سلام ہو اور بارش کی طرح مسلسل اس کی رحمت نازل ہو۔

بفضلک یا مولی الوری قل لرُوحه
ایا روح عبدی ھذہ الجنة ادخلی

اے پروردگار اپنے فضل سے انور شاہؒ کی روح سے کہہ دے اے میرے بندے کی روح اس جنت میں داخل ہو جا

ویارب افرش من جنان لشیخنا
وادخله دارا واسعا خیر مدخل

اور اے پروردگار ہمارے شیخ کیلئے جنت کا فرش بچھوا اور وسیع گھر میں داخل فرما۔

وفتّح له فی القبر باباً لجنةٍ
وانزله فردوسا و اکرم منزل

اور ان کیلئے قبر میں جنت کا دروازہ کھول دے اور فردوس بریں میں ان کو جگہ عطا فرما۔

واجلسه فی ضمن الائمة فی غد
علی منبر النور البھیّ المکلّل

اور ان کو زمرۂ علماء میں کل قیامت کے دن نور کے منبر پر بٹھلا جو یاقوت و جواہر سے مرصّع ہو

واتمم علیه نعمة و کرامة
واسمعه آیات لذکرک منزل

اور ان پر اپنے انعام و اکرام کو مکمل فرما، اور جنت میں اپنے کلام پاک کی آیتیں سُنا[1]۔

فیستمع القرآن حقا و ینصتُ
وذالک حق للقرآن اذا تُلی

یہ بہت غور سے قرآن سنیں گے اور خاموش رہیں گے، تلاوت کے وقت قرآن کا یہی حق ہے۔

وما سمعت اُذناہُ یوما بمعزف
ومزمور شیطان اللعین المسوّل

ان کے کانوں نے کبھی گانا اور بہکانے والے شیطان مردود کا باجا نہیں سُنا۔

---

[1] یہ سب احادیث کی طرف اشارے ہیں۔

ومازال ينهى عن سماع المعازف   وفيه حديث في البخاريّ فاقبل

اور برابر مولانا انور شاہؒ گانا سننے سے روکتے تھے، اس بارے میں بخاری میں حدیث موجود ہے اسکو مان لو۔

ومن يشتري لهو الحديث هذا الغنا   لقد انزل الرحمن من عرشه العلىّ

اسی غناء کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عرش سے "ومن یشتری لہو الحدیث" والی آیت نازل فرمائی ہے ۔

وان ابن مسعود على ذاك اقسما   كذاك ابن عم المصطفى المتزمّل

ابن مسعودؓ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے ، ایسے ہی ابن عباس رضؓ سے بھی مروی ہے

حرام باجماع الصحابة كلّهم   وما حلّ هذا في شريعة مرسَل

یہ غنا باجماع صحابہ حرام ہے ، کسی نبی کی شریعت میں حلال نہیں رہا ۔

وكيف يحلّ الله جل جلاله   سماع الملاهي او غناء التغزّل

اور بھلا اللہ تعالیٰ مزامیر کے سننے کو اور عاشقانہ گانے بجانے کو کیسے حلال فرمادیں گے ۔

فبالعدل والاحسان اللهُ يامر   وينهى عن الفحشا وعن كلّ مجهل

اسلئے کہ حق تعالیٰ عدل واحسان کا حکم کرتے ہیں ، بے حیائی اور جہالت کی باتوں سے منع کرتے ہیں۔

فيا ايها الراجي سماع كلامه   عليك بتغريد القرآن كبلبل

پس اے وہ شخص جو جنت میں کلام الٰہی سننے کی امید رکھتا ہے قرآن کو بلبل کی طرح خوش الحانی سے پڑھ۔

وصمّع منها عن سماع المعازف   وكن عن سبيل المطربين بمعزل

اور اپنے کان کو مزامیر کے سننے سے محفوظ رکھ ، اور گانے بجانے والوں کے راستہ سے علیحدہ رہ۔

وحكّمه في دور الجنان وروضها   كما قلت للثوريّ يا خير مجزل

اے اللہ انور شاہؒ کو جنت کے باغات ومحلات میں اختیار دیدے جیسا کہ تو نے سفیان ثوریؒ سے کہا۔

فدونك واختر اي قصر اردته   وفي كل يوم مرتين لتدخل

کہ اے سفیان جس محل کو چاہے پسند کرلے   اور روزانہ دو مرتبہ میری زیارت سے مشرف ہو

---

[1] باثبات الف الجلاله وفيه زيادة عشر حسنات .

وسُؤلي هذا منك ليس ببدعة   جرى سنة الثوريّ فيه باوّل

اے خدا میرا یہ سوال بدعت نہیں ہے ، سفیان ثوری کی سنت اسمیں پہلے سے موجود ہے

ويارب ثبتني على الدين والهدى   اموت على الاسلام موت مُهلّل

اے میرے پروردگار مجھ کو دین اور ہدایت پر قائم رکھ، لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے اسلام پر مروں۔

وفضلك ارجى لي وعفوك اوسع   فيكفيني الايمان مثقال خردل

تیرے فضل پر امید لگی ہوئی ہے اور تیری معافی میرے گناہوں سے وسیع ہے اسوقت رائی کے برابر بھی ایمان کافی ہوگا۔

مرثیہ

شيخ الاسلام والمسلمين امام العلماء المتقين خاتم الفقهاء والمحدثين بقية السلف
حجة الخلف آية من آيات الله مولانا السيد انورشاه رضى الله عنه وارضاه واثابه دار رضاه
المتوفى ۳ صفر سنہ ۱۳۵۲ھ بديوبند

از جناب قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس تجوید جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

خطب الم على القلوب كبير   منه الكبود تصدّعت وصدور

دلوں پر بڑے رنج وغم کی خبر گذری ہے ، جس سے دل اور سینے چاک چاک ہوگئے ہیں

تهمي الجفون بدمعها ودمائها   فكأنها وبل يصوب دُرور

پلکیں آنکھوں سے آنسوؤں اور خون سے تر ہیں ، گویا زور کی بارش زور سے برس رہی ہے

صرنا كمغشي عليه تفجعا   حتى استوت آصالنا وبكور

غم واندوہ سے ہم بے ہوش سے ہوگئے ہیں یہاں تک کہ دن رات ہمارے لئے برابر ہوگئے ہیں

یاحسرتی مات الذی من فوته
متنا واظلمت البلاد و دُور

افسوس! وہ ذات وفات پاگئی جس کی وفات سے ہم پر موت طاری ہوگئی اور ملک تیرہ وتار ہوگیا

جلّت رزیّتنا بفقد امامنا
الیوم یوم للأناس عسیر

ہمارے امام کے انتقال سے ہماری مصیبتیں بڑھ گئیں آج کا دن لوگوں کیلئے بہت ہی سخت ہے

تبکی علیه الارض ثم سمائها
حتی الزمان والدهر و شهور

زمین وآسمان آپ پر رو رہے ہیں، حتی کہ زمانہ، دن اور مہینے بھی۔

وجبالها وسهولها وحزونها
وحدورها وبرورها وبحور

اور پہاڑ اور اس کی پستیاں اور بلندیاں، اور اس کے سمندر اور اس کی خشکی بھی

وصعودها وخفوضها ونجودها
وطلولها وتلالها وقفور

اس کی بلندی اور پستی اور چٹانیں، اس کے ویرانے اور ٹیلے اور چٹیل میدان بھی

ووحوشها من شجوه وجیوشها
وعلی الغصون والوکور طیور

اور وحشی جانور اور ان کی جماعتیں اور پرندے اپنے آشیانوں اور شاخوں پر انکے غم سے آنسو بہا رہے ہیں

هیهات انورنا وحجة ربنا
ریب الزمان ینوبنا ویدور

افسوس! ہمارے انورشاہ اور ہمارے رب کی حجت ہم سے جدا ہوگئے، زمانہ کی نیرنگیاں یونہی تماشا دکھاتی ہیں۔

مولی الانام جلالةً ومجادةً
وللملّة هو نورها وسرور

بزرگی اور کمال کے اعتبار سے تمام لوگوں کے مولی اور ملت کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور تھے

من کامل الاعیان رأس اماثل
علّامةٌ فی عصره نحریر

اعیان میں کامل اماثل کے سردار۔ اپنے زمانہ کے بے مثل فاضل علامہ تھے

من ناصری الاسلام ثم مجدّدی
دین النبی فسعیه مشکور

اسلام کے ناصر اور دین نبی کے مجدد تھے ان کی مساعی مشکور ہیں۔

واجلّهم واعزّهم وابرّهم
من حب رب قلبه معمور

لوگوں میں سب سے جلیل وعظیم اور نیک تھے، آپ کا قلب اللہ کی محبت سے معمور تھا۔

من سادة غرّ کرام جلّة
الیوم بغداد[1] لهم کشمیر

آپ مکرم ومعظم سادات میں سے تھے۔ آج کشمیر ان کے لئے بغداد ہے۔

نور التقی بجبینه متلألأ
ولنور وجه الصالحین ظهور

تقوی کا نور ان کی پیشانی پر جگمگا رہا تھا، اور صالحین کا نور چہرے سے نمایاں تھا۔

حتی تهلل وجههٗ فکأنه
بدر توسط فی السماء منیر

آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکا۔

طود المکارم قد تهدّم والعُلیٰ
من للعلوم ظهیرها ونصیرها؟

مکارم اخلاق کا پہاڑ منہدم ہوگیا، اب کون علم کا معین ومددگار ہوگا؟

بحر العلوم معارفا وحقائقا
بوجوده افتخر الوری ودهور

آپ حقائق ومعارف کے بحر ناپیدا کنار تھے آپ کے وجود پر مخلوق اور زمانہ کو فخر تھا

کم معضلات غایة فیها بدا
حلٌّ شفا منها النفوس جدیر

کتنے ہی مشکل مسائل میں آپ سے ایسا حل میسر ہوا جس سے نفوس کو شفا حاصل ہوگئی

شیخ الحدیث وشیخ اسلام ولم
یوجد له فی الغابرین نظیر

آپ شیخ الاسلام اور شیخ الحدیث تھے، علماء سابقین میں آپ کی نظیر نہیں ملتی

مقدام جمیع الاصفیاء والاتقیاء
والاولیاء امامهم وامیر

اصفیاء واتقیاء کے پیشرو اور اولیاء کرام کے امیر اور امام تھے

قطب الاوان فریده ووحیده
وفقیده بعلومه وشهیر

زمانہ کے قطب اور اس کے فرید ویکتا تھے، علوم میں فقید المثال اور مشہور تھے۔

واولی العلوم ادیبهم واریبهم
ولبیبهم وعلی الکروب صبور

ارباب علم کے شیخ ان کے ادیب واریب اور ذکی تھے اور مصائب پر صبر کرنیوالے تھے

---

[1] حضرت شاہ صاحب نے بعض کتب میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے مورث اعلیٰ بغداد سے ہندوستان آئے پھر ملتان پھر لاہور اور لاہور سے کشمیر جاکر توطن اختیار کیا۔ اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وفيهم وملاذهم ومعاذهم   ولربه اوّابهم وشكور
ان کے فقیہ اور ماوی وملجا تھے ، اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے اور شاکر تھے

وأزاه رمسٌ ثم ضم عظامه   تُرْبٌ يفوح شذاً هنا وينور
ان کو قبر نے چھپالیا پھر ان کی ہڈیوں سے ایسی مٹی مل گئی جو خوشبو سے مہک رہی تھی اور مہبط انوار تھی

عجباً لاربع اذرع في خمسة   في جوفها جبل اشم كبير
چند ہاتھ چند بالشت قبر کے گڑھے پر تعجب ہے جس کے اندر علم وفضل کا ایک عظیم پہاڑ سما گیا۔

اولاه مولانا رضاه ودارةً   داراً يطيب نعيمها وحُبُورُ
حق تعالی آپ کو اپنی خوشنودی اور اپنی مرضی کا وہ مکان عطا کرے جسکا آرام وراحت بہت عمدہ ہے

وسقا سحائب رحمة جد ثاله   تمسی وتضحی ما اجاد مطير
اور انکی خوابگاہ کو اپنی رحمت کی بارشوں سے سیراب کرے جبتک برسنے والا بادل خلق خدا کو سیراب کرتا رہے

وعليه من رب السماء سلامه   ما قام عبد للاله ذكور
پروردگار کا ان پر سلام ہو جب تک اس کا کوئی بندہ ذکر وعبادت کے لئے کھڑا ہو

ثم الصلوة على النبی وآله   ما هزّ اغصانَ الرياض طيور
اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل پر درود ہو جبتک باغ کی ٹہنیوں پر طیور نغمہ سرا ہیں ۔

تاريخ رحلته بشيخ العارفين   بدا بفكر يرتضيه ضمير
آپ کی تاریخ وفات پسندیدہ فکر کے ساتھ شیخ العارفین حاصل ہوئی ۔

۱۳۵۲ھ

(منقول از روداد ۵۱ھ از ص ۳۵ تا ص ۳۸)

(منقول از روداد ۵۲ھ از ص ۳۹ و ص ۴۰)

از جناب مولوی رضی الرحمٰن فضلی دیوبندی متعلم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

کیا ہوا اندھیر کیوں چھایا ہوا ہے ہر طرف   آج دنیا کی وہ رونق اور بہجت کیا ہوئی
شمع کیوں آنسو بہاتی ہے یہ اس کو کیا ہوا   اس کے چہرے کی دمک اس کی اضاءت کیا ہوئی
کیوں پڑی جاتی ہے دھیمی آج سورج کی چمک   اس کی تیزی اس کی حدت اور تمازت کیا ہوئی
بلبل جادو بیاں خاموش کیوں بیٹھی ہے آج   کیا ہوا اس کا ترنم اس کی چاہت کیا ہوئی
عندلیب خوشنوا کیوں مرثیہ خواں ہوگئی[1]   عشق اس کا کیا ہوا اس کی محبت کیا ہوئی
سوچتا تھا میں یہی اک غیب سے آئی ندا   سارا عالم[2] مرگیا انور کی رحلت کیا ہوئی
ہائے وہ علم نبوت کا محافظ کیا ہوا   وہ محدث کیا ہوا تصویر حکمت کیا ہوئی
وہ کہاں ہے جس کا اک اک لفظ تھا دریائے علم   حیف اب وہ وسعت علم وفضیلت کیا ہوئی
پیکر زہد وورع کس جا گیا ہے چھوڑ کر   کیا ہوا اصدق مجسم وہ صداقت کیا ہوئی
علم کا چشمہ فضیلت کا سمندر کیا ہوا   کیا ہوا بحر عجائب موج ندرت کیا ہوئی
تیرے اٹھتے ہی ہمارا خانۂ دل ڈھ گیا   ہائے اس گھر کی بنا اس کی عمارت کیا ہوئی
کس کے آگے جائیں کس سے پوچھ کر تسکین ہو   کیا ہوئی دل کی تشفی دل کی راحت کیا ہوئی
تیری ہستی ناز کا موجب تھی دنیا کے لئے   آہ انور ! تیری وہ نورانی صورت کیا ہوئی
تیرے بعد اب مسند تحدیث خالی رہ گئی   ہائے اس مسند کی رونق اس کی عظمت کیا ہوئی
ہے یہ پیغام اجل ہر علم والے کے لئے   اف ! ذرا سی دیر میں دنیا کی حالت کیا ہوئی
ہائے وہ بے مثل عالم خاک میں مدفون ہے   اب وہ جدت وہ ذہانت وہ فطانت کیا ہوئی
شاہ انور چل بسا افسوس ! اے اہل جہاں   کچھ نہ پوچھو فضلی خستہ کی حالت کیا ہوئی

---

[1] كذا في الاصل واظن ان لفظة "اب" سقط من قلم الكاتب ١٢ ف

[2] تلميح الى المثل السائر "موت العالِم موت العالَم".

خیر مقدم مہمانان جلسہ

از قاری محمد یاسین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ

شکر الحمد پھر ایام بہاراں آئے
لے کے اخلاص کے جذبات کا ساماں آئے
بارک اللہ بنا جامعہ رشک گلشن
اہل ایماں بصد شوق فراواں آئے
جھوم کر آئی گھٹاؤں میں خدا کی رحمت
جب کہ ہر سمت سے اللہ کے مہماں آئے
حضرت خواجۂ کونین کے شیدائی آج
مثل پروانہ سوئے شمع شبستاں آئے
جگمگا اٹھی فضا نور خدا کا چمکا
پڑھنے قرآن جب اطفال خوش الحاں آئے
پر بچھانے کو تیار فرشتے ہر سو
ملت احمد مرسل کے نگہباں آئے
خستہ حالی کے ہیں گو ان پہ نمایاں آثار
ہو کے پر محوئے جذبۂ ایماں آئے
خوش نصیبوں کو ہی ملتا ہے یہ وقت مسعود
تشنۂ دین جو فیضان کے جویاں آئے
کیوں نہ جذبات مسرت سے ہوں لبریز قلوب
چھوڑ کر اپنے مشاغل کو مسلماں آئے
کوششیں بانی و ناظم کی ہوئیں مثمر
گو صعوبات کے ادوار پریشاں آئے
دیکھ کر جامعہ اور اس کی یہ شان تعمیر
اپنے بے گانے بصد شوق ثنا خواں آئے
منتظر آج پھر ارباب کرم میں بیٹھے
لے کے سینوں میں جو اک جوش کا طوفاں آئے
شکر ہے قوم میں پیدا ہوا دینی احساس
کیا عجب ہے جو گئی دولت ایماں آئے
رہے سرسبز سدا یہ چمنستان علوم
بن کے ہر ابر سما رحمت یزداں آئے

لے کے پیغام عمل جذبۂ اخلاص کے ساتھ
تیرے یاسین یہ افکار پریشاں آئے

(منقول از روداد سنہ ۵۲ھ ص ۲۱)

النفحات الطيبة للجامعة العربية

نتیجۂ فکر جناب مولانا قاری حکیم محمد یاسین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ اسلامیہ

لله جامعة روض تحاكيها
حُسناً فما غيرها شأناً يضاهيها

جامعہ کی خوبی اللہ ہی کیلئے ہے جو خوبصورتی میں باغ کی طرح ہے اس کی موجودہ حالت میں کوئی اس کا مماثل نہیں

شدّ الرحال اليها من له ظمأٌ
من شُسّعٍ كلٌ قاصيها و دانيها

تشنگان علوم دور و قریب امصار سے یہاں آکر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

قد صادفت منهلاً عذباً اذا نزلت
اضياف خير الانام المصطفى فيها

جامعہ تشنگان علوم کے لئے ایک شیریں مورد ہے جس کو مہمانان رسول ﷺ نے یہاں آکر پالیا۔

من قام يقصدها يجني مآربه
تسمو بهمته العليا معاليها

جو اس کا قصد کرکے چل نکلا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اسکی بلند ہمتی کے باعث اس کے مراتب میں ترقی ہو جاتی ہے

طلاب جامعة نالوا رغائبهم
ذلّاً لشانئها رغماً لقاليها

طلبۂ جامعہ نے اپنے اپنے مقصد کو پالیا، جامعہ کے بدخواہوں کو خواہ کتنا ہی گراں گزرے

شيخ الحديث لها مولاى شبير
من بالبيان لاسقام يداويها

اس کے شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد صاحب ہیں جو اپنے بیان سے امراض کا مداوا کرتے ہیں۔

حبر يفسّر قرآنا بالفاظ
تسقي مغارس ارواح معانيها

ایسے زبردست عالم جو قرآن کی ایسے الفاظ سے تفسیر کرتے ہیں جنکے معانی روحوں کو سیراب کرتے ہیں

شيخ كشمسِ سماءٍ فى ذُرى شرف
والنفس تابع انوار التقى فيها

ایسے شیخ ہیں جن کا مرتبہ آفتاب کی طرح بلند ہے آپ کے نفس میں تقوی کے آثار چمک رہے ہیں۔

من فی مکارمه تذکار من سلفوا
من فی مآثره طرًّا یدانیها

ان کے جیسے مکارم اخلاق میں آج کون یادگار سلف ہے ان کے علمی کمالات میں کون برابری کا دعویٰ کرسکتا ہے

خدم العلوم لوجه الله مبتغیا
منها فوائد تنزیل لآلیها

آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کیلئے علوم کی خدمت کی ہے منجملہ ان کے قرآن کے فوائد ہیں جو علوم کے موتی ہیں۔

ومثلها شرحه من فتح ملهمه
جمّت مقاصده جلّت مبادیها

ایسی ہی ان کی شرح مسلم فتح الملہم ہے، جن کے مقاصد و مبادی نہایت کثیر ہیں۔

نجل لمن کان یرعی کلّ ذی حق
بالبرّ لاسیما القربیٰ یُراعیها

وہ ایسے شخص کی اولاد ہیں جو اپنے ہر صاحب حق کی خبر رکھتے تھے خصوصاً اہل قرابت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے تھے

شهم ادیب نبیل "فضل رحمان"
وصّال رحم باحسان یواسیها

جو نہایت ذکی ادیب اور متبحر عالم تھے اسم گرامی فضل الرحمٰن ہے، صلہ رحمی اور غم خواری کرنے والے تھے

من مثله فی خصال البر محمود؟
یعطی اللّهی مکرما لله عافیها

آج حسن سلوک میں ان جیسا قابل تعریف کون ہوگا؟ جو سائلوں کو اکرام کے ساتھ عطا کیا کرتے تھے

ما لظنُّ بالنجل نجل ماجد ورع
من فی اللیالی یناجی فی دواجیها

پھر ان کے ولد سعید کا کیا حال ہوگا جو نہایت بزرگ متورع، رات کی تاریکیوں میں مصروف مناجات رہنے والے ہیں

یاحسرتیٰ لیس فینا الیوم "انورنا"
مات العلوم به فالله حامیها

افسوس! آج ہم میں ہمارے "انور شاہ" موجود نہیں، ان کی وفات سے علوم کی موت آگئی اللہ ہی ان کا محافظ ہے

تنشق اکبادنا من ذکره فجعا
والعیون تهمی بجاری الدمع قانیها

ان کی یاد میں جگر شق ہوا جاتا ہے غم کی وجہ سے، اور آنکھیں سرخ آنسوؤں کے ساتھ گریہ کناں ہیں۔

این الذی یکتسی ثوب الرضا قنعا
کالعبد یرغب عن دنیا ومافیها

آج وہ کہاں ہے جو قناعت کے ساتھ لباس رضا زیب تن کئے ہوئے تھا، دنیا ومافیہا سے بے رغبت بندہ تھا

افنیٰ لجامعة ارضاء خالقه
فی نشر دین من الایام باقیها

جس نے اپنی عمر کے آخری ایام رضاء الٰہی کی طلب میں علم دین کی نشر و اشاعت کرتے ہوئے جامعہ کے وقف کئے

من فی فقاهته للعصر نعمان
او فی علوم احادیث بخاریها

جو فقہ میں اپنے وقت کے ابوحنیفہ، اور علم حدیث میں مثل امام بخاری تھے۔

لولم یکن شخصه فینا فانّ له
من باقیات[1] مستغنی من یوافیها

اگرچہ آج ہم میں وہ موجود نہیں ہیں لیکن ان کی علمی باقیات برابر اہل علم کو فائدہ پہنچاتی رہیں گی

شکرا لمجلس علم قام ینشرها
شکرا لناظمه[2] من کل عاطیها

مجلس علمی کا شکریہ جس نے ان کے اشاعت کی ذمہ داری لی ہے اور ہر مستفید کیطرف سے اس کے ناظم کا بھی شکریہ

قد همّ بعض اولی علم فاسّسه
خوف الضیاع علیها من دواهیها

بعض اہل علم نے مجلس علمی کی بنیاد ڈالی تاکہ شیخ کی تصنیفات اور مسودات ضائع نہ ہوجائیں۔

جازاه رب الوریٰ خیرا وافضلها
للمحسنین بطاعات یجازیها

خدائے تعالیٰ مرحوم کو اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو محسنین کو ان کی طاعت پر عطا فرماتا ہے

یبقی لجامعه فیضانه ابدا
دوما تزید بانوار توافیها

جامعہ پر آپ کا فیضان برابر جاری رہے گا اور جامعہ آپ کے روحانی انوار کو پاکر ترقی کرتا رہے گا

تهمل سحب فیوض منه هاطلة
مادام یبغی علوم الله باغیها

ایسے ہی آپ کے فیوض علمیہ زوردار بارش کی طرح تشنگان علوم پر برستے رہیں گے جب تک طلبہ علوم کے طالب رہیں گے

من بعد شیخ نری الدنیا کظلمة
من فی النوائب غیر الله کافیها

دنیا کو ہم اس شیخ العلوم کے بعد تاریک رات کیطرح پاتے ہیں، خدائے تعالیٰ کے سوا ہمارے ان مصائب میں کون کفالت کرنے والا ہے

فالصبر اولیٰ لجمیع اذا المّ بهم
من نائبات تناهت فی تناهیها

جماعت کیلئے صبر ہی بہتر ہے جب کہ حوادث زمانہ ہجوم کرآئیں اور حد سے بڑھ جائیں۔

یاحبذا تلک ایام مضت فینا
تهتاج فی القلب اشواق خوافیها

آہ کیسے مبارک ایام تھے جو اپنے شیوخ کیساتھ گذرے اب رہ رہ کر پوشیدہ اشواق برانگیختہ ہو رہے ہیں

---

[1] تصانیف نادرہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ

[2] اس سے مراد مولانا احمد رضا بجنوری ہیں جو مجلس علمی کے ناظم تھے ۱۲۔

اکرم بها حیث وافت راس اشیاخ   بشری لناظمها طوبی لبانیها
جامعہ بھی کیسا خوش نصیب ہے جس نے حضرت مرحوم جیسے رئیس الشیوخ کو پالیا، ناظم جامعہ اور بانی مرحوم کیلئے مبارک ہو

من قد نما باسقاً ما کان غارسه   یجنی ینیع ثمار منه جانیها
بانی مرحوم نے جو پودہ لگایا تھا وہ بڑھا اور آج اس کے اثمار علمیہ کو حاصل کرنیوالے حاصل کر رہے ہیں۔

الیوم تنحی لها من کل ناحیة   طابت بنهضته العلیا مراتبها
آج ہر گوشہ ملک سے اسکی طرف کھنچے چلے آتے ہیں مولانا مرحوم کی بلند ہمتی کے نتائج خوشگوار صورت میں ظاہر ہوئے

یجزیه خیر جزاء المخلصین له   فی جنة ربنا تسمو مغانیها
خدائے تعالیٰ انکو اپنی رفیع المرتبت جنت میں ان لوگوں سے بہتر بدلہ عطا فرمائے جو اخلاص سے کام کرتے ہیں۔

ثم الصلوة علی خیر البریه من   یهدی الانام الی رشد ینادیها
پھر صلوٰۃ وسلام بہترین خلق پر نازل ہو جو مخلوق کو رشد و ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔

محمد باهر الآیات فی نبل   والآل و الصحب انجام الهدی فیها
جنکا نام گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو مفاخر میں غالب معجزات والے ہیں اور آپکی آل اور اصحاب پر، جو نجوم ہدایت ہیں

والغابرین من اشیاخ واسلاف   ما کانت الشمس تبدو فی ضواحیها
اور ہمارے تمام رفتگان اکابر و شیوخ پر جب تک آفتاب ضیا پاشی عالم رہے۔

(منقول از روداد سنہ ۵۲ھ ص ۱۷ تا ۲۰)

▼

منح الافکار'
علی
تذکار الاخیار'

(از جناب محترم حکیم قاری محمد یامین صاحب مدرس تجوید جامعہ اسلامیہ)

یہ نظم موصوف نے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر پڑھی

شکرا لمن قدموا الدین اعوانا   والله یأجرهم اجرا و احسانا
ہم تشریف لانے والوں کا جو دین کے معاون ہیں شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

السابقین الی خیر و طاعات   سبق الطیور زرافات و وحدانا
جو نیک کاموں کی طرف دوڑتے ہیں جیسے پرندے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الناهضین الی ذکر و موعظة   نیل المغانم رجالا و رکبانا
حصول حسنات کے لئے مجالس ذکر و وعظ کی طرف پیدل اور سوار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

الفائزین بروح ثم ریحان   الحائزین نعیم الخلد رضوانا
یہی لوگ ابدی راحت و آرام پانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت خلد کو حاصل کرنیوالے ہیں

الرافعین لاعلام الهدی زمنا   المخلصین لدین الله ایقانا
یہی لوگ زمانہ میں ہدایت کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں جو یقین کے ساتھ دین میں مخلص ہیں

القائمین بصدق العزم فی عمل
المقتفین لنور العلم برهانا

عزم صادق کے ساتھ عمل میں لگے ہوئے ہیں، علم الٰہی کے نور کا اتباع کرنے والے ہیں۔

علم اتی من لدی رب السماء به
نبینا قد هدی جنّا و انسانا

جس علم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لیکر مبعوث ہوئے اور جن وانس کو جس کے ذریعہ راستہ بتایا

محمد سیّد الکونین ذو شرف
نور الاله اضاء الکون لمعانا

ہمارے نبی سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خدائے توانا کا نور ہیں جس نے تمام کائنات کو منور کر دیا۔

من نوره اشرقت دنیا وما فیها
سبحان من صاغ نوراً فسبحانا

آپ کے نور سے دنیا وما فیہا روشن ہوئی، وہ ذات پاک ہے جس نے آپ کو نور بنایا۔

داعی الانام الی دار السلام لکیٔ
یغشاهم اللطف لطف الله غفرانا

آپ مخلوق کو جنت کیطرف بلانے والے ہیں تاکہ خدائے تعالیٰ کا لطف بخشش کی صورت میں ظاہر ہو۔

المصطفی الهاشمی الابطحیّ به
قد شرّف الله بین الناس عُربانا

آپ برگزیدہ ہاشمی بطحا کے رہنے والے ہیں حق تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے عربوں کو تمام لوگوں کے درمیان بزرگی عطا فرمائی۔

ماحی الظلام امین الله مرسله
من فی رسالته تکمیل ما کانا

کفر کی تاریکیوں کو مٹانے والے اللہ کے امین اور اس کے رسول ہیں، آپ کی رسالت سے تمام شرائع کی تکمیل کر دی گئی

حق بدا بختام الرسل موسوماً
نسخت شریعته البیضاء ادیانا

یہاں تک کہ آپ کا نام ختم الرسل رکھا گیا، آپ کی ملت بیضاء نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دیا۔

من عظیم علی المخلوق بعثته
اضحت بمولده الاعداء اخوانا

آپ کی بعثت مخلوق پر ایک عظیم احسان ہے، آپ کی ولادت باسعادت سے دشمن بھائی بھائی ہو گئے۔

العاقب الحامد المحمود ذو کرم
فاق السحائبَ جود منه تهتانا

تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے والے حامد و محمود ہیں آپ صاحب جود وکرم ہیں تمام بدلیوں پر آپ کی بخشش سبقت لے گئی

من امّ سُوح نبی الله ملتجیا
حاشا یعود من الالطاف حِرمانا

جس نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی، ممکن نہیں کہ مراحم خسروانہ سے محروم رہا ہو

قد کان اجود من ریح اذا هبّت
او من غیوث اذا تنصبّ هملانا

آپ بلاشبہ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے اور تیز برسنے والی بدلیوں سے بھی زیادہ سخی تھے

قد علّم الناس توحیدا وطاعات
لله اذا شرکوا بالله اوثانا

آپ نے لوگوں کو توحید وطاعات کی تعلیم دی، جب کہ مخلوق نے اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک عبادت کیا

علیه انزل رب العرش قرآنا
فیه شفاء سقیم القلب حیرانا

آپ ہی پر رب عرش نے قرآن مجید نازل فرمایا جس میں ہر مریض دل کی شفا موجود ہے

یهدی سبیل رشاد من اراد به
رشدا فغادر عصیانا وطغیانا

یہ قرآن ہر طالب ہدایت کو ہدایت کرتا ہے جو ہدایت پالینے کے بعد نافرمانی اور سرکشی کو ترک کر دے

زکّی نفوسا وانجاها من انجاس
نال القلوب به فیضاً وعرفانا

اس قرآن نے انسانوں کو شرک کی نجاست سے پاک صاف کیا اس کے ذریعہ قلوب کو فیضان وعرفان ملا۔

فیه المواعظ والاحکام والحِکم
بالبیّنات تلقّی الناس اذعانا

اس میں مواعظ واحکام اور حکمتیں ہیں، اس کے آیات بینات سے لوگوں نے یقین کی دولت پائی

فیه البصائر تذکیرا وتبشیرا
زدنا اذا ما تلی الآیات ایمانا

اس میں طرح طرح کی بصیرتیں ہیں جو تذکیر وتبشیر پر مشتمل ہیں اسکی آیات نے تلاوت کے وقت ہمارے ایمان کو بڑھا دیا

کادت جلود به ان تقشعرّ اذا
تالٍ تلاها بحسن الصوت الحانا

جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جس وقت کوئی خوش الحان اس کی تلاوت کرتا ہے

من جاء انقذهم من کلّ تضلال
کانوا علیه وقاسیٰ فیه احزانا

آپ نے دنیا میں تشریف لاکر ہر طرح کی گمراہی سے لوگوں کو نجات دی اور اس راہ میں بڑی زحمتیں اٹھائیں

یتلو علیهم کتاب الله یهدیهم
دینا حنیفا کقصر شُیِّدَ بنیانا

آپ کتاب مقدس کی تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو مضبوط محل کی طرح دین حنیف کی طرف بلاتے ہیں

هذاک محکم تنزیل به انعدمت
آثار شرک فاخزی الله شیطانا

یہی وہ کتاب ہے جس سے آثار شرک ناپید ہو گئے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو رسوا کیا

الغیّ منقلع والجهل مندرس
والحق ابلج للمرتاب برهانا
گمراہی مٹ گئی جہالت ختم ہوئی ، اور شک کرنے والوں کیلئے حق دلیل واضح ہو کر ظاہر ہوا

ذکر جمیل اتمّ الله حجـتـه
علی العباد به سرًّا واعلانا
یہ کتاب ایک ذکر جمیل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہر طرح اپنی حجت پوری فرمادی

حتی تکمّل دین الله مرضیا
من یبغ دیناسواه یُصْلَ نیرانا
حتی کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین مکمل ہو گیا اب جو شخص اسکے سوا دین اختیار کریگا جہنم میں جائے گا۔

کم معجزات اراها الخلق اذ طلبوا
حتی استفاضت وامر الله قد بانا
حضورؐ نے بہت سے معجزات لوگوں کے مطالبہ پر دکھائے حتی کہ وہ مشہور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا امر ظاہر ہوا

تفوت اعداد رمل منه کثرتها
او الکواکب لألاءً و لمعانا
معجزات تعداد ریت اور آسمان کے ستاروں سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔

فاصبحوا اذا راوها مومنین بها
وبعضهم انکروا بغضا وعدوانا
لوگوں نے معجزات دیکھ کر ایمان قبول کر لیا ، بعض نے عداوت و دشمنی سے انکار کیا

بُشری لمن صدّقوا تصدیق ایمان
ویل لمن کذّبوا صما وعمیانا
اس کے لئے بشارت ہے جس نے معجزات کی تصدیق کی اور انکے لئے تباہی ہے جس نے اندھے بہرے بنکر جھٹلایا

من بعده الخلفاء الراشدون له
قد نشّروا الدین امصارا وبلدانا
آپ کے بعد خلفاء راشدین نے تمام بلاد و امصار میں دین الٰہی کی نشر و اشاعت کی

لثانی اثنین فی غار ابی بـکر
صدّیق الامة تصدیقا وایقانا
آپکے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں جو تصدیق و یقین کے لحاظ سے امت کے صدیق ہیں

وهکذا الشیخ مولانا ابن خطّاب
قد اظهر الحق بین الناس اعلانا
ایسے ہی خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب ہیں جنھوں نے علی الاعلان دین حق کو ظاہر کیا

حامی شریعته البیضاء ناصرها
خرّت لهیبته الاملاک غضبانا
آپ شریعت بیضاء کے مددگار اور حامی تھے غصہ کی حالت میں آپکے ہیبت و جلال سے بادشاہ زمین پر گر پڑتے تھے

ثم الذی جمع القرآن ثالثهم
ذو المجد و الفضل عثمان بن عفانا
پھر تیسرے خلیفہ جنھوں نے قرآن کو جمع کیا بزرگی اور فضیلت والے عثمان بن عفان ہیں

ختن النبی فاحیاهم واغناهم
عالی المناقب ذو النورین اکنانا
آپ نبیؐ کے داماد اور سب میں غنی اور باحیا ہیں آپ کے مناقب بہت بلند ہیں آپ رشتہ مناکحت کیوجہ سے ذو النورین ہیں

وبعده سید السادات سیدنا
اسماهم محمدا دینا وایمانا
آپ کے بعد چوتھے خلیفہ سید السادات ہیں جو شرافت نسبی اور دین و ایمان میں سب سے فائق ہیں۔

اعنی علیا ولیّ الله اقضاهم
اباتراب اجلّ الناس عرفانا
یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضؓ ابو تراب جو اللہ کے ولی لوگوں میں سب سے بڑے قاضی علم و عرفان میں بلند و برتر ہیں۔

من بعد عهدهم قامت لخدمته
اشیاخ ملّتنا فضلا واتقانا
ان حضرات خلفاء کے بعد دین کی خدمت کیلئے وہ ائمہ اسلام کھڑے ہوئے جو فضل و اتقان میں سب سے بڑے تھے

مثل الامام سراج الدین والدنیا
ابی حنیفة شیخ الفقه نعمانا
جیسے امام ابو حنیفہ رحؒ جو رئیس الفقہ اور دین و دنیا کے سراج ہیں۔

والشافعی فقیه العصر مجتهدا
للقاصدین کمثل الغیث فیضانا
اور امام شافعی رحؒ جو اپنے وقت کے فقیہ و مجتہد تھے طالبین علم کے لئے مثل باراں کے تھے

ومالکٌ ذی اجتهاد ثم ارشاد
فاق البدور ضیاء ثم لمعانا
اور امام مالکؒ صاحب ارشاد و اجتہاد جو روشنی و چمک میں بدر تمام سے فائق تھے۔

ثم الفقیه امام العصر احمدهم
فخر الائمة اعجاما وعربانا
پھر فقیہ عصر امام احمد رحؒ جو عرب و عجم کیلئے فخر الائمہ تھے۔

کانوا جمیعا بحبل الله معتصمین
یبتغون لدی الرحمٰن رضوانا
یہ تمام اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے خدا کی رضا کے طالب تھے

هم للوری کنجوم فی دجیٰ لیل
نور الهدی منهم قد عمّ اکوانا
یہ مخلوق کی ہدایت کیلئے رات کی تاریکیوں میں روشن ستاروں کی طرح تھے انکی ہدایت کا نور تمام عالم میں پہونچا

من همّ مقتفیا آثارهم رشدا   نال النجاة بایّ منهم کانا
جو صحیح ہدایت کا طالب بن کر ان کا متبع ہوا، اس نے نجات پالی ان میں سے جسکا بھی اتباع کیا

اما الذی قد بدا فی قلبه زیغ   یهوی هواه یری الاعمال خسرانا
لیکن جس کے دل میں کجی ہے اور اپنی خواہش کا اتباع کر رہا ہے وہ اپنے اعمال کو ضائع پالے گا۔

وهکذا الامر عهدا بعد عهدهم   قامت شیوخ الهدی سرا واعلانا
یہ خدمتِ دین کا سلسلہ ہر زمانہ میں جاری رہا علماء ربانیین ہر طرح دین کی خدمت کرتے رہے۔

کالشیخ قاسم خیر رأس اشیاخ   من قد ابان علوم الله تبیانا
جیسے شیخ علامہ رئیس الشیوخ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جنھوں نے علوم الٰہیہ کو مخلوق پر ظاہر فرمایا

وحجة الله للمخلوق ارشادا   قطب الولایة نور الحق برهانا
اور جیسے کہ وہ شخص جو مخلوق کے مرشد قطبِ ولایت اور سراسر حق کی روشنی اور برہان تھے

اعنی رشیدا امام الخلق مرشدهم   مولی هُماماً جلیل النظر امعانا
یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی جو مخلوق کے امام ان کے مرشد، دقیق النظر اور عظیم المرتبت عالم تھے

وهکذا الشیخ شیخ الهند والعرب   محمودنا قدوة الاعلام اتقانا
اور اسی طرح شیخ الہند والعرب مولانا محمود حسن دیوبندی جو بڑوں کے پیشوا اور سب سے زیادہ متقی تھے

من کابد الحزن فی سجن کصدیقؑ   وجاهد الکفر جهرا القول اعلانا
جنھوں نے قید خانہ میں حضرت یوسف صدیقؑ کی طرح مصائب برداشت کئے اور کفر سے علی الاعلان برسرپیکار رہے

سل ارض "ملطا" بنهضاتٍ له کُبَرٍ   لتُخبِرَنّ بشیخ فاق شُبّانا
اے مخاطب سرزمین مالٹا سے انکے عظیم الشان کارناموں کا حال معلوم کرو وہ ایسے ضعیف کی خبر دیگی جو جوانوں سے بھی بڑھ گیا

ومثلهم شیخنا عینُ لاعیانٍ   حبرٌ نبیل بلقیا الله ولهانا
اور انہی بزرگوں کی طرح ہمارے شیخ تھے اپنے معاصرین علماء میں ممتاز زبردست بلند مرتبہ عالم تھے اللہ سے ملاقات کے مشتاق

شیخ الحدیث فرید العصر انورنا   جلت مکارمه جودا واحسانا
یعنی شیخ الحدیث فرید عصر مولانا انور شاہ رح جن کے مفاخر احسان و سخاوت میں بلند تھے

الزاهد الورع الخشاع مُدّکرا   لله مصطبرا فی کل ما عانیٰ
بڑے زاہد متقی باخشوع ذاکر، ہر مصیبت میں صبر کرنے والے

مَن وجهه یُخجل الاقمار اذ سفرت   نورا وفی علمه قد فاق اقرانا
جن کی پیشانی کا نور چاند کو شرما دیتا تھا اور اپنے علم وفضل میں ہمسروں پر فائق تھے

محی لسنة خیر الرسل اذ حدثت   فیها امور من البدعات عصیانا
سنت رسول ﷺ کو زندہ کرنے والے تھے جبکہ نافرمانی کرتے ہوئے لوگوں نے اسمیں بدعتیں ایجاد کرلی تھیں

قد هدّم البیت بیت الکادیان فسَل   ابن الغلام فهل قد ذاق خزیانا
آپ نے قادیان کے خانہ ساز بیت نبوت کو منہدم کردیا مرزا غلام احمد سے پوچھ لو اس نے ہر ذلت کا مزا نہیں چکھا

ترك الطوال من الاسفار والکتب   فیها الادلة ایضاحا وتبیانا
آپ نے بڑی بڑی کتابیں رد مرزائیت میں تصنیف کیں جن میں دلائل و براہین واضح پیش کئے

لبّی مجیبا لداعی الموت مبتسما   مستسلما لقضاء الله فرحانا
آپ نے داعیٔ اجل کو مسکراتے ہوئے لبیک کہا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی وخوش تھے

فالله یشکره باللطف یستره   حسن الثواب ویرضی عنه رضوانا
خدا تعالیٰ آپ کو رحمت خاص سے نواز کر حسن ثواب عطا فرمائے اور آپ سے راضی ہوجائے

وسیدی ثم مولای ومستندی   فاضت فیوض له للخلق فیضانا
اور میرے آقا میرے مولی میرے مستند کے فیوض و برکات ہمیشہ مخلوق کے لئے باقی رہیں

شبیر احمد ذو علم وذو ورع   ینال قلبی بزور منه سلوانا
یعنی مولانا شبیر احمد عثمانیؒ شیخ الحدیث جامعہ، صاحب علم وتقوی جنکی ملاقات سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے

فاق الاکارم فی مجد وسؤدده   وفی جلالته ضبطا واتقانا
آپ شرف ومجد میں اور جلالت مرتبت میں ضبط و اتقان کے اعتبار سے بڑوں سے بڑے ہیں۔

انی وجدت نصیباً منه مکتسبا   حتی عَلَلتُ کعذب الماء ظمآنا
میں نے آپ سے اکتساب فیض کیا یہاں تک کہ میں نے شیریں پانی کی طرح آپ سے اپنی تشنگی بجھائی

لا استطیع قضاء بالحقوق لہ ولا اطیق لہ مدحا و شکرانا

میں آپ کے حق کو کس طرح ادا کروں میں آپ کے شکریہ اور مدح کی مقدرت نہیں رکھتا

ادامہ اللہ ربی فی افاضتہ فیض العلوم احادیثا و قرآنا

حق تعالیٰ قرآن وحدیث کے آپ کے فیض کو ہمیشہ جاری اور ساری رکھے۔

والشیخ احمد حسنؒ فی ارض گجرات کھؤلاء من الاعیان احسانا

انہی محسنین ملت اکابر کی طرح مولانا احمد حسن بھملکیؒ بانی جامعہ ڈابھیل بھی سرزمین گجرات میں تھے۔

من قد اقام لنشر الدین جامعۃ حین البریۃ تبغی الحق خذلانا

جنھوں نے اشاعتِ دین کیلئے جامعہ کی بنیاد رکھی جبکہ لوگ دین حق کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے

فقام اسسہا واللہ ناصرہ فیما اراد رجاءً منہ رضوانا

آپ نے جامعہ کی بنیاد رکھی (اور اللہ آپ کا مددگار تھا) اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے

ماصدہ کِبَرٌ شبت لہ ہمم عما تصدی لہ والوقت قد حانا

آپکو مقصد کی تکمیل سے بڑھاپے نے نہیں روکا ہمت جوان تھی اور وقت قیام جامعہ بھی آچکا تھا

قدمات مغتربا للہ مرتحلاً حتی اتیح دیار الغرب اوطانا

آپ نے اس سلسلہ میں اللہ کیلئے سفر کرتے ہوئے غربت کی موت پائی حتی کہ افریقہ کو اپنا دائمی وطن بنا لیا۔

طوبی لمن قد سعیٰ مسعاہ فی زمن او سنّ خیراً لدین اللہ معوانا

مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کی سی کسی زمانہ میں سعی کریں یا اللہ کے دین کی مدد کیلئے کوئی سنت حسنہ جاری کریں

من جاءھا طالبا لغنم مؤمّلہ من العلوم کشرب الماء ریّانا

جو بھی جامعہ آئیگا علم کے گوہر مراد سے اپنے دامن کو بھر کر سیراب واپس ہوگا۔

فاللہ یسکنہ فی دار رحمتہ دار النعیم ثوابا ثم غفرانا

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماکر جوار رحمت اور جنت النعیم میں جگہ عنایت فرمائے

وثم یُہنی مقیلا طیبا حسنا کما یہنی کرام الوفد ضیفانا

اور وہاں پاکیزہ اچھی خوابگاہ کی بشارت عطا فرمائے جیسا کہ قابل احترام مہمانوں کو بشارت دی جاتی ہے

وبعدہ احمد ذوالمجد ناظمہا مشکور سعی جزاہ اللہ احسانا

اور آپ کے بعد مولانا احمد بزرگ صاحب اس کے ناظم ہیں جنکی کوشش کامیاب ہے جزاہ اللہ خیراً

ودام منہ فیوض العلم فائضۃ ولا یزال جمیل الذکر ازمانا

اور آپ کی وجہ سے علم کے فیوض ہمیشہ جاری رہیں اور آپ کا ذکر خیر زمانہ تک جاری رہے۔

ثم الصلوۃ علی المختار من رسل من جاءنا بالھدیٰ و النور برھانا

پھر درود شریف ہو رسول مختار ﷺ پر جو ہماری طرف نور وہدایت لے کر مبعوث ہوئے

خیر العباد رسول اللہ صفوتہ بدین حق اتانا ثم احیانا

آپ اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے رسول اللہ اور انکے برگزیدہ ہیں دین حق لیکر آئے اور ہم کو زندہ کیا

والآل والصحب اشراف الوریٰ ھما ماھیّجت نغمات الطیر اشجانا

اور آپکے آل و اصحاب پر بھی رحمتیں ہوں جو تمام امت میں عزم وہمت کے لحاظ سے افضل ہیں جبتک پرندوں کے نغمے ہمارے باطنی سوز وگداز کو برانگیختہ کرتے ہیں۔

(منقول از روداد ۵۳ھ ص ۲۸ تا ۳۶)

رثاء مولانا الشیخ احمد درویش السملکی

المتوفی سنہ ۱۳۵۴ھ

من مولانا الحکیم القاری محمد یامین استاذ الجامعۃ فی دابھیل

ایا عینی استھلی بالدماء　　کجود قد تھطل من سماء
اے آنکھ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی طرح خون کے آنسو بہا۔

علی حبر قضی نحبا خشوعا　　من الدنیا الی دار البقاء
اس جلیل القدر عالم پر جس نے دنیا سے دار البقاء کی طرف رحلت فرمائی۔

تحلی بالمکارم والمعالی　　وبالخلق المطہر والصفاء
جو شرافتوں اور بلندیوں سے آراستہ تھا اور پاکیزہ اخلاق اور صفائی قلب سے مزین تھا

وزھد ثم اخلاص وصدق　　وفقر ذالک فخر الانبیاء
زہد اخلاص صداقت اور انبیاء کی فخر کی چیز یعنی فقر سے متصف تھا

یناجی خاشعا جوف اللیالی　　اذا رقد الوری رب السماء
راتوں کو جب کہ مخلوق خدا سو جاتی تھی پروردگار عالم سے سرگوشی میں مشغول ہوتے تھے

جلیلا ماجدا شھما نبیلا　　صفیا کان ذخر الاصفیاء
جلیل القدر بزرگ ذکی شریف اور ذخیرہ اصفیاء تھے۔

نقیا طاھرا سمحا کریما　　رئیس المحسنین الاتقیاء
پاک صاف سخی کریم اور احسان و تقوی والوں کے سردار تھے۔

یقوم بواجب امرا ونھیا　　محیاہ کبدر فی الضیاء
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب کو ادا کرنے والے تھے آپ کا چہرہ بدر کامل کی طرح روشن تھا

فیا اسفیٰ توفی فی اغتراب　　بہ قد جل رزء الاصدقاء
افسوس کہ غریب الوطنی میں وفات پائی اس لئے دوستوں کو بہت صدمہ ہے

لدین اللہ افنیٰ کل عمر　　بجِدٍّ فی ابتداء وانتھاء
اللہ کے لئے محنت کرتے ہوئے ابتدائی اور انتہائی ساری عمر بسر کی۔

ومات کموتۃ الشھداء اجراً　　تشرف بالمزایا من رضاء
اجر و ثواب میں شہداء کی سی موت پائی اور مزید رضاء الٰہی سے مشرف یاب ہوئے

فارخنا لہ ارخا جمیلا　　بمغفور وحید للفناء
ہم نے ان کی اچھی تاریخ وفات کہی ۱۳۵۴ھ مغفور وحید للفناء کے ساتھ

تغمدہ برحمتہ ثوابا　　جزیلا ربہ یوم الجزاء
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں اجر کثیر عطا فرما کر جگہ عطا فرمائے

صلوۃ ثم تسلیما دواما
دائمی صلوٰۃ وسلام ہو

علی ختم الرسالۃ والنباء
خاتم الانبیاء والمرسلین پر

(منقول از روداد ۵۴ھ ص ۲)

قطعۂ تاریخ وفات

مولانا مولوی احمد درویش صاحب سملکی مرحوم

نتیجہ فکر جناب مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب سلطانپوری مدرس فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

مولوی احمد درویش آں صوفی منش   عالم علم حقیقت کاشف سر نہاں
پاکباز و پاکباطن پاک نفس و پاک ذات   نیک خلق و نیک خُلق و نیک دل نیکو بیاں
متقی و زاہد و صوفی و صالح نیک بخت   ہمچو او پاکیزہ خو کم دیدہ باشی در جہاں
بود افریقہ معاشش بہر اصلاح نفوس   بود انوارش دراں ظلمت کدہ خوش ضوفشاں
می سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اشکبار   چوں شنیدندش کہ رفت آں نیکخو زیں خاکداں
سملک و ڈابیل شد از رحلتش ماتم کدہ   چوں نباشد زانکہ بُد زیں خاک آں روشن رواں
شعر تاریخش چناں گفتہ حبیب خستہ دل   عیسوی و سال ہجری ہر دو شد از وے عیاں

احمد درویش آں زاہد امام المتقیں
۱۳۵۴ھ
رفت در فردوس اعلیٰ ہمچو شاہ صالحاں
۱۹۳۵ م

دیگر

چوں احمد درویش حق   از رحمتش مرحوم شد

تاریخ ہجری عیسوی   گفتہ حبیب و خوب شد
آں احمد درویش خلق   مغفورِ عالم قدس شد
۱۳۵۴ھ   ۱۹۳۵ء

(منقول از روداد ۵۴ھ ص۵)

قصیدۃ وداعیۃ

مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ کے سفر افریقہ پر روانگی کے وقت

(از جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری استاذ جامعہ اسلامیہ)

ما بال قلبك يستطير غراما   ما يستفيق صبابة وهياما
اے دل تجھے کیا ہوا ہے کہ فریفتگی کی وجہ سے پراگندہ ہے تجھے عشق و محبت سے ہوش نہیں آرہا ہے

ما يعتريه من تباريح الجوى   الا وزاد تولعا وضراما
غم کی سوزشیں جتنی زیادہ لاحق ہوتی ہیں فریفتگی اور جلن بڑھتی جارہی ہے۔

ثابت له اشجانه وشجونه   ودهاه احزان تكون غراما
اس کے غم و اندوہ اندر تک پہنچ گئے ہیں اور ایسے غم لاحق ہوئے ہیں جو موجب ہلاکت ہوتے ہیں

ويطيعه عين ترقرق عبرة   تذرى بادمعها دما تسجاما[1]
آنکھ بھی دل کی اطاعت میں آنسو بہا رہی ہے آنسوؤں کے ساتھ خون بھی تیزی سے بہا رہی ہے

---

[1] كذا في الاصل ولعل الصحيح دمًا انسجامًا ۱۲ فضل

فکان عینی من معین ثرة   ثرثارة تجری یکون لزاما
میری آنکھ اس گہرے چشمہ کی مانند ہے جو برابر بہتا رہتا ہے

والمّ مابی من وداع احبة   حملوا مطیّهم تزم زماما
میرے اوپر دوستوں کی جدائی کی مصیبت آپڑی ہے جنھوں نے سواری پر سامان لادیا ہے جو پابرکاب ہے

شدت رحالهم و عهدی بالحمی   عهد قریب زورة و سلاما
ان کے کجاوے کسے جاچکے ہیں اور میری ملاقات چراگاہ میں زیارت اسلام کے لحاظ سے قریبی ملاقات ہے

رکبوا لامرما علی کتد السری   هجروا له الاوطان ثم مقاما
کسی اہم کام کیلئے رات کے سینہ پر سوار ہیں اس کے لئے وطن واقامت کو خیرباد کہہ دیا ہے

جابوا القفار تولّعا و تشوقا   جازوا البحار و ودعوا الارحاما
میدانوں کو شوق وذوق سے طے کیا سمندروں کو پار کیا رشتہ داروں کو چھوڑا۔

فی صدرهم همم یحیط اقلها الـ   ازمان والایام و الاعواما
ان کے سینوں میں ایسی ہمتیں ہیں جن کا قلیل حصہ زمانہ دن اور سالوں کو گھیر سکتا ہے۔

ویهمه الدین المتین و ان یری   مرفوعة رایاتها و سناما
اس کی فکر دینی ہے وہ دین کو بلند و بالا دیکھنا چاہتے ہیں

یحیی معارف جمة من سعیه   الوحی و الآثار و الاسلاما
اپنی کوشش سے بہت سے معارف اسلامیہ ودینیہ کو زندہ کرنا چاہتا ہے

دامت شمائلهم حیاة للوری   هدیا و سمتا سنة و مقاما
ان کے خصائل ہمیشہ مخلوق کیلئے حیات سیرت اور سنت کا مقام حاصل کرتے رہے ہیں

مشمولة غداوتکم میمونة   روحاتکم ابدا تفیض غماما
تمہارے صبح کے نکلنے میں برکت ہو اور شام کا نکلنا ہمیشہ بارش برسائے۔

بورکت من غیث یفیض لامة   خیرا و خیرا رشدة و قواما
اے بدلی تیرے اوپر برکت ہو اسلئے کہ تو ہمیشہ خیر اور بھلائی برساتی ہے

بنطت مصالح امة بفیوضکم   شکرت مساعیکم تجم جماما
آپ کے فیوض سے امت کی مصلحتیں متعلق ہوں آپ کی مساعی خوب خوب بارآور ہوں۔

فالله یُحییکم باطیب عیشة   یجدی فلاحا للوری و نظاما
اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ زندگی عطا فرمائے جو مخلوق کیلئے نفع بخش ثابت ہو۔

والله یحییکم حمایة حافظ   ویلمّ شعثا بعدکم و فصاما
اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کے بعد پراگندگی اور شکستگی کی اصلاح فرمائے

وثنیت ریطا ثم ابت مسالما   مثل الغوادی فائزا غناما
آپ صحت وسلامتی کے ساتھ بامراد اور کامیاب واپس ہوں۔

(منقول از روداد سنہ ۵۵ھ ص ۳۱)

قصیدۂ وداعیہ

از جناب مولانا حکیم قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری مدرس جامعہ ڈابھیل

یا قاصد السفر البعید تلفّت   اکبادنا من بینکم بتفتّت
اے سفر بعید کا قصد کرنیوالے ہماری طرف نظر التفات فرما کہ ہمارے جگر آپکی جدائی سے پاش پاش ہیں

کیف اصطبارٌ للقلوب ببُعدکم   من للجماعة تضمحلّ بفُرقة
آپکی جدائی سے ہمارے دلوں کو کیونکر صبر حاصل ہوگا کون اس جماعت کا کفیل ہے جو آپکی فرقت سے بے چین ہے

اجفاننا تهمی کغیثٍ هامرٍ   و تهیج نار صبابة مِن لوعة
ہماری آنکھیں بدلی کی طرح اشکبار ہیں اور شدت حزن کی وجہ سے آتش محبت برانگیختہ ہے

اللہ بارک فی مساعیک العلیٰ   ومُنیً بها تبغی لداه بقربة
اللہ تعالیٰ آپکی بلند کوششوں میں برکت دے اور وہ آرزوئیں پوری ہوں جو موجب قربت ہیں

وعزائم للدّین قد صمّمتها   ومقاصد میمونة للملّة
اور آپ کے دینی عزائم اور مبارک ملت کیلئے مبارک مقاصد بھی پورے ہوں جنکا آپنے ارادہ کیا ہے

ومآرب تدعو لترحالٍ لکم   صغرت باعیننا وان هی جلّت
اور وہ ضرورتیں بھی جو اس طویل سفر کا باعث بنی ہیں ہماری نگاہوں میں معمولی ہیں لیکن واقع میں بڑی ہیں

ومواهب تنهلُّ من مبرکاتها   سُحُبٌ لجامعة تدوم کدیمة
اس سفر کی برکات جامعہ پر نہ رُکنے والی بارش کی طرح ہمیشہ برستی رہیں

دار العلوم منارها و مدارها   بضیائها خفاوت لوامع سنة
جامعہ اسلامیہ علوم کا مرکز و مدار ہے ، اس کی روشنی سے سنت کے انوار دنیا میں پھیلے

فالله یُظفر سیّدی اسفارکم   هٰذی علی رغم العدی بلبانة
اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کو دشمنوں کے علی الرغم کامیابی سے ہمکنار کرے

ندعو لکم کالمخلصین بدعوة   یرجیٰ لها تقبولها واجابة
ہم آپ کیلئے صدق دل سے دعا کرتے ہیں جس کی قبولیت کی بارگاہ ایزدی سے امید ہے

العود" احمد" قد اتی لکنکم   حمدتم فی ظعنکم و اقامة
العود" احمد" امثال میں آیا ہے لیکن آپ تو سفر و حضر دونوں میں (احمد) بہت قابلِ تعریف ہیں

جوزیتم من خیر جازٍ سیّدی   خیر الذی یجزی الهداة لامّة
آپ کو اللہ تعالیٰ کسی امت کے ہادی سے بہتر بدلہ عطا فرمائے ۔

ویزید حسناکم لاجمل برّکم   ویُطیب مغناکم لافضل طاعة
اور آپ کو اللہ تعالیٰ نیک خدمت اور افضل طاعت کے صلہ میں مزید عنایات سے نوازے

فالله خیر حافظا لک ناصراً   رُحْ سالما عُدْ غانما بسلامة
آپ جائیں اللہ تعالیٰ آپ کے محافظ اور ناصر ہیں سلامت جاکر بامراد واپس ہوں

یحمیک ربک من مکارہ کلّها   دوما ومن غیر الزمان ملمّة
پروردگار ہر قسم کی تکالیف سے آپ کو محفوظ رکھے اور ہر قسم کے حوادثِ دہر سے

بالخیر یجمع بیننا بعد النوی   فتقرّ اعیننا کاوّلِ مرّة
جدائی کے بعد خیریت کے ساتھ جمع فرمائے تاکہ ہماری آنکھیں دوبارہ حسب سابق ٹھنڈی ہوں

ثم الصلوة علی النبی محمّد   والآل والاصحاب خیر بریّة
پھر درود و سلام ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے آل و اصحاب پر جو بہترین مخلوق ہیں

مادام یُشکرُ سعیُ عبدٍ صالح   متهلّلٍ مع فکرہ المتشتّت
جب تک کسی صالح بندے کی کوشش اس کی منتشر فکروں کے ساتھ ہر طرح مشکور ہو

(منقول از روداد ۵۵ھ ص ۲۹-۳۰)

قصیدۂ وداعیہ

از جناب مولانا حبیب اللہ صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

ایکہ افریقہ ملاذا می روی   سخت غمگینیم کز ما می روی
کن معطر ملک افریقہ زخویش   اے کہ مثل مشک سارا می روی
نور بخشِ عالمِ تیرہ بشو   بادلے چوں ماہپارہ می روی
اے کہ اخلاص و تقارا پیکرے   با خلوصِ روح افزا می روی
چہ دیانت چہ امانت چہ علوم   فرد ہستی کہ یگانا می روی
در تواضع سر نگندہ بہمت   در مراتب بالا بالا می روی
تو کجا و پائے گاہ تو کجا   در ثری و بر ثریا می روی

کس نمی داند علاج درد دل
تو مگر بہر مداوا می روی
تاکنی سیراب این باغ رسول
بہر نہرے سوئے دریا می روی
تا بماند جامعہ مثلت بزرگ
خوشش بزرگی را بزرگا می روی
مطمئن تاکہ کنی یک خلق را
مضطرب چوں قلب شیدا می روی
قیمت خود را در آنجا کم مکن
پُر بہا لؤلوئے لالا می روی
تا توانی گوہر قابل گزیں
در زمین سنگ خارا می روی
ہیچ نویسندت کہ بہر مدرسہ
نے غلط گفتم خدارا می روی
ہمچوں گل خنداں شگفتہ باز آ
دل گرفتہ غنچہ آسا می روی
دامن امید پر کردہ بیار
باغم دیں پُر تمنا می روی
بادہ پیمایاں از آنجا باز آ
بادیہ پیمایا زیں جا می روی
از صعوبات سفر بے فکر باش
در امان حفظ مولا می روی
ہمت صاحب ولانت ہمرکاب
با دعاہا با ثناہا می روی
کاروان دیدہ و دل ہمرہ است
آشکارا گرچہ تنہا می روی
اے کہ لطفت مرہم قلب حبیب
چوں دلم را کردہ پارا می روی

(منقول از روداد ۵۵ھ ص ۳۲)

◆

مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگؒ کے سفر افریقہ سے واپسی کے موقع پر

هَدِيَة

الی حضرة مدیر الجامعة الاسلامیة بدابیل مولانا احمد بزرگ السملکی

ازجناب مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل

نجوم افلاک السماء عوالی کالوشی فی حبک السماء العالی
اے آسمان کے بلند ستارے اور بلند جالی دار آسمان کے نقش ونگار

تزهو بدیباج ارق و سندس منظومة منثورة کلآلی
تو اپنے رنگین اطلس و دیباج پر فخر کرتا ہے اس حال میں کہ موتیوں کی طرح کچھ مجتمع اور کچھ بکھرا ہوا ہے

یا انجما زین السماء ادیمها وعلائم ومشاعل برمال
اے ادیم سماء کے زینت دینے والے ستارے اور بیابان وریگستان کے علامات اور چراغ

تهدی فئاماً فی البحار تورطوا وحیاتهم قد آذنت بزوال
تو اس جماعت کا رہنما ہے جو طوفان میں پھنس گئی ہو اور ان کی زندگی معرض خطر میں ہے

لیل و بحر هائج فی عاصف ظلم ثلاث اسدلت بتوالی
ایک طرف شب تاریک ہو اور سمندر طوفان خیز، موجوں کی تاریکیاں یکے بعد دیگرے سب اکٹھی ہو گئی ہوں

ما انت اهدی من نجوم اشرقت فینا علی مر الزمان الخالی
مگر تو رہنمائی میں ان ستاروں کا مقابلہ کیا کر سکتا ہے جو ہم انسانوں پر ہمیشہ سے طلوع ہوتے رہے ہیں

فشموسنا وشموسکم و بدورنا وبدورکم لیست من الامثال
ہمارے آفتاب و ماہتاب اور تمہارے آفتاب و ماہتاب بھلا کب برابر ہو سکتے ہیں

کالانبیاء و الاولیاء فانهم   نخب الانام علی سماء معال
ہمارے آفتاب تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہیں جو برگزیدہ مخلوقات آسمان کی بلندیوں پر جاگزیں ہیں

لهم النفوس الزاکیات الشامخا   ت الصابرات بمازق الابطال
ان کے نفوس پاکیزہ بلند ہمت اور سختیوں میں صبر کرنے والے ہیں

یرجونه فی کل خطب مفظع   یخشونه فی کل حال حال
ہر مشکل و مہم میں اللہ سے امید رکھتے ہیں، اور ہر حال میں اسی سے ڈرتے ہیں

یاتون ما یاتونه من امرهم   للّٰه محتسبین عند مآل
جو کام بھی کرتے ہیں جستہً للہ اور ثواب آخرت کیلئے کرتے ہیں

کالشیخ مولانا المبجل احمد   ربط الجنان بحومة الاهوال
مولانا المعظم احمد بزرگ انھیں کے ایک فرد ہیں۔ جو شدائد احوال میں ثابت قدم رہتے ہیں

ماضی العزیمة کالحسام الصارم   حلت بهمته السماء العال
شمشیر براں کی طرح اپنے ارادہ کو پورا کرنے والے ہیں ان کی بلند ہمت آسمان کی سی بلندی رکھتی ہے

رب الفراسة لاتسل عن نورها   هی سهم غیب راشق بنبال
ان کے نور فراست کی نسبت نہ پوچھ، ان کی فراست تیر کی طرح چیرتی جاتی ہے

قد غربل العلماء من اعیاننا   کالشیخ انور هاطل الهطال
انھوں نے اکابر علماء کو جامعہ کیلئے چھانٹ لیا ہے جیسے انور شاہ صاحبؒ جو بارش کی طرح برستے تھے

والشیخ شارح مسلم علم التقی   سباق مضمار العلیٰ ومجال
اور مولانا شبیر احمد عثمانی شارح مسلم   جو بلندی کے میدان کے شہسوار ہیں

شمسان او بحران حین تلاطما   حکیا علوم اوآئل الاجبال
یہ دونوں حضرات آفتاب کی طرح روشن اور سمندر کی طرح مواج، قدیم جبال علم کے مشابہ ہیں

یا حافظی علم النبی محمدٍ   ما انتم و سواکم بمثال
اے دین نبی کے حفاظت کرنے والو، آپ اور دوسرے لوگ برابر نہیں ہوسکتے

جمعت مساعیه الاکارم کلهم   یحیون ما درست من الاطلال
مہتمم صاحب کی مساعی نے ان تمام اکابر کو جمع کرلیا ہے جو پرانے علمی نشانات کو زندہ کر رہے ہیں

شکرت مساعیك الجمیلة فی الوریٰ   جادت کجود غمائم بسجال
آپ کی مساعی جمیلہ لوگوں میں مقبول ہیں اور برسنے والے بادلوں کی طرح برستی ہیں

جددت اعلام الهدی اذا قفرت   فالنور منبلج علی الآصال
آپ نے ہدایت کے بوسیدہ نشانات کی تجدید کی اسی لئے تاریکی میں روشنی دکھائی دیتی ہے

ورکبت فی لجج البحار بعَزمَة   ابدا تشد رحالها بحبال
آپ دریا کی موجوں میں ایسی ہمت سے سوار ہوئے جو ہمیشہ سفر کرنے کی عادی ہے

وترکت اولادا صغارا صبیة   فِلَذَ القلوب وسلوة للسال
اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیچھے چھوڑ گئے جو لخت جگر اور باعث تسلی تھے۔

فرضا الاله یحل حیث یحله   یا منبغی رضوانه ونوال
اے خدا کی رضامندی اور بخشش کے طلبگار جہاں آپ اترے وہاں اللہ کی رضا بھی اترے

وتروم احیاء المآثر کلها   حلا و مرتحلا ولست تبال
اور آپ سفر و حضر میں مآثر قدیمہ کے زندہ کرنے کے ساعی ہیں اور کسی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے

للّٰه درهین[1] شبت بهمة   شبت شبابا ترتقی وتعال
آپ کی ہمت قابل تعریف ہے۔ جو بڑھاپے میں جوان ہو رہی ہے

فرجعت بالفوز الکبیر الی ذرا   ك وکل شیئ راجع للحال
آپ سفر افریقہ سے کامیاب اپنے گھر کو واپس ہوئے اور آخر ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے

هذا هو المجد المنیع ودونه   ضرب الصوارم او قراع عوال
یہ بلند درجہ کی بزرگی ہے جس کیلئے شمشیروں اور نیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے

---

[1] کذا فی الاصل والصحیح والله اعلم درك ۱۲ ف

المجد يشبه اصطياد ضراغم　ليست بسهل كاقتناص غزال
بزرگی شیروں کے شکار کی طرح مشکل ہے، ہرنوں کے پھانسنے کی طرح آسان نہیں

اعتاملك الرب الجليل مجددا　للدين تحميه عن الجهال
رب جلیل نے آپ کو تجدید دین کیلئے منتخب کیا ہے تاکہ آپ جاہلوں کی تحریف سے دین کو بچائیں

ياغيث غوث المسلمين وغوثهم　تحميهم كالليث للاشبال
اے مسلمانوں کے لئے بادل اور فریادرس قرآن کی حفاظت کرتا ہے جیسے شیر اپنے بچوں کی

علّمت بالجهد الجهيد عصابة　كانوا عطاشا فارتووا بكمال
آپ نے انتھک کوششوں سے ایسے لوگوں کو تعلیم دی جو پیاسے تھے اور خوب سیراب ہوئے

وافضت بالفيض العزيز ايا ديا　جادت كما جادت غمام ثقال
اور آپ کے فیض کثیر نے ایسی نعمتیں برسائیں جو بھاری بادلوں کی طرح برستی ہیں

ياملجأ المسترشدين وحصنهم　وملاذ طلاب العلوم ثمال
اے طالبان ہدایت کے ملجا و ماوی اور طالب علموں کے لئے توشہ اور جائے پناہ

انت المحكّك كالجذيل مرجبا　مثل العذيق وموئل لموال
آپ ہر مشکل و مہم میں لوگوں کیلئے جائے پناہ اور آسرا ہیں

جوزيت في الدنيا ثناءا خالدا　يتلى ويزبر دائما بتوال
آپ دنیا میں دائمی ثنا کے مستحق ہیں جو ہمیشہ لکھی پڑھی جائے

جوزيت في العقبى جزيل مثوبة　جنات عدن ماؤها كزلال
آخرت میں آپ کو حق تعالیٰ بڑا بدلہ عطا فرمائے اور جنات عدن نصیب کرے جنکا پانی صاف اور شیریں ہے

تثنى عليكم السنٌ ومباسمٌ　تبلى ولا يبلى على الاحوال
خلق خدا کی زبانیں آپ کی مداح ہیں ہمیشہ ہمیش کیلئے وہ تعریف تازہ رہے گی

(منقول از روداد سنہ ۵۶ھ ص۴۵ تا ۴۷)

تهنئة القدوم

لرئيسنا العلام الامجد الذى هو كاسمه احمد ناظم الجامعة الاسلامية بدابيل
حين رجع من سفر الافريقه مع العافيه والسلامة

از مولانا قاری محمد یامین صاحب مدرس جامعہ

حان التهاني للرئيس الامجد　اذ عاد غنّاماً بنجح المقصد
وقت آگیا ہے کہ ہم رئیس جامعہ کو کامیاب سفر افریقہ سے واپسی پر ہدیۂ تہنیت پیش کریں

ما للفؤاد اذا اعتراه من النوى　صبر ولكن ليس امسىٰ كالغد
جب موصوف تشریف لے گئے دل سے صبر رخصت ہو گیا تھا لیکن آج غم خوشی سے بدلا ہوا ہے ہر دن یکساں نہیں ہوتا

ياحبذا بلقائه وزواره　فزنا كمثل الزائر المتزود
الحمد للہ آج ہم ان ملاقات اور زیارت سے مشرف ہوئے اس شخص کی طرح جو زیارت کو سرمایۂ سعادت سمجھتا ہو

فتبارك الله الذى هو رافع　لمنازل العلماء رغم الحسد
بابرکت ہے خداوند عالم کی ذات جس نے علماء حقہ کے مراتب بدخواہوں کی خواہش کے خلاف بلند فرمائے

حزب الاله بنصره قد أيّدوا　وبأيده بين الزحام العُنّد
یہ اللہ کی جماعت ہے جو ہمیشہ گروہ دشمناں میں اس کی حمایت و نصرت کے ساتھ مؤید ہے

وجاهة منحت لكل احبة　ونباهة وهبت لكل موحّد
اور ایسی وجاہت سے تائید کی گئی جو محبوبان خدا کو دیجاتی ہے اور ایسی عزت سے جو صحابہ توحید کو عطا ہوتی ہے

علماء ملتنا اقاموا حجة
وهدوا طريقا للغوى الملحد

علماء ملت اسلام نے گمراہوں کیلئے حجت قائم کردی اور ملحدین کو ہر زمانہ میں صحیح راستہ کی رہنمائی کی

هذا من الله العزيز محتّم
ابدا عليهم اذ دعوا للمشهد

یہ اللہ کی طرف سے ان پر فرض کیا گیا ہے جب کہ وہ کسی مجلس میں بلائے جائیں

نهضوا لارشادٍ وبثّ هداية
ولدرس نكر باللسان وباليد

وہ ارشاد وہدایت کیلئے اٹھے اور ہاتھ اور زبان سے منکرات کو مٹایا

وبلاغ احكام الشريعة امة
يُهدى سعيد ثم كم لا يهتدى

اور احکام شریعت امت تک پہنچائے اہل سعادت نے ہدایت پائی اور بہت سے بدبخت محروم ہے

وهم مصابيح الدجى فى عصرهم
ماضرّهم خلف الالدّ المعتدى

اور وہ اپنے زمانہ میں تاریکیوں کے روشن چراغ ہیں انکو کبھی حد سے بڑھنے والے مخالف کا اختلاف مضر نہیں ہوا

وبهم انار الله برهان الهدى
للقلب داج مارد متمرد

اور انہی کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے برہان ہدایت تاریک دل متمرد وسرکش کیلئے واضح فرمایا

عدتم فعادلنا الحيوة وعيشنا
ودنا زمان مبشرا بالموعد

آپ کی بعافیت واپسی سے گویا ہماری زندگی لوٹ آئی اور مژدۂ لقاء کا زمانہ قریب ہوا

شكرا لربّ سيدى! فغيابكم
قد صار مسعودا بعود احمد

شکر خدا ہے کہ "عود احمد" کے ساتھ آپ کی چند روزہ غیوبت ہمارے لئے مسعود ومیمون ثابت ہوئی

ثمراته ميمونة بركاته
مقرونة باللطف من مولى الندى

آپ کے اس سفر کے ثمرات مبارک ہیں منعم حقیقی کی بے پایاں الطاف کے ساتھ مقرون ہیں

قمنا نهنّى اذ سمعنا نبأكم
مستبشرين بفضله المترصد

ہم آمادۂ تہنیت ہوئے جبکہ ہم نے یہ مژدہ جانفزا سنا اللہ تعالیٰ کے انعام منتظر سے خوش ہو کر

جمّ الحبور لنا وعمّ سرورنا
من بعد عيش بالنوى متنكد

ہمارا سرور وابتہاج آپکی تشریف سے بہت بڑھ گیا ورنہ فراق سے زندگی تلخ ومکدر ہو چکی تھی

اوليتم مأمولكم ورجعتم
بمواهب كالناجح المتأيّد

آپ کامیاب افریقہ سے واپس ہوئے اور بحمدہ تعالیٰ تائید الٰہی سے پوری کامیابی حاصل ہوئی

قاسيتم جهدا بليغا مثمرا
لبقاء جامعة بقاء مؤبد

آپ نے جامعہ کے بقاء دوام کیلئے طرح طرح کی تکالیف شاقہ برداشت کیں

طوبى لمن يبنى الرشاد مؤسّسا
بشرى لمن ابقاه خير مشيد

مبارک تھا وہ شخص جس نے اس بیت رشاد کی تاسیس کی اور خوش قسمت ہے وہ جس نے اسکو مستحکم اور مضبوط کیا

يا احمدان! جزاكما مولى الورى
بجميل جدّ منكما مستسعد

اے دونوں احمد تم کو خدائے تعالیٰ ان مبارک ومسعود کوششوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے

واولى عطيات لدار علومهم
ممن يعدّ رضاه خير تزوّد

اور ان اہل خیر حضرات کو بھی جنھوں نے اپنے دار العلوم کو رضاء الٰہی کو توشۂ آخرت سمجھتے ہوئے چندہ عطا فرمایا

يدعو لهم كل البلاد واهلها
يدعى لهم فى كل ارض جلجد

ان تمام حضرات کیلئے تمام بلاد اور ان کے باشندے دعا کرتے ہیں ہر جگہ ان کیلئے دعا ہوتی ہے

ومنابر فيها وكل مساجد
ورجالها من ركّع او سجّد

وہاں کے تمام منابر ومساجد اور وہاں کے تمام عبادت کرنیوالے دعا کرتے ہیں

لازلتم فى العيش عيش ناعم
دوما وفى لطف الاله مزيّد

آپ برابر راحت وچین کی زندگی بسر کریں اور اللہ تعالیٰ کی الطاف بے پایاں آپکو میسر ہوں

وبانعمٍ لله تهمى همّلاً
بالخير والبركات غير منفد

اور حق تعالیٰ کے انعامات خیرات وبرکات کیساتھ ہمیشہ زور سے برسنے والی بدلی کیطرح آپ پر برستے رہیں

حاشا مديحى باحترامك واجباً
لاسيما اذ لم اكن بمجوّد

حضرت والا میرے یہ کلمات مدح آپکے احترام واجب کو پورا کرنے سے قاصر ہیں خصوصاً جبکہ میں عمدہ گو نہیں ہوں

فصلاتنا ثم السلام على امين
الله ختم الانبياء محمد

صلوٰۃ وسلام ہماری طرف سے نازل ہو اللہ کے امین خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

وعلى احبته وصالح اخوة
ماهيج الاشواق صدح مغرد

اور آپ کے احباب و صلحاء امت پر جب تک خوش الحان پرندوں کی نواسنجی شوق کو ابھارتی رہے

(منقول از روداد سنہ ۵۶ از ص ۴۸ تا ص ۵۰)

خیر مقدم

بر قدوم میمنت لزوم حضرت مولانا مولوی حافظ احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ

(از جانب مولانا حبیب اللہ صاحب مدرس جامعہ)

بوئے خوش از بوستاں آید ہمی
انبساط جسم و جاں آید ہمی
خندہ شو اے گل خرام اے سرو ناز
رحمت حق ز آسماں آید ہمی
بہر باغ و کشت ما ابر بہار
با بہار بے خزاں آید ہمی
دامن آگندہ زگلہائے مراد
باغبانم گل فشاں آید ہمی
آسمان سملک و دابیل ما
آفتاب ضو فشاں آید ہمی
نازش صد خطۂ گجرات ما
مفخر گجراتیاں آید ہمی
مرحبا سملک کہ در آغوش تو
ماہے فخر آسماں آید ہمی
رہنمائے رہرو راہ جناں
قدسے از قدسیاں آید ہمی
عالم و زاہد تقی و پارسا
علم دیں را پاسباں آید ہمی
جا پناہ خلق و خود خلوت گزیں
خوش مکینے در مکاں آید ہمی

درد مند قوم و چارہ جوئے ملک
مشفق و راحت رساں آید ہمی
بحر علم دیں نگر آید زبحر
بے کراں بر کرانے آید ہمی
بر درش ہستند مہمان رسول
میہماں را میزباں آید ہمی
شاد باش اے گلستان جامعہ
باغبان مہرباں آید ہمی
طالبان و عالماں را مامنے
مرجع خورد و کلاں آید ہمی
سالکے بر مسلک حضرات چشت
عارف سر نہاں آید ہمی
اے سراپا مکرمت بر مقدمت
مرحبائے بر زباں آید ہمی
مرحبا آید فرید روزگار
حبذا فخر زماں آید ہمی
صاحب علم و عمل احمد بزرگ
سر گروہ عالماں آید ہمی
از وجودت اے گل خوبی ما
گلستاں در گلستاں آید ہمی
بر فرات علم تو اے علم داں
کارواں بر کارواں آید ہمی
زیر پائے خلق سبزہ زار تو
پرنیاں بر پرنیاں آید ہمی
در بلندیہائے تو اے سربلند
آسماں بر آسماں آید ہمی
ایکہ ظل عطف تو بر ما ہمہ
سائباں بر سائباں آید ہمی
شاد باش و شاد زی اے شادماں
ایں دعا بر ہر زباں آید ہمی
باد اولادت مکرم در جہاں
چوں توئی ہر یک چناں آید ہمی
بر طریق رودکی نظم حبیب
نقش پائے رفتگاں آید ہمی

(منقول از روداد سنہ ۵۶ ص ۵۱-۵۲)

دمعة

عـــــے

وفاة حضرة الشیخ السید مولانا سراج احمد قدس سرہٗ

از مولانا محمد یوسف کاملپوری رکن مجلس علمی ڈابھیل

نعی الناعی عشیة یوم عید   بقیة قاسم خلف الرشید
عید کی شام کو خبر دینے والے نے ایسے شخص کی موت کی خبر دی جو حضرت قاسمؒ ورشیدؒ کی یادگار تھے

تقیا زاهدا جبل الوقار   امین اللّٰه ذا الفضل المزید
وہ متقی زاہد اور کوہ وقار تھے، علم الٰہی کے امین صاحب فضل وکمال تھے

محدث عصره شیخ الانام   وعارف ربه خیر العبید
شیخ الحدیث اور استاذ جہاں تھے: عارف ربانی اور نیک بندے تھے

قفیة امة کانوا کراما   وهم غرر الزمان بلاتدید
ایسے بزرگوں کے قائم مقام تھے جو زمانہ کی مایہ ناز ہستیاں تھیں

مفید الناس کالغیث السحوح   مفیض الخیر ذی القول السدید
برستے بادل کی طرح لوگوں کو نفع پہونچانے والے خیر بہانے والے اچھی بات کہنے والے

وقسام المعارف والعلوم   وذو شرف طریف فی تلید
علوم ومعارف کے تقسیم کرنے والے ذاتی وآبائی شرف کے مالک تھے

اقام معلما علم الحدیث   طویل الدهر کالعلم المشید
ایک مدت تک انھوں نے نہایت استقامت کے ساتھ علم حدیث کی تعلیم دی

ومن ابقته آثار حسان   علی صفحات دهر کیف یودی
اور جس شخص کو آثار باقیات زندہ رکھیں بھلا وہ کیسے ہلاک ہوسکتا ہے

حیوة السنة البیضاء یحیی   رسوم الدین بالجهد الجهید
سنت بیضاء کو زندہ کرنے والے انتھک کوششوں سے دین کے مراسم کو زندہ کرتے تھے

رصین العلم فی خلق عظیم   سدید القول ذو فعل رشید
صحیح علم کے مالک صاحب خلق عظیم درست بات کہنے والے بھلے کام کرنے والے

عظیما فی السماء من القبول   وذکارا علی اثر السجود
اپنی مقبولیت کی وجہ سے آسمانوں پر بھی معظم تھے اور نمازوں کے بعد ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے

همام جامع الخیرات شتی   نضوح ماجد مغزار جُود
بلند ہمت اور مختلف خوبیوں کے جامع خیر خواہ بزرگ بہت سخاوت کرنیوالے تھے

له شیم حسان کاللآلی   وسید سادة حق المجید
ان کے اخلاق موتیوں کی طرح پاکیزہ تھے اور سادات کے چشم وچراغ تھے

ادیب فی طبیب فی فقیه   وراویة وما مثل الفقید
ادیب طبیب فقیہ اور حدیث کے راوی تھے اب ان کا مثل کون ہے

قد انثلم الهدی من موت حبر   اقام الناس فی بؤس شدید
دین ہدیٰ میں ایسے عالم کی موت سے رخنہ پڑگیا، ان کی موت نے لوگوں کو سراسیمہ کردیا

یموت العلم عصرا بعد عصر   ذهاب العلم من بخس الجدود
علماء کی موت سے علم دھیرے دھیرے کم ہوتا جارہا ہے، علم کی کمی یک گونہ بدبختی ہے

تزلزلت البلاد ومن علیها   من الخطب المبرح والمبید
ایسی روح فرسا مصیبت سے دنیا کے شہروں میں ہلچل مچ گئی ہے

بموت العالمین یموت علم   فعز الخطب من قرب الوعید
علماء کی موت سے علم جارہا ہے قرب قیامت کی وجہ سے یہ بڑی مصیبت ہے

ومن احدی امارات القیامة   ذهابهم الی دار الخـ
قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت علماء کا جنت کو سدھارنا بھی

فیا قمرا تغیب عن عیون   ویا نجما مضی بعد السعـ
اے چاند تو آنکھوں سے غائب ہوگیا اور اے ستارہ تو بلند ہوکر غائب ہو

فجعت المسلمین فکل عین   تجود علیک من ایام عـ
مسلمان تیری موت سے دردمند ہیں اسلئے ہر آنکھ عید کے دن سے آنسو بہا رہی

دفنا العلم من فقه وطب   وآثار بدفنک فی صعید
تجھ کو زمین میں کیا دفن کیا گویا ہم نے علم فقہ وحدیث اور طب کو دفن کر د

سقی قبرا الی جنب الغدیر   سحائب رحمة ابد الابید
ابر رحمت اس قبر کو سیراب کرتی رہے جو تالاب کے کنارے پر ہے

سقی قبرا بشرق الغدیر   غوادی روحه سقی المجو
رحمت کے صبح وشام کے بادل   اس قبر کو سیراب کرتے ہیں جو تالاب کے شرقی کنارے پر ہے

فیا فضل الاله وطیب رزق   تیمم قبر مقدام حمید
اے اللہ کے فضل اور رزق اس عالی ہمت پسندیدہ ذات کی قبر کا رخ کر

ونرجو ان تکون شفیع یوم   یقوم الناس للمبدی المعید
ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اس دن میں شفیع ہوں گے جبکہ لوگ خدا کے سامنے کھڑے ہونگے

واذ حمی الوطیس وطیس شمس   وتقرب من رؤوس کالعمود
اور جب آفتاب کا تنور گرم ہوگا اور سروں سے بالکل قریب ہوگا

هناك الصالحون لدی الاله   لهم نور وفضل من مزید
وہاں نیکوکاروں کیلئے خدا کے یہاں نور اور فضل کی زیادتی ہوگی

تقر عیونهم من کل روح   وریحان ومن عیش رغید
ان کی آنکھیں ہر قسم کے روح وریحان اور پسندیدہ عیش سے ٹھنڈی رہیں گی

(منقول از روداد ۵۶ھ ص ۱۹-۲۰)

عبرات منهلة

فی رثاء الحبر العلام الاستاذ الشیخ السید مولانا سراج احمد
نور الله مرقده وقدس روحه

از مولانا قاری محمد یامین صاحب استاذ جامعہ

توالت کالقطار من السماء   رزایا ملجئات للبکاء
مصیبتیں بارش کی طرح پیاپے آئیں جن کے تاثر سے آنکھیں رونے پر مجبور ہوگئیں

فافجعها لنا حزنا وغما   وفاة الشیخ شیخ الاتقیاء
سب سے زیادہ ان میں حزن وغم پیدا کرنے والی شیخ الاتقیاء کی وفات ہے

سراج الملة البیضاء علما   عماد الکاملین بلا مراء
جو اپنے علم کے لحاظ سے ملت بیضاء کا روشن چراغ اور کاملین وقت کے معتمد علیہ تھے

تسامی قدره فضلا ونبلا   ومجدا مستبینا کالذکاء
ان کا مرتبہ فضل وبزرگی کے لحاظ سے بہت بلند تھا آفتاب کی طرح ان کا مجد وشرف روشن تھا

وحید العصر مقداما هماما   امین العلم علم الانبیاء
یکتائے روزگار کار خیر میں پیش پیش رہنے والے بزرگ اور علوم انبیاء کے امین تھے

نبیلا بارعا فردا شهیرا   وحبراً ذا المآثر والعلاء
فضل وکمال میں یگانہ، مشہور زمانہ، بڑی خوبیوں اور عظمت والے عالم ربانی تھے

تقیا قد ترعرع فی تقاه   ولبی الموت مرتدی اتقیاء
متقی، تقویٰ میں نشو ونما پائے ہوئے تھے اور موت کو بحالت تقویٰ لبیک کہا

حلیما صابرا نحبا خشوعا   ذکورا للالٰہ و لا یرائی
بردبار صبر کرنے والے رقیق القلب متواضع بلاریا خدا کو بہت یاد کرنے والے

لہ صدر کشکوٰۃ العلوم   وقلب کان معمور الولاء
ان کا سینہ گنجینۂ علوم تھا اور ان کا دل حب الٰہی سے معمور تھا

نجیبا سیدا سمحا کریما   لقصّاد یری رحب الفناء
سیادت و نجابت جود و سخاوت والے آنے والوں کی خاطر و مدارات کرنے والے

تھلل وجھہ کالبدر لمعا   اذا ما حان میعاد اللقاء
بوقت ملاقات الٰہی ان کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح درخشاں تھا

کبیرا کان من اعیان علم   رئیس البارعین الاذکیاء
اہل علم میں بڑے اونچے درجہ کے شخص تھے اذکیاء اور فضلاء عصر کے رئیس تھے

تواریٰ بالثریٰ میمون وجہ   فکیف نراہ مسعود الضیاء
ان کا مبارک چہرہ خاک لحد میں مستور ہو گیا اب ہم ان کی مسعود روشنی کیسے دیکھ سکتے ہیں

ادیب لوذعیّ المعیّ   فقیہ مفرد من اصفیاء
عربی زبان کے ادیب بڑے سمجھدار انسان تھے بے نظیر فقیہ باصفا افراد میں سے تھے

رضا بقضا الالٰہ لہٗ شعار   کداب الصالحین الارضیاء
رضا بالقضا ان کا شعار تھا جیسا کہ صلحاء اور اخیار امت کا شیوہ ہوتا ہے

وسلّم روحہ فی یوم نحر   کتسلیم الذبیح لدی البلاء
دسویں ذی الحجہ کو جاں جاں آفریں کے سپرد کی جسطرح ذبیح اللہ نے امتحان کے وقت سپرد کی تھی

رأینا وجھہ و علی جبین   لہ عرق ترشح مثل ماء
ہم نے ان کے چہرہ پر موت کے وقت پسینہ دیکھا، المومن یموت بعرق الجبین کی بشارت تھی

فُجعنا فجأۃ لما سمعنا   بنعی بالانین و بالبکاء
ہم نے اچانک ممدوح کی خبر وفات نالہ و شیون کے ساتھ سنی

فصبرٌ للجماعۃ خیر ذخر   واجمل فی ابتداء و انتہاء
جماعت کے لئے اب صبر ہی بہتر ہے اور وہی اچھی چیز ہے ابتداء و انتہاء میں

وانزلہ المہیمن خیر مثویٰ   وبوأہ ھنا دار الرضاء
اللہ تعالیٰ ان کو بہترین منزل اور خوشنودی کا مقام عنایت فرمائے

ویسقی قبرہ امطار جود   وغفران اجب ربی دعائی
اور ان کی قبر کو رحمت و مغفرت کی بارشوں سے ہمیشہ سیراب کرتا رہے۔ آمین

(منقول از روداد سنہ ۵۶ھ صفحہ ۲۱-۲۳)

اشک حسرت بر وفات حضرت مولانا سراج احمد صاحب قدس سرہٗ

از مولانا حبیب اللہ صاحب استاد فارسی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

سزد کہ نوحہ از فرط غم کنم اکنوں   بجائے اشک بیارم ز دیدہا ہم خوں
ز سینہ آہ کشم آنچناں کہ از آہم   سحابہا شود و خوں بگریہ از گردوں
چہ رنجہاست کہ بہر تسلیم خواہم   کہ گریہ نکنم میشود ازاں افزوں
چہ ماتم است کہ بینی دراں صغیر و کبیر   غمین و غمزدہ اندوہگیں حزین محزوں
نمرد عالم یکتائے دہر و بحر علوم   کہ گم شدہ زجہاں علمہائے گوناگوں
نمرد حضرت استاذ ما سراج احمد   حدیث و فقہ و ادب طب ہمہ شدہ مدفوں
فقیہ و عارف کامل مفسر قرآن   محدثیکہ حقائق بسینہ اش مخزوں
بفن طب چہ معقولات تجربہ گفتند   چہ رائے بوعلی سینا چہ رائے افلاطوں

چہ بادہائے علوم و حکم چشانیدند   کہ در فراق بگریم سرشکہا میگوں
چہ شعرہا کہ بہندی و پارسی گفتند   ہمہ خزانۂ یاقوت و لولوئے مکنوں
چہ بود جسم مبارک تنِ نحیف و نزار   مثال گنج مگر از کمال بُد مشحوں
بخلق پاک خصائل ببذل و جود و سخی   بمکرمت ہمہ بخشش بطلعتے میموں
ببیں تو ایکہ سرآ بگیر می خسپی   چہ چشمہاست کہ از بحرہا شدہ مقروں
منم کہ چاک گریبانم از فراق ابد   مگر توئی کہ خرامی بجنتی اکسوں
توئی کہ رفتی زآلام دنیوی خرم   بہجر کردہ دریں غمکدہ مرا مسجوں
بہشتہاست مزین بخیر مقدم تو   جہان و اہل جہان اندرے تو خوار و زبوں
توئی و مجمع قاسم رشید و محمود است   منم و مجمع کاں کردہ دیدہا جیحوں
علی الدوام بہر صبح و ہر مسا سیراب   شود مزار مقدس ز رحمت بیچوں

سلام بر تو و بر جد تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
حبیب خواند و بس ختم میکند مضموں

قطعۂ تاریخ

(از مولانا حبیب اللہ)

آں صاحب فتوت حضرت سراج احمدؒ
جمعہ بروز قرباں در وقت اولیں عصر
در عیسوی و ہجری می جست حبیب سالش
روشن ببزم قدسی خرم سراج احمد
۱۹۳۸ء

افسوس رحلتش کرد ایں خاکداں غم آباد
کز ایں جہانِ زنداں رفتہ بخلد آزاد
کز ہاتفے بفکرم شعرے چنیں بیفتاد
خنداں میانِ جنت الآن باد آباد
۱۳۵۶ھ

دیگر (ایضاً)

ہے سراج احمد کی تاریخ وفات   لکھی ہاتف نے بغور ان کے لئے
عیش منزل جنت الفردوس ہے   باغ لاثانی ہے اور ان کے لئے
۱۳۵۶ھ   ۱۹۳۸ء

(منقول از روداد سنہ ۵۶ھ صفحہ ۲۳-۲۴)

ترانۂ جامعہ ڈابھیل

(از مولانا ابوبکر صاحب غازیپوری سابق استاذ جامعہ ڈابھیل)

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس کی خوشبو میں پاکی گلابوں کی ہے
اس میں محنت بڑی اللہ والوں کی ہے
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہے شمس و قمر سے بھی اعلیٰ بہت
اس کی خدمت کا ڈھنگ ہے نرالا بہت
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس نے درس محبت پڑھایا بھی ہے
سو رہے تھے جواں کو جگایا بھی ہے

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
حسن کی دل کشی لالہ زاروں کی ہے
اس میں پیدا ہوئے صاحب علم و فن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
دین احمد کا اس میں اجالا بہت
رب کی رحمت ہی رحمت ہو سایہ فگن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
کفر کی ظلمتوں کو مٹایا بھی ہے
کیوں نہ کر دیں فدا جان اور اپنا تن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
ہم نے سیکھا اسی سے ہے درس وفا
تجھ سے یارب ہماری یہی التجا
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس چمن میں ہے کیا نور ہی نور ہے
کفر کی ظلمتوں سے بہت دور ہے
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
علم کی روشنی کا یہ مرکز رہا
مرکز روشنی کا یہ مرکز رہا
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
حضرت احمد[1] نے بھی اسکی خدمت ہے کی
جہد بشیر بھی تھی مسلسل لگی
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
جہد ایوب سے اب یہ شاداب ہے
اس کا شاہد بخاری کا ہر باب ہے
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس چمن کے ہیں مالی محمد سعید
اللہ رکھے یہاں اور وہاں بھی سعید
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اہل شوریٰ نے اپنا تعاون دیا
اس طرح سے باقی چمن یہ رہا
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
اس کا احسان ہم پر بہت ہے خدا
لگ نہ جائے کہیں نظر چرخ کہن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
رحمت حق سے ہر وقت معمور ہے
روشنی اس سے پھیلی ہے ہر ہر زمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
علم دین نبی کا یہ مرکز رہا
اس کی پھیلی ہے چاروں طرف ہی کرن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
شاہ انور نے اس سے محبت ہے کی
اس کے بانی ہیں مولانا احمد حسن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
ان کے فیض و کرم سے ضیا یاب ہے
اللہ اللہ یہ کیسے ہیں شیخ زمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
نام ان کا سعید اور واقعی سعید
کر رہے ہیں فدا جان اور اپنا تن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
جو پڑیں مشکلیں اس کو حل بھی کیا
رشک انگیز ان کی لگن ہے لگن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

---

[1] مراد مولانا احمد بزرگ مہتمم جامعہ ہیں۔

یہ چمن یوں ہی ہر وقت ہنستا رہے
کلیاں چٹکا کریں پھول کھلتا رہے
یہ علوم نبوت کا چشمہ رہے
اور جاری رہے جیسے گنگ و جمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن
یہ ہمارا چمن ہے ہمارا چمن

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

از مولانا رشید الوحیدی صاحب

جامعہ ڈابھیل اے اسلاف کا خواب حسیں
مرکز امید ہے تو رشک فردوس بریں
اے سعادت گاہ اے گہوارۂ علم و ہنر
ذرے ذرے میں ترے تابش شمس و قمر
تیرے دم سے ہے جہاں میں علم دیں کی آبرو
ہاں علوم سید الکونین کا وارث ہے تو
جب تری تاریخ لکھے گا مورخ کا قلم
کتنے پاکیزہ مقدس نام کردے گا رقم
ذہن میں آئے گا حضرت شاہ صاحبؒ کا خیال
دل میں آئے گا جناب بدر عالم کا جمال
حضرت شبیر عثمانی کا تفسیری کمال
ایک جانب حفظ رحماں کی سیاست کا جلال
شان یوسف فکر ابراہیم جب یاد آئے گی
ہم سیہ بختوں کو پہروں مضمحل کر جائے گی
کاش خود احمد بزرگ اس وقت ہوتے درمیاں
دیکھ لیتے اپنی جد و جہد کا پورا سماں
یانہی کی رات و دن کی محنتوں کا ہے صلہ
آج بھی قائم ہے علم دیں کا سلسلہ
اک نمونہ ان اکابر کا سعید پاکباز
جن کے دم سے ہے ابھی تک جامعہ میں سوز و ساز
جن کے دم سے اب بھی یہ گلشن ہے ہمراز بہار
پھول کھلتے ہیں یہاں اب بھی قطار اندر قطار

آج کی محفل کتاب اللہ کا اعجاز ہے ‏ ‏ مرحبا صد مرحبا کی ہر طرف آواز ہے
ہو رہا ہے ایک جانب سے فرشتوں کا ورود ‏ ‏ لب پہ ہے حمد و ثنا دل میں محمد کا درود
یاد نے ان قدسیوں کی مجھ کو بیکل کر دیا ‏ ‏ آ کے اتنی دور اس جنگل میں منگل کر دیا
یا الٰہی یہ چمن صدیوں یونہی قائم رہے ‏ ‏ تیری رحمت اس چمن پر اے خدا دائم رہے

حفظ قرآن کے ختم کے موقعہ پر ایک جلسہ میں یہ نظم پڑھی گئی تھی۔

◆

---

[1] اس سے قبل دو شعر اور تھے جو مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ کے حق میں کہے گئے تھے۔

اے مجاہد اسعد ذی شان حوالہ ہیں تیرے ‏ ‏ کارواں یہ اہل دل کے یہ نبی کے قافلے
پھر ترے عزم و عمل کا امتحاں ہونے کو ہے ‏ ‏ ظلم سے زیر و زبر سارا جہاں ہونے کو ہے

مہتممین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سملک

نمبر شمار	اسماء مہتممین	کیفیت
۱	مولانا احمد حسن بھام رحمہ سملکی بانی مدرسہ و مہتمم اول	از بناء مدرسہ تعلیم الدین شعبان ۱۳۲۶ھ تا وفات محرم ۱۳۳۷ھ نوٹ:- سفر افریقہ کے وقت واپسی تک مدرسہ کا انتظام مولانا مرحوم نے حاجی احمد ڈابھیلی اور حاجی ابراہیم میاں کو سپرد فرمایا تھا، مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد حاجی یوسف میاں نے افریقہ سے آکر اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا۔
۲	مولانا احمد بزرگ سملکی رحمہ	۲۳ شعبان ۱۳۳۹ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۱ھ تک ۲۲ سال۔
۳	مفتی اسماعیل محمد بسم اللہ رحمہ ڈابھیلی	ربیع الاول ۱۳۶۱ھ سے ۱۳۷۱ھ تک۔ اہتمام سے الگ ہونے کے بعد بھی تاحیات مفتی باقی رہے۔
۴	مولانا محمد نقی (دیوبندی)	محرم ۱۳۷۳ھ سے شعبان ۱۳۷۳ھ تک (۹ ماہ) اس سال جامعہ کے سکریٹری جناب عبدالحی ہاشم موٹا صاحب رہے۔
۵	مولوی محمد ایکھلوایا ڈابھیلی	۱۳۷۳ھ سے ربیع الاول ۱۳۷۶ھ تک مہتمم رہے اس دوران جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ھ سے شعبان ۱۳۷۶ھ تک مولانا مرغوب احمد لاجپوری رحمہ صدر مہتمم رہے۔
۶	مولوی عبدالحی بسم اللہ ڈابھیلی	۷ ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ سے ۱۲ رجب ۱۳۷۹ھ تک مہتمم رہے۔
۷	مولانا محمد سعید احمد بزرگ سملکی مدظلہٗ	۱۳ رجب ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء تا حال ۱۴۰۲ھ

جامعہ کے صدر مدرسین اور شیوخ حدیث

نمبر شمار	اسماء گرامی	کیفیت
۱	علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ	ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ سے سنہ ۱۳۵۱ھ تک (درمیان میں ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ سے اوائل جمادی الاخری سنہ ۱۳۴۷ھ تک مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ دیوبندی نے بخاری شریف کا درس دیا)۔
۲	مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندیؒ	ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ سے اوائل جمادی الاخری سنہ ۱۳۴۷ھ تک
۳	علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی رح	صفر سنہ ۵۲ھ (شاہ صاحب کی وفات کے بعد) سے سنہ ۱۳۵۸ھ تک مسلسل سنہ ۱۳۵۹ھ میں ایک ماہ۔
۴	مولانا عبد الرحمن امروہی رح	سنہ ۱۳۵۹ھ سے ربیع الاول سنہ ۱۳۶۲ھ تک (باستثناء ایک ماہ)۔
۵	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ	دوبارہ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۲ھ سے سنہ ۱۳۶۳ھ تک۔
۶	مولانا محمد شفیع دیوبندی رح	ربیع الاول سنہ ۶۳ھ سے شعبان سنہ ۱۳۶۴ھ تک۔
۷	مولانا ظفر احمد تھانوی رح	جمادی الاخری سنہ ۶۴ھ سے شعبان سنہ ۶۴ھ تک۔ (ان دونوں حضرات کی تنخواہ برابر ہی تھی شاید دونوں نے شیخ الحدیث کا کام کیا تھا۔)
۸	مولانا شمس الحق افغانی رح	از سنہ ۱۳۶۵ھ تا شعبان سنہ ۱۳۶۶ھ۔ (تقسیم ہند کے بعد شوال سے تشریف نہیں لائے۔)
۹	مولانا محمد یوسف بنوریؒ	ربیع الآخر سنہ ۱۳۶۷ھ سے شوال سنہ ۱۳۶۹ھ تک۔ (شوال میں حج کو گئے وہاں سے پاکستان چلے گئے)۔

۱۰	مولانا عبد الجبار اعظمی مدظلہ	سنہ ۱۳۶۹ھ سے شعبان سنہ ۷۲ھ تک۔
۱۱	مولانا عبد الرؤف صاحب	شوال سنہ ۷۲ھ سے صفر سنہ ۷۳ھ تک۔
۱۲	مولانا شریف حسن دیوبندیؒ	ربیع الاول سنہ ۷۳ھ سے شوال سنہ ۱۳۷۵ھ تک۔
۱۳	مولانا عبد الحلیم صدیقی	سنہ ۱۳۷۶ھ میں۔
۱۴	مولانا شریف حسن صاحبؒ	دوبارہ سنہ ۷۷ھ سے شوال سنہ ۱۳۸۳ھ تک۔
۱۵	مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی مدظلہ	۲۸ ربیع الثانی سنہ ۸۴ھ سے شوال سنہ ۱۴۰۲ھ تک۔

حضرات مدرسین وخاص ملازمین جامعہ

	آمد	رفت
مولانا عبد الجبار صاحب پشاوری مدرس اول عربی	سنہ ۱۳۴۵ھ میں موجود تھے	سنہ ۵۲ھ تک نام ملتا ہے
مولانا محمد آصف صاحب مدرس دوم (فارسی وعربی)	״	سنہ ۴۹ھ
مولانا یوسف بسم اللہ صاحب ڈابھیلی مدرس سوم (اردو فارسی)	״	شوال سنہ ۴۹ھ
مولانا ابراہیم موٹا صاحب ڈابھیلی مدرس چہارم (اردو دینیات)	״	جمادی الاولی سنہ ۴۸ھ
قاری محمود الحسن مونگیری (مدرس قرأت)	״	سنہ ۴۵ھ
مولانا محمد امیر صاحب (مدرس بنات)	״	صفر سنہ ۶۶ھ
جناب موسی یوسف نانا صاحب سملکی (مدرس بنات)	״	سنہ ۴۷ھ
حافظ رحیم اللہ صاحبؒ ابھیلی (مدرس حفظ)	״	صفر سنہ ۴۷ھ
حافظ عبد الحق بسم اللہ صاحبؒ ابھیلی (مدرس حفظ)	״	سنہ ۴۸ھ میں ناظم کتبخانہ ہوئے ربیع الثانی سنہ ۸۳ھ میں وفات ہوئی

حافظ موسیٰ یوسف نانا صاحب سملکی (مدرس ناظرہ)	سنہ ۱۳۴۵ھ میں موجود تھے	شوال سنہ ۴۷ھ
حافظ محمد احمد سلو صاحب ڈابھیلی 〃	〃	رجب سنہ ۵۱ھ
ماسٹر گلاب بھائی ڈیسائی ہیڈ ماسٹر و لیسمہ والا۔ (مدرس گجراتی)	〃	سنہ ۴۷ھ
منشی صالح حافظ قاسم صاحب ڈابھیلی (مدرس اردو و گجراتی)	〃	ربیع الآخر سنہ ۴۳ھ
منشی حسین محمد صاحب کاچھوی 〃	〃	سنہ ۵۰ھ
منشی نجم الدین فخر الدین اون والا 〃	〃	ربیع الاول سنہ ۴۷ھ
مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ	شعبان سنہ ۱۳۳۹ھ	ربیع الاول سنہ ۶۱ھ سے الگ ہوئے
ابراہیم محمد حافظ جی ناظم مطبخ	سنہ ۱۳۴۶ھ	ذیقعدہ سنہ ۴۸ھ
ابراہیم کفلیتوی چپراسی	〃	سنہ ۶۲ھ میں انتقال ہوا
قاری محمد یامین صاحب (مدرس قراءت)	〃	سنہ ۶۰ھ
حافظ محمد حسین صاحب (مدرس بنات)	〃	رجب سنہ ۴۷ھ

علامہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس	۵ / ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ	شعبان سنہ ۵۱ھ ۵ سال
علامہ شبیر احمد عثمانی مدرس حدیث	〃	سنہ ۱۳۶۴ھ (باستثناءِ دو تین سال) تقریباً ۱۲ سال
مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی	۱۷ / ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۷ھ	۱۲ / جمادی الاخری سنہ ۴۷ھ کو وفات ہوئی۔
مولانا سراج احمد رشیدی صاحب مدرس حدیث	۵ / ذی الحجہ سنہ ۴۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۵۶ھ میں انتقال ہوا ۱۱ سال

۱؎ سنہ ۵۸ھ تک برابر رہے، سنہ ۵۹ھ میں ایک ماہ کیلئے آئے پھر دوبارہ ماہ ربیع الاول سنہ ۶۲ھ میں تشریف لائے۔

	آمد	رفت
مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی مدرس عربی	۵ / ذی الحجہ سنہ ۴۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۵۱ھ ۵ سال
مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی 〃	〃	سنہ ۴۹ھ تک
مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی 〃	〃	ذیقعدہ سنہ ۶۲ھ ۱۶ سال
مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی 〃	〃	شعبان سنہ ۶۱ھ
مولانا محمد یحییٰ صاحب 〃	〃	سنہ ۱۳۵۹ھ
مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی 〃	〃	سنہ ۴۸ھ تک ذکر ملتا ہے۔
حافظ عبد الکریم صاحب (مدرس قرآن شریف)	شوال سنہ ۴۷ھ	سنہ ۴۹ھ
حافظ محمد وحید صاحب (مدرس بنات)	〃	صفر سنہ ۷۱ھ میں انتقال ہوا
حافظ ہاشم بسم اللہ صاحب 〃	شوال سنہ ۴۹ھ	سنہ ۵۳ھ
مولانا اسماعیل محمد صاحب کاچھوی (مدرس اردو)	ذیقعدہ سنہ ۴۸ھ	سنہ ۵۲ھ
جناب عبد الحیٔ ہاشم موٹا صاحب ڈابھیلی (ناظم مطبخ)	سنہ ۴۸ھ	شعبان سنہ ۵۵ھ
مولوی ابراہیم کرٹیہ (مدرس اردو)	سنہ ۴۹ھ	رجب سنہ ۵۲ھ
مولانا عبد العزیز صاحب کیمل پوری (مدرس عربی)	سنہ ۵۰ھ	سنہ ۶۳ھ
مولانا غلام خاں صاحب 〃	〃	شعبان سنہ ۵۰ھ
مولانا حبیب اللہ صاحب (مدرس فارسی)	〃	شوال سنہ ۶۱ھ
مولانا محمد اکھلوایا ڈابھیلی صاحب (صوفی) (مدرس اردو بعدہٗ فارسی و عربی)	〃	سنہ ۸۱ھ
حافظ ابراہیم تراجوی صاحب (مدرس قرآن شریف)	〃	شوال سنہ ۶۵ھ
حافظ سلیمان سلو ڈابھیلی صاحب 〃	〃	سنہ ۶۵ھ
مولانا عبد القدیر صاحب کیمل پوری (مدرس عربی)	ذی الحجہ سنہ ۵۱ھ	شوال سنہ ۵۵ھ
حافظ اسماعیل حاجہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۵۱ھ	شوال سنہ ۶۹ھ

	آمد	رفت
جناب عبدالشافی صاحب ولد مولانا احمد حسن بجام سملکی (ناظم کتبخانہ بعدہٗ مدرس اردو)	سنہ ۵۲ھ	سنہ ۵۶ھ
مولانا محمد ناظم صاحب ندوی (مدرس ادب عربی)	شوال 〃	〃
مولانا عبدالرحمٰن صاحب امروہی (مدرس حدیث)	〃 〃	ربیع الآخر سنہ ۶۲ھ
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (مدرس عربی)	〃 سنہ ۵۳ھ	شعبان سنہ ۶۱ھ (سنہ ۵۶ھ و سنہ ۵۷ھ میں مصر میں مقیم رہے)
مولوی محمد مجیب الرحمٰن صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	رمضان سنہ ۵۵ھ
مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ (مفتی مدرسہ)	ذیقعدہ سنہ ۵۴ھ	شوال سنہ ۷۰ھ میں انتقال فرمایا
حافظ اسماعیل کلنگ (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۵۳ھ سے تذکرہ ہے	جمادی الاولیٰ سنہ ۶۷ھ
مولانا عزیز احمد صاحب (مدرس عربی)	شوال سنہ ۵۵ھ	ربیع الآخر سنہ ۶۱ھ
مولانا احمد اجیمی صاحب (مدرس فارسی)	〃 〃	سنہ ۶۵ھ
جناب اسماعیل پٹیل صاحب (ناظم مطبخ)	رمضان 〃	شعبان سنہ ۵۶ھ
جناب ابراہیم پٹیل صاحب 〃	ذیقعدہ سنہ ۵۶ھ	رمضان سنہ ۵۷ھ
قاری انوار الحق صاحب (مدرس تجوید)	〃 سنہ ۵۷ھ	ربیع الاول سنہ ۶۴ھ
مولانا محمد نور صاحب (مدرس عربی)	محرم 〃	〃 سنہ ۶۲ھ
مولانا محمد نانا صاحب 〃	سنہ ۵۷ھ سے ذکر ہے	ذیقعدہ سنہ ۵۹ھ
مولانا ہاشم گورا صاحب 〃	ذی الحجہ سنہ ۵۹ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ
مولوی یوسف پٹیل 〃	شوال سنہ ۶۱ھ	سنہ ۶۱ھ
مولانا عبدالجبار صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۶۵ھ
مولوی عبدالقادر صاحب (مدرس اردو و فارسی)	ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۶۱ھ	〃
حافظ محمد سوج صاحب (مدرس قرآن شریف)	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۶۱ھ	شوال سنہ ۶۲ھ
مولانا عبدالمنان صاحب مدرس عربی	صفر سنہ ۶۲ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ

	آمد	رفت
مولانا عبدالرحمان صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۶۲ھ	صفر سنہ ۶۳ھ
مولانا محمد یحییٰ صاحب 〃	ربیع الاول 〃	سنہ ۶۳ھ کے بعد نام مذکور نہیں
مولانا ظہور احمد صاحب 〃	〃 〃	〃
مولانا ادریس صاحب 〃	〃 〃	شعبان سنہ ۶۲ھ
مولانا ابراہیم صاحب (علامہ بلیاوی) (مدرس حدیث)	ربیع الآخر 〃	ذیقعدہ 〃
مولانا علی احمد صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۶۳ھ	شعبان سنہ ۶۳ھ
مولانا محمود حسن صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۶۳ھ
مولانا احمد نور صاحب 〃	ربیع الاول 〃	〃
مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی 〃 (دوسری مرتبہ)	شوال 〃	سنہ ۶۵ھ
مولانا اسماعیل کاسوجی صاحب 〃	〃 〃	شعبان سنہ ۶۶ھ
مولانا محمد احمد پٹیل صاحب 〃	〃 〃	سنہ ۶۴ھ
مولانا محمد مسلم صاحب 〃	〃 〃	〃 〃
مولانا احمد گل صاحب 〃	ذی الحجہ 〃	〃
مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب (مدرس اردو پھر فارسی و عربی)	〃 〃	شوال سنہ ۷۳ھ
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مدرس حدیث)	ربیع الاول سنہ ۶۴ھ	شعبان سنہ ۶۴ھ
مولانا شمس الحق صاحب افغانی 〃	〃 〃	〃 سنہ ۶۶ھ
مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی 〃	جمادی الاخریٰ سنہ ۶۴ھ	〃 سنہ ۶۴ھ
مولانا سید انوار الحق صاحب (مدرس عربی)	ربیع الاول 〃	〃 سنہ ۶۶ھ
مولانا عبیداللہ صاحب 〃	شوال 〃	رمضان سنہ ۶۵ھ
مولوی احمد داؤد صاحب (مدرس اردو)	ذیقعدہ 〃	سنہ ۶۵ھ
مولانا شمس الدین صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۶۵ھ	سنہ ۶۷ھ
مولانا منتخب الحق صاحب 〃	ربیع الاول 〃	سنہ ۶۵ھ

	آمد	رفت
مولانا عبد القدیر صاحب (مدرس عربی)	ذی الحجہ ۶۵ھ	شعبان ۶۶ھ
مولانا عبد العزیز صاحب ″	″	″
مولانا محمد مالک صاحب ″	″	رمضان ۶۹ھ
مولانا عبد الحی گورا صاحب (مدرس اردو)	صفر ۶۵ھ	۶۷ھ
مولانا عبد الحی گرڈا صاحب ″	ذیقعدہ ″	شعبان ۶۶ھ
قاری بندے الٰہی صاحب (مدرس تجوید)	شوال ″	″ ۷۲ھ
قاری محمد حسن صاحب ″	۴۴ھ میں ذکر ہے	″ ۶۶ھ
حافظ اسماعیل موسیٰ صاحب (مدرس قرآن شریف)	″	″ ″
حافظ عبد الغنی صاحب ″	″	″ ″
حافظ محمود پیراوالا عارضی ″	″	″ ″
مولوی قاسم حسین صاحب (مدرس اردو)	ربیع الاول ۶۶ھ	″ رجب
مولوی ابراہیم چنتامن صاحب (مدرس فارسی)	شوال ″	محرم ۷۰ھ
حافظ ابراہیم رحیم اللہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	″ ″	جمادی الاولیٰ ۶۷ھ
مولوی احمد علی صاحب (مدرس فارسی)	ذیقعدہ ″	ربیع الاول ۷۰ھ
قاری محمد نورگت صاحب (مدرس تجوید)	″ ″	۶۷ھ
حافظ ابراہیم نالہ صاحب (مدرس قرآن)	″ ″	رمضان ۶۷ھ
مولوی احمد سعید صاحب بیرا (مدرس اردو)	″ ″	۸۰ھ
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (صدر مدرس)	دوبارہ ربیع الآخر ۶۷ھ	شوال ۱۳۶۹ھ
مولانا فضل الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	ربیع الاول ۶۷ھ	رمضان ۶۸ھ
مولانا محمد حسن صاحب (مدرس عربی) تبلیغ بھی کرتے تھے	″ ″	۷۱ھ
مولانا اسلام الحق صاحب (مدرس عربی)	شوال ۶۷ھ	رمضان ۶۸ھ
مولانا قاضی اطہر صاحب (مبارکپوری) ″	″ ″	″ ″

	آمد	رفت
مولوی محمود راوت صاحب (مدرس اردو)	ذیقعدہ ۶۷ھ	۶۸ھ
حافظ عبد الحیٔ بسم اللہ صاحب (مدرس قرآن)	جمادی الاولیٰ ″	ذیقعدہ ۶۹ھ
حافظ غلام محمد ناخدا صاحب ″	جمادی الاخریٰ ″	شعبان ۶۷ھ
حافظ عبد الرحمان صاحب ″	شوال ″	رمضان ۷۰ھ
حافظ عبد الحیٔ صاحب اکڑیا ″	″ ″	۶۸ھ
مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی (مدرس عربی) (دوسری مرتبہ)	ربیع الاول ۶۹ھ	رمضان ۷۲ھ
مولانا عبد الرؤف صاحب ″	شوال ″	صفر ۷۳ھ
قاری حفیظ احمد صاحب (مدرس تجوید)	صفر ۶۹ھ	رمضان ۶۹ھ
مولانا عبد القدوس صاحب رومی (مدرس عربی)	ربیع الاول ″	″ ″
حافظ محمد سعید موٹا (مدرس قرآن شریف)	صفر ″	۷۰ھ
مولانا فضل الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	شوال ″	رمضان ۷۴ھ
جناب احمد محمد راوت (مدرس قرآن شریف	ذیقعدہ ″	۷۱ھ
مولانا محمد پانڈور صاحب (مدرس عربی)	۶۹ھ میں پہلی بار ذکر ہے	رمضان ۷۰ھ
مولانا اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب (ناظم کتبخانہ) (پھر مدرس فارسی)	شوال ۶۹ھ	رمضان ۷۷ھ پھر دوبارہ ۷۹ھ سے ۸۷ھ تک۔
قاری عبد السلام صاحب (مدرس تجوید)	صفر ۷۰ھ	رمضان ۷۰ھ
مولانا ابراہیم چنتامن صاحب (مدرس فارسی)	جمادی الاولیٰ ۷۰ھ	صفر ۷۳ھ
حافظ ہاشم تراجری صاحب (مدرس قرآن شریف)	شوال ۷۰ھ	ذی الحجہ ۷۴ھ
مولانا محمد حنیف صاحب ملک پوری (ناظم کتبخانہ) (پھر مدرس فارسی)	ذیقعدہ ۷۰ھ	ذیقعدہ ۷۵ھ
قاری عبد الرشید صاحب (مدرس تجوید)	ذی الحجہ ۷۰ھ	۷۱ھ
حافظ ابراہیم راوت مدرس قرآن شریف)	۷۱ھ	۷۱ھ

	آمد	رفت
مولانا آدم پالنپوری صاحب (مدرس عربی)	سنہ ۷۱ھ میں پہلی بار ذکر ہے	صفر سنہ ۷۲ھ
مولانا ابراہیم کھیپڑی صاحب (مدرس اردو)	"	ذی الحجہ سنہ ۷۴ھ
مولانا خلیل حسین صاحب (مدرس عربی)	ربیع الآخر سنہ ۷۲ھ	رمضان سنہ ۷۲ھ
مولانا احمد بے مات صاحب "	شوال سنہ ۷۲ھ	رمضان سنہ ۱۳۸۸ھ
مولانا محمد ساچا صاحب (مدرس فارسی)	"	ذی الحجہ سنہ ۷۴ھ
مولانا یوسف سفلا صاحب (مدرس اردو)	"	سنہ ۷۳ھ
مولانا یوسف پیراوالا صاحب (مدرس قرآن)	"	سنہ ۷۶ھ
مولوی اسماعیل اسحاق جی (مدرس اردو)	سنہ ۷۲ھ	شعبان سنہ ۷۲ھ
مولانا محمد نقی صاحب مہتمم جامعہ	محرم سنہ ۷۳ھ	" سنہ ۷۳ھ
مولانا شریف حسن صاحب (مدرس حدیث)	ربیع الاول "	شوال "
مولانا محمود الحسن صاحب (مدرس عربی)	" "	" "
قاری عبدالجلیل صاحب (مدرس تجوید)	"	جمادی الاخری سنہ ۷۴ھ
مولانا عبداللہ صاحب (مدرس اردو)	ربیع الآخر سنہ ۷۳ھ	" "
" (پھر دوبارہ)	شوال سنہ ۸۱ھ	شعبان سنہ ۸۵ھ
مولانا عبدالغفور صاحب (پٹھان) (مدرس عربی)	" سنہ ۷۳ھ	رمضان سنہ ۸۴ھ
قاری احمد نورگت صاحب (مدرس تجوید)	"	سنہ ۷۴ھ
مولانا خیر الرحمٰن صاحب (مدرس عربی)	صفر سنہ ۷۴ھ	شوال سنہ ۸۲ھ
مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری صدر مہتمم جامعہ	جمادی الاولیٰ سنہ ۷۴ھ	شعبان سنہ ۷۴ھ
مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب مدرس عربی	جمادی الاخریٰ "	سنہ ۷۹ھ
مولانا احمد پانڈور صاحب مدرس اردو	ذی الحجہ سنہ ۷۴ھ	سنہ ۸۰ھ
حافظ ابراہیم پھڑیا صاحب مدرس قرآن پھر حفظ	"	تاحال
قاری سعید الحق صاحب مدرس قراءت	ذیقعدہ سنہ ۷۵ھ	شعبان سنہ ۷۹ھ

	آمد	رفت
مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب (مدرس حدیث)	ذی الحجہ سنہ ۷۵ھ	سنہ ۷۶ھ
مولوی عبدالرحیم بھیات صاحب (مدرس فارسی)	"	"
حافظ سلیمان متارا صاحب (مدرس قرآن شریف)	"	رمضان سنہ ۸۰ھ
مولانا عبدالحئی حکیم سلیمان کفلیتوی (مدرس فارسی)	سنہ ۷۷ھ میں پہلی بار ذکر ہے	ذیقعدہ سنہ ۷۷ھ
مولانا شوکت علی صاحب (کوکنی) مدرس عربی	شوال سنہ ۷۹ھ	ذی الحجہ سنہ ۸۰ھ
قاری رمضان صاحب میواتی (مدرس تجوید)	ذیقعدہ سنہ ۸۰ھ	شعبان سنہ ۸۴ھ
مولانا قمر الدین صاحب بڑودوی (مدرس قرآن پھر عربی)	"	شوال سنہ ۸۲ھ
حافظ ابراہیم بسم اللہ صاحب (مدرس قرآن شریف)	سنہ ۸۰ھ	جمادی الاخری سنہ ۹۲ھ
مولانا رشید اسماعیل کیات صاحب "	"	ترقی کرتے ہوئے فی الحال عربی کے مدرس ہیں۔
مولانا یعقوب اسماعیل صاحب (کاوی) (مدرس فارسی)	"	شعبان سنہ ۸۲ھ
مولانا مصلح الدین صاحب بڑودوی (مدرس عربی)	شوال سنہ ۸۱ھ	" سنہ ۸۴ھ
جناب محمد حبیب عبدالقادر صاحب اکاؤنٹنٹ	جمادی الثانی سنہ ۸۲ھ	سنہ ۱۴۰۳ھ
مولوی خلیل احمد صوفی صاحب (مدرس اردو)	سنہ ۸۲ھ میں پہلی بار ذکر ہوا	شوال سنہ ۸۳ھ
قاری محمد عباس صاحب (مدرس تجوید)	" "	ذی الحجہ سنہ ۹۳ھ
مولانا ابراہیم صاحب پالنپوری (مدرس عربی)	شوال سنہ ۸۲ھ	رمضان سنہ ۹۲ھ
مولانا ابراہیم صاحب اندوری "	"	صفر سنہ ۸۷ھ
مولانا عبدالغفور نقشبندی صاحب (مدرس فارسی پھر ناظم کتبخانہ)	"	رمضان سنہ ۸۸ھ
حافظ عبدالکافی صاحب (مدرس حفظ)	سنہ ۹۲ھ سے ذکر ہے	شوال سنہ ۸۳ھ
مولانا محمد قاسم آنتوی صاحب (مدرس فارسی)	شوال سنہ ۸۳ھ	صفر سنہ ۸۷ھ
حافظ محمد سعید موٹا صاحب (مدرس حفظ)	"	رجب سنہ ۹۷ھ

	آمد	رفت
حافظ اسماعیل محمود بسم اللہ صاحب (مدرس حفظ)	جمادی الاولیٰ سنہ ۸۳ھ	سنہ ۹۳ھ
مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی (شیخ الحدیث)	〃 سنہ ۸۴ھ	شوال سنہ ۱۴۰۴ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا مفتی اسماعیل گورا صاحب (مفتی جامعہ)	سنہ ۸۴ھ میں پہلی بار ذکر ہے	سنہ ۸۹ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا آدم طالبپوری (مدرس عربی)	شوال سنہ ۱۳۸۴ھ	ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۰ھ میں انتقال ہوا۔
مولانا آدم یوسف لونت مانکپوری (مدرس فارسی بعدہٗ عربی)	〃 〃	ذیقعدہ سنہ ۸۸ھ
قاری حفیظ الرحمٰن صاحب اعظمی (مدرس تجوید)	محرم 〃	رمضان 〃
مولانا ابراہیم ٹنکاروی صاحب (مدرس عربی)	شوال سنہ ۸۵ھ	سنہ ۸۷ھ
حافظ محمد ایوب شیخ صاحب (مدرس حفظ پھر تجوید)	〃 سنہ ۸۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۹۲ھ
مولانا ابراہیم پٹنی صاحب (مدرس عربی)	〃 سنہ ۸۷ھ	شعبان سنہ ۹۴ھ
مولانا اسماعیل حسین پھولوی صاحب (مدرس عربی)	محرم 〃	تاحال
مولانا محمد امین الرشیدی صاحب دہنی (مدرس فارسی)	شوال 〃	سنہ ۹۲ھ
مولانا محمد حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی (مدرس عربی)	ذیقعدہ سنہ ۸۸ھ	صفر سنہ ۹۹ھ
مولانا احمد خانپوری صاحب 〃	شوال 〃	تاحال
مولانا ابرار احمد دھلیوری صاحب 〃	〃 〃	شعبان سنہ ۹۴ھ
مولانا عبد العزیز سورتی صاحب (ناظم کتبخانہ)	رمضان 〃	ذیقعدہ سنہ ۸۹ھ
مولانا حیدر رسول صاحب (مدرس اردو و فارسی)	شوال 〃	رمضان سنہ ۹۳ھ
مولانا احمد دیولوی صاحب (مدرس اردو بعدہٗ عربی	〃 سنہ ۸۹ھ	شعبان سنہ ۹۴ھ
مولانا غلام محمد صاحب نرولوی (مدرس عربی)	صفر سنہ ۹۰ھ	تاحال
مولانا ولی اللہ صاحب ابھودی (مدرس اردو پھر فارسی)	شوال 〃	رمضان سنہ ۱۴۰۳ھ
مولانا موسیٰ آدم صاحب بھڑکودروی (ناظم کتبخانہ)	〃 〃	تاحال

	آمد	رفت
حافظ ابراہیم صاحب احمد ستو (مدرس حفظ)	جمادی الاخری سنہ ۹۰ھ	صفر سنہ ۱۴۰۲ھ میں انتقال ہوا
حافظ موسیٰ صاحب حاجی بلیسری 〃	شوال 〃	جمادی الاولیٰ سنہ ۹۴ھ
مولانا یوسف صاحب کاوی (مدرس عربی و دار الافتاء)	〃 سنہ ۹۱ھ	تاحال
حافظ موسیٰ صاحب آنکروڈوی (مدرس حفظ)	〃 〃	رجب سنہ ۹۸ھ
مختار احمد ملک صاحب کلرک اور انگریزی کے استاذ	جمادی الاولیٰ 〃	تاحال
قاری محمد علی صاحب سارودی (مدرس تجوید)	ذی الحجہ سنہ ۹۲ھ	تاحال
حافظ محمد صاحب آنکروڈوی (مدرس حفظ)	جمادی الاخری 〃	شعبان سنہ ۹۵ھ
مولانا شوکت علی صاحب اعظمی (مدرس عربی)	شوال سنہ ۹۳ھ	〃 سنہ ۱۴۰۳ھ
مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری 〃	ربیع الآخر 〃	ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۲ھ
مولانا موسیٰ آدم جی بسم اللہ صاحب (مدرس فارسی)	شوال 〃	رجب سنہ ۹۹ھ
مولانا ابراہیم عمر کاوی صاحب (مدرس اردو پھر فارسی و عربی)	〃 〃	تاحال
مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب (مدرس عربی)	ذی الحجہ سنہ ۹۴ھ	تاحال
مولانا عبد الاول صاحب سامرودی (مدرس فارسی پھر عربی)	محرم 〃	رجب سنہ ۱۴۰۲ھ
مولانا ابراہیم اٹالوی صاحب (مدرس اردو)	شوال 〃	تاحال
قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری (مدرس تجوید)	〃 〃	تاحال (سنہ ۱۴۰۳ھ میں دیوبند رہے)۔
حافظ عبد العزیز صاحب عمرواڑی (مدرس حفظ)	ذیقعدہ 〃	شعبان سنہ ۹۶ھ
مولانا رشید احمد صاحب بزرگ نائب مہتمم جامعہ	رجب سنہ ۱۳۹۴ھ	جمادی الاولیٰ سنہ ۹۴ھ
(دوبارہ مدرس حفظ و تجوید)	شوال سنہ ۹۴ھ	تاحال
احمد میاں کاتب صاحب احمد آبادی (معلم کتابت)	محرم 〃	رجب سنہ ۱۴۰۱ھ
حافظ محمد یوسف صاحب پٹیل (سفیر مدرسہ)	صفر سنہ ۹۶ھ	ذی الحجہ سنہ ۹۸ھ
حافظ یوسف صاحب بوریات (مدرس حفظ)	شوال 〃	رجب سنہ ۹۹ھ

	آمد	رفت
حافظ ابراہیم صاحب بسم اللہ (مدرس حفظ)	محرم ۹۶ھ	۹۸ھ
حافظ عبد المنان صاحب (بہاری) ″	″ ″	شعبان ۹۷ھ
حافظ اسماعیل چاسوی صاحب (مدرس حفظ پھر عربی)	شوال ۹۷ھ	تاحال
حافظ سلیمان چوکسی صاحب ″ ″	″ ″	″
حافظ اسماعیل پانڈور صاحب ″ بعدہٗ اردو	″ ۹۸ھ	″
مولوی عثمان غنی تیلاڑوی (مدرس اردو بعدہٗ فارسی)	″ ۹۹ھ	″
حافظ احمد محمد سعید بزرگ صاحب (مدرس حفظ)	″ ″	″
حافظ رشید احمد موٹا صاحب ″	″ ″	″
حافظ فرید احمد نانا صاحب ″	″ ۱۴۰۰ھ	″
حافظ شبیر احمد ماکڑا صاحب بجوریا ″	″ ۱۴۰۱ھ	″
حافظ سلیمان مہتر صاحب نرولوی ″	″ ۱۴۰۲ھ	″
حافظ اسماعیل خانپوری صاحب ″	۱۴۰۲ھ	۱۴۰۴ھ
مولانا واجد حسین صاحب (مدرس حدیث و عربی)	شوال ۱۴۰۳ھ	تاحال
مولانا موسیٰ پھولوی صاحب (مدرس فارسی)	″ ″	″
مولانا عباس داؤد بسم اللہ صاحب (دار الافتاء)	″ ″	″
قاری محمد حنیف نرولوی صاحب (مدرس تجوید)	″ ″	″
قاری اسماعیل حتالا صاحب ″	″ ″	۱۴۰۴ھ
قاری عبد الرحمٰن بزرگ صاحب ″	″ ″	″
مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری (شیخ الحدیث)	ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ	تاحال

فضلاء — قراء — حفاظ

ایک نظر میں

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	حفاظ قرآن
۱۳۴۵ھ	رجب ۱۳۴۳ھ سے ربیع الاول ۱۳۶۲ھ تک مولانا احمد بزرگ صاحب ؒ	۱۳۴۶ھ سے ۱۳۵۱ھ تک علامہ انور شاہ کشمیری ؒ	۳۰۵		تجوید کی تعلیم کا نظم تھا لیکن قراء کی تعداد ضبط تحریر نہیں کی گئی۔	
۱۳۴۶ھ			۲۹۶			
۱۳۴۷ھ			۴۱۴	۵۹		
۱۳۴۸ھ			۴۰۶	۴۳		
۱۳۴۹ھ			۴۷۱	۵۲		
۱۳۵۰ھ			۳۹۱	۳۲		
۱۳۵۱ھ			۴۲۰	۴۶		
۱۳۵۲ھ		۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۸ھ تک مسلسل[1] مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ	۴۲۴	۳۲		
۱۳۵۳ھ			۴۳۲	۳۸		۱۳۵۳ھ سے ۱۳۶۲ھ تک کل حفاظ ۲۹۵ روداد ۱۳۶۲ھ ص ۳
۱۳۵۴ھ			۴۷۰	۳۶		
۱۳۵۵ھ			۵۶۹	۴۲		
۱۳۵۶ھ			۵۰۵	۵۱		
۱۳۵۷ھ			۴۶۶	۸۴		
۱۳۵۸ھ			۴۶۵	۵۱		
۱۳۵۹ھ			۴۶۰	۴۹		

[1] مولانا عثمانی ۵۹ھ میں ایک ماہ کیلئے تشریف لائے تھے اور بخاری پڑھائی تھی۔

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ / عشرہ	حفاظ قرآن
۱۳۶۰ھ		سنہ ۵۹ھ ربیع الاول سنہ ۶۲ھ تک مولانا عبدالرحمٰن امروہی	۴۱۳	۴۰			
۱۳۶۱ھ			۳۶۷	۳۳			
۱۳۶۲ھ	ربیع الاول سنہ ۶۱ھ سے سنہ ۱۳۷۱ھ تک مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ۔ سکریٹری عبدالحیٔ ہاشم موٹا، مولانا نقی، مولانا محمد ایکھلوایا		۴۱۹	۷۲			
۱۳۶۳ھ		ربیع الاول سنہ ۶۲ھ سے مولانا عثمانی، مفتی شفیع، مولانا ظفر تھانوی، مولانا شمس الحق افغانی۔	۳۲۴	۵۱			
۱۳۶۴ھ			۳۰۷	۴۱			
۱۳۶۵ھ			۳۷۳	۴۸			
۱۳۶۶ھ			۳۲۴	۲۵			
۱۳۶۷ھ		ربیع الآخر سے مولانا یوسف بنوری شعبان سنہ ۶۹ھ تک۔	۲۳۲	۱۴			
۱۳۶۸ھ			۲۵۱	۲۴			
۱۳۶۹ھ			۲۸۰	۱۹			
۱۳۷۰ھ		سنہ ۷۰ھ سے مولانا عبدالجبار اعظمی شعبان سنہ ۷۲ھ تک	۲۴۷	۱۰			
۱۳۷۱ھ			۲۵۶	۱۴			
۱۳۷۲ھ			۲۴۳	۱۲			
۱۳۷۳ھ		سنہ ۷۲ھ و سنہ ۷۳ھ میں مولانا عبدالرؤف صاحب پھر ربیع الاول سنہ ۷۳ھ سے مولانا شریف حسن دیوبندی شیخ الحدیث رہے سنہ ۷۵ھ تک ذیقعدہ سنہ ۷۵ھ اور سنہ ۷۶ھ میں مولانا عبدالحلیم صاحب۔	۱۸۱	۵			
۱۳۷۴ھ			۱۸۱	۶			
۱۳۷۵ھ			۲۲۹	۵			
۱۳۷۶ھ			۱۵۷	۳			
۱۳۷۷ھ	ربیع الآخر سنہ ۷۶ھ سے مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ		۱۵۲	۴			
۱۳۷۸ھ		سنہ ۷۷ھ میں پھر مولانا شریف حسن صاحب شیخ الحدیث ہوئے شوال سنہ ۸۳ھ تک۔	۱۴۵	۶			
۱۳۷۹ھ			۲۷۵	۸			
۱۳۸۰ھ			۲۵۰	۱۰			

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ / عشرہ	حفاظ قرآن
۱۳۸۱ھ	رجب سنہ ۸۱ھ سے مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ العالی۔	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۴ھ سے مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث ہوئے شعبان سنہ ۱۴۰۲ھ تک۔	۲۹۳	۵		۱۸ طلبہ کو قراءت سبعہ کی سند دی گئی بعض کو عشرہ کی بھی۔	۷
۱۳۸۲ھ			۳۰۶	۸	۷		۲۰
۱۳۸۳ھ			۳۴۵	۶	۱۰		۱۸
۱۳۸۴ھ			۳۷۳	۵	۱۰		۱۰
۱۳۸۵ھ			۳۵۹	۱۲	۱۰		۲۲
۱۳۸۶ھ			۳۷۶	۱۲	۱۷		۲۱
۱۳۸۷ھ			۳۷۳	۱۰	۱۸		۲۴
۱۳۸۸ھ			۴۴۳	۱۵	۶		۲۵
۱۳۸۹ھ			۳۸۶	۱۵	۱۱		۲۰
۱۳۹۰ھ			۵۰۲	۱۸	۱۱		۲۳
۱۳۹۱ھ			۵۳۳	۱۳	۱۹		۱۸
۱۳۹۲ھ			۵۳۳	۱۷	۱۱		۴۰
۱۳۹۳ھ			۴۹۵	۲۸	۸		۳۱
۱۳۹۴ھ			۳۵۶	۱۵			۲۳
۱۳۹۵ھ			۴۰۸	۱۳	۔		۲۱
۱۳۹۶ھ			۴۵۲	۱۵	۹		۲۵
۱۳۹۷ھ			۴۴۵	۹	۶		۳۲
۱۳۹۸ھ			۴۵۶	۵	۳		۳۰
۱۳۹۹ھ			۴۳۱	۲۱	۷		۲۹
۱۴۰۰ھ			۴۳۲	۱۰	۵		۲۰
۱۴۰۱ھ			۴۷۰	۲۱	۹		۱۹

سنین	مہتمم	شیخ الحدیث	کل طلبہ	فضلاء	قراء	قراءت سبعہ عشرہ	حفاظ قرآن
۱۴۰۲ھ	مولانا محمد سعید بزرگ مدظلہ العالی	مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ سے	۴۷۶	۲۵	۷		۱۵
۱۴۰۳ھ				۱۷			۲۸
۱۴۰۴ھ			۵۱۱	۲۳	۸	۸	۲۸

فہرست فضلاء جامعہ

فضلاء سنہ ۱۳۴۷ھ

۱	مولوی محمد یوسف جلال آبادی (بنوری)	۱۲	مولوی بشیر احمد سنبھلی
۲	〃 عبد اللہ بخاری	۱۳	〃 بدر الحسن بلیاوی
۳	〃 بشیر الدین اعظم گڈھی	۱۴	〃 محمد ضیاء اللہ گجراتی
۴	〃 احمد حلیم باجوڑی	۱۵	〃 سلیم الحق بہاری
۵	〃 حمید الدین فیض آبادی	۱۶	〃 محبوب الہی منگلوری
۶	〃 محمد یوسف پشاوری	۱۷	〃 عبد الغفور مدراسی
۷	〃 ابراہیم داؤد سنجالی	۱۸	〃 عبد الحق ہزاروی
۸	〃 محمد محسن نہٹوری	۱۹	〃 غلام رسول نگینوی
۹	〃 صدیق احمد دھاکوی	۲۰	〃 برہان الدین اٹکی
۱۰	〃 اسماعیل حاجی یوسف گارڈی ڈابھیلی	۲۱	〃 عقیل اللہ کچھاروی
۱۱	〃 محمد موسی پٹیل کفلیتوی	۲۲	〃 ابو المظفر چاٹگامی

۲۳	مولوی عبد المالک بہاری	۴۶	مولوی عبد الغنی نواکھالی
۲۴	〃 محمد ابراہیم ہشیارپوری	۴۷	〃 شہاب الدین بجنوری
۲۵	〃 خورشید عالم سندھی	۴۸	〃 رحم الہی منگلوری
۲۶	〃 عبد الغنی پشاوری	۴۹	〃 عزیز اللہ نواکھالی
۲۷	〃 عبد الوہاب سندھی	۵۰	〃 نجم الحق کمرلائی
۲۸	〃 محمد منصور الحق نواکھالی	۵۱	〃 محمد عبد اللہ مدراسی
۲۹	〃 محبوب شاہ کشمیری	۵۲	〃 عبد العزیز رنگونی
۳۰	〃 عبد العلیم چاٹگامی	۵۳	〃 شاہد اللہ پشاوری
۳۱	〃 محمد موسیٰ کاندھلوی	۵۴	〃 عبد الواحد ہزاروی
۳۲	〃 سیف اللہ عبد اللہ سورتی	۵۵	〃 عبد الرشید چینی
۳۳	〃 امان اللہ پشاوری	۵۶	〃 فضل الرحمن کابلی
۳۴	〃 عبد السلام خاں نجیب آبادی	۵۷	〃 عبد الولی بخاری
۳۵	〃 محمد شفیع سیالکوٹی	۵۸	〃 عبد الغفور کمرلائی
۳۶	〃 محمد عابد علی کمرلائی	۵۹	〃 صالح احمد چاٹگامی
۳۷	〃 محمد علی مدراسی		
۳۸	〃 اشیر الدین بجنوری		**فضلاء سنہ ۱۳۴۸ھ**
۳۹	〃 عبد الحی لاجپوری	۶۰	〃 فضل کریم نواکھالی
۴۰	〃 محمد ابراہیم کلاں ایکھلوایا ڈابھیلی	۶۱	〃 صالح چاٹگامی
۴۱	〃 محمد امین اللہ نواکھالی	۶۲	〃 غلام محمد چترالوی
۴۲	〃 عبد الکریم دیوبندی	۶۳	〃 احمد شاہ ہزاروی
۴۳	〃 انظار الحق بہاری	۶۴	〃 مقصود علی کمرلائی
۴۴	〃 ارتضی علی نگینوی	۶۵	〃 عبد العزیز 〃
۴۵	〃 عبد الشکور کاٹھیاواری	۶۶	〃 علی اعظم عمرپوری

۶۷ مولوی ریاض الدین بگراوی
۶۸ " عبدالمجید (خورشید) لائل پوری
۶۹ " علی نواز میمن سنگی
۷۰ " عبدالاول سندھی
۷۱ " فضل الرحمن نواکھالی
۷۲ " مطیع اللہ ہزاروی
۷۳ " نعمت اللہ مرشد آبادی
۷۴ " منصور احمد نواکھالی
۷۵ " امین اللہ "
۷۶ " عبدالحی جونپوری
۷۷ " محمد اسماعیل لاجپوری
۷۸ " عبدالمجید نابینا لائل پوری
۷۹ " محمد قلندر شاہ پشاوری
۸۰ " مطلب الدین میمن سنگی
۸۱ " عبدالصمد کمرلائی
۸۲ " حامد حسن دیوبندی
۸۳ " علاؤالدین جودھپوری
۸۴ " علی اعظم رتنپوری
۸۵ " آفتاب الدین ڈھاکوی
۸۶ " محمد یوسف شرقی منگلوری
۸۷ " زین العابدین دیناجپوری
۸۸ " عبدالرشید بجنوری
۸۹ " محمود چاٹگامی

۹۰ مولوی عبدالکریم میمن سنگی
۹۱ " عبدالرب بریسالی
۹۲ " سراج الدین بکھاڑی
۹۳ " عبدالقادر افریقی
۹۴ " عبدالحی بنارسی
۹۵ " مقبول احمد بریسالی
۹۶ " رئیس الدین میمن سنگی
۹۷ " دلیل الدین بریسالی
۹۸ " محمد سعید لاجپوری
۹۹ " اعجب الدین میمن سنگی
۱۰۰ " احمد ابراہیم کھلوڑی
۱۰۱ " عبدالحق میمن سنگی
۱۰۲ " عبدالعلی "

فضلاء ۱۳۴۹ھ

۱۰۳ " عبدالقدیر کامل پوری
۱۰۴ " احمد الرحمن چاٹگامی
۱۰۵ " عبدالوہاب جے پوری
۱۰۶ " ولی اللہ ڈھاکوی
۱۰۷ " محمد ہاشم بخاری
۱۰۸ " عبدالرحیم چینی
۱۰۹ " محمد ابراہیم کھلوایہ خورد
۱۱۰ " ناصر جلیل سیوہاروی

۱۱۱ مولوی عبیداللہ نواکھالی
۱۱۲ " قاضی چترالوی
۱۱۳ " ممتاز الکریم نواکھالی
۱۱۴ " سلطان احمد منگلوری
۱۱۵ " نذیر احمد چاٹگامی
۱۱۶ " شیخ محمود کوکنی
۱۱۷ " سراج الدین بریسالی
۱۱۸ " عبدالحمید فرید پوری
۱۱۹ " عبدالحکیم چاٹگامی
۱۲۰ " محمد اسد اللہ مدراسی
۱۲۱ " محمد ابراہیم مرشد آبادی
۱۲۲ " اسماعیل نانا سملکی
۱۲۳ " عبدالعزیز کاملپوری
۱۲۴ " عظیم الدین اکیابی
۱۲۵ " اشرف علی نواکھالی
۱۲۶ " حسن علی اکیابی
۱۲۷ " عبدالرشید بلخی
۱۲۸ " عبدالحلیم نواکھالی
۱۲۹ " محمد عثمان کھاری
۱۳۰ " لعل محمد چترالی
۱۳۱ " محمد عمر میمن سنگی
۱۳۲ " بشیر اللہ اکیابی
۱۳۳ " مظفر حسین نواکھالی

۱۳۴ مولوی امجد علی کمرلائی
۱۳۵ " محمد اطہر سلہٹی
۱۳۶ " محفوظ الحق نواکھالی
۱۳۷ " منیر الزماں چاٹگامی
۱۳۸ " حبیب اللہ نواکھالی
۱۳۹ " محمد زبیر خاں علیگڈھی
۱۴۰ " سراج الاسلام کمرلائی
۱۴۱ " عبداللطیف جھنگوی
۱۴۲ " عبدالواسع لدھیانوی
۱۴۳ " سید ابراہیم رتناگیری
۱۴۴ " غلام حسین میانوالی
۱۴۵ " خورشید علی سلہٹی
۱۴۶ " شمس الحق بریسالی
۱۴۷ " ہدایت اللہ مظفر آبادی
۱۴۸ " اختر شاہ بنوی
۱۴۹ " رشید احمد سیتاپوری
۱۵۰ " عبدالرحیم بریسالی
۱۵۱ " عثمان غنی کمرلائی
۱۵۲ " اسماعیل کارا لاجپوری
۱۵۳ " عبدالحفیظ "
۱۵۴ " تراب علی چمپارنوی

فضلاء سنہ ۱۳۵۰ھ

۱۵۵ مولوی محمد نذیر چھپراوی
۱۵۶ ؍؍ نورالاسلام ڈھاکوی
۱۵۷ ؍؍ عبید اللہ انبالوی
۱۵۸ ؍؍ زین العابدین اکیابی
۱۵۹ ؍؍ عبدالشکور مرشد آبادی
۱۶۰ ؍؍ محی الدین احمد نواکھالی
۱۶۱ ؍؍ مصلح الدین کمرلائی
۱۶۲ ؍؍ عبدالکریم نواکھالی
۱۶۳ ؍؍ عبدالواحد کاملپوری
۱۶۴ ؍؍ فوز الکبیر چاٹگامی
۱۶۵ ؍؍ غلام خاں کیمل پوری
۱۶۶ ؍؍ شمس الاسلام فرید پوری
۱۶۷ ؍؍ شمس الدین میمن سنگھی
۱۶۸ ؍؍ ریاض الدین ؍؍
۱۶۹ ؍؍ دوست محمد میانوالی
۱۷۰ ؍؍ عبدالرحمٰن کمرلائی
۱۷۱ ؍؍ علی احمد سندیپی
۱۷۲ ؍؍ علی اکبر نواکھالی
۱۷۳ ؍؍ شفیع احمد بہاری
۱۷۴ ؍؍ عبدالجبار نواکھالی
۱۷۵ ؍؍ امین اللہ ؍؍
۱۷۶ مولوی عبدالنور سلہٹی
۱۷۷ ؍؍ اسماعیل قاسم ڈابھیلی
۱۷۸ ؍؍ محمد حنیف جسری
۱۷۹ ؍؍ محمد یعقوب سندھی
۱۸۰ ؍؍ عبدالمجید ڈھاکوی
۱۸۱ ؍؍ احمد علی میمن سنگھی
۱۸۲ ؍؍ عبدالمجید ثانی ؍؍
۱۸۳ ؍؍ عبدالعظیم کھلوی
۱۸۴ ؍؍ محمد سلیمان اسلام آبادی
۱۸۵ ؍؍ محمود حسن ڈھاکوی
۱۸۶ ؍؍ محمد حافظ ختنی

فضلاء سنہ ۱۳۵۱ھ

۱۸۷ مولوی محمد خلیل شاہ پوری
۱۸۸ ؍؍ غلام احمد سیالکوٹی
۱۸۹ ؍؍ میاں گل پشاوری
۱۹۰ ؍؍ عبداللہ گجراتی
۱۹۱ ؍؍ نذر شاہ ؍؍
۱۹۲ ؍؍ عبدالحکیم شاہجہاں پوری
۱۹۳ ؍؍ نذیر احمد چاٹگامی
۱۹۴ ؍؍ محمد یعقوب افغانی
۱۹۵ ؍؍ محمد رمضان جلال آبادی
۱۹۶ ؍؍ سیف الرحمٰن گجراتی

۱۹۷ مولوی غلام مصطفیٰ کشمیری
۱۹۸ ؍؍ محمد حق ہزاروی
۱۹۹ ؍؍ نور محمد فیض آبادی
۲۰۰ ؍؍ بہاؤالدین جلال آبادی
۲۰۱ ؍؍ محمد حسن شاہ بلوچستانی
۲۰۲ ؍؍ محمد حسین کیمل پوری
۲۰۳ ؍؍ ولی محمد پالنپوری
۲۰۴ ؍؍ ابوالہاشم چاٹگامی
۲۰۵ ؍؍ مظفرالدین سلہٹی
۲۰۶ ؍؍ عبدالعزیز شاہ سرگودھوی
۲۰۷ ؍؍ عبدالعزیز سندھی
۲۰۸ ؍؍ عبدالحق ؍؍
۲۰۹ ؍؍ محمد ہاشم بخاری
۲۱۰ ؍؍ میر حسن پشاوری
۲۱۱ ؍؍ غلام فرید ڈیرہ اسماعیل خان
۲۱۲ ؍؍ محمد احسن اعظمی
۲۱۳ ؍؍ فضل الحق بنوی
۲۱۴ ؍؍ فضل حسین گجراتی
۲۱۵ ؍؍ عبدالسلام لاجپوری
۲۱۶ ؍؍ ظہیر احمد چاٹگامی
۲۱۷ ؍؍ عبدالسلام اکیابی
۲۱۸ ؍؍ محی الدین احمد میمن سنگھی
۲۱۹ ؍؍ نعمت اللہ ؍؍
۲۲۰ مولوی امیرالدین میمن سنگھی
۲۲۱ ؍؍ عبدالرزاق نواکھالی
۲۲۲ ؍؍ محمد فیض چاٹگامی
۲۲۳ ؍؍ عرفان علی سلہٹی
۲۲۴ ؍؍ علی اکبر نواکھالی
۲۲۵ ؍؍ مظہر حسین مرشد آبادی
۲۲۶ ؍؍ اقامت اللہ کمرلائی
۲۲۷ ؍؍ موسیٰ ابراہیم نوساری
۲۲۸ ؍؍ عبدالوارث پشاوری
۲۲۹ ؍؍ عبدالرحیم بریسالی
۲۳۰ ؍؍ اکبر شاہ پشاوری
۲۳۱ ؍؍ محمد حنیف ہزاروی
۲۳۲ ؍؍ محمد عیاض بلخی

فضلاء سنہ ۱۳۵۲ھ

۲۳۳ مولوی عبدالوحید فتح پوری
۲۳۴ ؍؍ محمد ادریس پشاوری
۲۳۵ ؍؍ دولت خواجہ بخاری
۲۳۶ ؍؍ محمد عبدی بلخی
۲۳۷ ؍؍ مقصر شاہ پشاوری
۲۳۸ ؍؍ سید مسعود علی علیگڈھی
۲۳۹ ؍؍ محمد باز گل پشاوری
۲۴۰ ؍؍ عبداللطیف ہزاروی

۲۴۱	مولوی کمال الدین بلخی
۲۴۲	،، جمال الدین مالیگانوی
۲۴۳	،، حماد حسین کاملپوری
۲۴۴	،، عبدالحفیظ اعظمی
۲۴۵	،، عبداللہ کراچی
۲۴۶	،، واصل علی سلہٹی
۲۴۷	،، محمد سعید اون
۲۴۸	،، قمرالدین ،،
۲۴۹	،، علی محمد جان لاہوری
۲۵۰	،، سلامت اللہ چاٹگامی
۲۵۱	،، فضل الرحمٰن نواکھالی
۲۵۲	،، عبیداللہ پشاوری
۲۵۳	،، اظہرالدین بریسالی
۲۵۴	،، محمد اسماعیل ،،
۲۵۵	،، منصور احمد ،،
۲۵۶	،، محمد علی کمرلائی
۲۵۷	،، اسلام الدین بجنوری
۲۵۸	،، محمد زاہد ڈھاکوی
۲۵۹	،، عبدالستار سلہٹی
۲۶۰	،، مفیض الدین بریسالی
۲۶۱	،، اسماعیل محمود کاپدروی
۲۶۲	،، غلام رسول سرہندی
۲۶۳	،، محمد یوسف پشاوری

فضلاء ۱۳۵۳ھ

۲۶۴	مولوی رضی الرحمٰن دیوبندی
۲۶۵	،، شمس الدین کمرلائی
۲۶۶	،، حاجی عباس جاوی
۲۶۷	،، محمد اسماعیل اکلیراسورتی
۲۶۸	،، محمد سلیمان نواکھالی
۲۶۹	،، غلام حسین کشمیری
۲۷۰	،، غلام جیلانی قندھاری
۲۷۱	،، عبیدالرحمٰن چاٹگامی
۲۷۲	،، غلام محمد کیمل پوری
۲۷۳	،، عبداللہ ترکی
۲۷۴	،، عبدالرحمٰن ہزاروی
۲۷۵	،، عبداللہ شاہ کشمیری
۲۷۶	،، نذیر احمد بہاولپوری
۲۷۷	،، محمد فاضل ختنی
۲۷۸	،، محمد شریف ہزاروی
۲۷۹	،، عرفان علی کچھاڑوی
۲۸۰	،، نور احمد چاٹگامی
۲۸۱	،، شمس الحق میمن سنگھی
۲۸۲	،، اعظم علی ڈھاکوی
۲۸۳	،، محمد رفیق عثمانی ڈابھیلی
۲۸۴	،، ہدایت اللہ ملتانی

۲۸۵	مولوی نور علی بخاری
۲۸۶	،، حبیب الرحمٰن اعظم گڑھی
۲۸۷	،، مصباح الدین ڈھاکوی
۲۸۸	،، سعید اللہ نواکھالی
۲۸۹	،، مجیب الحق ،،
۲۹۰	،، عبدالجبار بریسالی
۲۹۱	،، سعادت حسین نواکھالی
۲۹۲	،، محمد امین ترکی
۲۹۳	،، عبدالغنی سیوہاروی
۲۹۴	،، نذیر احمد چاٹگامی
۲۹۵	،، تاج الاسلام کمرلائی
۲۹۶	،، جان محمد ملتانی
۲۹۷	،، محمد رمضان ،،
۲۹۸	،، گل محمد پنجابی
۲۹۹	،، عبدالغفار ملتانی
۳۰۰	،، مصطفیٰ خاں اعظمی
۳۰۱	،، خلیل احمد کشمیری

فضلاء ۱۳۵۳ھ

۳۰۲	مولوی محمد سعید جہلمی
۳۰۳	،، بذل الرحمٰن چاٹگامی
۳۰۴	،، احمدالدین کاملپوری
۳۰۵	،، جلیل احسن اعظمی

۳۰۶	مولوی مزمل الحق بریسالی
۳۰۷	،، شیخ عبداللہ نومسلم کیمل پوری
۳۰۸	،، فضل احمد کاملپوری
۳۰۹	،، عبدالکریم نواکھالی
۳۱۰	،، عین الدین میمن سنگھی
۳۱۱	مشرف حسین نواکھالی
۳۱۲	،، عبدالعلی اعظمی
۳۱۳	،، محمود صالح بارڈولی
۳۱۴	،، علی احمد کمرلائی
۳۱۵	،، محمد ہارون رنگونی
۳۱۶	،، ابراہیم سامرودی
۳۱۷	،، محمد یعقوب بریسالی
۳۱۸	،، عبدالمنان ہزاروی
۳۱۹	،، علی محمد کمرلائی
۳۲۰	،، غلام سرور بنوی
۳۲۱	،، محمد یوسف رنگونی
۳۲۲	،، منور حسین بریسالی
۳۲۳	،، محمد داؤد پالنپوری
۳۲۴	،، ضیاء الحق ڈھاکوی
۳۲۵	،، ظہور الحق بجنوری
۳۲۶	،، عبدالحی اعظمی
۳۲۷	،، ممتاز الدین ڈھاکوی
۳۲۸	،، نورالفتاح پشاوری

۳۲۹ مولوی عبدالحمید کرلائی
۳۳۰ 〃 عبدالجلیل بستوی
۳۳۱ 〃 سید صدر پشاوری
۳۳۲ 〃 عبداللطیف مظفرپوری
۳۳۳ 〃 عبدالحمید بلوچستانی
۳۳۴ 〃 قدرۃ اللہ بستوی
۳۳۵ 〃 عبدالکریم جہلمی
۳۳۶ 〃 سراج الحق میمن سنگھی
۳۳۷ 〃 سلیمان کاپودرا

فضلاء ۱۳۵۵ھ

۳۳۸ مولوی محمد داؤد رنگونی
۳۳۹ 〃 احمد سعید پشاوری
۳۴۰ 〃 غلام رسول کیمل پوری
۳۴۱ 〃 رمضان سندھی
۳۴۲ 〃 شمس الہدیٰ سلہٹی
۳۴۳ 〃 محمد یٰسین سہارنپوری
۳۴۴ 〃 احسن شاہ کشمیری
۳۴۵ 〃 حمید الدین پشاوری
۳۴۶ 〃 عبداللہ ہزاری
۳۴۷ 〃 محمد ادریس بستوی
۳۴۸ 〃 علی محمد کیمل پوری
۳۴۹ 〃 مولا بخش بہاری

۳۵۰ مولوی عبدالمتین ہزاری
۳۵۱ 〃 سخاوت علی بستوی
۳۵۲ 〃 عبدالقدوس اعظمی
۳۵۳ 〃 محب اللہ پشاوری
۳۵۴ 〃 احمد ابراہیم ٹاڈیر
۳۵۵ 〃 اسماعیل احمد کفلیتوی
۳۵۶ 〃 خلیل الرحمٰن ہزاری
۳۵۷ 〃 محمد امین ترکی
۳۵۸ 〃 غلام ربانی کیمل پوری
۳۵۹ 〃 عبدالحق سلہٹی
۳۶۰ 〃 صفدر احمد اسلام آبادی
۳۶۱ 〃 محمد ادریس نواکھالی
۳۶۲ 〃 محمد عمر برہمی
۳۶۳ 〃 محمد صابر ترکی
۳۶۴ 〃 محمد فضل جھنگوی
۳۶۵ 〃 سعادت اللہ پشاوری
۳۶۶ 〃 عبدالرشید کرلائی
۳۶۷ 〃 عبدالرحیم انبالوی
۳۶۸ 〃 احمد حسین ڈیروی
۳۶۹ 〃 غلام ربانی ہزاری
۳۷۰ 〃 عبدالقدوس بریسالی
۳۷۱ 〃 عبدالغنی ترکی
۳۷۲ 〃 احمد علی آسامی

---

۳۷۳ مولوی مقبول احمد سلہٹی
۳۷۴ 〃 جابر احمد چاٹگامی
۳۷۵ 〃 عبدالقادر بریسالی
۳۷۶ 〃 عبدالرحمٰن بہاری
۳۷۷ 〃 محمد عیسیٰ ترکی
۳۷۸ 〃 محمد احمد اکیابی
۳۷۹ 〃 شاہ مروان قل بخاری

فضلاء ۱۳۵۶ھ

۳۸۰ مولوی عبداللہ سندھی
۳۸۱ 〃 عبدالمجید مدراسی
۳۸۲ 〃 شمس الحق بہاری
۳۸۳ 〃 محمد آزاد غزنوی
۳۸۴ 〃 عبدالحیٔ ارکانی
۳۸۵ 〃 محمد اسماعیل جالندھری
۳۸۶ 〃 خدا بخش ملتانی
۳۸۷ 〃 اللہ بخش ڈیروی
۳۸۸ 〃 علاؤالدین جالندھری
۳۸۹ 〃 شیر محمد ہراتی
۳۹۰ 〃 غلام اکبر کیمل پوری
۳۹۱ 〃 محمد زین پنجابی
۳۹۲ 〃 محمد صدیق سندھی
۳۹۳ 〃 احمد حسن کیمل پوری

۳۹۴ مولوی عبدالواحد پشاوری
۳۹۵ 〃 احمد حسن چاٹگامی
۳۹۶ 〃 عبدالرحیم سلہٹی
۳۹۷ 〃 نور محمد اکیابی
۳۹۸ 〃 محمد اکبر بخاری
۳۹۹ 〃 حبیب الحق بہاری
۴۰۰ 〃 احمد شاہجہانپوری
۴۰۱ 〃 راز محمد قندھاری
۴۰۲ 〃 محمد قاسم ترکی
۴۰۳ 〃 دل محمد ملتانی
۴۰۴ 〃 عبدالکریم ہزاری
۴۰۵ 〃 محمد شعیب پشاوری
۴۰۶ 〃 علی احمد چاٹگامی
۴۰۷ 〃 عبدالمنان کرلائی
۴۰۸ 〃 محمد شریف چاٹگامی
۴۰۹ 〃 علیق الدین سلہٹی
۴۱۰ 〃 ابوالبشر چاٹگامی
۴۱۱ 〃 صدیق احمد اسلام آبادی
۴۱۲ 〃 حبیب اللہ بلوچستانی
۴۱۳ 〃 محمد حسن ترکی
۴۱۴ 〃 عبدالقدوس پشاوری
۴۱۵ 〃 محمد حسین نواکھالی
۴۱۶ 〃 عبدالودود اکیابی

۴۱۷ مولوی عبدالرحمٰن صواتی
۴۱۸ ،، سعید الزمان نصیر آبادی
۴۱۹ ،، عبدالرحمٰن میمن سنگی
۴۲۰ ،، عبدالحمید پٹیالوی
۴۲۱ ،، عبدالعزیز جالندھری
۴۲۲ ،، محمد نبی قندھاری
۴۲۳ ،، حبیب الرحمٰن سلجری
۴۲۴ ،، نصیر احمد بجنوری
۴۲۵ ،، عبدالرحمٰن بخاری
۴۲۶ ،، یوسف اسحاق جی
۴۲۷ ،، محمد داؤد کوساڑی
۴۲۸ ،، عبدالرزاق کابلی
۴۲۹ ،، ابوالقاسم ترکی
۴۳۰ ،، محمد قاسم بیلگامی

فضلاء ۱۳۵۷ھ

۴۳۱ مولوی فضل محمد لائل پوری
۴۳۲ ،، فتح شاہ کیمل پوری
۴۳۳ ،، عبدالصمد گورداسپوری
۴۳۴ ،، اللہ داد جموی
۴۳۵ ،، عبدالغفار راولپنڈی
۴۳۶ ،، محمد حسن شاہ کیمل پوری
۴۳۷ ،، نورالحق کمرلائی

۴۳۸ مولوی محمد زماں میانوی
۴۳۹ ،، محمد اسماعیل لائل پوری
۴۴۰ ،، عبدالرحمٰن گجراتی
۴۴۱ ،، ثناءاللہ گوجرانولی
۴۴۲ ،، عزیز بخش جالندھری
۴۴۳ ،، شہاب الدین ڈھاکوی
۴۴۴ ،، محمد عیسیٰ اعظمی
۴۴۵ ،، محمد اسماعیل جالندھری
۴۴۶ ،، احمد اللہ سیالکوٹی
۴۴۷ ،، فیض احمد چاٹگامی
۴۴۸ ،، شمس الحق بستوی
۴۴۹ ،، غلام رسول لائل پوری
۴۵۰ ،، نور احمد چاٹگامی
۴۵۱ ،، محمد صدیق شیخپوری
۴۵۲ ،، اسماعیل گورا لوہاری
۴۵۳ ،، صالح محمد بلوچستانی
۴۵۴ ،، غلام محمد شاہ پوری
۴۵۵ ،، اللہ داد ڈیڑوی
۴۵۶ ،، ہاشم اسماعیل گورا ڈابھیلی
۴۵۷ ،، نورالدین سورتی
۴۵۸ ،، وجیہ الرحمٰن ہزاروی
۴۵۹ ،، حسین احمد سلہٹی
۴۶۰ ،، سکندر حسین نواکھالی

۴۶۱ مولوی محمد ابراہیم سندھی
۴۶۲ ،، غلام قادر لائل پوری
۴۶۳ ،، فضل الرحمٰن سلہٹی
۴۶۴ ،، محمد صادق پشاوری
۴۶۵ ،، یوسف محمد کاچھوی
۴۶۶ ،، محمد حسین جالندھری
۴۶۷ ،، عبدالمالک نواکھالی
۴۶۸ ،، فضل مولا پشاوری
۴۶۹ ،، محمد شفیع اکیابی
۴۷۰ ،، اظہار الحق اکیابی
۴۷۱ ،، محمد شریف جالندھری
۴۷۲ ،، عبدالحکیم مظفر گڈھی
۴۷۳ ،، عبدالرؤف جلال آبادی
۴۷۴ ،، عبدالحق کیمل پوری
۴۷۵ ،، ابوالقاسم اکیابی
۴۷۶ ،، محمد قاسم بستوی
۴۷۷ ،، شریف احمد کیرانوی
۴۷۸ ،، اسماعیل ٹھواڑی
۴۷۹ ،، بشیر احمد سلہٹی
۴۸۰ ،، محمد حافظ ترکی
۴۸۱ ،، حشمت اللہ نواکھالی
۴۸۲ ،، عبدالجبار اعظمی
۴۸۳ ،، آزادہ بخت سلہٹی

۴۸۴ مولوی ابوالحسن اکیابی
۴۸۵ ،، احمد قاسم کاچھوی
۴۸۶ ،، عبدالرحیم چاٹگامی
۴۸۷ ،، عبدالقادر ملک پوری
۴۸۸ ،، احمد دین ملتانی
۴۸۹ ،، ثابت علی ڈھاکوی
۴۹۰ ،، محمود ہاشم تراجوی
۴۹۱ ،، محمد ابراہیم لائل پوری
۴۹۲ ،، سید علیم الدین راندھیری
۴۹۳ ،، احمد موسیٰ ایٹالوی
۴۹۴ ،، عبدالحمید بلوچستانی
۴۹۵ ،، فرید الدین فیض آبادی
۴۹۶ ،، محمد اسحاق سلجری
۴۹۷ ،، محمد سلیمان مونگیری
۴۹۸ ،، عبدالکریم افغانی
۴۹۹ ،، محی الاسلام لائل پوری
۵۰۰ ،، عزیز الرحمٰن ارکانی
۵۰۱ ،، عبدالرؤف سندھی
۵۰۲ ،، محمد عمر ترکی
۵۰۳ ،، یوسف اسماعیل تراجوی
۵۰۴ ،، بذل الرحمٰن کمرلائی
۵۰۵ ،، احمد ابراہیم
۵۰۶ ،، محمد قربان ترکی

۵۰۷	مولوی سید اکبر بخاری
۵۰۸	〃 موسیٰ احمد تراجوی
۵۰۹	〃 احمد موسیٰ اکلیری
۵۱۰	〃 یوسف پانڈور ایٹالوی
۵۱۱	〃 فخر الحسن بستوی
۵۱۲	〃 حبیب الرحمٰن سلہٹی
۵۱۳	〃 برہان الدین بخاری
۵۱۴	〃 ابراہیم پانولی

فضلاء ۱۳۵۸ھ

۵۱۵	مولوی شیرین خان دیڑوی
۵۱۶	〃 محمد حسن سہارنپوری
۵۱۷	〃 ضمیر الدین حیدر آبادی
۵۱۸	〃 محمد خلیل ملتانی
۵۱۹	〃 غلام رسول لدھیانوی
۵۲۰	〃 عبد الکریم ملتانی
۵۲۱	〃 محمد گل خاں پشاوری
۵۲۲	〃 محمد حسن عراقی
۵۲۳	〃 ایقان الرحمٰن سہسوانی
۵۲۴	〃 سراج الدین بلوچستانی
۵۲۵	〃 غلام سرور ملتانی
۵۲۶	〃 محمد اکبر ہزاری
۵۲۷	〃 عبد الحق سلہٹی

۵۲۸	مولوی عبد الرحمٰن مظفر گڈھی
۵۲۹	〃 غلام محمد لوناواڑی
۵۳۰	〃 عبد الرحمٰن شیخوپوری
۵۳۱	〃 محمد رمضان ملتانی
۵۳۲	〃 ابراہیم احمد ٹیکلی کھلوڑی
۵۳۳	〃 محمد امیر مظفر گڈھی
۵۳۴	〃 نور اللہ بھاولپوری
۵۳۵	〃 سعید احمد چاٹگامی
۵۳۶	〃 عبد الرحمٰن ملتانی
۵۳۷	〃 محمود اللہ ارکانی
۵۳۸	〃 عبد الحیؒ کمر لائی
۵۳۹	〃 موسی آدم منوڑی
۵۴۰	〃 عبد الحق پشاوری
۵۴۱	〃 عبد الرحمٰن منٹگمری
۵۴۲	〃 محمد عظیم خان ملتانی
۵۴۳	〃 حبیب احمد اکیابی
۵۴۴	〃 عبد الرحیم ہوشیار پوری
۵۴۵	〃 مظہر علی سلہٹی
۵۴۶	〃 فصیر الدین بخاری
۵۴۷	〃 یوسف احمد عمرواڑی
۵۴۸	〃 عبد الخالق شاہ پوری
۵۴۹	〃 عبد القادر ترکی
۵۵۰	〃 محمد الیاس اعظمی

۵۵۱	مولوی موسیٰ محمد عمرواڑی
۵۵۲	〃 عبد اللہ شاہ کشمیری
۵۵۳	〃 عبد الحق گوربندی
۵۵۴	〃 محمد امیر الدین سرگودی
۵۵۵	〃 محمد سلیمان سامرودی
۵۵۶	〃 میاں احمد گل کیمبلپوری
۵۵۷	〃 محمد نسیم ارکانی
۵۵۸	〃 محمد ابراہیم بلوچستانی
۵۵۹	〃 جمال الدین اکیابی
۵۶۰	〃 عبد الامین اکیابی
۵۶۱	〃 محمد ضمیران ہزاروی
۵۶۲	〃 عبد الغنی کیمبلپوری
۵۶۳	〃 عبد الواحد ترکی
۵۶۴	〃 عبد القادر جنکاڑی
۵۶۵	〃 عبد الرحمٰن بستوی

فضلاء ۱۳۵۹ھ

۵۶۶	مولوی محمد علی اعظم نواکھالی
۵۶۷	〃 محمد جمال الدین ملہاری
۵۶۸	〃 محمد شریف پشاوری
۵۶۹	〃 ذاکر اللہ 〃
۵۷۰	〃 غلام محمد جالندھری
۵۷۱	〃 محمد زمان ہزاروی

۵۷۲	مولوی عبد المتین ہزاروی
۵۷۳	〃 ابراہیم آدم کاوی
۵۷۴	〃 فضل الرحمٰن ہزاروی
۵۷۵	〃 زین العابدین میانوالی
۵۷۶	〃 محمد یعقوب جاوی
۵۷۷	〃 عبد الرحمٰن ہزاروی
۵۷۸	〃 عبد اللطیف سیالکوٹی
۵۷۹	〃 احمد داؤد کفلیتوی
۵۸۰	〃 علی محمد میانوالی
۵۸۱	〃 سیف الدین عثمانی ڈابھیلی
۵۸۲	〃 محمد سعید پشاوری
۵۸۳	〃 شمس الدین 〃
۵۸۴	〃 نور محمد منٹگمری
۵۸۵	〃 مرزا اعظم بیگ کیمبلپوری
۵۸۶	〃 محمد طاہر چاٹگامی
۵۸۷	〃 دوست محمد ڈیرہ غازی خاں
۵۸۸	〃 فضل ربی کابلی
۵۸۹	〃 نور مصطفےٰ نواکھالی
۵۹۰	〃 نور محمد راجوروی
۵۹۱	〃 محمد سعید مولانا احمد بزرگ سملکی
۵۹۲	〃 سعید الدین کمرلائی
۵۹۳	〃 عطاء اللہ گجراتی
۵۹۴	〃 ریاض الدین فیض آبادی

۵۹۵	مولوی جمال الدین کیمل پوری
۵۹۶	〃 محمد یٰسین رنگونی
۵۹۷	〃 اللہ بخش منٹگمری
۵۹۸	〃 عبدالستار کیمل پوری
۵۹۹	〃 اختر محمد بلوچستانی
۶۰۰	〃 عبدالعزیز میمن سنگی
۶۰۱	〃 فیضی محمد بلوچستانی
۶۰۲	〃 محمد قاسم اکیابی
۶۰۳	〃 عبدالرشید چاٹگامی
۶۰۴	〃 لطف اللہ جالندھری
۶۰۵	〃 احمد سعید کفلیتوی
۶۰۶	〃 عبدالحئی بارڈولی
۶۰۷	〃 امان اللہ بدخشانی
۶۰۸	〃 عبدالرشید فرید پوری
۶۰۹	〃 محمد پشاوری
۶۱۰	〃 معتصم باللہ کچاڑی
۶۱۱	〃 احمد سعید گراں
۶۱۲	〃 محمد جی ہزاروی
۶۱۳	〃 یوسف محمد کاسوجی لاجپوری
۶۱۴	〃 خدائے دوست بلوچستانی

فضلاء سنہ ۱۳۶۰ھ

۶۱۵	مولوی عبدالرزاق کوکنی
۶۱۶	مولوی فیض محمد بلوچستانی
۶۱۷	〃 غلام نبی جالندھری
۶۱۸	〃 محمد نواز کیمل پوری
۶۱۹	〃 محمد اشرف سلطانپوری
۶۲۰	〃 ظل حسن جونپوری
۶۲۱	〃 عبدالرقیب سلہٹی
۶۲۲	〃 نور محمد قندھاری
۶۲۳	〃 عبداللطیف بلوچستانی
۶۲۴	〃 یعقوب ابراہیم کاوی
۶۲۵	〃 عبدالغفار بدخشانی
۶۲۶	〃 سفیرالدین کمرلائی
۶۲۷	〃 عبدالحمید ہزاری
۶۲۸	〃 عبدالرب عرف محمد رب نواز میانوالی
۶۲۹	〃 شفیق الرحمٰن سلہٹی
۶۳۰	〃 قاسم حسین نوساری
۶۳۱	〃 عبدالرحمٰن سلطانپوری
۶۳۲	〃 عثمان غنی 〃
۶۳۳	〃 محمد نیاز ترکی
۶۳۴	〃 محمد امین بھاولپوری
۶۳۵	〃 عبدالمنعم سلہٹی
۶۳۶	〃 سراج الدین میانوالی
۶۳۷	〃 عبدالباری ڈھاکوی
۶۳۸	〃 محمد نورالاسلام چاٹگامی

۶۳۹	مولوی عبدالصمد ایرانی
۶۴۰	〃 ولی اللہ نواکھالی
۶۴۱	〃 محمد سعید کالا کاچھوی
۶۴۲	〃 محمد علی لاجپوری
۶۴۳	〃 محمد مصطفیٰ بستوی
۶۴۴	〃 یوسف علی محمد ہنگلوئی
۶۴۵	〃 عبدالرحمٰن بہاری
۶۴۶	〃 عبدالغفور میمن سنگی
۶۴۷	〃 ابوالحسن میانوالی
۶۴۸	〃 غلام رسول جہلمی
۶۴۹	〃 غلام اکبر ارکانی
۶۵۰	〃 محمد اسماعیل فیض آبادی
۶۵۱	〃 محمد اسماعیل کوساڑی
۶۵۲	〃 محمد موسیٰ سلطانپوری
۶۵۳	〃 عطا محمد جالندھری
۶۵۴	〃 کے علی محی الدین ملباری

فضلاء سنہ ۱۳۶۱ھ

۶۵۵	مولوی بشیرالدین جہلمی
۶۵۶	〃 علی یوسف کاوی
۶۵۷	〃 قاسم محمد موسیٰ افریقی
۶۵۸	〃 عبدالغنی کاوی
۶۵۹	〃 آدم پالنپوری
۶۶۰	مولوی علی محمد کاوی
۶۶۱	〃 قطب الدین ہزاروی
۶۶۲	〃 اللہ داد میانوالی
۶۶۳	〃 سلیمان محمد جیتالی
۶۶۴	〃 محمد اسماعیل مہتا کوسمڑی
۶۶۵	〃 نظام الدین کیمل پوری
۶۶۶	〃 محمد الدین پوچھوی
۶۶۷	〃 ابراہیم محمد دایہ ٹکولی
۶۶۸	〃 عبدالکریم کجونی
۶۶۹	〃 عبدالحئی محمد مفتی بسم اللہ ڈابھیلی
۶۷۰	〃 خلیل الرحمٰن چاٹگامی
۶۷۱	〃 فتح محمد میانوالی
۶۷۲	〃 حاتم علی سلہٹی
۶۷۳	〃 محمد اشرف کیمل پوری
۶۷۴	〃 عبدالخالق ہزاروی
۶۷۵	〃 غلام حسین سلیمان عمرواڑی
۶۷۶	〃 عبدالعزیز میسوری
۶۷۷	〃 عبداللہ ڈیرولی
۶۷۸	〃 احمد محمد گرٹوا لاجپوری
۶۷۹	〃 نظام الدین ابراہیم جنگاری
۶۸۰	〃 عبدالمالک اترالوی
۶۸۱	〃 عمر حسین ملاں عالیپوری
۶۸۲	〃 محمد حسین چاٹگامی

۶۸۳ مولوی عبداللہ جالندھری
۶۸۴ 〃 غلام محمد سیلوت ترکیشوری
۶۸۵ 〃 عبدالرحیم بلوچستانی
۶۸۶ 〃 عبدالغفار پشاوری
۶۸۷ 〃 عبداللہ ملباری

فضلاء ۱۳۶۲ھ

۶۸۸ مولوی منظور احمد سیالکوٹی
۶۸۹ 〃 محمد مالک کاندھلوی
۶۹۰ 〃 امداد الحق ہزاروی
۶۹۱ 〃 فضل الٰہی سرگودھی
۶۹۲ 〃 محمد عبداللہ گجراتی
۶۹۳ 〃 عبدالمعید نواکھالی
۶۹۴ 〃 محمد خالد کیرانوی
۶۹۵ 〃 احمد گل مسعودی
۶۹۶ 〃 محمد اشرف بدخشانی
۶۹۷ 〃 انیس الرحمٰن دربھنگوی
۶۹۸ 〃 عبدالرحمٰن گجراتی
۶۹۹ 〃 محمد اسلام کیمل پوری
۷۰۰ 〃 احمد مالک ہزاروی
۷۰۱ 〃 مسعود احمد شاہ آبادی
۷۰۲ 〃 محمد ادریس اعظمی
۷۰۳ 〃 محمد سعید خاں لکھیم پوری
۷۰۴ مولوی محمد شفیق پشاوری
۷۰۵ 〃 محمد کریم کشمیری
۷۰۶ 〃 محمد ابراہیم ختنی
۷۰۷ 〃 عطاء اللہ پنجابی
۷۰۸ 〃 زین العابدین صواتی
۷۰۹ 〃 شریف اللہ بدخشانی
۷۱۰ 〃 محمد علی ختنی
۷۱۱ 〃 میر زاہد مروانی
۷۱۲ 〃 نثار احمد اعظمی
۷۱۳ 〃 فخر الدین طالقانی
۷۱۴ 〃 رشید احمد لدھیانوی
۷۱۵ 〃 عبدالغنی سیتاپوری
۷۱۶ 〃 حبیب الرحمٰن پالنپوری
۷۱۷ 〃 عبدالمجید بستوی
۷۱۸ 〃 محمد سلیمان شاہ آبادی
۷۱۹ 〃 عبدالوہاب 〃
۷۲۰ 〃 قمر الدین حیدر آبادی
۷۲۱ 〃 رحمت اللہ شاہ آبادی
۷۲۲ 〃 شفیع اللہ بستوی
۷۲۳ 〃 عبدالحمید کمرلائی
۷۲۴ 〃 سربلند خاں بستوی
۷۲۵ 〃 صاحب الدین مروانی
۷۲۶ 〃 کمال الدین مکرانی

---

۶۲۷ مولوی فضل واحد پشاوری
۶۲۸ 〃 شوکت علی بستوی
۶۲۹ 〃 حبیب اللہ فیروز پوری
۶۳۰ 〃 عتیق الرحمٰن اعظمی
۶۳۱ 〃 محمد نعمان کاندھلوی
۶۳۲ 〃 نیاز محمد سمرقندی
۶۳۳ 〃 محمد اسحاق اکیابی
۶۳۴ 〃 محمد بخش ڈیروی
۶۳۵ 〃 محمد یونس خکندی
۶۳۶ 〃 اصغر علی ڈھاکوی
۶۳۷ 〃 روشن دین ہزاروی
۶۳۸ 〃 ظہور الدین کچھاڑوی
۶۳۹ 〃 محمد ثابت ختنی
۶۴۰ 〃 اسحاق قاسم پانولی
۶۴۱ 〃 محمد سلیمان ثانی کوساڑی
۶۴۲ 〃 خلیل الرحمٰن بیربھومی
۶۴۳ 〃 زین العابدین اکیابی
۶۴۴ 〃 حبیب الرحمٰن بلیاوی
۶۴۵ 〃 ابراہیم محمد ڈیسائی ترکیشوری
۶۴۶ 〃 نصیر الدین بستوی
۶۴۷ 〃 نظام الدین مونگیری
۶۴۸ 〃 شیخ محمد اعظمی
۶۴۹ 〃 نذیر احمد لدھیانوی
۶۵۰ مولوی سید محمد کوکنی
۶۵۱ 〃 علاؤ الدین فرید پوری
۶۵۲ 〃 سید غلام جیلانی خاندیشی
۶۵۳ 〃 عبدالجبار نواکھالی
۶۵۴ 〃 نعمت اللہ بخاری
۶۵۵ 〃 محمد خاں مروانی
۶۵۶ 〃 وجیہ اللہ نواکھالی
۶۵۷ 〃 مسلم الدین میمن سنگی
۶۵۸ 〃 مرزا غلام مصطفیٰ راندیری
۶۵۹ 〃 فضل منان پشاوری

فضلاء ۱۳۶۳ھ

۶۶۰ مولوی عزیز الحق ڈھاکوی
۶۶۱ 〃 الٰہی بخش مظفر گڈھی
۶۶۲ 〃 محمد احمد پٹیل مہودھیلہ
۶۶۳ 〃 مصدر علی کچھاڑوی
۶۶۴ 〃 غلام نبی کاغذی انکلیشوی
۶۶۵ 〃 عبدالغفور کشمیری
۶۶۶ 〃 غلام غوث راولپنڈی
۶۶۷ 〃 غلام حسین بدخشانی
۶۶۸ 〃 غلام محمد یوسف ترکیشوری
۶۶۹ 〃 عبداللہ سعید محلدیبی
۶۷۰ 〃 نور ہاشم کیمل پوری

۶۸۳	مولوی عبد اللہ جالندھری
۶۸۴	〃 غلام محمد سیلوت ترکیشوری
۶۸۵	〃 عبد الرحیم بلوچستانی
۶۸۶	〃 عبد الغفار پشاوری
۶۸۷	〃 عبد اللہ طباری

فضلاء ۱۳۶۲ھ

۶۸۸	مولوی منظور احمد سیالکوٹیؒ
۶۸۹	〃 محمد مالک کاندھلوی
۶۹۰	〃 امداد الحق ہزاروی
۶۹۱	〃 فضل الٰہی سرگودھی
۶۹۲	〃 محمد عبد اللہ گجراتی
۶۹۳	〃 عبد المعید نوکھالی
۶۹۴	〃 محمد خالد کیرانوی
۶۹۵	〃 احمد گل مسعودی
۶۹۶	〃 محمد اشرف بدخشانی
۶۹۷	〃 انیس الرحمٰن دربھنگوی
۶۹۸	〃 عبد الرحمٰن گجراتی
۶۹۹	〃 محمد اسلام کیمل پوری
۷۰۰	〃 احمد مالک ہزاروی
۷۰۱	〃 مسعود احمد شاہ آبادی
۷۰۲	〃 محمد ادریس اعظمی
۷۰۳	〃 محمد سعید خاں لکھیم پوری
۷۰۴	مولوی محمد شفیق پشاوری
۷۰۵	〃 محمد کریم کشمیری
۷۰۶	〃 محمد ابراہیم ختنی
۷۰۷	〃 عطاء اللہ پنجابی
۷۰۸	〃 زین العابدین سواتی
۷۰۹	〃 شریف اللہ بدخشانی
۷۱۰	〃 محمد علی ختنی
۷۱۱	〃 میر زاہد مروانی
۷۱۲	〃 نثار احمد اعظمی
۷۱۳	〃 فخر الدین طالقانی
۷۱۴	〃 رشید احمد لدھیانوی
۷۱۵	〃 عبد الغنی سیتاپوری
۷۱۶	〃 حبیب الرحمٰن پالنپوری
۷۱۷	〃 عبد المجید بستوی
۷۱۸	〃 محمد سلیمان شاہ آبادی
۷۱۹	〃 عبد الوہاب 〃
۷۲۰	〃 قمر الدین حیدر آبادی
۷۲۱	〃 رحمت اللہ شاہ آبادی
۷۲۲	〃 شفیع اللہ بستوی
۷۲۳	〃 عبد الحمید کملائیؒ
۷۲۴	〃 سربلند خاں بستوی
۷۲۵	〃 صاحب الدین مروانی
۷۲۶	〃 کمال الدین کمرانی

۶۲۷	مولوی فضل واحد پشاوری
۶۲۸	〃 شوکت علی بستوی
۶۲۹	〃 حبیب اللہ فیروز پوری
۶۳۰	〃 عتیق الرحمٰن اعظمی
۶۳۱	〃 محمد عثمان کاندھلوی
۶۳۲	〃 نیاز محمد سمرقندی
۶۳۳	〃 محمد اسحاق اکیابی
۶۳۴	〃 محمد بخش ڈیروی
۶۳۵	〃 محمد یونس خلکندی
۶۳۶	〃 اصغر علی ڈھاکوی
۶۳۷	〃 روشن دین ہزاروی
۶۳۸	〃 ظہور الدین کچھاڑوی
۶۳۹	〃 محمد ثابت ختنی
۶۴۰	〃 اسحاق قاسم پانولی
۶۴۱	〃 محمد سلیمان ثانی کوماڑی
۶۴۲	〃 خلیل الرحمٰن بیربھومی
۶۴۳	〃 زین العابدین اکیابی
۶۴۴	〃 حبیب الرحمٰن بلیاوی
۶۴۵	〃 ابراہیم محمد ڈیسائی ترکیشوری
۶۴۶	〃 نصیر الدین بستوی
۶۴۷	〃 نظام الدین مونگیری
۶۴۸	〃 شیخ محمد اعظمی
۶۴۹	〃 نذیر احمد لدھیانوی
۶۵۰	مولوی سید محمد کوکنی
۶۵۱	〃 علاؤ الدین فرید پوری
۶۵۲	〃 سید غلام جیلانی خاندیشی
۶۵۳	〃 عبد الجبار نوکھالی
۶۵۴	〃 نعمت اللہ بخاری
۶۵۵	〃 محمد خاں مروانی
۶۵۶	〃 وجیہ اللہ نوکھالی
۶۵۷	〃 مسلم الدین میمن سنگھی
۶۵۸	〃 مرزا غلام مصطفیٰ راندیری
۶۵۹	〃 فضل منان پشاوری

فضلاء ۱۳۶۳ھ

۶۶۰	مولوی عزیز الحق ڈھاکوی
۶۶۱	〃 الٰہی بخش مظفر گڈھی
۶۶۲	〃 محمد احمد ٹیلیل بہووصیلہ
۶۶۳	〃 مصدر علی کچھاڑوی
۶۶۴	〃 غلام نبی کاغذی انکلیشوری
۶۶۵	〃 عبد الغفور کشمیری
۶۶۶	〃 غلام غوث راولپنڈی
۶۶۷	〃 غلام حسین بدخشانی
۶۶۸	〃 غلام محمد یوسف ترکیشوری
۶۶۹	〃 عبد اللہ سعید محلہ چی
۶۷۰	〃 نور ہاشم کیمل پوری

۶۷۱	مولوی اسعد اللہ اکیابی
۶۷۲	〃 عبد القدیم بدخشانی
۶۷۳	〃 محمد ابو علی کمرلائی
۶۷۴	〃 خلیل الرحمٰن سلہٹی
۶۷۵	〃 شیر محمد جمنوی
۶۷۶	〃 غلام احمد بہاولپوری
۶۷۷	〃 محمد ابراہیم مدراسی
۶۷۸	〃 نظام الدین فیض آبادی
۶۷۹	〃 عباس عظمت عالی پوری
۶۸۰	〃 غلام محمد میانوالی
۶۸۱	〃 غلام نبی 〃
۶۸۲	〃 محمد سعید سلہٹی
۶۸۳	〃 ولی احمد اکیابی
۶۸۴	〃 ابوبکر ترکی
۶۸۵	〃 عباس کالو بیلیم دھرا
۶۸۶	〃 امیر 〃 〃 〃
۶۸۷	〃 امیر حسن شاہ کشمیری
۶۸۸	〃 فقیر محمد پشاوری
۶۸۹	〃 محمد انور ڈیرہ غازی خاں
۶۹۰	〃 عبد الہادی جاوی
۶۹۱	〃 محمد حسن لدھیانوی
۶۹۲	〃 عبد الرحمٰن ملایا
۶۹۳	〃 منیر احمد بہاری
۶۹۴	مولوی محمد ہاشم ختنی
۶۹۵	〃 محمد اکرم میانوالی
۶۹۶	〃 اسماعیل کانکریا
۶۹۷	〃 محمد ہاشم کارا تراجوی
۶۹۸	〃 محمد سعید ملایا
۶۹۹	〃 محمد علی 〃
۷۰۰	〃 امیر الرحمن صواتی
۷۰۱	〃 محمد منگیر ابلیشری
۷۰۲	〃 عبد الواحد نواکھالی
۷۰۳	〃 سلامت اللہ 〃
۷۰۴	〃 ولی محمد لدھیانوی
۷۰۵	〃 فتح محمد لہرعالیپوری
۷۰۶	〃 علی بھائی اسماعیل تراجوی
۷۰۷	〃 محمد یوسف یعقوب جی 〃
۷۰۸	〃 ابراہیم موسیٰ راجہ کفلیتوی
۷۰۹	〃 احمد محمد ٹیمول تراجوی
۷۱۰	〃 ابراہیم محمود لاسا اٹالوی

فضلاء سنہ ۱۳۶۴ھ

۷۱۱	مولوی غلام محمد ہروی
۷۱۲	〃 امیر حسن شاہ پشاوری
۷۱۳	〃 محمد نور شاہ مظفر گڈھی
۷۱۴	〃 عبد الکریم ڈیروی

۷۱۵	مولوی محمد عبد اللہ جہلمی
۷۱۶	〃 قاضی محمد باجوڑی
۷۱۷	〃 محمد یوسف جالندھری
۷۱۸	〃 محمد عیسیٰ بلوچستانی
۷۱۹	〃 عبد الغنی مروانی
۷۲۰	〃 موسیٰ محمد پٹیل سامرودی
۷۲۱	〃 اسماعیل احمد واڑی لاجپور
۷۲۲	〃 غلام حیدر مکرانی
۷۲۳	〃 محمد اللہ یار منٹگمری
۷۲۴	〃 محمد طیب قصوری
۷۲۵	〃 حامد علی ڈیروی
۷۲۶	〃 نور الحق پشاوری
۷۲۷	〃 شیر احمد کشمیری
۷۲۸	〃 عبد الواحد گجراتی
۷۲۹	〃 ابوبکر چاٹگامی
۷۳۰	〃 موسیٰ عمر جی ہنگلوٹ
۷۳۱	〃 محمد صدیق پٹیالوی
۷۳۲	〃 عبد السبحان چاٹگامی
۷۳۳	〃 داؤد یوسف گورا عمر واڑی
۷۳۴	〃 ابو الخیر چاٹگامی
۷۳۵	〃 مظفر الدین شاہ پوری
۷۳۶	〃 محمود قاسم بدخشانی
۷۳۷	〃 محمود انور گجرانوالہ
۷۳۸	مولوی محمود عبد الحئی کفلیتوی
۷۳۹	〃 جان محمد فیروز پوری
۷۴۰	〃 قادر بخش ڈیروی
۷۴۱	〃 عبد الحئی انگورا ڈابھیلی
۷۴۲	〃 عبد المنان میمن سنگی
۷۴۳	〃 ابراہیم اسماعیل کھیرڑی مڈغاسکر
۷۴۴	〃 محمد صالح ایکھلوایا ڈابھیلی
۷۴۵	〃 محمد یحییٰ بستوی
۷۴۶	〃 عبد الغفور لکھنوی
۷۴۷	〃 منیر احمد چاٹگامی
۷۴۸	〃 عبد الحئی بسم اللہ ڈابھیلی
۷۴۹	〃 غلام محی الدین ڈیروی
۷۵۰	〃 ابراہیم مصطفیٰ قاضی مانچ
۷۵۱	〃 ابراہیم محمد اناول

فضلاء سنہ ۱۳۶۵ھ

۷۵۲	مولوی فضل قدوس پشاوری
۷۵۳	〃 قمر احمد عثمانی تھانوی
۷۵۴	〃 امیر شاہ بنوی
۷۵۵	〃 محمد انور باجوڑی
۷۵۶	〃 شیر محمد بہاولپوری
۷۵۷	〃 محمد یونس ہزاروی

۷۵۸ مولوی عبدالرحمٰن ہزاروی
۷۵۹ 〃 محمد شریف گجرانوالہ
۷۶۰ 〃 نعمت اللہ کیمل پوری
۷۶۱ 〃 غلام قادر میانوالی
۷۶۲ 〃 محمد فاروق کیمل پوری
۷۶۳ 〃 عبدالحلیم منٹگمری
۷۶۴ 〃 جلال احمد چاٹگامی
۷۶۵ 〃 احمد سعید یوسف بھام جی خیرگامی
۷۶۶ 〃 عبدالرزاق ہزاروی
۷۶۷ 〃 غلام نبی مظفرآبادی
۷۶۸ 〃 حبیب اللہ بنوی
۷۶۹ 〃 عبدالحمید مظفرآبادی
۷۷۰ 〃 عبدالحیٔ محمد گرٹوا لاجپوری
۷۷۱ 〃 فیض رسول ڈیروی
۷۷۲ 〃 اسماعیل آدم اکلیرا
۷۷۳ 〃 عبدالرحمٰن ڈیروی
۷۷۴ 〃 محمد صادق شیخوپوری
۷۷۵ 〃 عبدالرزاق سلہٹی
۷۷۶ 〃 عبدالقادر پونوی
۷۷۷ 〃 عبدالکریم جہودھلا
۷۷۸ 〃 محمد یوسف پونوی
۷۷۹ 〃 صالح محمد کیمل پوری
۷۸۰ 〃 محمد مبارک مظفرگڈھی

۷۸۱ مولوی حمداللہ پشاوری
۷۸۲ 〃 تمیزالدین چاٹگامی
۷۸۳ 〃 رشید احمد 〃
۷۸۴ 〃 محمد الرحمٰن 〃
۷۸۵ 〃 محمد اسماعیل ہزاروی
۷۸۶ 〃 فضل الرحمٰن 〃
۷۸۷ 〃 مولی داد ڈیروی
۷۸۸ 〃 فرخ احمد چاٹگامی
۷۸۹ 〃 ابوالحسن 〃
۷۹۰ 〃 شیر بہادر کیمل پوری
۷۹۱ 〃 محمد سراج الاسلام چاٹگامی
۷۹۲ 〃 بدیع احمد 〃
۷۹۳ 〃 محمد نسیم 〃
۷۹۴ 〃 جمال الدین کشمیری
۷۹۵ 〃 علی احمد نواکھالی
۷۹۶ 〃 عبداللہ ہزاروی
۷۹۷ 〃 محمد زام باجوری
۷۹۸ 〃 محمد خاں سرگودی
۷۹۹ 〃 محمد یعقوب ہزاروی

فضلاء ۱۳۶۶ھ

۸۰۰ مولوی سلیمان غلام حسین نورگت ترکیشوری
۸۰۱ 〃 عبدالرزاق پنجابی

---

۸۰۲ مولوی عبدالکریم پنجابی
۸۰۳ 〃 سکندرالدین کیمل پوری
۸۰۴ 〃 ابراہیم رسول گودھروی
۸۰۵ 〃 محمود الحق نواکھالی
۸۰۶ 〃 عبدالمتین 〃
۸۰۷ 〃 محمد اسماعیل جسات مانگرولی
۸۰۸ 〃 محمد ناظر چاٹگامی
۸۰۹ 〃 قاسم ابراہیم ڈیسائی ترکیشوری
۸۱۰ 〃 شفیق احمد چاٹگامی
۸۱۱ 〃 علی احمد سلطانپوری
۸۱۲ 〃 اسماعیل احمد مایت سرخائی
۸۱۳ 〃 اسماعیل محمود بہادر چاسوی
۸۱۴ 〃 فیض احمد چاٹگامی
۸۱۵ 〃 محمد شرف میرپوری
۸۱۶ 〃 عبدالرحیم آنندی
۸۱۷ 〃 عبیداللہ نواکھالی
۸۱۸ 〃 عبدالوہاب 〃
۸۱۹ 〃 غلام محمد حصاروی
۸۲۰ 〃 نوراللہ نواکھالی
۸۲۱ 〃 احمد سعید ای بہراڈا بیلی
۸۲۲ 〃 نورالصفا چاٹگامی
۸۲۳ 〃 منیض اللہ 〃
۸۲۴ 〃 شجاع الدین بنوی

فضلاء ۱۳۶۷ھ

۸۲۵ مولوی سید احمد کوکنی
۸۲۶ 〃 محموداللہ بریسالی
۸۲۷ 〃 سید علی احمد کوکنی
۸۲۸ 〃 مجمل الحق نواکھالی
۸۲۹ 〃 عبداللطیف 〃
۸۳۰ 〃 احمد کبیر چاٹگامی
۸۳۱ 〃 محمد حسن اکیابی
۸۳۲ 〃 بذل احمد چاٹگامی
۸۳۳ 〃 اسماعیل یوسف صالح لوہاروی
۸۳۴ 〃 شجاعت اللہ نواکھالی
۸۳۵ 〃 عبداللہ محمد کاسوجی لاجپوری
۸۳۶ 〃 زاہدالدین سلہٹی
۸۳۷ 〃 محمد ابراہیم پٹیل نزولی
۸۳۸ 〃 ابراہیم محمد راوت بھنڈی

فضلاء ۱۳۶۸ھ

۸۳۹ مولوی ابراہیم اسماعیل نصیرپوری
۸۴۰ 〃 یوسف محمود پیراوالا کفلیتری
۸۴۱ 〃 فیض الحسن اعظمی
۸۴۲ 〃 عبدالرحمٰن پالنپوری
۸۴۳ 〃 نورالاسلام نواکھالی

۸۴۴	مولوی سراج الحق نواکھالی
۸۴۵	،، محمد عثمان پونوی
۸۴۶	،، محمد سلیم اعظمی
۸۴۷	،، ابو الخیر محمد عبد الاول نواکھالی
۸۴۸	،، عبد الوہاب مظفر پوری
۸۴۹	،، عبد الرشید میمن سنگی
۸۵۰	،، محمد عثمان حیدر آبادی
۸۵۱	،، محمد طاہر نواکھالی
۸۵۲	،، احمد سلیمان امین نواگامی
۸۵۳	،، احمد سلیمان اصوات لاجپوری
۸۵۴	،، محمود سلیمان نوسارکا کاچھوی
۸۵۵	،، موسیٰ احمد کلنگ ڈابھیلی
۸۵۶	،، محمد عبد الجلیل اکیابی
۸۵۷	،، محمد ابراہیم ہجات بلیشوری
۸۵۸	،، سلیمان اسماعیل ڈیسائی ترکیشوری
۸۵۹	،، محمد رمیز محلہ پیپی
۸۶۰	،، محمد ابراہیم محمود نوسارکا کاچھوی
۸۶۱	،، محمد عبد الاول آسامی

فضلاء سنہ ۱۳۶۹ھ

۸۶۲	مولوی عبد اللہ اسماعیل قاضی لاجپوری
۸۶۳	،، محمود احمد گونڈوی
۸۶۴	،، ابو الخیر نواکھالی
۸۶۵	مولوی کبیر احمد چاٹگامی
۸۶۶	،، امداد الحق رنگونی
۸۶۷	،، محمد اسلام اکیابی
۸۶۸	،، اسماعیل محمود بسم اللہ ڈابھیلی
۸۶۹	،، غلام محمد یوسف بانگی کرٹود
۸۷۰	،، داؤد ولی ساردوی
۸۷۱	،، عبد السلام چاٹگامی
۸۷۲	،، اظہار الحق چاٹگامی
۸۷۳	،، شرف الدین عبد القادر ڈابھیلی
۸۷۴	،، احمد حسن منصور بوڑھانی
۸۷۵	،، احمد اسماعیل بھولا بلیشوری
۸۷۶	،، سلیمان ابراہیم بھولات ہتھورن
۸۷۷	،، ابو طاہر چاٹگامی
۸۷۸	،، عبد السلام بھروچی
۸۷۹	،، جلال الدین بخاری
۸۸۰	،، احمد اسحاق میمان مانگرولی

فضلاء سنہ ۱۳۷۰ھ

۸۸۱	مولوی عبد الرحمٰن پالنپوری
۸۸۲	،، محمد احمد کرولیا عالی پور
۸۸۳	،، محمد حنیف احمد ملک پوری
۸۸۴	،، محمد احمد اعظمی
۸۸۵	،، عبد الرزاق عبد الغنی مہودھلا

۸۸۶	مولوی عبد الرزاق رنگونی
۸۸۷	،، یوسف سفلا بوڈھان
۸۸۸	،، رشید احمد یوسف موسیٰ جی کفلیتوی
۸۸۹	،، محمد ابراہیم اسحاق جی ڈابھیلی
۸۹۰	،، حسین محمد عالی پوری

فضلاء سنہ ۱۳۷۱ھ

۸۹۱	مولوی حسن یوسف طائی بوڈھانی
۸۹۲	،، اسماعیل اسحاق جی ڈابھیلی
۸۹۳	،، شمس الحق بہاری
۸۹۴	،، محمد یٰسین بستوی
۸۹۵	،، ضمیر الدین چاٹگامی
۸۹۶	،، محراب علی بستوی
۸۹۷	،، سلطان احمد بریسالی
۸۹۸	،، احمد اسماعیل کویا کوسمڑی
۸۹۹	،، محمد صدیق اکیابی
۹۰۰	،، احمد مجتبیٰ اعظمی
۹۰۱	،، محمد چھوٹو بھیکن ترکیشوری
۹۰۲	،، عباس علی بستوی
۹۰۳	،، گوہر علی رنگ پوری
۹۰۴	،، داؤد احمد چوہان ترکیشوری

فضلاء سنہ ۱۳۷۲ھ

۹۰۵	مولوی عبد اللہ اسماعیل پٹیل کاپودری
۹۰۶	،، عبد المجید محمد داؤد پالنپوری
۹۰۷	،، حبیب اللہ نصر اللہ بلیاوی
۹۰۸	،، احمد سلیمان نورگت ترکیشوری
۹۰۹	،، یوسف اسماعیل ڈیسائی ،،
۹۱۰	،، عبد السلام محمد یوسف اعظمی
۹۱۱	،، محمد عباس عبد اللہ پونوی
۹۱۲	،، محمد اسماعیل محمود کولھاپوری
۹۱۳	،، حبیب الرحمٰن محمد ابراہیم بردوانی
۹۱۴	،، محمد ابراہیم جلالی پورنوی
۹۱۵	،، منور حسین بستوی
۹۱۶	،، موسی ابراہیم ماکڑا ڈابھیلی

فضلاء سنہ ۱۳۷۳ھ

۹۱۷	مولوی محمد مبین اعظمی
۹۱۸	،، واعظ الدین رنگونی
۹۱۹	،، عبد الغنی ،،
۹۲۰	،، احمد اسماعیل آبرت بلیشوری
۹۲۱	،، یعقوب سلیمان پٹیل گورادروی

فضلاء سنہ ۱۳۷۴ھ

۹۲۲ مولوی روح الامین دھولیوری
۹۲۳ 〃 محمد حنیف پالنپوری
۹۲۴ 〃 عمر محمد جناح دمنی
۹۲۵ 〃 یوسف اسماعیل تھالوی
۹۲۶ 〃 فضل الرحمٰن ارکانی
۹۲۷ 〃 اسحاق آدم نورات آلونجوی

فضلاء سنہ ۱۳۷۵ھ

۹۲۸ مولوی عبدالغفور محمد یوسف دمنی
۹۲۹ 〃 یوسف سلیمان چراک دیوا
۹۳۰ 〃 اسماعیل بنوطائی دھمڑاچھا
۹۳۱ 〃 اسماعیل ابراہیم پانچ بھایا لوہاروی
۹۳۲ 〃 محمد احمد شاہ جی

فضلاء سنہ ۱۳۷۶ھ

۹۳۳ مولوی یوسف احمد شاہ جی لوہاروی
۹۳۴ 〃 عبدالرحمٰن پالنپوری
۹۳۵ 〃 احمد یوسف بھیات مولدھرا

فضلاء سنہ ۱۳۷۷ھ

۹۳۶ مولوی علی شکری اکرمی بھٹکلی
۹۳۷ 〃 عبدالقادر داؤد دمنی
۹۳۸ 〃 یوسف اسماعیل ملاں عمرواڑی
۹۳۹ 〃 احمد سعید ترکیشوری

فضلاء سنہ ۱۳۷۸ھ

۹۴۰ مولوی ابراہیم قاسم سیوانی پوربندر
۹۴۱ 〃 غلام نبی ابراہیم پالنپوری
۹۴۲ 〃 یوسف خاں امریلی
۹۴۳ 〃 یعقوب محمد بالا مہو دھلوی
۹۴۴ 〃 احمد سعید موسیٰ پٹیل کفلیتوی
۹۴۵ 〃 سلیمان احمد ڈیسائی ترکیشوری

فضلاء سنہ ۱۳۷۹ھ

۹۴۶ مولوی یعقوب سرگیت ڈدھالوی
۹۴۷ 〃 علی محمد گڑا
۹۴۸ 〃 ایوب محمد قیدی والا دیادرا
۹۴۹ 〃 نور محمد گڑا

۹۵۰ مولوی عبداللہ غلام محمد گڑا
۹۵۱ 〃 آدم بھورا دیادروی
۹۵۲ 〃 عبدالغنی ابراہیم اٹالوی
۹۵۳ 〃 محمد عثمان گڑا

فضلاء سنہ ۱۳۸۰ھ

۹۵۴ مولوی احمد محمد ترکیشوری
۹۵۵ 〃 اسماعیل سلیمان ڈاکٹر ٹکھاجنی
۹۵۶ 〃 خلیل احمد عبدالصمد صوفی لاجپوری
۹۵۷ 〃 رشید احمد اسماعیل کیات ڈابھیلی
۹۵۸ 〃 محمد شہاب الدین دیوا
۹۵۹ 〃 صالح اسماعیل بھولت ہرنگامی
۹۶۰ 〃 عبدالودود عبدالغنی مہو دھلوی
۹۶۱ 〃 غلام محمد احمد ملک ہتھوڑوی
۹۶۲ 〃 محمد ہاشم بانگی ڈابھیلی
۹۶۳ 〃 یعقوب آدم ابجی دیوا

فضلاء سنہ ۱۳۸۱ھ

۹۶۴ مولوی علی محمد موسیٰ آچھودی
۹۶۵ 〃 عبدالقادر بھیگن ترکیشوری
۹۶۶ 〃 یوسف سلیمان کویا کوسمڑی

۹۶۷ مولوی یوسف سلیمان نوسارکا کاچھوی
۹۶۸ 〃 یوسف محمد ہانسرود گورادروی

فضلاء سنہ ۱۳۸۲ھ

۹۶۹ مولوی مظہرالدین شجاع الدین دھلیوی
۹۷۰ 〃 عبدالرحمٰن محمد ملاں تاڑیوی
۹۷۱ 〃 سلیمان احمد دراچھیا سامرودی
۹۷۲ 〃 عبداللہ ابراہیم پٹیل اکیھر
۹۷۳ 〃 یعقوب محمد بے مات کرمالی
۹۷۴ 〃 ایوب محمد غوری نواگامی
۹۷۵ 〃 آدم اسماعیل ہانسرود کرمالی
۹۷۶ 〃 سردار میاں محمد میاں ہتھوڑوی

فضلاء سنہ ۱۳۸۳ھ

۹۷۷ مولوی احمد اسماعیل رندیرا کوساڑی
۹۷۸ 〃 عبدالحئی موسیٰ کفلیتوی
۹۷۹ 〃 اسماعیل محمد رسول آنباواڑی
۹۸۰ 〃 محمد مسلم عبداللہ بہاری
۹۸۱ 〃 محمد غلام کبریا آسامی
۹۸۲ 〃 محمد حنیف حبیب اللہ حیدرآبادی

فضلاء سنہ ۱۳۸۴ھ

۹۸۳ مولوی قاسم داؤد اصوات ترکیسری
۹۸۴ 〃 ابراہیم محمد کویا دنگری
۹۸۵ 〃 محمد صدیق عبد الصمد لاجپوری
۹۸۶ 〃 اسماعیل ولی پٹیل ساردوی
۹۸۷ 〃 یوسف اسماعیل کیات ڈابھیلی

فضلاء سنہ ۱۳۸۵ھ

۹۸۸ مولوی ابرار احمد شجاع الدین دھلپوی
۹۸۹ 〃 حیدر رسول سردار میاں ہتھوڑوی
۹۹۰ 〃 غلام حسین یوسف سیدات بھادی
۹۹۱ 〃 عبد اللہ خاں نامدار خاں ایرن ڈولی
۹۹۲ 〃 محمد عالم عبد الغفور چھپراوی
۹۹۳ 〃 عبد الماجد محمد یونس بہاری
۹۹۴ 〃 سعید الرحمٰن ابراہیم 〃
۹۹۵ 〃 مظہر الاسلام حسن میاں قادری نندوباری
۹۹۶ 〃 عبد اللہ موسیٰ پانڈور سملکی
۹۹۷ 〃 یعقوب ابراہیم بھیات بلیشوری
۹۹۸ 〃 احمد ہاشم ملاں جوگواڑی
۹۹۹ 〃 عبد الصمد مولوی سلیمان واڑا گامی

فضلاء سنہ ۱۳۸۶ھ

۱۰۰۰ مولوی عباس احمد موسیٰ کاوی
۱۰۰۱ 〃 ابراہیم آدم راوت بھٹکی
۱۰۰۲ 〃 عثمان علاؤ الدین کاکوسی
۱۰۰۳ 〃 اجلال احمد فروغ احمد دھولپوری
۱۰۰۴ 〃 داود اسماعیل مہتر نرولوی
۱۰۰۵ 〃 ایوب عبد الرحمٰن شیخ ترکیشوری
۱۰۰۶ 〃 اختر انیس حکیم فخر الدین سورتی
۱۰۰۷ 〃 محمد علی آدم ساردوی
۱۰۰۸ 〃 اسماعیل محمد بے مات کرمالی
۱۰۰۹ 〃 حبیب الرحمٰن محمد امین خیرآبادی
۱۰۱۰ 〃 نثار احمد مشتاق احمد رائے بریلی
۱۰۱۱ 〃 حبیب اللہ جلال الدین کاکوسی

فضلاء سنہ ۱۳۸۷ھ

۱۰۱۲ مولوی امین رشید محمد دمنی
۱۰۱۳ 〃 ایوب محمد نور گت ویسرادی
۱۰۱۴ 〃 ابراہیم موسیٰ ہانسرود گورادروی
۱۰۱۵ 〃 سلیمان اسماعیل دیولوی
۱۰۱۶ 〃 عبد اللہ عبد الرحمٰن میاں افریقی

۱۰۱۷ مولوی عبد الحمید حبیب اللہ طالعپوری
۱۰۱۸ 〃 اسماعیل موسیٰ چوکسی کاوی
۱۰۱۹ 〃 محمد ہارون عبد اللہ دیوریوی
۱۰۲۰ 〃 داؤد اسماعیل مالی ساروڈی
۱۰۲۱ 〃 ابراہیم یوسف بھانا سملکی

فضلاء سنہ ۱۳۸۸ھ

۱۰۲۲ مولوی ابراہیم محمد پٹیل اٹالوی
۱۰۲۳ 〃 امتیاز احمد ریاست علی بنارسی
۱۰۲۴ 〃 حسین علی کوکنی
۱۰۲۵ 〃 عزیز الرحمٰن عبد الرحیم مئوی
۱۰۲۶ 〃 یعقوب محمد بھولا کفلیتوی
۱۰۲۷ 〃 محمد چھوٹا عبد الکریم ترکیشوری
۱۰۲۸ 〃 محمد اسماعیل صالح لوہاروی
۱۰۲۹ 〃 عبد الجلیل عبد الرزاق ملک پوری
۱۰۳۰ 〃 مصطفیٰ عبد اللہ کاوی
۱۰۳۱ 〃 محمد عمر عبد الرحیم سید جیپوری
۱۰۳۲ 〃 محمد علی نواب ساروڈی
۱۰۳۳ 〃 یعقوب داؤد 〃
۱۰۳۴ 〃 موسیٰ عیسیٰ علی ستریلوی
۱۰۳۵ 〃 اسماعیل محمد بوریات ویسمہ
۱۰۳۶ 〃 مختار احمد آدم ستریلوی

فضلاء سنہ ۱۳۸۹ھ

۱۰۳۷ مولوی احمد یعقوب دیولوی
۱۰۳۸ 〃 ابراہیم احمد سلوڈابھیلی
۱۰۳۹ 〃 سید بشیر احمد حدادی کوکنی
۱۰۴۰ 〃 بشیر احمد داؤد پالنپوری
۱۰۴۱ 〃 عباس علی کوکنی
۱۰۴۲ 〃 یوسف عبد اللہ دیولوی
۱۰۴۳ 〃 یوسف محمد لمباڑا نرولوی
۱۴۴ 〃 عبد الخالق ولی محمد پالنپوری
۱۰۴۵ 〃 محمد سلیمان 〃
۱۰۴۶ 〃 اسماعیل محمود ڈابھیلی
۱۰۴۷ 〃 محمد یونس قاری بندے الٰہی میرٹھی
۱۰۴۸ 〃 احمد سعید محمد ڈاٹا واکانیری
۱۰۴۹ 〃 احمد نور محمد کاکوسی
۱۰۵۰ 〃 یعقوب عبد الرحمٰن شیخ ترکیشوری
۱۰۵۱ 〃 عباس مولوی یعقوب کاوی

فضلاء سنہ ۱۳۹۰ھ

۱۰۵۲ مولوی موسیٰ محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی
۱۰۵۳ 〃 ابو القاسم سلیمان دمنی

۱۰۵۴	مولوی عبدالرحمن عبدالرحیم کمال پوری
۱۰۵۵	〃 ابراہیم محمد عمر کاوی
۱۰۵۶	〃 محمد ہاشم عبداللہ مالدیپی
۱۰۵۷	〃 محمد شریف حبیب اللہ کالیڑوی
۱۰۵۸	〃 محمد انور مولوی غلام رسول بڑودوی
۱۰۵۹	〃 محمد حسّان میمن جی بھاکری
۱۰۶۰	〃 علی محمد پٹیل دیولوی
۱۰۶۱	〃 محمد موسیٰ بھولا کوساڑی
۱۰۶۲	〃 یعقوب ولی موسیٰ کوٹھی
۱۰۶۳	〃 اسماعیل نور محمد بھاگلی
۱۰۶۴	〃 یوسف ابراہیم ببات نرولوی
۱۰۶۵	〃 علی حاجی عیسیٰ دیولوی
۱۰۶۶	〃 سلیمان احمد پانڈور ترکیشوری
۱۰۶۷	〃 یوسف محمود میاں افریقی
۱۰۶۸	〃 موسیٰ اسماعیل مہتر نرولوی
۱۰۶۹	〃 خلیل احمد محمود باڑدولی

فضلاء ۱۳۹۱ھ

۱۰۷۰	مولوی محمد ایوب قاری بندالٰہی میرٹھی
۱۰۷۱	〃 موسیٰ محمد احمد قاضی آنکڑودی
۱۰۷۲	〃 عثمان غلام رسول صوفی ہتھوڑوی
۱۰۷۳	〃 احمد سعید محمد احمد قاضی آنکڑودی
۱۰۷۴	مولوی عبدالرزاق داؤد مجادری
۱۰۷۵	〃 یعقوب یوسف علی آچھودی
۱۰۷۶	〃 محمد نعیم محمد عمر بمبوی
۱۰۷۷	〃 محمد اشرف نور محمد بھاگلوی
۱۰۷۸	〃 یعقوب احمد علی مہودھلوی
۱۰۷۹	〃 داؤد احمد موسیٰ ستپونی
۱۰۸۰	〃 ولی اسماعیل سیلدر
۱۰۸۱	〃 اسماعیل محمد حافظ جی وانکانیری
۱۰۸۲	〃 عباس یعقوب باپو بھرکودروی

فضلاء ۱۳۹۲ھ

۱۰۸۳	مولوی عبدالاول محمد سامرودی
۱۰۸۴	〃 محمد الیاس اسماعیل مہتر ویساوی
۱۰۸۵	〃 محمد علی محمد امین بھوپالی
۱۰۸۶	〃 اسماعیل جان محمد پالنپوری
۱۰۸۷	〃 محمد آدم حبیب اللہ 〃
۱۰۸۸	〃 ثناء اللہ خان زکاء اللہ خان رام پوری
۱۰۸۹	〃 محمد الیاس فضل کریم احمد آبادی
۱۰۹۰	〃 عبدالرؤف عبدالقدوس صوفی لاجپوری
۱۰۹۱	〃 شبیر احمد ابراہیم بھاگلوی
۱۰۹۲	〃 غلام رسول سلیمان پالنپوری
۱۰۹۳	〃 شمس الحق احمد بھامجی اناولی

۱۰۹۴	مولوی ایوب آدم سوبا ستپونی
۱۰۹۵	〃 عبدالرؤف عبدالرحیم پالنپوری
۱۰۹۶	〃 رشید احمد مایت افریقی
۱۰۹۷	〃 رشید احمد ابراہیم راجہ (کفلیتوی)
۱۰۹۸	〃 یعقوب احمد کاوی
۱۰۹۹	〃 عباد احمد حماد احمد نانوتوی

فضلاء ۱۳۹۳ھ

۱۱۰۰	مولوی ابراہیم غلام رسول صوفی (ہتھوڑوی)
۱۱۰۱	〃 فضل الرحمن مولانا آدم صاحب (طالعپوری)
۱۱۰۲	〃 محمد اکبر غلام رسول ودانی
۱۱۰۳	〃 محمد عثمان ابراہیم پالنپوری
۱۱۰۴	〃 عبداللہ فتح محمد 〃
۱۱۰۵	〃 محمد شریف عبدالخالق (کالیڑوی)
۱۱۰۶	〃 ابراہیم احمد سیٹھ اکھروی
۱۱۰۷	〃 زین العابدین کلیم الحق (رادھنپوری)
۱۱۰۸	〃 عبدالقیوم ابوبکر بھاگلوی
۱۱۰۹	مولوی عبدالکریم داؤد (رادھنپوری)
۱۱۱۰	〃 محمد زبیر عبدالقادر (رادھنپوری)
۱۱۱۱	〃 عبدالقادر ولی محمد بھاگلوی
۱۱۱۲	〃 عبدالحق غلام رسول 〃
۱۱۱۳	〃 یوسف آدم عمر خان پوری
۱۱۱۴	〃 علی حسن داؤد بھرکودروی
۱۱۱۵	〃 محمد علی احمد سلوڈابھیلی
۱۱۱۶	〃 عبدالحق مولوی سلیمان (ودانی)
۱۱۱۷	〃 غلام حسین احمد مہتر نرولی
۱۱۱۸	〃 یعقوب حسن جیوا 〃
۱۱۱۹	〃 عبدالصمد اسماعیل جوگیات
۱۱۲۰	〃 ابراہیم محمد ڈاٹا وانکانیری
۱۱۲۱	〃 محمد رفیق عبدالغفور ویساوی
۱۱۲۲	〃 داؤد عبداللہ پٹھان (سامرودی)
۱۱۱۳	〃 عبدالقادر غلام رسول بیگ (نرولی)
۱۱۱۴	〃 احمد آدم ٹیلر کاوی
۱۱۱۵	〃 محمد ابراہیم جناح افریقی
۱۱۱۶	〃 بشیر احمد عبدالصمد صوفی لاجپوری

۱۱۱۷ مولوی ریاض الدین ملک احمد پالوی

فضلاء سنہ ۱۳۹۴ھ

۱۱۱۸ مولوی ابراہیم وحید محلدیپی
۱۱۱۹ 〃 حبیب الرحمٰن آدم کالیڑوی
۱۱۲۰ 〃 محمد ابراہیم بھانا کوساڑی
۱۱۲۱ 〃 ایوب اسماعیل احمد جی نزولی
۱۱۲۲ 〃 عبدالحئی محمود پٹیل اٹاروی
۱۱۲۳ 〃 محمد ابراہیم عبداللہ کشمیری
۱۱۲۴ 〃 برکات احمد عبدالمجید مالیگانوی
۱۱۲۵ 〃 اسماعیل محمد فقیر پٹیل جوگواڑی
۱۱۲۶ 〃 اسماعیل عبدالملک سردار
(ہتھوڑوی)
۱۱۲۷ 〃 علی میاں فقہ محمد آرائی کوکنی
۱۱۲۸ 〃 عبدالعظیم عبدالباری رادھنپوری
۱۱۲۹ 〃 اسماعیل موسی علی کھنڈائی
۱۱۳۰ 〃 اسماعیل عبدالرحیم پٹھان
(نزولی)
۱۱۳۱ 〃 محمد امین عثمان جناح
(دمنی)
۱۱۳۲ 〃 عبدالواحد ابراہیم طلاں
(ملیکپوری)

فضلاء سنہ ۱۳۹۵ھ

۱۱۳۳ مولوی عبداللطیف عبدالرحمٰن
(محلدیپی)
۱۱۳۴ 〃 ادریس حسین 〃
۱۱۳۵ 〃 محمد شفیع اسماعیل ڈابھیلی
۱۱۳۶ 〃 احمد عبدالحئی سرکار کفلیتوی
۱۱۳۷ 〃 اسماعیل ابراہیم ستپونی
۱۱۳۸ 〃 محمد احمد بھولا کفلیتوی
۱۱۳۹ 〃 عباس حسن تاندلجوی
۱۱۴۰ 〃 محمد صادق احمد بھانا سملکی
۱۱۴۱ 〃 نور محمد عثمان میاں نندا سنی
۱۱۴۲ 〃 ابراہیم محمد یونس ڈابھیلی
۱۱۴۳ 〃 ہاشم محمد پٹیل ویساوی
۱۱۴۴ 〃 ابراہیم آدم کھروڈوی
۱۱۴۵ 〃 اسماعیل یوسف سندھوی

فضلاء سنہ ۱۳۹۶ھ

۱۱۴۶ مولوی عبداللہ ولی کاوی
۱۱۴۷ 〃 یوسف محمد جی بسم اللہ ڈابھیلی
۱۱۴۸ 〃 اطہر حسین منظور الحق بہاری

۱۱۴۸ مولوی شبیر احمد سلیمان ہرنگامی
۱۱۴۹ 〃 غلام محمد مولوی قاسم دیوان
(عالی پوری)
۱۱۵۰ 〃 یعقوب اسماعیل جناب کاوی
۱۱۵۱ 〃 غلام محمد ابراہیم قینسی بارڈولی
۱۱۵۲ 〃 ابراہیم داؤد ہانسرود کرمالی
۱۱۵۳ 〃 محمد قاسم عبدالقادر گوبانوی
۱۱۵۴ 〃 ہاشم یوسف ترکی نزولی
۱۱۵۵ 〃 عبدالرحیم عبدالعزیز بدنیری
۱۱۵۶ 〃 یوسف احمدی کاچھوی
۱۱۵۷ 〃 محمد یعقوب محمد حنیف گوبانوی

فضلاء سنہ ۱۳۹۷ھ

۱۱۵۸ مولوی سلیمان محمد چوکسی کاوی
۱۱۵۹ 〃 عبدالشکور عبدالغفور شیخ
(دھاروی)
۱۱۶۰ 〃 نذیر احمد عبدالعزیز
(انجنی گانوی)
۱۱۶۱ 〃 محمد علی غلام رسول ہتھوڑوی
۱۱۶۲ 〃 محمد حمید محمد سعید موسالوی
۱۱۶۳ 〃 ظہور احمد عبدالسلام دھاروی
۱۱۶۴ 〃 عبدالحمید ابراہیم شیخ انجیلی

۱۱۶۵ مولوی عبدالحئی احمد بسم اللہ
(ڈابھیلی)
۱۱۶۶ 〃 سلیمان صالح پٹیل ماکھنگوی

فضلاء سنہ ۱۳۹۸ھ

۱۱۶۷ مولوی اسماعیل محمد پانڈور سملکی
۱۱۶۸ 〃 یعقوب خاں ابراہیم خاں
(بورسدی)
۱۱۶۹ 〃 عثمان غنی ہاشم عالی تیلاڑوی
۱۱۷۰ 〃 احمد مولانا محمد سعید بزرگ سملکی
۱۱۷۱ 〃 محمد حنیف غلام نبی پالنپوری
۱۱۷۲ 〃 عبدالجلیل ابراہیم بھاگلی
۱۱۷۳ 〃 سلیمان محمد منگیرا ڈابھیلی
۱۱۷۴ 〃 عبدالقیوم مولانا عبدالقادر
(مالیگانوی)
۱۱۷۵ 〃 عبدالواحد عبدالرزاق سلوڈوی
۱۱۷۶ 〃 عبداللہ محمد درویش افریقی
۱۱۷۷ 〃 احمد سعید موسیٰ بھام جی خیرگامی
۱۱۷۸ 〃 محمد صادق عبداللہ دیولوی
۱۱۷۹ 〃 حسین عبدالرحمٰن محلدیپی
۱۱۸۰ 〃 حسن موسیٰ 〃
۱۱۸۱ 〃 عبدالرحمٰن اسماعیل سملکی

فضلاء ۱۳۹۹ھ

۱۱۸۲	مولوی محمد سعید موسیٰ متالا افریقی
۱۱۸۳	،، داؤد محمد عمرجی کرماڈی
۱۱۸۴	،، یوسف احمد بھولا کفلیتوی
۱۱۸۵	،، عبد اللہ عبد الغفار احمد آبادی
۱۱۸۶	،، ابراہیم اسماعیل پٹیل افریقی
۱۱۸۷	،، محمد فاروق قاری بندے الٰہی (اٹالوی)
۱۱۸۸	،، نثار احمد امانت خاں بہاری
۱۱۸۹	،، ابوبکر ابراہیم برات نزولوی
۱۱۹۰	،، عبد الحمید حسن علی بھرٹا کودروی
۱۱۹۱	،، عبد الحق عبد المنان منی پوری
۱۱۹۲	،، رشید احمد سلیمان موٹا ڈابھیلی
۱۱۹۳	،، یوسف ابراہیم سکھی درس کاوی
۱۱۹۴	،، سلیمان اسماعیل جہتر نزولوی
۱۱۹۵	،، محبوب احمد عمر ویرگامی
۱۱۹۶	،، اسماعیل بیگ احمد بیگ نرولوی
۱۱۹۷	،، عبد الرحمٰن آدم بلالا کاوی
۱۱۹۸	،، محمد زکی عبد الحی لونت بارڈولی
۱۱۹۹	،، عبد اللہ ابراہیم وسو کاوی
۱۲۰۰	،، موسیٰ حسن منشی خان پوری
۱۲۰۱	مولوی یوسف احمد قاضی آنکرڈوی
۱۲۰۲	،، محمد ابراہیم بسم اللہ ڈابھیلی

فضلاء ۱۴۰۰ھ

۱۲۰۳	مولوی فرید احمد مولوی محمد رشید (سملکی)
۱۲۰۴	،، محمد احمد عابد حسین زید پوری
۱۲۰۵	،، عبد الکریم احمد میاں راجستھانی
۱۲۰۶	،، یوسف احمد اصوات ترکیشوری
۱۲۰۷	،، محمد یوسف مولوی عبد القدوس (لاجپوری)
۱۲۰۸	،، محمد یٰسین مولانا عبد اللہ شاہ (کچھی)
۱۲۰۹	،، محمد حسین فخر الدین بڑودوی
۱۲۱۰	،، عبد العزیز حسن مہتر ٹاڑپوری
۱۲۱۱	،، محمد موسیٰ راوت نصیر پوری
۱۲۱۲	،، ابراہیم قاسم ممول کوساڑی

فضلاء ۱۴۰۱ھ

۱۲۱۳	مولوی عبد الصمد احمد ابراہیم ڈیسائی (افریقی)

۱۲۱۴	مولوی عثمان یوسف شیخ سندنی
۱۲۱۵	،، اسماعیل ابراہیم منشی خانپوری
۱۲۱۶	،، جمال الدین محمد سالار راجستھانی
۱۲۱۷	،، عزیز الرحمٰن احمد سعید پٹیل افریقی
۱۲۱۸	،، ہاشم ابراہیم راوت بھٹی
۱۲۱۹	،، محمد احمد قاضی ویسٹ انڈیزی
۱۲۲۰	،، محمود خاں عبد الغفار خاں (کھولاپوری)
۱۲۲۱	،، یوسف سلیمان پالنپوری
۱۲۲۲	،، سلیم احمد آدم چیتالی
۱۲۲۳	،، محمد یعقوب چرکسی کاوی
۱۲۲۴	،، ابراہیم عبد الکریم ہتھوڑوی
۱۲۲۵	،، احمد مجتبیٰ ہنگلی
۱۲۲۶	،، اسماعیل آدم پٹیل دیولوی
۱۲۲۷	،، اکبر ابراہیم بدات کاچھوی
۱۲۲۸	،، ایوب عبد اللہ آدم دیولوی
۱۲۲۹	،، ہاشم آدم راوت نصیر پوری
۱۲۳۰	،، شبیر احمد سلیمان خلیفہ مٹواڑی
۱۲۳۱	،، شبیر احمد ابراہیم کیوریوی
۱۲۳۲	،، اسماعیل ابراہیم بسم اللہ ڈابھیلی
۱۲۳۳	،، ایوب احمد بھولا کفلیتوی

فضلاء ۱۴۰۲ھ

۱۲۳۴	مولوی عباس داؤد بسم اللہ ڈابھیلی
۱۲۳۵	،، اسماعیل ابراہیم بھانا ساردوی
۱۲۳۶	،، ایوب محمد منگیرا افریقی
۱۲۳۷	،، داؤد محمد قاسم ،،
۱۲۳۸	،، یعقوب محمد منتی ،،
۱۲۳۹	،، عبد الرحمٰن غلام انبیاء کوکنی
۱۲۴۰	،، اسماعیل یعقوب منشی دیولوی
۱۲۴۱	،، عبد الرشید علی سلیمان ،،
۱۲۴۲	،، محمد حنیف داؤد ودانی
۱۲۴۳	،، غلام محمد سلیمان پانڈور اٹالوی
۱۲۴۴	،، اسماعیل محمد اسحاق افریقی
۱۲۴۵	،، عبد الحمید خاں عبد المجید خاں اورنگ آبادی
۱۲۴۶	،، مقبول حسین محمد ملاں آنباواڑی
۱۲۴۷	،، عنایت اللہ عبد العلیم راجستھانی
۱۲۴۸	،، ابرار خاں مقتدر خاں آکولوی
۱۲۴۹	،، محمد امین یوسف لاکھی لندنی
۱۲۵۰	،، محمد یٰسین موسیٰ پانڈور اٹالوی
۱۲۵۱	،، اسماعیل ابراہیم متالا سملکی
۱۲۵۲	،، محمد رفیق غلام نبی شیخ گندیوی
۱۲۵۳	،، یوسف احمد شیخ انجیلی

۱۲۵۴	مولوی محمد حنیف احمد پٹیل نزولوی
۱۲۵۵	،، محمد معصوم یوسف کڑیا ڈابھیلی
۱۲۵۶	،، الیاس غلام اصوات لوہاروی
۱۲۵۷	،، محمد احمد میاں لندنی
۱۲۵۸	،، محمد حنیف عبداللہ پٹھان ساردوی

فضلاء سنہ ۱۴۰۳ھ

۱۲۵۹	مولوی محمد اسعد اللہ ابوالخیر ادگامی
۱۲۶۰	،، شبیر احمد یعقوب دیولوی
۱۲۶۱	،، الیاس احمد ابراہیم ،،
۱۲۶۲	،، غلام محمد سلیمان شیخ آکوٹی
۱۲۶۳	،، نذیر احمد غلام نبی نندا سنی
۱۲۶۴	،، محمد جاوید عبدالمغفور کوکنی
۱۲۶۵	،، عبدالرحمٰن مولانا محمد سعید بزرگ سملکی
۱۲۶۶	،، احمد یوسف پانڈور اٹالوی
۱۲۶۷	،، محمد جاوید محمد غوث جمشید پوری
۱۲۶۸	،، عزیز احمد مولانا محمد رشید سملکی
۱۲۶۹	،، سلیم محمد واجہ ڈابھیلی
۱۲۷۰	،، اکبر علی محمد ودانی
۱۲۷۱	،، یوسف محمد شیخ آنندی
۱۲۷۲	،، عبدالسلام محمد آدم سیندھنی
۱۲۷۳	،، احمد حسین عبداللہ مومن واسی
۱۲۷۴	،، عبدالحفیظ داؤد سیجلپوری
۱۲۷۵	،، ایوب ابراہیم ہتھوڑوی

فضلاء سنہ ۱۴۰۴ھ

۱۲۷۶	مولوی اسماعیل مولوی عبدالخالق مالیگانوی
۱۲۷۷	،، محمد یعقوب یوسف دیولوی
۱۲۷۸	،، بشیر احمد دیولوی
۱۲۷۹	،، عبداللہ حسن آچھودی
۱۲۸۰	،، سید عارف الدین صدرالدین جالنوی
۱۲۸۱	،، ایوب محمد متادار دیولوی
۱۲۸۲	،، اسرار احمد غلام دستگیر اورنگ آبادی
۱۲۸۳	،، عباس علی محمد دیولوی
۱۲۸۴	،، عبدالمالک عبدالخالق مالیگانوی
۱۲۸۵	،، عبداللہ حسن خانپوری
۱۲۸۶	،، محمد موسیٰ خیر محمد راجستھانی
۱۲۸۷	،، نذیر محمد قاضی آچھودی
۱۲۸۸	،، عبدالرحمٰن غلام محمد شیخ گوٹھا
۱۲۸۹	،، یونس موسیٰ قاضی آنکڑودی
۱۲۹۰	،، محمد انور پیر بھائی پالوی
۱۲۹۱	،، یوسف علی احمد راوت بھٹکی
۱۲۹۲	،، یوسف احمد میاں احمد آبادی
۱۲۹۳	،، عبدالقادر مولوی عبدالرحمٰن پالنپوری
۱۲۹۴	،، مظہر الحق محمد سلیم بہاری
۱۲۹۵	،، محمد سعید مولوی سلیمان نورگت ری یونینی
۱۲۹۶	،، محبوب احمد ایلولوی
۱۲۹۷	،، محمد عمر عبدالرحمٰن مستقلی احمد آبادی
۱۲۹۸	،، ایوب محمد خلیفہ لندنی

فضلاء سنہ ۱۴۰۵ھ

۱۲۹۹	مولوی زین العابدین پالنپوری
۱۴۰۰	،، عبدالرشید احمد میمی لندنی
۱۴۰۱	،، اشرف علی حسن کوکنی
۱۴۰۲	،، حفظ الرحمٰن حاجی احمد دیولوی
۱۴۰۳	،، اقبال آدم بچہ ٹنکاروی
۱۴۰۴	،، مبارک عیسیٰ آچھودی
۱۴۰۵	،، عبداللہ یوسف نانا سملکی
۱۴۰۶	،، محمد اسلم عبدالغفور کوکنی
۱۴۰۷	،، ہاشم حافظ ابراہیم پھڑیا ڈابھیلی
۱۴۰۸	،، ریاض احمد نذیر احمد امراوتی
۱۴۰۹	،، عباس اسمٰعیل دلی بھرکودروی
۱۴۱۰	،، یحییٰ داؤد متارا سملکی
۱۴۱۱	،، حسین مباشر احمد محلدیپی
۱۴۱۲	،، اسماعیل محمد درویش افریقی
۱۴۱۳	،، محمد طیب محمد عثمان شیخ دھرمپوری
۱۴۱۴	،، عبدالعزیز مولوی آدم پالنپوری
۱۴۱۵	مولوی محمد حنیف یعقوب آدم دیولوی
۱۴۱۶	،، احمد محمد پٹیل گودھروی
۱۴۱۷	،، یوسف محمد کریم ہتھوڑوی
۱۴۱۸	،، محمد افتخار حبیب اللہ بہاری
۱۴۱۹	،، اسمٰعیل عبدالقادر باڈیا افریقی
۱۴۲۰	،، شعیب ابراہیم راوت آسنوی
۱۴۲۱	،، محمد الیاس یوسف پٹیل ماکھنگوی
۱۴۲۲	،، محمد صادق عبدالحمید خانپوری
۱۴۲۳	،، محمد یوسف مصطفیٰ افریقی
۱۴۲۴	،، محمد مفیض الرحمٰن طیب الرحمٰن بہاری
۱۴۲۵	،، عبدالحفیظ محمد حنیف پالنپوری
۱۴۲۶	،، ابوالکلام یار محمد بلیاوی
۱۴۲۷	،، رفیق علی یوسف علی افریقی

* * *